مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیں اسے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو

شرح مشکوٰۃ

جلد ۔

ترجمہ

اشعۃ اللمعات

تصنیف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولینا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و حواشی

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مولانا مفتی محمد خان قادری
جامعہ اسلامیہ فصیح روڈ سمن آباد، لاہور

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : اشعۃ اللمعات (اُردو ترجمہ شرح مشکوٰۃ)

تصنیف و منیف : شیخ محقق حضرتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و حواشی : علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

مولانا مفتی محمد خاں قادری

تصحیح و نظرِ ثانی : حافظ محمد شاہد اقبال

طبع باراول : جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ / ستمبر ۲۰۰۱ء

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

ہدیہ : 250/- روپے

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر faridbooks@hotmail.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرفِ انتساب

شاہِ برکات و برکاتِ پیشینیاں
نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام

فقیر قادری مشکوٰۃ شریف کی فارسی شرح از شیخ محقق' امام اہل سنت' گیارہویں صدی کے مجدد' حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مسمّی بہ ''اشعۃ اللمعات'' کے نصف آخر کا چار جلدوں پر مشتمل ترجمہ شمالی ہند میں سلسلہء عالیہ قادریہ کی سب سے بڑی درگاہ میں آرام فرما اور امام احمد رضا بریلوی کے مشائخ کرام اور سادات مارہرہ مقدسہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی نذر کرتا ہے۔

اور ان کے توسط سے مارہرہ مقدسہ کے موجودہ سجادہ نشین اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر' ڈاکٹر سید محمد امین میاں دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
۵/جون ۲۰۰۱ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی

ماہنامہ کنز الایمان | ۵۵ | دسمبر ۲۰۰۰ء

عرس قاسمی مارہرہ مطہرہ

اپنی روایتی شان وشوکت کے ساتھ سرزمین مارہرہ شریف پر عرس قاسمی نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ ۲۱-۲۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا جس میں ملک وبیرون ملک کے مشاہیر علماء ومشائخ نے شرکت فرمائی۔ خصوصیت کے ساتھ حضور ازہری میاں صاحب قبلہ بریلی شریف' صاحب سجادہ حضرت سبحانی میاں صاحب بریلی شریف' حضرت منان رضا خاں صاحب بریلی شریف' صاحب سجادہ حضرت ضیاء صاحب کالپی شریف' محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور' مفتی عبدالمنان صاحب قادری شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی' رئیس التحریر علامہ ارشد القادری بانی جامعہ حضرت نظام الدین دہلی' عزیز ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ' مفتی نظام الدین صاحب جامعہ اشرفیہ' مفتی جلال الدین صاحب قبلہ امجدی خلیفہ احسن العلماء بستی' مولانا یٰسین اختر مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''کنز الایمان'' دہلی' مولانا محمد عیسیٰ صاحب رضوی قادری جامعہ رضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج' مفتی شمس الدین صاحب بہرائچ' حضرت مولانا سید عارف صاحب سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف' ہالینڈ سے حضرت علامہ بدر القادری صاحب قبلہ' زمبابوے سے حضرت مولانا حافظ محمد حمید الحق برکاتی جانشین حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ' پاکستان سے حضرت مولانا سید عبدالحق صاحب قبلہ ابن حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق صاحب قبلہ ودیگر بہت سے علماء کرام وملک بھر کی خانقاہوں کے سجادگان اس نورانی جلسہ میں حاضر تھے۔ عوام کا تو ایک ہجوم تھا جو عقیدت ومحبت سے سرشار مارہرہ شریف کی سرزمین پر اپنی دنیا وعاقبت سنوارنے اور نور کی بارش سے سیراب ہونے کے لیے چلے آرہے تھے۔

علماء اسلام ودانشوران ومفکرین نے اپنے اپنے خطابات میں مختلف موضوعات پر روشنی ڈالی اور چبھتے ہوئے مسائل کا بڑی گہرائی سے جائزہ لیتے ہوئے اور مسلکی اختلافات پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کو آفتاب نیمروز کی طرح آشکارا کیا۔ صاحب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف حضرت امین شریعت حضور سید امین میاں صاحب مدظلہ النورانی اور رفیق ملت حضرت علامہ نجیب میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے عوام کو مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن رہنے کی تلقین فرمائی۔ پاکستان سے تشریف لائے ہوئے مہمان خصوصی شہنشاہ قلم حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب قبلہ نے اپنی تقریر کے دوران اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حیات وکارنامے پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بیان فرمایا کہ امام احمد رضا بریلوی کی علمی جلالت کا ہندوپاک کے علاوہ اب مصر میں بھی ڈنکا بج رہا ہے' ان پر مختلف نوعیتوں سے ریسرچ ہو رہے ہیں اور تشنگانِ علم استفادہ کر رہے ہیں۔ یہ سن کر محققین ودانشوروں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی کہ امام احمد رضا بریلوی بین الاقوامی شخصیت کے حامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مقررین نے بھی اپنے اپنے انداز خطاب سے قوم کی رہنمائی فرمائی۔

آثار شریفہ کی زیارت کا سماں بڑا پرکیف اور رحمت ونور میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہزاروں کا مجمع انتہائی ادب واحترام کے ساتھ دورویہ صف بہ صف دست بستہ کھڑا تھا اور آثار شریفہ کے دیدار سے اپنی دل کی آنکھوں کو محظوظ کر رہا تھا' ساتھ ہی درود وسلام کے ترانوں سے پوری فضا گونج رہی تھی۔

حضرت امین شریعت حضور امین میاں صاحب قبلہ نے مارہرہ شریف کی روایت کے مطابق بھرے مجمع میں برسر اسٹیج کچھ خوش بخت حضرات کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی اجازت وخلافت اور دستار سے نوازا۔ ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب قبلہ پاکستان
(۲) حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
(۳) حضرت مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ مئو
(۴) حضرت مولانا عسجد رضا صاحب قادری شہزادہ حضور ازہری میاں صاحب قبلہ بریلی شریف
(۵) مولانا عبدالستار ہمدانی پوربندر گجرات

زائرین کے اُمڈتے سیلاب کا نظم وانتظام بڑے ہی عمدہ پیمانے پر کیا گیا تھا جو خود اپنے آپ میں ایک مثال ہے۔ کہیں بھی کوئی بدنظمی نظر نہیں آئی۔ قیام وطعام کے انتظامات میں بھی کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی۔

آخر میں صلوٰۃ وسلام اور آثار متبرکہ کی زیارت پر عرس قاسمی کی نورانی تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

محمد قمر الدین رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ! اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ کی تکمیل ہوگئی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین
وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین

بندۂ ناچیز وناتواں' حقیر ولاشئے اللہ رب العزت جل مجدہ العظیم کی بے شمار نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا جو اس کریم نے اس فقیر بے نوا کو عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم نعمت یہ ہے کہ مالک بے نیاز نے اپنے فضل وکرم سے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ کے اہم ترین مجموعہ ''مشکوٰۃ شریف'' کی فارسی شرح ''اشعۃ اللمعات'' از امام اہل سنت' شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اردو ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

''اشعۃ اللمعات'' فارسی چار جلدوں میں ہے' اس کی پہلی دو جلدوں کا ترجمہ داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری قدس سرہ کی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین جلدوں میں کیا' ۴ ربیع الثانی' ۱۷ دسمبر ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پائلٹ ہوٹل کے سامنے جامعہ غوثیہ میں انہیں عارضی طور پر دفن کیا گیا' بعد ازاں ان کی خوش قسمتی کہ انہیں حضرت داتا صاحب قدس سرہ العزیز کے احاطے میں منتقل کردیا گیا۔

فرید بک سٹال کے مالک سید اعجاز احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فاضل جلیل مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی استاذ شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور سے مشورہ کیا کہ یہ کام کس کے سپرد کیا جائے؟ تو انہوں نے راقم الحروف کا نام پیش کردیا' یہ میری خوش بختی تھی کہ میں نے دوسرے کام ملتوی کرکے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا اور چار جنوری ۱۹۸۷ء کو اس کا آغاز کردیا۔

چونکہ اشعۃ اللمعات کی آخری دو جلدیں ضخیم تھیں' اس لیے طے پایا کہ ان کا ترجمہ چار جلدوں میں لایا جائے' ان

میں سے دو جلدیں (چوتھی اور پانچویں) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے راقم کے قلم سے مکمل ہوئیں، چھٹی جلد فاضل جلیل مولانا مفتی محمد خان حفظہ اللہ تعالیٰ نے مکمل کی جس پر راقم نے مولانا حافظ محمد شاہد اقبال سلمہ المولیٰ تعالیٰ کے تعاون سے نظر ثانی کی، ساتویں جلد بھی مفتی محمد خان قادری سربراہ جامعہ اسلامیہ، فصیح روڈ، لاہور کے قلم سے تیار ہوئی اور راقم نے اس پر نظر ثانی کی، البتہ پہلے باب **صفة الجنة و اهلها** کا ترجمہ اس فقیر نے کیا، اسی طرح **مناقب الصحابه** سے آخر تک ترجمہ بھی راقم نے کیا۔ مولائے کریم جل مجدہ العظیم مفتی محمد خان قادری زید مجدہ، مولانا حافظ محمد شاہد اقبال، علامہ محمد منشا تابش قصوری، مالکان فرید بک سٹال، لاہور کے علم و اخلاص اور مساعی جمیلہ میں برکتیں عطا فرمائے۔ فاضل عزیز مولانا ممتاز احمد سدیدی حفظہ اللہ تعالیٰ سے مشورے ہوتے رہے جو اس وقت جامعہ ازہر شریف میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی عربی شاعری پر ایم فل کا مقالہ لکھنے کے بعد علامہ فضل حق خیر آبادی کی عربی شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔
(و الحمد لله علی ذٰلک)

یہ کار عظیم ۱۰ ذی الحجہ (عید الاضحیٰ کے دن) ۱۷ مارچ ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء کو مکمل ہوا۔ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے، میرا ہر بن مو صد ہزار زبان بن جائے تو بھی رب کریم کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتا۔ **فالحمد لوجهه الكريم حمدا كثيرا طيبا مباركا۔**

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں بخاری شریف اور دیگر درسی کتب کی تدریس، مکتبہ قادریہ کے معاملات کی دیکھ بھال، رضا اکیڈمی کے امور میں حتی الامکان دلچسپی، آنے والے خطوط کے جوابات اور احباب سے ملاقات کے بعد ترجمہ کا کام کرتا رہا، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ میری زندگی میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اللہ کریم جل مجدہ، قبول فرمائے اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پسند کیا جائے۔

ترجمہ درج ذیل مراحل میں مکمل ہوا:

آغاز	۴ر جنوری ۱۹۸۷ء
ایک سو صفحات کا ترجمہ مکمل	۲ر اکتوبر ۱۹۸۷ء
دو سو صفحات	۲۳ر اپریل ۱۹۸۸ء
تین سو صفحات	۲۲ر نومبر ۱۹۸۸ء
چار سو صفحات	۱۳ر اپریل ۱۹۸۹ء
چھ سو صفحات	۲ر اپریل ۱۹۹۱ء
تیسری جلد کا ترجمہ مکمل	۲۳ر دسمبر ۱۹۹۱ء

اس کے بعد ترجمہ مفتی محمد خان قادری صاحب کے سپرد کر دیا۔

پھر راقم نے ترجمہ شروع کیا	۲۰ر جون ۱۹۹۹ء
الحمد للہ ترجمہ مکمل ہوا	۱۷ر مارچ ۲۰۰۰ء
	۱۰ر ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ (عید الاضحیٰ کے دن)

یاد رہے کہ اشعۃ اللمعات کی آخری دو جلدیں ایک ہزار چار سو گیارہ صفحات پر مشتمل ہیں' ان کے ترجمہ پر سوا تیرہ سال صرف ہوئے' اگرچہ درمیان میں دوسرے کام بھی ہوتے رہے' مثلاً مطالع المسرات کے ترجمہ کی تکمیل "من عقائد اهل السنة "(عربی) کی تکمیل اور اشاعت' شیخ محقق ہی کی ایک نادر اور غیر مطبوعہ کتاب "تحصيل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف" عربی کا ترجمہ اور اس کی اشاعت' اسی طرح دو تذکروں "نور نور چہرے" اور "عظمتوں کے پاسبان" کی ترتیب اور اشاعت۔

جب کہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> اشعۃ اللمعات فارسی شرح مشکوٰۃ شریف کا آغاز ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۱۹ھ میں ہوا اور اس کی تکمیل ۱۰۲۵ھ میں ہوئی' اسی مدت میں عربی شرح "لمعات" مکمل ہوئی اور بعض دیگر رسائل بھی لکھے گئے' مذکورہ مدت کا تہائی حصہ بلکہ اس سے بھی کم فارسی شرح پر صرف ہوا۔
>
> (اشعۃ اللمعات فارسی ج ۴ ص ۷۵۷)

اندازہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ محقق کے اوقات میں کتنی برکت عطا فرمائی تھی؟ اور ان کا قلم کتنا برق رفتار تھا؟ کہ انہوں نے فارسی شرح کے اڑھائی ہزار صفحات دو سال سے بھی کم عرصے میں مکمل کر لیے' جب کہ چودہ سو صفحات کے ترجمہ پر ہمارے تیرہ سال صرف ہو گئے۔

راقم ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں دہلی گیا تو خواہش اور کوشش کے باوجود شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضر نہ ہو سکا۔ کیونکہ آپ کا مزار جامع مسجد دہلی سے بیس پچیس کلومیٹر دور حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار سے بھی آگے ہے' سن ۲۰۰۰ء میں دوبارہ انڈیا جانے کا موقع ملا تو فقیر مارہرہ مقدسہ' مبارکپور اور بریلی شریف ہوتا ہوا' دہلی پہنچا تو سوچا کہ اس دفعہ حضرت شیخ محقق کے مزار شریف پر ضرور حاضر ہونا چاہیے۔ ۹ نومبر کو پہلے حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی زیارت کے لیے جامعہ حضرت نظام الدین حاضر ہوا' پھر وہاں سے مولانا ابرار احمد اور مولانا محمد ناظم صاحبان کے ہمراہ حضرت شیخ محقق قدس سرہ العزیز کے مزار شریف پر حاضری دی' بحمد اللہ تعالیٰ بہت پر سکون اور پر کیف بارگاہ ہے' آپ کا مزار گنبد کے اندر اور آپ کے صاحبزادگان کے مزارات گنبد کے باہر ہیں' آپ کی مسجد میں تبلیغی جماعت براجمان تھی۔

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی سند حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ تک بیان کر دوں' یہی مشکوٰۃ شریف کی سند ہو گی اور یہی اشعۃ اللمعات کی۔

شیخ محقق تک سند قراءۃً وسماعًا

راقم کو حدیث وتفسیر کی سند دی ملک المدرسین حضرت علامہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی نے' انہیں اجازت دی الحاج شیخ عبدالقادر ابن شیخ عبدالرزاق (امام وخطیب جامع اعظمیہ' بغداد شریف) نے انہیں اجازت دی شہر حدباء کے شیخ علامہ احمد

بن علامہ عبدالوہاب الجوادی نے انہیں اجازت دی شیخ عبدالحق مہاجر مکی نے انہیں اجازت دی علامہ محمد قطب الدین دہلوی مکی نے، انہیں شاہ عبدالغنی محدث دہلوی مہاجر مدنی نے، انہیں شاہ محمد اسحٰق نے، انہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے، انہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے۔ (ان سے آگے شیخ محقق تک سند آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تک فقیر کی اسانید

(۱) فقیر کو اجازت حدیث وعلوم دینیہ دی مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے، انہیں اجازت دی ان کے والد ماجد امام المحدثین مولانا ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ محدث الوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور ان دونوں حضرات کو اجازت وخلافت دی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے۔

ح شیخ القرآن مولانا علامہ غلام علی اوکاڑوی نے ۲۱ نومبر ۱۹۹۹ء کو قرآن وحدیث اور علوم دینیہ کی اجازت دی، انہیں حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری نے اجازت وخلافت دی۔

(۲) فقیہ اعظم ہند مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی نے ۱۹ ذوالحجہ ۲۶ مارچ ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء کو اجازت دی، انہیں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (صاحب بہار شریعت) اور حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان نے اجازت دی۔

ح غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے ۵ رجب موافق ۱۷ مارچ ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء کو اجازت عطا فرمائی، انہیں حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان نے اجازت عنایت کی۔

ح حضرت مولانا خورشید احمد فیضی (ظاہر پیر، ضلع رحیم یار خاں) نے اجازت عطا فرمائی (۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ) انہیں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے اور انہیں مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے اجازت عنایت کی۔

ح حضرت مولانا علامہ اختر رضا ازہری مدظلہ العالی ۲۹ شوال، ۲۵ جنوری ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء کو اجازت عطا فرمائی اور انہیں حضرت مفتی اعظم ہند نے اجازت دی اور انہیں امام احمد رضا بریلوی سے اجازت حاصل تھی۔

(۳) فقیر کو اجازت دی حضرت مولانا شیخ محمد علی مراد مدفون مدینہ منورہ نے، انہیں مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے اور انہیں امام احمد رضا بریلوی نے اجازت عطا فرمائی۔

(۴) حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی مدظلہ العالی نے ۱۲ رجب ۱۴۲۰ھ کو اجازت دی، انہیں حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی نے اور انہیں امام احمد رضا بریلوی نے اجازت دی۔

(۵) حضرت سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر مدظلہ العالی (کوٹلی لوہاراں) نے اجازت دی۔ ۵ رجب، ۴ر اکتوبر ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء۔ انہیں ان کے والد ماجد حضرت مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی نے اور انہیں امام احمد رضا بریلوی نے اجازت دی۔

(۶) فقیر کو درج ذیل اجلہ علماء سے اجازت ہے:

(۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ غلام رسول رضوی مدظلہ العالی شارح بخاری (۱۶ ذوالحجہ ۲۳/ مارچ ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء)

(۲) حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خان مدظلہ صدر مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف ۴ نومبر ۲۰۰۰ء۔

(۳) حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن پیلی بھیت شریف سابق مدرس مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف ۵ شعبان ۳ نومبر ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء۔

(۴) حضرت مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول رضوی فیصل آباد (۱۶ ذوالحجہ ۲۳ مارچ ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء)

(۵) حضرت مولانا مفتی محمد امین نقشبندی جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد (۳ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ)

(۶) حضرت مولانا علامہ مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/ شیخوپورہ (ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ)

(۷) حضرت مولانا علامہ محمد عبدالحق بندیالوی جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف ضلع خوشاب (۶ شوال ۱۴۲۱ھ)

(۸) حضرت مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا (۱۲ ستمبر ۲۰۰۰ء)

(۹) حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ سلطانپوری جامعہ رضویہ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی (۱۱ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ)

(۱۰) حضرت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگ (۳ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ)

(۱۱) حضرت مولانا محمد شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ سراجیہ رضویہ بھکر (۱۱ شوال ۷ جنوری ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء)

ان تمام حضرات کو اجازت حاصل ہے محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری فیصل آباد سے انہیں حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی (صاحب بہار شریعت) اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلی شریف سے اور ان سب حضرات کو اجازت حاصل ہے امام احمد رضا محدث بریلوی سے حضرت محدث اعظم پاکستان نے مولانا علامہ تحسین رضا خاں مدظلہ العالی کو جو سند عطا فرمائی تھی اس میں شاہ محمد اسحٰق کا واسطہ نہیں تھا۔

(۷) فقیر کو اجازت دی حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور نے (۱۳۸۴ھ) اور انہیں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سے اور انہیں امام احمد رضا محدث بریلوی سے اجازت حاصل تھی۔

امام احمد رضا بریلوی کی سند شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی تک

امام احمد رضا بریلوی روایت کرتے ہیں شاہ آل رسول مارہروی سے' وہ سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے' وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے' وہ شیخ ابوالطاہر مدنی سے' وہ اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے' وہ شیخ عبداللہ ابن سعد اللہ لاہوری سے' وہ علامہ عبداللہ اللبیب سے' وہ اپنے والد علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (فاضل لاہوری) سے' وہ شیخ محقق امام مجدد شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے۔

ایک دوسری سند ملاحظہ ہو جس میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا واسطہ نہیں ہے:

امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے والد مولانا علامہ نقی علی خاں بریلوی سے' وہ اپنے والد حضرت مولانا رضا علی خاں سے' وہ مولانا خلیل الرحمٰن محمد آبادی سے' وہ بحر العلوم مولانا محمد عبدالعلی لکھنوی سے' وہ اپنے والد علامہ نظام الدین لکھنوی سے' وہ شیخ غلام نقشبند سے' وہ شیخ پیر محمد سے' وہ شیخ نور الحق محدث دہلوی سے' وہ اپنے والد شیخ محقق' امام مجدد' شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے۔[1]

صاحب مشکوٰۃ شریف تک سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک سند اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے' شاہ صاحب مشکوٰۃ شریف کی روایت کرتے ہیں شیخ ابوطاہر سے' وہ اپنے والد سے' وہ علامہ قشاشی سے' وہ شناوی سے' وہ اپنے شیخ سید غضنفر بن سید جعفر نہروالی سے' وہ حرم مکی کے شیخ محمد سعید معروف بہ میر کلاں سے' وہ نسیم الدین میرک شاہ سے' وہ اپنے والد سید جمال الدین عطاء اللہ ابن سید غیاث الدین سے' وہ اپنے چچا سید اصیل الدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن شیرازی حسینی سے' وہ محدث شرف الدین عبدالرحیم جرھی صدیقی سے' وہ علامہ امام الدین علی بن مبارک شاہ صدیقی ساوجی' وہ صاحب مشکوٰۃ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ بن خطیب تبریزی سے روایت کرتے ہیں۔[2]

ان کے علاوہ چند اسانید فقیر کو حاصل ہیں' ان کی تفصیل اللہ تعالیٰ کو منظور ہوئی تو ''ثبت'' میں کی جائے گی' اس وقت صرف اجازت دینے والے حضرات کے اسماء مبارکہ تحریر کر رہا ہوں:

(۱) فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن خیر الدین عبداللہ موید الکیلانی خادم السجادۃ القادریہ ومتولی الاوقاف القادریہ (نزیل کراتشی ۲۹ شوال' ۲۵ من ینایر ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱م) اخذ الحدیث الشریف من فضیلۃ الشیخ محمد حسین الذھبی وھو من علماء الازھر الشریف۔

---

[1] علی احمد سندیلوی' مولانا: اسانید الامام المجدد احمد رضا محدث بریلوی' مجلۃ النظامیۃ' لاہور' شمارہ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ ص ۷۹-۷۴

[2] ولی اللہ محدث دہلوی' شاہ: اتحاف النبیہ (مکتبہ سلفیہ' لاہور) ص ۷۹-۷۸

(۲) فضیلۃ الشیخ العلامہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملاّ من اجلۃ علماء الاحساء السعودیۃ العربیۃ۔

(۳) فضیلۃ الشیخ احمد نصیب المحامید رحمہ اللہ تعالیٰ احد اعلام الشام۔

(۴) المورخ المحدث احمد محمد سردار احمد الحلبی الشافعی۔ (حلب)

ان کے وکیل فاضل نوجوان خالد عبدالکریم ترکستانی حفظہ اللہ تعالیٰ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ کو ان کی طرف سے مجھے سند دی اور اس فقیر سے خود سند حاصل کی۔

(۵) فضیلۃ الشیخ العلامۃ عبداللہ ابراھیم الغلاییني، مفتی قطنا ۲۲ من ابریل ۲۰۰۱م۔

(۶) فضیلۃ الشیخ العلامۃ محمد تیسیر بن توفیق المخزومی الشافعی المکی اصلا الدمشقی مولدا الاثنین ۱۶ رجب ۱۴۲۰ھ/ ۲۵/۱۰/۱۹۹۹ میلادی۔

(۷) فضیلۃ الدکتور عبدالغفور خادم العلم والعلماء فی حضرۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃ۔ بغداد (نزیل کراتشی ۲۸/شوال ۱۴۲۱ھ۔

(۸) فضیلۃ الدکتور محمود عبدالغنی عاشور (وکیل الازھر) (نزیل کراتشی ۲۹ من شوال ۱۴۲۱ھ)

(۹) فضیلۃ الشیخ السید یوسف السید ھاشم الرفاعی، من اجلۃ علماء الکویت (نزیل کراتشی ۲۶ من شوال ۱۴۲۱ھ) راقم نے ان کے ساتھ سند کا تبادلہ کیا۔

(۱۰) فضیلۃ الشیخ السید یوسف ابن محی الدین الجزراحسنی، شیخ الطریقۃ القادریۃ الشاذلیۃ الدرقاویۃ العلویۃ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ۔

(۱۱) د/سعد سعد جاویش استاذ الحدیث بکلیۃ اصول الدین، جامعہ الازھر غرۃ شھر ذی الحجۃ ۱۴۲۰ھ۔

(۱۲) فضیلۃ الدکتور ضیاء الدین الکردی رحمہ اللہ تعالیٰ استاذ الفلسفۃ والعقائد بجامعۃ الازھر الشریف (اجازنی اجازۃ شفویۃ)

(۱۳) ملک التحریر مولانا علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی بانی و مدیر فیض العلوم جمشید پور (انڈیا) ۱۶ جولائی ۲۰۰۰ء۔

(۱۴) مولانا علامہ جلال الدین امجدی (مصنف انوار الحدیث) رئیس قسم الافتاء بدار العلوم الامجدیۃ اُوجاگنج مدیریۃ بستی (الھند) ۲۷ رجب ۱۴۲۱ھ۔

(۱۵) مولانا مفتی عبدالمنان الاعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم شمس العلوم گھوسی مدیریۃ مئو ۲۷ رجب سنۃ ۱۴۲۱ھ۔

(۱۶) علامہ ضیاء المصطفیٰ القادری (ابن صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت) شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور ۲۶ رجب ۱۴۲۱ھ۔

(۱۷) حضرت علامہ مولانا سید غلام محی الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ۔

(۱۸) حضرت مولانا علامہ حافظ عبدالغفور مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ' مظہر اسلام' راولپنڈی ۲۸ صفر ۱۴۲۱ھ۔

(۱۹) حضرت علامہ مولانا محمد حسن حقانی اشرفی مدظلہ العالی (کراچی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ۔

اجازت سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ

حضرت مولانا محمد ریحان رضا رحمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۵ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت عطا فرمائی جس طرح انہیں ان کے جد امجد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان اور مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں رحمہا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ برکاتیہ مارہرہ شریف

حضرت پیر طریقت پروفیسر سید محمد امین میاں برکاتی مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ' قادریہ برکاتیہ' مارہرہ شریف (امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا پیرخانہ) نے ۲۱ راکتوبر ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء اس فقیر کو اور مولانا عبدالستار ہمدانی مدظلہ' پوربندر' گجرات' انڈیا کو سلسلہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ میں اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ

حضرت مفتی اعظم دہلی مولانا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی قدس سرہ العزیز امام و خطیب مسجد جامع فتح پوری کے صاحبزادے سعادت لوح و قلم رضویات کے بین الاقوامی محقق' پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے ۷ اصفر مطابق ۲ جون ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں اجازت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اجازت دینے والے اور سلسلہ اسانید میں واقع تمام علماء و مشائخ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کا فیض تا قیامت جاری و ساری رکھے اور جو حیات ہیں ان کا سایہ تادیر صحت و کرامت کے ساتھ سلامت رکھے۔

افسوس کہ کچھ عرصہ پہلے اس طرف توجہ نہ ہوئی ورنہ بہت سے اکابر علماء اہل سنت و جماعت سے بطور تبرک سندیں حاصل کی جاتیں' دنیائے عرب میں کتب اسانید پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے' ضرورت ہے کہ پاک و ہند میں بھی بزرگ محدثین اور علماء کی اسانید پر کام کیا جائے' اور ان کے فیوض و برکات حاصل کیے جائیں۔ مذکورہ بالا متعدد اسانید کے حصول میں جناب عابد حسین شاہ جو چھمی ضلع پنڈ دادن خاں کے رہنے والے ہیں' عزیز القدر مولانا ممتاز احمد سدیدی حفظہ اللہ تعالیٰ جو جامعہ ازہر شریف میں علامہ فضل حق خیر آبادی کی عربی شاعری پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ رہے ہیں اور مولانا علی احمد سندیلوی' لاہور کی

معاونت شامل ہے۔ مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

محترم سید اعجاز احمد مالک فرید بک سٹال لاہور نے اہل سنت و جماعت کا لٹریچر بڑے وسیع پیمانے پر شائع کیا' مولائے کریم انہیں اس کار عظیم کی جزائے خیر عطا فرمائے' ان کی وفات (۱۳ جمادی الاولیٰ' ۵ ستمبر ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء) کے بعد ان کے صاحبزادوں سید محسن اعجاز گیلانی' سید احسن اعجاز اور سید سلمان اعجاز گیلانی سلمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے والد کے کام کو آگے بڑھایا ہے' اشعۃ اللمعات کے ترجمہ کی تکمیل اور اشاعت بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے' مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

گزشتہ صفحات میں مفتی محمد خاں قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کے تعاون کا تذکرہ کیا جا چکا ہے' مولانا حافظ محمد شاہد اقبال نے تصحیح اور فہرست سازی میں بڑی محنت کی ہے' مولائے کریم ان دونوں حضرات کو بھی اجر جمیل عطا فرمائے۔ مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری زید مجدہ نے تکمیل آرزو لکھ کر حق رفاقت ادا کیا ہے' رب کریم انہیں بھی دونوں جہانوں کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ مولائے کریم ایمان کی سلامتی اور صحت و تندرستی کے ساتھ اس فقیر اور میری اولاد کو تادم آخر احکام ایمان و اسلام پر عمل پیرا رہنے اور خدمت دین متین کی توفیق عطا فرمائے' فقیر کے اہل و عیال کے لیے بھی دعا فرمائیں کہ اس کام میں ان کا بھی بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں آفات و بلیات سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین بحرمة سيد الانبياء والمرسلين صلوات الله وتسليماته عليه وعليهم وعلى آله واصحابه اجمعين۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور۔ پاکستان

۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
۳ جون ۲۰۰۱ء

بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِهَا

۲۴۹۔ جنت اور اہل جنت کی صفت کا بیان

لغت میں جنت کا معنی ڈھانپنا ہے۔ ان حروف کی ترکیب چھپانے اور ڈھانپنے کے لیے آتی ہے۔ پھر سایہ دار درختوں کا نام جنت رکھ دیا گیا کہ وہ اپنے نیچے کی چیزوں کو پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ پھر باغ کا نام رکھا گیا جس میں سایہ وار درخت ہوتے ہیں۔ پھر نقل کر کے دارِ ثواب بہشت کا نام رکھ دیا گیا۔ صحاح میں ہے جنت کا معنی ہے باغ اور بہشت۔

الفصل الاوّل

۵۲۴۹ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ[۱] وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کیا ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں اس کا تصور نہیں گزرا[۱]۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان[۲] کے لیے کون سی آنکھ کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

[۱] یعنی کسی آنکھ نے ان نعمتوں کی ذات کو نہیں دیکھا، ان کی صفات کو سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کی ماہیت کا تصور نہیں گزرا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی نے تیار کردہ ان نعمتوں کی دلکش صورتیں نہیں دیکھیں ان کی نغمہ بار آوازیں نہیں سنیں اور کسی کے دل میں ان کے دلفریب تصورات تک نہیں گزرے۔

[۲] یعنی شب بیداری کرنے اور مال خرچ کرنے والوں کے لیے آنکھ کی ٹھنڈک اور آرام جاں کا کون سا ذریعہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد راحت خوشی اور مقصد پا لینے کی راحت ہے۔

قرّۃ قاف پر زبر، ثابت ہونا قرار پانا۔ محبوب کی طرف دیکھنے سے آنکھ کو اطمینان اور قرار ملتا ہے اور آنکھ کسی دوسرے کی طرف نہیں دیکھتی، اسی طرح فرحت و سرور کی حالت میں آنکھوں کو راحت ملتی ہے۔ محبوب کے غیر کی طرف دیکھنے سے نگاہ بے چین ہو جاتی ہے۔ اسی طرح غم اور خوف کی حالت میں مضطرب اور بے قرار ہوتی ہے یا قُرٌّ سے مشتق ہے

قُرَّۃٌ سے قاف پر پیش بمعنی سردی، محبوب کو دیکھنے اور مقصد کے پالینے سے آنکھ کو ٹھنڈک اور لذت حاصل ہوتی ہے اور دشمنوں کے دیکھنے اور مطلوب کے انتظار میں آنکھوں میں جلن پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے بیٹے کو قرۃ العین (آنکھوں کی ٹھنڈک) کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو واقع ہے کہ جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) اس میں دونوں معانی مراد لیے جا سکتے ہیں جیسے کہ فقراء کی فضیلت کے باب میں گزرا ہے۔

۵۲۷۰ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْضَعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا (متفق علیہ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں ایک چابک کی جگہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے[۱]

[۱] یعنی جنت کی تھوڑی سی اور معمولی جگہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ چابک کا ذکر اس عادت کے مطابق ہے کہ سوار جب کسی جگہ اترنا چاہتا ہے تو اپنا چابک پھینک دیتا ہے تاکہ اس کی نشانی رہے اور دوسرا شخص وہاں نہ اترے۔

۵۲۷۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْرَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَۃً مِّنْ نِّسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اطَّلَعَتْ اِلَی الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَیْنَھُمَا وَلَمَلَاَتْ مَا بَیْنَھُمَا رِیْحًا وَّلَنَصِیْفُھَا عَلٰی رَاْسِھَا خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام[۱] روانہ ہونا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے اور اگر جنتیوں کی ایک عورت زمین پر ظاہر ہو جائے تو زمین اور بہشت[۲] کے درمیانی فاصلے کو روشن کر دے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے (بخاری)

[۱] غَدْوَۃٌ پہلے حرف پر زبر، صبح کے وقت ایک دفعہ جانا۔ غین پر پیش ہو (غُدْوَۃٌ) تو اس کا معنی صبح ہے سورج کے نکلنے تک رَوْحَۃٌ راء پر زبر، دوپہر کے بعد ایک دفعہ جانا، زوال سے لے کر رات تک۔ صبح اور شام جانے کی تخصیص اس لیے ہے کہ معمول یہی ہے مراد مطلق وقت ہے اگرچہ صبح یا شام کے وقت نہ ہو۔ فی سبیل اللہ جہاد، حج، طلب علم اور ہر وہ کام ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، یہاں تک کہ اہل و عیال کے خرچہ، اطمینان حاصل کرنے اور عبادت میں حضورِ قلب کے لیے رزقِ حلال طلب کرنا بھی فی سبیل اللہ تعالیٰ ہے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راہِ خدا میں جانے کی فضیلت بیان کی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس کا ثواب جنت ہے اس مناسبت سے جنت کی کچھ خوبیاں بیان فرما دیں۔

[۲] قرینہ مقام کی بناء پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مَا بَیْنَھُمَا کی ضمیر زمین و آسمان کی طرف راجع ہو۔

۵۲۷۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً یَّسِیْرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں

الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ایک درخت[۱] ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا مگر اسے طے نہیں کر سکے گا۔ جنت میں تم میں سے ایک شخص کے کمان کی مقدار[۲] ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے[۳] (بخاری و مسلم)

[۱] محدثین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد طوبیٰ ہے۔ امام احمد، طبرانی اور ابن حبان کی روایت میں یہی تفسیر وارد ہے۔

[۲] قَابُ قَوْسٍ، قِيبُ قاف کے نیچے زیر قَادُ قَوْسٍ اور قِيدُ قَوْسٍ کمان کی مقدار قابٌ کمان کے کونے کو بھی کہتے ہیں۔ ایک لغت میں قاب کا معنی ہاتھ بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ کی تفسیر میں بیان کیے گئے ہیں۔

[۳] یعنی تمام دنیا سے بہتر ہے اس کا اور گزشتہ حدیث میں چابک کی جگہ کا ایک ہی مطلب ہے معمول یہ ہے کہ سوار چابک پھینکتا ہے اور پیدل کمان۔

۵۲۴۳ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا وَفِي رِوَايَةٍ طُولُهَا سِتُّونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْآخَرِينَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لیے جنت میں اندر سے خالی موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی چوڑائی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی لمبائی ساٹھ میل ہے اس کے ہر گوشے میں مومن کے گھر والے ہوں گے جنھیں دوسرے نہیں دیکھیں[۱] گے۔ مومن[۲] ان کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ مسلمانوں کے لیے دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور ساز و سامان چاندی کے ہیں اور دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور استعمال کی چیزیں سونے کی ہیں جنت عدن[۳] لوگوں اور رب کریم کو دیکھنے میں مانع صرف اس کے وجہ کریم پر کبریائی اور عظمت کی چادر ہوگی (بخاری و مسلم)

[۱] دوسرے گوشے میں رہنے والے اہلِ خانہ نہیں دیکھیں گے۔

[۲] بعض روایات میں المؤمنون جمع کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے۔ مومن سے مراد بھی جنس ہے (مطلب یہ کہ ہر جنتی مومن اپنے اپنے اہلِ خانہ کے پاس آمد و رفت رکھے گا ۱۲۔ شرف قادری نقشبندی)

سے۵ وہ بہشت جو اقامت اور ہمیشگی کی جگہ ہے۔ لغت میں عدن کا معنی اقامت ہے۔ اسی لیے ایک جنت کا نام جنت عدن رکھا گیا ہے۔

سے۵ یعنی جسمانی پردے اور طبعی کدورتیں دور ہوجائیں گی۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کی عظمت اور کبریائی کے جلال کے پردے حائل ہوں گے جب وہ پردے بھی ہٹا دیے جائیں گے تو اہلِ جنت برملا اس ذاتِ اقدس کا دیدار کریں گے۔ یہ مقصد باب رؤیت (دیدار کے باب) میں بیان کیا جائے گا۔

۵۲۷۴ وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَاهَا دَرَجَةً مِّنْهَا تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْاَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَمْ اَجِدْهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے فردوس کے درجات تمام جنتوں سے اعلیٰ ہیں۔ جنت کی چاروں نہریں اسی سے نکلتی ہیں۔ جنت الفردوس کے اوپر عرش ہے، جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو[۲]۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا۔ مجھے یہ حدیث صحیحین میں اور نہ ہی کتاب الحمیدی میں ملی ہے[۳]۔

سلے۵ یعنی اس کے درجات صوری اور معنوی اعتبار سے بلند ترین ہیں۔ قاموس میں ہے فردوس وہ باغ ہے جس میں انگور کی بیلوں اور ان کے علاوہ جو کچھ باغات میں ہوتا ہے موجود ہو، اسی اعتبار سے ایک جنت کا نام جنت الفردوس ہے۔

سلے۵ جو تمام جنتوں سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

سے۵ کتاب الحمیدی میں صحیحین کی حدیثوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں دو جگہ موجود ہے (۱) کتاب الجہاد (۲) بَابُ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ اور صحیح مسلم میں بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ میں موجود ہے۔
بعض حواشی میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معمولی اختلاف کے ساتھ مذکور ہے

۵۲۷۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْ فِي

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں ایک بازار[۱] ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کے دن جائیں گے، اور

وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

بادِ شمال[2] چلے گی اور ان کے چہروں اور کپڑوں میں مختلف قسم کی خوشبوئیں انڈیل دے[3] گی تو ان کا حسن و جمال دو بالا ہو جائے گا، وہ اپنے گھر والوں کی طرف اس حال میں لوٹیں گے کہ ان کا حسن و جمال بھی دو بالا ہو چکا ہوگا۔ انھیں ان کے گھر والے کہیں گے اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارے بعد[4] تمھارے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم: ہمارے بعد تمھارے حسن و جمال میں بھی تو نکھار آچکا ہے[5]۔ (مسلم)

[1] یعنی اجتماع کی ایک جگہ ہے۔

[2] شمال شین پر زبر، اس کے نیچے زیر بھی آئی ہے، جب قبلہ کی طرف رُخ کرکے کھڑے ہوں تو دائیں جانب سے آنے والی ہوا، اس کے مقابل بادِ جنوب ہے (بائیں طرف سے آنے والی ہوا) غالبًا اس جگہ بادِ شمال ایسی ہوا ہے۔

[3] بعض روایات میں آیا ہے کہ جس عورت کے سپرد مختلف خوشبوئیں کی گئی ہوں۔ اس کی نسبت بھی وہ ہوا زیادہ جاننے والی ہوگی کہ کستوری اور دوسری خوشبوئیں کہاں پہنچانا ہیں؟ گویا یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض اور عطیات ان کے مستحقین تک پہنچیں گے۔

[4] یعنی ہم سے جدا ہونے کے بعد

[5] یعنی جنتیوں کی صحبت کی برکت سے اس مجمع کے انوار و برکات کا عکس ان کے گھر والوں پر بھی پڑے گا مشہور ہے فَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ معزز لوگوں کے پیالے سے زمین کو بھی حصّہ ملتا ہے۔

۵۲۷۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ كَاَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا لَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں کے چاند ایسی[1] ہوگی۔ پھر جو لوگ ان کے ساتھ متصل ہوں گے[2] وہ روشنی میں آسمان کے روشن ترین ستارے[3] ایسے ہوں گے ان کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے[4]، ان میں نہ تو اختلاف ہوگا اور نہ ہی ایک دوسرے کی دشمنی ہوگی ان میں سے ہر ایک کے لیے بڑی آنکھوں والی حوروں[5] میں سے دو بیویاں ہوں گی۔ کمالِ حسن کی بناء پر پنڈلیوں

يَسْقُمُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ اٰنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوُقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاُلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور گوشت کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا ؎ وہ لوگ صبح شام ؎ اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کریں گے وہ بیمار نہیں ہوں گے ۔ پیشاب اور پاخانہ نہیں کریں گے اور تھوکیں گے نہیں ۔ نہ ہی ناک کا پانی پھینکیں گے ۔ ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے ۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود ؎ (اگربتی) کا ہوگا ۔ ان کا پسینہ کستوری ایسا ہوگا ؎ وہ سب ایک شخص کی سیرت ؎ کے حامل ہوں گے ، اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پہ آسمان کی جانب ساٹھ ہاتھ ہوں گے ۔ (بخاری و مسلم)

؎ حسن، نورانیت اور شکل و ہیبت میں

؎ جو پہلے گروہ کے بعد آئیں گے ۔

؎ چاند سورج کے علاوہ بقیہ ستاروں سے زیادہ روشن ستاروں کی طرح ہوں گے ۔ دُرِّیٌّ منسوب ہے دُرّ کی طرف جس کا معنی ہے بڑا موتی ۔ عربوں کے ہاں دُرِّیٌّ عظیم المرتبہ کے معنی میں آتا ہے ۔

؎ یعنی متفق، متحد، یک جان دو قالب اور ایک دوسرے کے دوست ہوں گے ۔

؎ حُوْرٌ جمع ہے حَوْرَاءُ کی، وہ عورت جس کی آنکھ کی سفیدی اور سیاہی گہری ہو ۔ عِيْنٌ جمع ہے عَيْنَاءُ کی بڑی آنکھوں والی ۔ اگر سوال کیا جائے کہ دوسری فصل کے آخر میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت آرہی ہے کہ جنتیوں کے ادنیٰ فرد کی بہتر بیویاں ہوں گی ۔ اس جگہ دو بیویوں کا ذکر ہے (ان میں تطبیق کس طرح دی جائے گی) ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی حورِ عین اور دیگر صفات کی حامل دو بیویاں ہوں گی یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اس کے پاس دوسری بہت سی بیویاں ہوں ۔

؎ یہ ان کے حسن، لطافت اور صفائی کا کمال ہوگا ۔

؎ یعنی ہمیشہ

؎ عود ہندی جسے خوشبو کے لیے سلگایا جاتا ہے ۔ مطلب یہ کہ دنیا کی انگیٹھیوں میں ایندھن جلایا جاتا ہے اور خوشبو کے لیے عود کی کچھ مقدار ڈالی جاتی ہے جب کہ جنتی انگیٹھیوں میں ایندھن ہی عود کا جلایا جائیگا وُقُوْدٌ پہلے حرف پر پیش ہو تو اس کا معنی آگ کا جلانا ہے اور اگر زبر ہو (وَقُوْدٌ) تو اس کا معنی ایندھن ہے جس کے ساتھ آگ جلائی جاتی ہے ۔ مَجَامِر جمع ہے مِجْمَر کی ۔ مجمر میم کے نیچے زیر، اسم آلہ کے وزن پر ۔ وہ برتن جس میں دھواں کے لیے انگارے رکھے جاتے ہیں ۔ میم پر زبر بھی آئی ہے ۔ اَلُوَّۃٌ ہمزے پر زبر، اس پر پیش بھی

پڑھ سکتے ہیں ۔ لام پر پیش واؤ مشدد، عود جس کے ساتھ دھونی دی جاتی ہے ۔

۹ یعنی کستوری کی مثل ہوگا (یاد رہے کہ یہ صرف سمجھانے کے لیے ہے ورنہ جنت کے سونے چاندی، کستوری، پانی اور شہد کی دنیا کی اشیاء کے ساتھ صرف برائے نام مشابہت ہے ۱۲ شرف)

۱۰ خُلق خاء پر پیش، یعنی خوش اخلاق، متفق اور ایک دوسرے کے ساتھ میل جول رکھنے والے جیسے کہ حدیث کی ابتداء میں گزرا ہے ۔ اس صورت میں آیندہ جملہ کہ وہ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر آسمان کی جانب ساٹھ گز کے ہوں گے، الگ کلام ہوگا جس میں سیرت کے بیان کے بعد صورت کا بیان ہے ۔

خَلق ایک روایت کے مطابق خاء پر زبر ہے ۔ یعنی سب جنتی شکل و صورت میں حسن اور خوبی کے لحاظ سے ایک مرد کی طرح ہوں گے ۔ اس صورت میں آیندہ ارشاد عَلٰی صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اس قول کی تفسیر اور اس کا بیان ہوگا خاء پر زبر اور پیش دونوں کے ساتھ روایت صحیح ہے ۔

۵۲۷۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهِ وَيَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے اور تھوکیں گے نہیں، پیشاب نہیں کریں گے، قضائے حاجت نہیں کریں گے اور تھوکیں گے نہیں ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کھانے کا کیا حال ہوگا[۱] فرمایا ڈکار ہوگا اور کستوری کی طرح پسینہ ہوگا[۲] انھیں تسبیح اور حمد القاء کی جائے گی ۔ جیسے کہ تھیں سانس لینے کی توفیق دی جاتی ہے[۳] (مسلم)

۱ یعنی جب قضائے حاجت نہیں کریں گے تو کھانے کے فالتو حصے کا کیا حال ہوگا اور باہر کس طرح نکلے گا؟

۲ یعنی وہ ڈکار لیں گے اور اس طرح ہوا معدے سے باہر چلی جائے گی اور پسینے کے ذریعے رطوبت جسم سے باہر چلی جائے گی ۔ اس طرح (جزو بدن بننے سے باقی ماندہ) فالتو طعام باہر چلا جائے گا ۔

۳ یعنی حمد و تسبیح انھیں لازم ہو جائے گی اور بے تکلف سرزد ہو جائے گی جیسے کہ سانس کی آمد و رفت بغیر کسی تکلف کے ہوتی ہے ۔ سانس کے ساتھ الہام کا ذکر بطور مشاکلت ہے (یعنی حمد و تسبیح کے ساتھ الہام کا ذکر تھا تو ان کے مقابل سانس کے ساتھ بھی الہام کا ذکر کر دیا گیا ورنہ سانس تو قصد اور ارادے کے بغیر جاری رہتا ہے ۔ ۱۲ شرف)

۵۲۷۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَلَا يَبْاَسُ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ نعمت و راحت پائے گا اور محنت و مشقت نہیں اٹھائے گا[۱] اس کے کپڑے پرانے نہیں

ہوں گے اور اس کی جوانی زائل نہیں ہو گی ۲؎ (مسلم)

۱؎ یعنی جنت میں راحت ہی راحت ہو گی ۔ محنت و مشقت کا شائبہ تک نہ ہو گا لَا یَبْأَسُ یاء پر زبر باء ساکن بُؤْسٌ بمعنی مشقت سے مشتق ہے ۔

۲؎ مطلب یہ کہ جنت میں احوال کی تبدیلی، فساد اور خرابی نہیں ہو گی ۔

۵۳۷۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعلان کرنے والا (جنتیوں کے لیے) اعلان کرے گا تحقیق تمھارے لیے یہ ہے کہ تم تندرست رہو اور کبھی بیمار نہ ہو اور تمھارے لیے یہ ہے کہ جوان رہو اور کبھی بوڑھے نہ ہو ۱؎ ۔ اور تمھارے لیے یہ ہے کہ تم راحت پاؤ اور کبھی مصیبت کا منہ نہ دیکھو ۔ (مسلم)

۱؎ تَشِبُّوْا شین کے نیچے زیر اور تَهْرَمُوْا کی راء پر زبر ہے ۔

۵۳۸۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ یَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَیْنَهُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَاءِ لَا یَبْلُغُهَا غَیْرُهُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی اپنے اوپر والی منزل ۱؎ والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح روشن ستارے کو دیکھتے ہیں ۔ جو آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے پر باقی ہو ۲؎ ۔ یہ اختلاف ان کے مراتب کے فرق کی بناء پر ہو گا ۳؎ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ انبیاء کرام کے محلات ہوں گے جن تک دوسرے لوگ نہیں پہنچیں گے فرمایا کیوں نہیں ۴؎؟ قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد مصطفےٰ کی جان ہے وہ مرد پہنچیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی ۔

۱؎ غُرَف غین پر پیش، راء پر زبر، غُرْفَةٌ کی جمع غین پر پیش راء ساکن، اونچی منزل اور بلند محل ۔

سلہ کیونکہ ان دو وقتوں میں ستارہ زیادہ روشن اور بڑا دکھائی دیتا ہے، اگر یہ کہا جاتا کہ جیسے آسمان کے ستارے کو دیکھتا ہے تو ان منازل کی بلندی اور دوری معلوم ہوتی لیکن چمکنے کا اور روشنی کا مطلب نہ سمجھا جاتا اور آسمان کے کنارے پر کہنے سے دونوں باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں (بلندی بھی اور روشنی بھی) بعض روایات میں غابِر یاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یہ غَوْرٌ سے مشتق ہے۔ جس کا معنیٰ پستی ہے۔ بعض روایات میں عَازِبٌ بے نقطہ عین کے اور زاء کے ساتھ ہے جس کا معنیٰ دُور اور جانے والا ہے۔ مشہور روایت میں غابِر ہے۔ نقطہ والی غین اور باء کے ساتھ۔ یہ غُبُورٌ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ گزرنا اور باقی رہنا ہے۔

سلہ بعض جنتیوں کے مرتبے بلند اور بعض کے پست ہوں گے علماء فرماتے ہیں کہ جنت کے مختلف طبقات ہیں بعض بلند ترین یہ سابقین کے لیے، بعض درمیانے یہ میانہ روی والوں کے لیے اور بعض نچلے یہ ملے جلے اعمال والوں کے لیے ہوں گے۔

سلہ پیغمبروں کی متابعت اور محبت کی بناء پر دوسرے لوگ بھی ان درجات تک پہنچیں گے۔

۵۲۳۱/۱۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّیْرِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جنت میں ایسے گروہ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح ہوں گے سلہ (مسلم)

سلہ یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف و ہیبت اور غیروں سے گریز کرنے میں، کیونکہ پرندے بہت ہی زیادہ ڈرنے والے اور بھاگنے والے جانور ہیں۔ یا وہ لوگ توکل کے اعتبار سے پرندوں کی طرح ہوں گے۔ جیسے کہ پرندوں کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ صبح کے وقت وہ اپنی رہائش گاہوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

۵۲۳۲/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَضِیْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبِّ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَیَقُوْلُوْنَ یَا رَبِّ وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْكُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں کو فرمائے گا: اے اہلِ جنت! جنتی عرض کریں گے ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہیں اور تیرے دین کی بار بار خدمت کرتے ہیں، ہر بھلائی تیرے پاس ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے اے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے کہ تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تمہیں اس سے بہتر نہ دوں؟ وہ عرض کریں گے

اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ ارشاد ہوگا میں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا۔ اور اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ ۳

۱ یعنی ہمیشہ ہمیشہ

۲ اس پر کہ ہمیں جنت میں داخلہ عطا کیا ہے۔

۳ جب آقا و مولا بندے سے راضی ہو گیا تو تمام نعمتیں اور سعادتیں حاصل ہو گئیں، دولت دیدار بھی اسی رضا کا نتیجہ ہے۔ پہلے بندوں سے پوچھا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے راضی ہو؟ جب انھوں نے عرض کیا کہ ہم تجھ سے راضی ہیں تو اپنی رضا اس پر مرتب فرمائی، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بندے سے رضا اور خوشنودی کی علامت یہ ہے کہ بندہ اپنے مولائے کریم سے راضی ہو لہٰذا تم اپنے حال پر نظر کرو اگر تم اپنے آپ کو اپنے پروردگار سے راضی پاتے ہو تو جان لو کہ وہ بھی تم سے راضی ہے۔ صحابہ کرام کوشش اور تفتیش کرتے تھے کہ ہم کس طرح معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے، آخر انھوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر ہم اس سے راضی ہیں تو یقیناً وہ بھی ہم سے راضی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انھیں بشارت دی کہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم سے راضی ہوں۔ اس سے بڑی اور کیا نعمت ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا جنت اور اس کی ہر نعمت سے بڑی ہے جیسے کہ ارشاد فرمایا: رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا بھی بہت بڑی ہے چہ جائیکہ وہ رضا دائمی ہو۔ اے اللہ تو ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں اپنے آپ سے راضی کر دے۔

۵۳۸۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى وَيَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهٗ هَلْ تَمَنَّيْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک کی جنت میں کم سے کم جگہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا آرزو کر، وہ آرزو کرے گا پھر آرزو کرے گا اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا تو نے آرزو کر لی؟ ۱ بندہ عرض کرے گا ہاں! اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کہ تیرے لیے وہ کچھ ہے جس کی تو نے آرزو کی اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے۔ (مسلم)

۱ جہاں تک آرزو کی جا سکتی ہے اس کی آخری حد تک آرزو کر لی ۲

۱ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بندۂ مومن کی جتنی معرفت زیادہ ہوگی اس کا مرتبہ اتنا ہی بلند ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر بندۂ عارف سے اس قسم کا سوال کیا گیا تو وہ دائمی دیدار کے علاوہ کچھ نہ مانگے گا۔ کیونکہ کوئی نعمت دیدار کے درجے کو نہیں پہنچتی اور کوئی (معین) نعمت باقی بھی نہ رہے گی ۲ (امیر علی)

۵۲۸۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِّنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل میں سے ہر ایک جنت کی نہروں میں سے ہے[۱] (مسلم)

[۱] فرات، کوفہ کی اور نیل، مصر کی نہر ہے۔ لیکن سیحان اور جیحان کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض شارحین حدیث نے کہا کہ سیحان شام کی اور جیحان بلخ کی نہر ہے۔ یہ فرمایا کہ سیحان اور جیحان الگ نہریں ہیں اور سیحون ترک کی اور جیحون بلخ کی الگ نہریں ہیں۔ کیونکہ پہلی نہریں ارمن کے علاقہ میں ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا۔ جوہری (صاحب صحاح) کا یہ کہنا غلط ہے کہ جیحان شام کی نہر ہے اور اس پہ اتفاق ہے کہ جیحون خراسان کی نہر ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ سیحون سندھ کی نہر ہے۔

مختصر یہ کہ ان چار نہروں کے جنتی نہروں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ان کے پانی بہترین پانی ہیں اور ان میں بہت سے فوائد اور منافع ہیں تو گویا یہ جنتی نہروں سے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ چار نہریں جنتی نہروں کی اصل ہیں۔ اور ان کے نام وہی ہیں جو دنیا کی ان عظیم مشہور، میٹھی اور مفید ترین نہروں کے نام ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ دنیا میں جو فوائد اور منافع ہیں وہ بہشت کے نمونے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ان کو جنتی نہریں اس لیے کہا گیا ہے کہ جن شہروں میں یہ نہریں ہیں ایمان ان شہروں کو شامل ہے (یعنی وہاں کے لوگ ایمان والے ہیں) اور ان نہروں کا پانی پینے والے جنتی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ ظاہر پر محمول ہے ان نہروں کا مادہ اور ان کی اصل جنت سے ہے۔ امام مسلم نے روایت کی کہ فرات اور نیل جنت سے جاری ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ سدرۃ المنتہی کی جڑ سے ہیں۔ معالم التنزیل میں ہے کہ یہ چار نہریں بہشت سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے سپرد کیا ہے اور وہاں زمین پر جاری کی ہیں۔ اسی طرح علامہ طیبی نے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال کو بہتر جانتا ہے۔

۵۲۸۵ وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِيْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِّنَ الزِّحَامِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عتبہ بن غزوان[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں بیان کیا گیا کہ جہنم کے کنارے سے پتھر پھینکا جائے گا وہ ستر سال تک نیچے جاتا رہے گا اس کی تہہ تک نہیں پہنچے گا۔ اللہ کی قسم! دوزخ بھر دی جائے گی اور ہمیں بیان کیا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے۔ اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ ہجوم کی وجہ سے بھری ہوئی ہو گی۔ (مسلم)

[۱] عتبہ بے نقطہ عین پر پیش، تا ء ساکن۔ غزوان نقطے والی غین پر زبر، زاء ساکن جلیل القدر اور قدیم الاسلام بدری صحابی ہیں۔ چھ مردوں کے بعد اسلام لائے۔ مشہور تیر اندازوں میں شمار ہوتے تھے۔

۵۲ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہمیں بیان کیا گیا ہے۔
۵۳ خریف (موسم خزاں) ربیع (بہار) کے مقابل ہے۔ چونکہ عرب سال کی ابتداء خریف سے شمار کرتے ہیں اس لیے خریف سے مراد پورا سال لیتے ہیں۔
۵۴ اس کی گہرائی کے باوجود

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

۵۳۰۶ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِمَّا خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَاءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَا بِنَاءُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَمَلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ وَحَصْبَاءُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوْتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَدْخُلُهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَيَخْلُدُ وَلَا يَمُوْتُ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُمْ

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

دوسری فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی ہے۔ فرمایا پانی سے[۱]۔ ہم نے عرض کیا کہ جنت کی عمارت کس چیز سے ہے؟ فرمایا ایک اینٹ سونے[۲] کی اور ایک چاندی کی۔ اس کا گارا خالص اور تیز خوشبو والی کستوری ہے۔ اس کے سنگریزے[۳] یاقوت اور مروارید ہیں اس کی مٹی زعفران کی طرح (زرد اور خوشبودار) جو شخص اس میں داخل ہوگا نعمتیں حاصل کرے گا اور مشقت نہیں دیکھے گا، ہمیشہ رہے گا اور اسے موت نہیں آئے گی۔ جنتیوں کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی زائل نہیں ہوگی

(امام احمد، ترمذی، دارمی)

۱ ارباب عقل وخرد کا اس میں اختلاف ہے کہ اجسام میں سب سے پہلے کون سی چیز پیدا کی گئی؟ اکثر اس بات کے قائل ہیں کہ سب سے پہلے پانی پیدا کیا گیا۔ کیونکہ اس میں جہان کی تمام صورتوں کے قبول کرنے کی صلاحیت ہے اس کے بعد صفت کثافت اور انجماد کے ساتھ زمین پیدا کی گئی۔ آگ اور ہوا کو رقت اور لطافت کا حامل بنایا گیا۔ کیونکہ پانی جب زیادہ لطیف ہوتا ہے تو ہوا بن جاتا ہے۔ آگ پانی کا خلاصہ اور صاف ترین حصے سے پیدا کی گئی اور آسمان آگ کے دھوئیں سے پیدا ہوا اور یہ حدیث اس بیان کی دلیل ہے کہ۔ کہتے ہیں کہ تورات کے سفر اول میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا پھر اس کی طرف بہ ہیبت نظر فرمائی تو اس جوہر کے اجزاء پگھل گئے اور وہ پانی بن گیا۔ اس سے دھوئیں ایسا بخار پیدا ہوا کہ اوپر گیا تو آسمان پیدا ہوا، پھر پانی پر جھاگ ظاہر ہوئی اور اس سے زمین پیدا ہوئی۔ پہاڑ دل کو زمین کے لنگر بنا دیا۔ بعض حواشی میں ہے کہ پانی سے مراد نطفہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق سے مراد حیوانات ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ہم نے پانی سے ہر زندہ کو پیدا کیا۔

۵۲ لَبِنَۃٌ لام پر زبر، باء کے نیچے زیر، لام کے نیچے زیر اور باء ساکن بھی آئی ہے (لِبْنَۃٌ)

۵۳ جو نہروں اور دوسری جگہ پر ہیں۔

۵۲۸۷ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃٌ اِلَّا وَسَاقُھَا مِنْ ذَھَبٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جو بھی درخت ہے اس کا تنا سونے[۵۴] کا ہے۔ (ترمذی)

۵۲۸۸ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ مِائَۃُ عَامٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔ امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے

۵۲۸۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ لَوْ اَنَّ الْعٰلَمِیْنَ اجْتَمَعُوْا فِیْ اِحْدٰھُنَّ لَوَسِعَتْھُمْ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں سو درجے ہیں اگر تمام جہانوں کے لوگ ایک درجے میں جمع ہو جائیں تو وہ ان سب کی گنجائش رکھتا ہے۔ امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۵۲۹۰ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ قَالَ اِرْتِفَاعُھَا لَکَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ مَسِیْرَۃُ خَمْسِ مِائَۃِ سَنَۃٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ (جنت میں تہہ بہ تہہ بلند کیے ہوئے بستر[۵۵] ہیں) کی تفسیر میں فرمایا: ان کی بلندی زمین و آسمان کی مسافت کی طرح ہے۔ امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۵۵ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فُرُش سے مراد جنتی عورتیں ہیں اور مَرْفُوْعَۃ کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا کی عورتوں سے حسن و جمال میں فائق اور بلند تر ہیں۔

۵۲۹۱ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۵۴ یاد رہے کہ دار آخرت زندہ ہے وہاں کی کوئی چیز بے جان اور بے حس نہیں ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک میں بھی آیا ہے اور یہ سونا مٹی سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی پاک مخلوق ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیا کا سونا کوڑے کرکٹ سے بھی بدتر ہے ۱۲۔ مولوی امیر علی۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَۃٍ یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ضَوْءُ وُجُوْھِھِمْ عَلٰی مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَالزُّمْرَۃُ الثَّانِیَۃُ عَلٰی مِثْلِ اَحْسَنِ کَوْکَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَاءِ لِکُلِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ زَوْجَتَانِ عَلٰی کُلِّ زَوْجَۃٍ سَبْعُوْنَ حُلَّۃً یُّرٰی مُخُّ سَاقِھَا مِنْ وَّرَائِھَا (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

فرمایا کہ قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی روشنی کی طرح ہوں گے۔ دوسرے گروہ کے چہرے آسمان میں چمکنے والے بہترین ستارے کی مثل ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک مرد کی دو بیویاں ہوں گی۔ ہر بیوی پر ستر حلّے ہوں گے۔ اس کی پنڈلی کا گودا پنڈلی کے پیچھے سے دیکھا جائے گا[۱] (ترمذی)

[۱] یہ اس کی کامل لطافت، صفائی اور حسن کی طرف اشارہ ہے۔

۵۳۹۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُعْطَی الْمُؤْمِنُ فِی الْجَنَّۃِ قُوَّۃَ کَذَا وَکَذَا مِنَ الْجِمَاعِ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوَ یُطِیْقُ ذٰلِکَ قَالَ یُعْطٰی قُوَّۃَ مِائَۃٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں سے مباشرت کی قوت دی جائے گی، عرض کیا گیا یارسول اللہ! کیا مومن اتنی عورتوں سے عملِ زوجیت ادا کرنے کی طاقت رکھے گا۔ فرمایا اسے سو مردوں کی طاقت دی جائے گی[۱] (ترمذی)

[۱] تو اتنی عورتوں سے (جتنی ہم نے بیان کی ہیں) کیوں مباشرت نہ کر سکے گا۔

۵۳۹۳ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ لَوْ اَنَّ مَا یُقِلُّ ظُفُرٌ مِّمَّا فِی الْجَنَّۃِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ لَہٗ مَا بَیْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اِطَّلَعَ فَبَدَا اَسَاوِرُہٗ لَطَمَسَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ کَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُوْمِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر جنتی چیز کی اتنی مقدار ظاہر ہو جائے جسے ناخن اٹھا لے تو اس کی وجہ سے زمین و آسمان کے اطراف[۲] روشن ہو جائیں[۱] اور اگر جنتی مرد ادھر اس کے ہاتھوں کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو اس طرح ناپید کر دے جس طرح سورج ستاروں کی روشنی کو ناپید کر دیتا ہے۔ امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا یہ غریب ہے۔

[۱] جو زیب و زینت کے اسباب و ذرائع سے ہے۔

[۲] خَوَافِق جمع ہے خَافِقَۃ کی، اس کا معنی جانب ہے۔ خَافِقَیْن مشرق و مغرب کو کہتے ہیں اور انہیں افق اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں دن اور رات مختلف ہوتے ہیں (سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے)

خفق، کا معنی حرکت اور اضطراب ہے۔ اسی طرح دل کی دھڑکن کی تیزی کو خفقان کہتے ہیں۔ خوافق آسمان، آسمان کی ان جانبوں کو بھی کہتے ہیں جہاں سے چار مشہور ہوائیں آتی ہیں۔

۵۳۹۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ کَحْلٰی لَا یَفْنٰی شَبَابُهُمْ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُهُمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں کے جسم بالوں سے پاک[1] اور چہرے داڑھی کے بغیر اور آنکھیں سرگیں ہوں گی۔ ان کی جوانی زائل نہیں ہوگی۔ اور ان کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے۔

[1] جُرْدٌ جیم پر پیش اور راء ساکن، اَجْرَد کی جمع ہے، مُرْدٌ بھی اس کے وزن پر ہے۔ اَمْرَدُ کی جمع کحلیٰ بروزن قتلیٰ، کحیل، کی جمع ہے بمعنی اکحل سرگیں آنکھوں والا۔ اَجْرَدُ اس مرد کو کہتے ہیں جس کے جسم پر بال نہ ہوں۔ اس مادے کی اصل نفی اور ازالے کے لیے ہے۔ جیسے کہ جَرَدٌ پہلے دونوں حرفوں پر زبر، وہ فضا جہاں سبزہ نہ ہو۔ تجرید کا معنی ہے کھال اتارنا اور اس کے بال اتارنا۔ تجرید ثوب کا معنی ہے ننگا کرنا۔ اَمْرَدُ وہ شخص جس کی ٹھوڑی کے بال نہ ہوں۔ قاموس میں ہے اَمْرَدُ اس جوان کو کہتے ہیں جس کی مونچھیں تو ہوں لیکن داڑھی نہ اگی ہو۔ کَحَلٌ پہلے دونوں حرفوں پر زبر آنکھ کے بالوں کی جڑوں کا سرمہ کے بغیر اس طرح سیاہ ہونا جس طرح سرمے سے سیاہ ہوتی ہیں۔ کہا جاتا ہے لَیْسَ التَّکَحُّلُ کَالْکَحَلِ یعنی جو بہ تکلف سرمہ لگائے وہ ایسا نہیں ہوگا کہ آنکھیں سرمے کے بغیر پیدائشی طور پر سیاہ واقع ہوں۔

۵۳۹۵ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدًا مُرْدًا مُکَحَّلِیْنَ اَبْنَاءَ ثَلٰثِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِیْنَ سَنَةً (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنتی جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے جسم بالوں سے خالی چہرے داڑھی کے بغیر اور آنکھیں سرگیں ہوں گی اور ان کی عمر تیس ۳۰ یا تینتیس ۳۳ سال ہوگی[1]
(ترمذی)

[1] یعنی جیسے دنیا میں اس عمر میں ہوتے ہیں، کیونکہ مرد کی کامل جوانی اور قوت اس عمر میں ہوتی ہے۔ عربی میں اس عمر کو اَشُدّ کہتے ہیں۔ ہمزے پر زبر اور شین پر پیش۔

۵۳۹۶ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَکَرَ لَهٗ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰی قَالَ یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ اَوْ یَسْتَظِلُّ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ کے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا سوار اس کی شاخ کے نیچے

يَظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ شَكَّ الرَّاوِيْ فِيْهَا فَرَاشُ الذَّهَبِ كَاَنَّ ثَمَرَهَا اَلْقِلَالُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

چلے گا یا اس کے سائے میں سو سوار پناہ لیں گے راوی کو شک ہے۔ سدرۃ المنتہٰی یعنی سونے کے کپڑے ہیں اس کے پھل گویا بڑے گھڑوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

لہ فنن پہلے دونوں حرفوں پر زبر، شاخ، اس کی جمع افنان ہے۔

لہ راوی کو شک ہے کہ اس نے کیا سنا۔ آیا یہ کہ اس کی شاخ کے نیچے سوار سو سال چلے گا یا یہ کہ سو سوار اس کے سائے میں پناہ لیں گے۔ لیکن ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں مبالغہ ہے۔

لہ فراش فاء پر زبر، را مخفف، وہ کیڑا جو چراغ کے گرد اڑتا ہے اور اس میں گر جاتا ہے جسے پروانہ کہتے ہیں۔ غالباً مراد وہ نورانی فرشتے ہیں جن کے بازو سونے کی طرح چمکتے ہیں یا سدرۃ المنتہٰی سے پھوٹنے والے انوار کو سنہری پروانوں سے تشبیہ دی ہے۔ یہ تفسیر ہے آیت کریمہ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى سدرہ کو ڈھانپ رہی ہے وہ چیز جو اسے ڈھانپ رہی ہے۔ علامہ بیضاوی نے کہا کہ اسے فرشتوں کا جم غفیر ڈھانپتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔

لہ قِلَالٌ جمع ہے قُلَّةٌ کی پہلے حرف پر پیش، بڑا گھڑا، جسے جَرَّۃٌ کہتے ہیں۔ سدرۃ المنتہٰی جنت کے اخیر میں ایک درخت ہے۔ نبیوں اور پھلوں کے علم کی وہاں انتہا ہو جاتی ہے۔ کسی مخلوق کو علم نہیں ہے کہ اس سے آگے کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اس سے آگے کوئی نہیں گزرا۔ یہ وہ مقام ہے جس سے آگے حضرت جبریل علیہ السلام نہیں جا سکتے۔ ایک روایت کے مطابق وہ چھٹے آسمان میں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان پر اور شاخیں ساتویں آسمان پر ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۲۹۷ / ۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْكَوْثَرُ قَالَ ذٰلِكَ نَهْرٌ اَعْطَانِيْهِ اللّٰهُ يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ فِيْهِ طَيْرٌ اَعْنَاقُهَا كَاَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ هٰذِهٖ لَنَاعِمَةٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَتُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوثر کیا ہے فرمایا جنت میں ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس نہر میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں ایسی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یہ پرندے تو اس نہر میں بڑے خوش حال ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے کھانے والے ان سے زیادہ خوش حال ہوں گے (ترمذی)

لہ جَزَر پہلے دونوں حرفوں پر زبر، "جَزُور" کی جمع ہے۔ پہلے حرف پر زبر ہے۔ وہ اونٹ جو ذبح کرنے کے لیے پالے گئے ہوں۔

ےہ ناز و نعمت میں اور موٹے ہوں گے۔

۵۳۹۸ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَاءُ اَنْ تُحْمَلَ فِيْهَا عَلٰى فَرَسٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ يُطِيْرُ بِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ اِلَّا فَعَلْتَ وَسَاَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْاِبِلِ قَالَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مَا قَالَ لِصَاحِبِهٖ فَقَالَ اِنْ يُّدْخِلْكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَكَ فِيْهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل کر دے اور تم چاہو کہ تمھیں سُرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار کر دیا جائے وہ تمھیں اڑا کر اس جگہ لے جائے جہاں تم چاہو تو تمھارا شوق پورا کر دیا جائے گا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو وہ جواب نہیں دیا جو اس کے ساتھی کو دیا تھا۔ پس فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں داخل کر دیا تو اس میں تمھارے لیے وہ کچھ ہوگا جو تم چاہو گے اور تمھاری آنکھیں لطف اندوز ہوں گی۔

(ترمذی)

لہ اِلاَّ فعلت یہ کلمہ صیغہ خطاب کے ساتھ معروف اور مجہول پڑھا گیا ہے۔ یعنی مگر یہ کہ تمھارا مدعا اور مقصود تمھیں دیا جائے گا یا تم اپنے مقصود میں کامیاب ہو گے۔ تاء تانیث کے ساتھ صیغہ مجہول بھی آیا ہے (فُعِلَت) یعنی تمھارے لیے وہ گھوڑا تیار کر دیا جائے گا۔ فرس مذکر اور مؤنث دونوں طرح آیا ہے۔ حاصل یہ کہ بہشت میں جو چاہو گے ملے گا۔

ےہ یعنی اسے نہ فرمایا کہ اگر تجھے اللہ بہشت میں داخل عطا فرمائے اور تو اونٹ پر سواری کرنا چاہتا ہے تو تجھے سرخ یاقوت کے اونٹ پر سوار کر دے گا۔

۵۳۹۹ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ الْخَيْلَ اَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ اُوْتِيْتَ بِفَرَسٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ لَهُ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ طَارَ بِكَ حَيْثُ شِئْتَ۔

حضرت ابو ایوب لہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے گھوڑوں سے محبت ہے، کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تجھے جنت میں داخل کیا گیا تو تجھے یاقوت کا گھوڑا دیا جائے گا، جس کے دو بازو ہوں گے پس تجھے اس پر سوار کیا جائے گا۔ پھر تم جہاں چاہو گے

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَ اَبُوْسُوْرَةَ الرَّاوِيْ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ يَقُوْلُ اَبُوْسُوْرَةَ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ يَرْوِيْ مَنَاكِيْرَ)

تحقیق اڑا کر لے جائے گا۔ امام ترمذی نے یہ حدیث یہ حدیث روایت کی اور کہا کہ اس کی سند قوی نہیں ہے۔ ابوسورہ راوی حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ ابوسورہ منکر الحدیث ہے اور منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔

سلے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔
سلے منکر کا معنی مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

۵۴۰۰ / ۳۲ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ جنت ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ ان میں سے اسی صفیں اس امت سلے کی ہوں گی اور چالیس باقی امتوں سے ہوں سلے گی۔ اس حدیث کو امام ترمذی دارمی اور امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں روایت کیا ہے۔

سلے امت مرحومہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
سلے اس سے معلوم ہوا کہ اس امت کے جنتی افراد دوسری امتوں سے دوگنا ہوں گے۔
اگر سوال کیا جائے کہ اس سے پہلے باب شفاعت میں گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہلِ جنت کا نصف ہو گے اور اس جگہ فرماتے ہیں کہ دوسری امتوں سے دوگنا ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امید وہ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، بعد ازاں اس میں اضافہ کر دیا گیا ہو اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امید سے زیادہ کی بشارت دے دی گئی ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ فضل و کرم ہے۔ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے حق میں اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔

۵۴۰۱ / ۳۳ وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ اُمَّتِيَ الَّذِيْ يَدْخُلُوْنَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهُ مَسِيْرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلٰثًا ثُمَّ اِنَّهُمْ لَيُضْغَطُوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى تَكَادُ مَنَاكِبُهُمْ تَزُوْلُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت سالم سلے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت کا وہ دروازہ جس سے ہماری امت داخل ہوگی اس کی چوڑائی تین رات یا تین سال تک گھوڑے کو خوب دوڑانے والے سلے سوار کی مسافت کے برابر ہوگی۔ پھر بھی ہجوم سلے میں دب پس جائیں گے۔ یہاں تک قریب ہوگا کہ ان کے کندھے اتر جائیں۔ امام ترمذی نے

وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَقَالَ يَخْلُدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ يَرْوِي الْمَنَاكِيْرَ

اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اسے نہیں پہچانا اور فرمایا۔ یخلد[۵] بن ابی بکر منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔

۱؎ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب تابعین میں سے جلیل القدر عالم، امام اور ثقہ ہیں۔ امام مالک نے فرمایا کہ حضرت سالم کے زمانے میں کوئی شخص ان سے زیادہ زہد، فضیلت اور عمدہ زندگی گزارنے میں سلف صالحین (صحابہ کرام) کے مشابہ نہ تھا۔ مشہور زمانہ ظالم حجاج بن یوسف کو سخت باتیں کہہ دیا کرتے تھے۔

۲؎ مجوّد میم پر پیش، واو مشدّد کے نیچے زیر سوار کی صفت ہے۔ یعنی گھوڑے کو خوب تیز دوڑانے والا یا گھوڑے کی صفت ہے خوب تیز دوڑنے والا۔

۳؎ اس وسعت کے باوجود

۴؎ یخلد خلود کے فعل مضارع کے وزن پر

۵۴۰۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا مَا فِيْهَا شِرٰى وَلَا بَيْعٌ اِلَّا الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک بازار ہے جس میں خرید و فروخت نہیں ہے۔ اس میں فقط مردوں اور عورتوں کی اچھی صورتیں ہیں[۱]۔ جب کوئی مرد کسی صورت کو پسند کرے گا تو اس صورت میں داخل ہو جائے گا۔ یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ جہاں بُری صورتیں اچھی صورتوں میں بدلی جاتی ہیں۔

۵۴۰۳ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ لَقِيَ اَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَسْأَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فِيْ سُوْقِ الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَفِيْهَا سُوْقٌ قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے اور تمھیں جنت کے بازار میں جمع فرما دے۔ حضرت سعید نے پوچھا کیا جنت میں بازار ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہاں، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی

۵؎ صحیح یہ ہے کہ ترمذی شریف میں خالد بن ابی بکر ہے۔ محدث جمال الدین نے کہا کہ یہ صاحب مشکوٰۃ کا سہو ہے ۱۲ امیر علی

إِذَا دَخَلُوْهَا نَزَلُوْا فِيْهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ ثُمَّ
يُؤْذَنُ لَهُمْ فِيْ مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ
الدُّنْيَا فَيَزُوْرُوْنَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ
وَيَتَبَدّٰى لَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ
الْجَنَّةِ فَيُوْضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ نُوْرٍ وَمَنَابِرُ
مِنْ لُؤْلُؤٍ وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوْتٍ وَمَنَابِرُ
مِنْ زَبَرْجَدٍ وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَنَابِرُ
مِنْ فِضَّةٍ وَيَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ وَمَا فِيْهِمْ
دَنِيٌّ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ مَا يَرَوْنَ
أَنَّ أَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا
قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ نَرٰى
رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ
الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ
كَذٰلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ وَلَا يَبْقٰى
فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللّٰهُ
مُحَاضَرَةً حَتّٰى يَقُوْلَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ
ابْنَ فُلَانٍ أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ كَذَا وَكَذَا
فَيُذَكِّرُهُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ
يَا رَبِّ أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِيْ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَبِسَعَةِ
مَغْفِرَتِيْ بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهِ فَبَيْنَا هُمْ
عَلٰى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ
فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَ
رِيْحِهِ شَيْئًا قَطُّ وَيَقُوْلُ رَبُّنَا قُوْمُوْا إِلٰى
مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوْا مَا
اشْتَهَيْتُمْ فَنَأْتِيْ سُوْقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ
الْمَلٰئِكَةُ فِيْهَا مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ إِلٰى مِثْلِهِ
وَلَمْ تَسْمَعِ الْآذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ

کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اس میں اپنے عملوں
کی فضیلت کے مطابق داخل ہوں گے پھر انھیں دنیا
کے دنوں میں سے جمعہ کے دن کی مقدار میں اجازت دی جائے
گی پس وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے
لیے اپنا عرش ظاہر فرمائے گا اور ان کے لیے جنت کے باغوں
میں سے ایک باغ میں ظاہر ہوگا، ان کے لیے نور کے منبر رکھے
جائیں گے۔ کچھ منبر موتیوں کے، کچھ یاقوت کے، کچھ زبرجد کے
کچھ سونے کے اور کچھ چاندی کے ہوں گے۔ ان میں سے ادنیٰ
شخص کستوری اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا اور ان میں کوئی
بھی گھٹیا مرتبے کا نہیں ہوگا۔ ٹیلوں پر بیٹھنے والے یہ گمان
نہیں کریں گے کہ کرسیوں والے نشست کے اعتبار سے ان سے
افضل ہیں۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ
کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا ہاں! کیا تم سورج اور
چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ میں نے
عرض کیا نہیں۔ فرمایا اسی طرح تم اپنے رب کے دیکھنے میں شک نہیں
کرو گے۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں حاضر ہر شخص سے بلاواسطہ
کلام فرمائے گا یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک شخص کو فرمائے
گا اے فلاں ابن فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو اس
اس طرح کیا کرتا تھا۔ اسے اس کی دنیا میں بعض عہد شکنیاں
یاد کرائے گا بندہ کہے گا اے میرے رب! کیا تو نے مجھے
بخش نہیں دیا؟ فرمائے گا کیوں نہیں میری مغفرت کی وسعت
کی بناء پر تو اپنے اس مرتبے کو پہنچا ہے۔ جنتی اسی حال میں ہوں
گے کہ انھیں اوپر کی جانب سے ایک بادل ڈھانپ لے گا اور ان
پر ایسی خوشبو کی بارش کرے گا کہ اس جیسی خوشبو والی چیز انھوں نے
کبھی نہیں پائی ہوگی اور ہمارا رب فرمائے گا اٹھو اس عزت کی طرف
جو میں نے تمھارے لیے تیار کی ہے اور جو چاہو لے لو، چنانچہ
ہم ایسے بازار میں آئیں گے جسے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا۔

فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيهَا
وَلَا يُشْتَرٰى وَفِي ذٰلِكَ السُّوْقِ يَلْقَى اَهْلُ
الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ
ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقٰى مَنْ هُوَ
دُوْنَهٗ وَمَا فِيهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوْعُهٗ مَا
يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِيْ
اٰخِرُ حَدِيْثِهٖ حَتّٰى يَتَخَيَّلَ عَلَيْهِ مَا هُوَ
اَحْسَنَ مِنْهُ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ
لِاَحَدٍ اَنْ يَحْزَنَ فِيهَا ثُمَّ نَنْصَرِفُ
اِلٰى مَنَازِلِنَا فَيَتَلَقَّانَا اَزْوَاجُنَا
فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَاَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ
وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ اَفْضَلَ مِمَّا
فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ فَنَقُوْلُ اِنَّا جَالَسْنَا
الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَيَحِقُّنَا اَنْ
نَّنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ
غَرِيْبٌ)

اور ہم ایسی چیزیں پائیں گے جن کی مثل آنکھوں نے نہیں دیکھی ہوگی، کانوں نے سنی نہیں اور دلوں میں ان کا تصور نہیں گزرا ہوگا تو ہم جو چاہیں گے ہمیں دیا جائے گا۔ وہاں کوئی چیز نہ تو بیچی جائے گی اور نہ ہی خریدی جائے گی۔ اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونچے مرتبے والا متوجہ ہو کر نچلے مرتبے والے سے ملاقات کرے گا، حالانکہ ان میں کوئی بھی گھٹیا مرتبے والا نہیں ہوگا۔ کم مرتبہ کا جو لباس دیکھے گا وہ اسے ڈرا دے گا[۶]۔ اس کی گفتگو[۷] کا آخری حصہ ابھی ختم نہیں ہوگا کہ وہ محسوس کرے گا کہ میرا لباس پہلے سے بھی اچھا ہے اور یہ اس لیے کہ جنت میں کسی کے لیے غمگین ہونا لائق نہیں ہے[۸] پھر ہم اپنے گھروں کی طرف جائیں گے اور ہماری بیویاں ہم سے ملاقات کریں گی۔ وہ مرحبا اور اھلاً کہیں گی اور کہیں گی کہ تمھارا حسن تو اس وقت سے کہیں زیادہ ہے۔ جب تم ہم سے جدا ہوئے تھے۔ ہم کہیں گے کہ ہم نے آج اپنے رب جبار سے ہم نشینی کی ہے[۹] اور ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم اس حال میں لوٹیں جس حال میں ہم لوٹے ہیں[۱۰] (ترمذی، ابن ماجہ)۔

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱ کبار تابعین میں سے ہیں

۲ جس کے اعمال جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر اسے درجہ ملے گا۔

۳ یعنی اس دن کے مطابق جس دن دنیا میں جمعہ ہوتا ہے۔ پروردگارِ عالم انھیں باہر نکلنے کا حکم دیں گے جیسا کہ دنیا میں جمعہ کے لیے نکلتے تھے اور یہ جمعہ کے لیے نکلنے اور نمازِ جمعہ کے لیے جانے پر جزا کے طور پر ہوگا۔

۴ حریم کبریا میں حاضر ہو کر اپنے ربِ کریم کی زیارت کا شرف پائیں گے۔

۵ اس سے مراد اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا ظہور اور تجلّی فرمانا ہے۔

۶ یَتَبَدّٰی یاء اور تاء دونوں پر زبر، دال مشدد

۷ جن پر وہ جلوہ افروز ہوں گے۔

۸ اپنے اپنے اعمال و افعال کے مطابق

۹ؔ مرتبہ و منزلت کے اعتبار سے

۱۰ؔ یہاں ادنیٰ کا معنی اعلیٰ کی نسبت کم درجہ ہے۔ خساست و کمینگی مراد نہیں۔ کیونکہ جنت میں اس کا وجود ہی نہیں۔

۱۱ؔ وہ منبروں اور کرسیوں پر نہ ہوں گے۔ جیساکہ مجلس میں کچھ لوگ بطور صدارت بیٹھتے ہیں اور دیگر لوگ ان کے اردگرد خاک پہ بیٹھ جاتے ہیں۔ کُثبان کاف پہ پیش۔ ثاء ساکنہ۔ کثیب کی جمع بمعنی ٹیلہ ہے۔

۱۲ؔ کیونکہ جنت میں ہر کوئی اپنے مقام و مرتبہ پر مطمئن ہوگا وہ اپنے سے بلند مرتبہ کی آرزو نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کے بلند مرتبہ پر اسے تکلیف و پریشانی و حسرت ہوگی۔ اگرچہ وہ جانتا ہوگا کہ فلاں مجھ سے اعلیٰ مرتبہ پر ہے اور میں اس سے پیچھے ہوں۔

۱۳ؔ محاضرہ کا معنی آمنے سامنے بے واسطۂ ترجمان گفتگو کرنا ہوتا ہے۔

۱۴ؔ اس سے مراد وہ گناہ و معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے اس نے اپنے رب کا وعدہ توڑا۔

۱۵ؔ میں نے تجھے بخش دیا۔

۱۶ؔ اس جمعہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں کیونکہ اوع کا معنی ڈرنا اور تعجب کرنا ہے۔ پہلے معنی کی صورت میں مراد یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کا جنتی ادنیٰ کا لباس دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کرے گا۔ دوسرے معنی کی صورت میں مراد یہ ہے کہ وہ اپنے لباس پر تعجب کا اظہار کرے گا۔

۱۷ؔ وہ گفتگو جو اپنے دل میں کر رہا تھا یا اپنے ملاقاتی سے۔ اعلیٰ والے پر اعلیٰ لباس کا ظہور ہوگا یا ادنیٰ والے پر اعلیٰ لباس کا۔ دوسرا معنی زیادہ مناسب ہے کیونکہ بعد کی عبارت ہے۔

۱۸ؔ شاید ادنیٰ اپنے لباس پر غمگین ہوا ہو تو اس کا ازالہ کر دیا گیا ہو۔

۱۹ؔ جس کی برکت سے ہمارے حال کہیں بہتر ہو گئے ہیں۔

۲۰ؔ جو ذاتِ اقدس جو تمام انوار و حسن کا سرچشمہ ہے اس کی محبت سے ہمیں نور اجمالی کیوں حاصل نہ ہوتا۔

۵۴۰۴/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ الَّذِیْ لَهٗ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ خَادِمٍ وَّاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ زَوْجَةً وَّتُنْصَبُ لَهٗ قُبَّةٌ مِّنْ لُّؤْلُؤٍ وَّزَبَرْجَدٍ وَّيَاقُوْتٍ كَمَا بَيْنَ الْجَابِيَةِ اِلٰى صَنْعَاءَ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ يُرَدُّوْنَ بَنِیْ ثَلٰثِيْنَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادنیٰ جنتی وہ ہوگا جس کے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں۔ اس کے لیے موتیوں زبرجد اور یاقوت کا خیمہ لگایا جائے گا جیسا کہ جابیہ۱ؔ اور صنعاء۲ؔ کے درمیان کا فاصلہ ہے اسی سند سے ہے کہ فرمایا جو جنتی چھوٹا یا بڑا۱ؔ مر جائے وہ جنت میں تیس سال کا بنا دیا جائے گا۔ یہ لوگ اس عمر سے کبھی زیادہ نہ ہوں گے۔ اسی طرح آگ۴ؔ والے لوگ، اسی

فِی الْجَنَّۃِ لَا یَزِیْدُوْنَ عَلَیْھَا اَبَدًا وَّکَذٰلِکَ اَھْلُ النَّارِ وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ اِنَّ عَلَیْھِمُ التِّیْجَانُ اَدْنٰی لُؤْلُؤَۃٍ مِّنْھَا لَتُضِیْئُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ الْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَھَی الْوَلَدَ فِی الْجَنَّۃِ کَانَ حَمْلُہٗ وَوَضْعُہٗ وَسِنُّہٗ فِیْ سَاعَۃٍ کَمَا یَشْتَھِیْ وَقَالَ اِسْحَاقُ ابْنُ اِبْرَاھِیْمَ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ اِذَا اشْتَھَی الْمُؤْمِنُ فِی الْجَنَّۃِ الْوَلَدَ کَانَ فِیْ سَاعَۃٍ وَّلٰکِنْ لَّا یَشْتَھِیْ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ الرَّابِعَۃَ وَالدَّارِمِیُّ الْاَخِیْرَۃَ)

اسناد سے ہے کہ فرمایا: ان پہ تاج ہوں گے جن کا ادنیٰ موتی پورب پچھم کے درمیان کو چمکا دے گا اور اسی اسناد سے ہے کہ فرمایا مومن جب جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو اس کا حمل اس جننا اور اسکا عمر رسیدہ ہونا پل بھر میں ہو جائے گا جیسا وہ چاہے اور کہا اسحاق بن ابراہیم نے اس حدیث کے متعلق کہ جب مومن جنت میں اولاد چاہے گا تو ایک پل میں ہو جائے گی مگر وہ چاہے گا نہیں (ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ ابن ماجہ نے چوتھی اور دارمی نے آخری حدیث نقل فرمائی ہے)

۵؎ جابیہ، جیم کے ساتھ، شہر کا نام ہے اور ملک شام میں ہے

۵؎ صنعاء، یمن کا شہر ہے۔

۶؎ یعنی ہمیشہ تیس سال کی عمر کے رہیں گے

۷؎ جس کے بارے میں اسحاق بن ابراہیم نے کہا ہے۔

۵۳۹۹ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَمُجْتَمَعًا لِّلْحُوْرِ الْعِیْنِ یَرْفَعْنَ بِاَصْوَاتٍ لَّمْ تَسْمَعِ الْخَلَائِقُ مِثْلَھَا یَقُلْنَ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِیْدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ وَنَحْنُ الرَّاضِیَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰی لِمَنْ کَانَ لَنَا وَکُنَّا لَہٗ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں آنکھ والی حوروں کا اجتماع ہوگا جو اپنی آوازیں بلند کرتی ہیں ایسی آواز جو مخلوق نے کبھی نہیں سنی کہتی ہیں ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ فنا ہوں گی اور ہم خوش رہنے والیاں ہیں کبھی غمگین نہ ہوں گی۔ ہم راضی رہنے والیاں ہیں کبھی ناراض نہیں ہوں گی اسے خوشخبری ہو جو ہمارا ہو اور ہم اس کے ہوں۔ (ترمذی)

۵۴۰۰ وَعَنْ حَکِیْمِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ بَحْرًا لِّلْمَآءِ وَبَحْرًا لِّلْعَسَلِ وَبَحْرًا لِّلَّبَنِ وَبَحْرًا لِّلْخَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْاَنْھٰرُ بَعْدُ۔

حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں پانی کا دریا ہے۔ شہد کا دریا ہے اور دودھ کا اور شراب کا بھی پھر اس سے آگے نہریں نکلتی ہیں۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ)

(ترمذی، دارمی نے اسے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے)۔

لے جب مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ان تک وہ نہریں پانی شراب وغیرہ پہنچائیں گی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اس میں پانی کی نہریں اور دودھ کی نہریں ہیں

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۴۰۷ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَنَّةِ لَيَتَّكِئُ فِي الْجَنَّةِ سَبْعِيْنَ مَسْنَدًا قَبْلَ اَنْ يَّتَحَوَّلَ ثُمَّ تَاْتِيْهِ امْرَاَةٌ فَتَضْرِبُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ فَيَنْظُرُ وَجْهَهٗ فِيْ خَدِّهَا اَصْفٰى مِنَ الْمِرْاٰةِ وَاِنَّ اَدْنٰى لُؤْلُؤَةٍ عَلَيْهَا تُضِيْئُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَتُسَلِّمُ عَلَيْهِ يَرُدُّ السَّلَامَ وَيَسْاَلُهَا مَنْ اَنْتِ فَتَقُوْلُ مِنَ الْمَزِيْدِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ عَلَيْهَا سَبْعُوْنَ ثَوْبًا فَيَنْفُذُهَا بَصَرُهٗ حَتّٰى يَرٰى مُخَّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَاءِ ذٰلِكَ وَاِنَّ عَلَيْهَا مِنَ التِّيْجَانِ اِنَّ اَدْنٰى لُؤْلُؤَةٍ مِّنْهَا لَتُضِيْئُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں ایک آدمی کروٹ لینے سے پہلے ستر تکیوں لے سے ٹیک لگائے گا۔ پھر اس کے پاس ایک خاتون آئے گی جو اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے گی۔ وہ اس کے رخسار میں اپنی صورت کو آئینے سے زیادہ صاف دیکھے گا۔ اس پر چھوٹا موتی ہوگا وہ مشرق و مغرب کی درمیانی جگہ کو چمکا دے گا وہ سلام کرے گی اور یہ اس کا جواب دے گا اور پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ کہے گی کہ میں زائد لے نعمت ہوں۔ اس کے اوپر ستر کپڑے ہوں گے لیکن نظر ان سے پار جائے گی یہاں تک کہ ان کے اندر سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ اس عورت کے سر پر تاج ہوگا جس کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کی درمیانی جگہ چمکا دے گا۔ (مسند احمد)

لے قرآنی الفاظ فرش مرفوعہ کا معنی بھی یہی ہے کہ کئی فرش تہہ بہ تہہ بچھائے گئے ہوں گے۔

لے میں ان اضافی انعامات میں سے ہوں جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیکوکار لوگوں سے کر رکھا ہے۔ قرآن میں ہے لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (بہشت میں اہل بہشت کیلئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے زائد ہے) دوسرے مقام پر فرمایا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (نیکی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس پر اضافہ بھی) لفظ زیادہ کی تفسیر دیدار الٰہی سے اور حسنیٰ کی تفسیر دخول بہشت سے بھی کی گئی ہے۔

۵۴۰۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَدَّثُ وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے اور آپ کی

مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ اَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى دُوْنَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ فَاِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهُ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحٰبُ زَرْعٍ وَاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

بارگاہ میں ایک دیہاتی بھی تھا کہ اہلِ جنت میں سے ایک آدمی اپنے رب سے کاشتکاری کی اجازت مانگے گا[1]۔ اس سے فرمایا جائے گا کیا تو اپنی پسندیدہ حالت میں نہیں۔ عرض گزار ہوگا کیوں نہیں۔ لیکن میں کاشت کرنا چاہتا ہوں[2]۔ پس وہ بوئے گا جو آنکھ جھپکنے میں اُگ آئے گا۔ فصل بڑھے گی اور کاٹنے کے قابل ہوجائے گی وہ پہاڑوں کے برابر اونچی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابنِ آدم! جو تو چاہتا تھا حاصل کر لے[3]۔ تو عجیب ہے کہ کوئی چیز تیرے پیٹ کو نہیں بھرتی[4]۔ اعرابی نے کہا خدا کی قسم! میں تو وہ قریشی یا انصاری ہوتا ہوں کیوں کہ وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں جبکہ ہم کھیتی باڑی نہیں کرتے[5]۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مسکرا دیئے[6]۔ (البخاری)

[1] مجھے جنت میں کاشتکاری کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

[2] جو تو چاہ رہا ہے وہ تجھے نصیب ہے تو اب کاشتکاری کر کے کیا کرے گا۔

[3] اسے کاشتکاری کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔

[4] کہ اتنا انعامات کے باوجود پھر بھی تو کاشتکاری کی خواہش رکھتا ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ابنِ آدم کی طبیعت میں حرص اور ترکِ قناعت ہے اور یہ صفت اس سے زائل نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ جنت میں ہی داخل کیوں نہ ہوجائے۔

[5] یعنی ہم تو اکثر دودھ اور خرما پہ گزارہ کر لیتے ہیں۔

[6] اس دیہاتی کی گفتگو پر۔

۵۶۴۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَنَامُ اَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَ النَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ وَلَا يَمُوْتُ اَهْلُ الْجَنَّةِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کیا اہلِ جنت سوئیں گے؟ آپ نے فرمایا نیند موت کی بہن[1] ہے اور اہلِ جنت پر موت نہیں (بیہقی، شعب الایمان)

[1] یعنی قویٰ اور جوارح کے معطل ہونے میں نیند موت کا حکم رکھتی ہے۔

بَابُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

۲۵۰۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بیان

واضح رہے اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا دیدار عقلاً جائز ہے اور اس کے لیے کسی مکان، جہت یا مقابل ہونے کی شرط نہیں ہے۔ اور جو چیز موجود ہے اس کا دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔ اگرچہ بصورت جسم یا جسمانی شے نہ ہو اور وہ نہ کسی مکان اور جہت پر ہو کیونکہ ان چیزوں کا دیکھنے کے لیے شرط ہونا بطور عادت ہوتا ہے۔ اگر قادر مطلق خلافِ عادت ان کو دکھا دے تو بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ آنکھوں کو قوت بصیرت عطا فرما دے۔ جس طرح ہم دنیا میں اسے بصیرت سے پا رہے ہیں کل قیامت کو اسے آنکھوں سے دیکھیں گے اور کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ آخرت میں اہلِ ایمان کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ اس پر تمام کا اتفاق ہے۔ اس پر کتاب و سنت اجماع صحابہ و تابعین کے دلائل بڑے واضح ہیں۔ ان دلائل پر بدعتی منکرین نے اعتراضات کیے ہیں۔ اور آیات، احادیث کی انھوں نے مختلف تاویلات کی ہیں۔ اہل حق نے ان تمام کا جواب کتب کلامیہ میں دیا ہے۔ مختار یہ ہے کہ دیدار الٰہی دنیا میں بھی ممکن ہے لیکن بالاتفاق اس کا وقوع نہیں ہوا۔ ہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج دیدار نصیب ہوا ہے۔ بعض کو اس میں بھی اختلاف ہے۔ اس پر تفصیل احادیث کی شرح میں آرہی ہے۔ سلف و خلف میں سے کسی کا دیدارِ الٰہی کا شرف پانا صحت کے ساتھ ثابت نہیں۔ مشائخ و اولیاء میں سے کسی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ تمام مشائخ ایسے مدعی کی تکذیب و گمراہی پر متحد ہیں۔ فقہ شافعی کی کتاب انوار میں ہے کہ جو شخص یہ کہے میں نے اس دنیا میں سر کی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا ہے۔ اور اس سے بلا واسطہ گفتگو کی ہے وہ کافر ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے اور حاسہ بصریہ میں کوئی علت بھی نہیں تو اب دیدار کیوں نہیں ہوتا؟ جواب یہ ہے کہ دیدار اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تخلیق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حاسہ بصر اس کی علت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہی اسے عادتاً دیکھنے کا ایک سبب بنا رکھا ہے۔ اگر وہ چاہے تو بے چشم بھی دیکھ سکتا ہے اور وہ نہ چاہے تو نہیں دیکھا جا سکتا۔ اگرچہ آنکھ موجود ہو۔ اگر آنکھوں کے سامنے مثلاً پہاڑ ہو اور اللہ تعالیٰ ان میں دیکھنے کی طاقت نہ دے تو آنکھیں اس پہاڑ کو بھی نہیں دیکھ سکتیں اور اگر کوئی اندھا مشرق میں ہو اور مچھر مغرب ہو اور اللہ تعالیٰ دکھانا چاہے تو وہ دیکھ سکتا ہے۔ اس سے انکار اور اسے بعید سمجھنا انہی لوگوں کا کام ہے جو عقل و قیاس کے غلام ہیں حالانکہ قدرتِ باری تعالیٰ کے لحاظ سے ہر شے ممکن ہے کوئی مشکل نہیں محدثین نے فرمایا کہ یہ زیارت شرف فقط ان اہلِ ایمان کو ہوگی جو جنت میں داخل ہوں گے۔ البتہ میدانِ محشر میں تمام اسے دیکھیں گے خواہ مومن ہوں یا کافر۔ کافر دیکھنے کے بعد ہمیشہ محجوب ہو جائیں گے اور دائماً حسرت و افسوس میں رہیں گے

صحیح یہی ہے کہ جس طرح مردوں کو زیارت ہوگی اسی طرح خواتین کو بھی زیارت کا شرف نصیب ہوگا۔ بعض نے کہا خواتین کو کبھی کبھی دیدار ہوگا۔ مثلاً جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر، کیونکہ ان اوقات میں دیدار عام ہوگا۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ خواتین کو دیدار ہی نہیں ہوگا کیونکہ یہ پردہ میں ہوں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ لیکن یہ قول غلط اور شاذ ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں وارد نصوص تمام کی تمام عام ہیں وہ مردوں اور خواتین دونوں کو شامل ہیں باقی جنتی خیمے پردہ اور حجاب کا سبب نہیں بنیں گے۔ آخر کیا وجہ کہ سیدہ فاطمہ زہرا، سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، سیدہ عائشہ اور اس طرح کی دیگر خواتین دیدارِ الٰہی ہی سے محروم ہوں۔ حالانکہ وہ ان گنت مردوں سے افضل و بہتر ہیں اور صحیح یہی ہے کہ دیدار تمام اہلِ ایمان کو ہوگا خواہ ان کا تعلق بشر سے ہو یا ملائکہ و جنات سے ہو۔ بعض شوافع کے کلام سے محسوس ہوتا ہے کہ دیدار فقط ان اہلِ ایمان کو ہوگا جن کا تعلق بشریت سے ہے۔ ملائکہ اور جنات کو دیدار نہیں ہوگا لیکن یہ قول بھی درست نہیں واللہ اعلم۔

اللہ عزّوجل کا دیدار خواب میں بھی ہو سکتا ہے اور یہ دیدار قلبی ہے جو مثال کے ساتھ ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ مثل اور مثال سے پاک ہے اور یہ اسلاف سے صحت کے ساتھ منقول ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انھیں سو دفعہ یہ نعمت نصیب ہوئی۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ مجھے خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا۔ میں نے عرض کیا یا اللہ کونسی عبادت اعلیٰ و افضل ہے؟ فرمایا تلاوت قرآن، دوسری دفعہ عرض کیا سمجھ کر پڑھنا یا بغیر سمجھے پڑھنا۔ فرمایا خواہ بے سمجھے ہو یا سمجھ کر ہو۔

الفصل الاوّل

۵۴۱۰ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ وَلَا تَضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَءَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

پہلی فصل

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے رب کو واضح طور پر دیکھو گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں کے چاند کو دیکھا پھر فرمایا تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے چاند کو دیکھ رہے ہو۔ تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرتے تو اگر تم یہ کر سکو کہ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے والی نماز پر مغلوب نہ ہو تو کرو۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ (بخاری و مسلم)

۱ے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔

۲ے یہ انکشاف تام میں دیکھنے کی دیکھنے کے ساتھ تشبیہ ہے یعنی تمہارا اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا اس طرح شک و شبہ سے بالا ہوگا جیسے چاند کا دیکھنا۔ یہ مرئی (دیکھی جانے والی چیز) کی مرئی کے ساتھ تشبیہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ یہ مطلب ہو کہ جس طرح چاند تمہارے مقابل ہے ایک جہت میں ہے اور محدود ہے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی اسی طرح ہوگی (یعنی یہ مطلب نہیں ہے) جیسے کہ اس کے بعد فرمایا

۳ے تضامون۔ تاء پر پیش، میم مخفف اور مضموم یا تاء پر زبر، میم مشدد دونوں طرح مروی ہے۔ پہلی صورت میں یہ ضیم سے ہے۔ جس کا معنی نقصان و ظلم کے ہیں۔ یعنی باری تعالیٰ کے دیکھنے میں اس طرح کا ضرر نہ ہوگا کہ بعض اسے دیکھیں اور بعض نہ دیکھیں یا ایک دوسرے کی تکذیب وانکار سے ظلم کا ارتکاب کریں۔ دوسری صورت میں یہ ضم سے مشتق ہے اس کا معنی پیوست کرنا، اکٹھا کرنا ہے۔ یعنی جس طرح چودھویں کا چاند نہایت ہی واضح اور ظاہر ہوتا اور اس کے دیکھنے کے لیے اژدہام نہیں ہوتا۔ اسی طرح باری تعالیٰ کا دیدار بھی نہایت ہی ظاہر اور کامل طور پر واضح ہو گا۔ وہاں بھی بھیڑ یا اژدہام نہ ہوگا۔ بخلاف نئے چاند کے کہ وہاں خفا و اشتباہ ہوتا ہے۔

۴ے نمازِ فجر

۵ے نمازِ عصر

۶ے کیونکہ نمازوں پر مواظبت دیدارِ الٰہی کے زیادہ لائق تر بنا دیتا ہے اور اس سے دیدار کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اس کی تائید ان ارشاداتِ نبویہ سے ہوتی ہے اَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ (اپنے رب کی عبادت اس حال میں کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ (نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)۔ چونکہ دنیا میں درمیان میں پردہ ہے اس طرح کا نك تراہ اور جب قیامت کو پردہ نہ رہے گا تو کانك تراہ کے بجائے انك تراہ ہو جائے گا اور جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ سے مراد مشاہدہ ہے اور یہ مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور تمام نمازوں کو یہی مقام حاصل ہے۔ رہا یہاں نمازِ فجر اور عصر کا مخصوص کرنا تو وہ ان کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ اول وقت غلبہ نیند اور آرام کا ہوتا ہے اور دوسرا وقت کاروبار میں مصروفیت اور بازار وغیرہ کا ہوتا ہے۔ ان دو اوقات کے شرف کی وجہ سے ان کو مخصوص کیا اور اس وجہ سے بھی کہ دیدار الٰہی ان اوقات میں ہی ہوگا۔

۷ے بعض نے اس سے مراد ظہر و عصر کی نماز مراد لی ہے لیکن پہلا قول ظاہر تر ہے۔ کیونکہ الفاظ اس پر دال ہیں۔

۵۶۱۱ وَعَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جو چاہتے ہو میں تم کو زائد دوں۔ وہ عرض کریں گے

اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظْرِ اِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کیا تو نے ہمارے منہ اجلے صاف شفاف نہ کر دیئے۔ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کر دیا اور ہم کو آگ سے نجات نہ دے دی۔ فرمایا کہ رب حجاب اٹھا دے گا یہ رب کی ذات کے نظارے کریں گے تو انھیں کوئی چیز رب کے دیدار سے زیادہ پیاری نہ دی گئی۔ پھر حضور نے یہ تلاوت فرمائی۔ نیکو کاروں کے لیے اچھی چیز ہے اور وہ حسنیٰ ہے۔ (المسلم)

ے یا تو حسن و جمال کا اضافہ مراد ہے جو انتہائی فضل و کمال سے عبارت ہے یا حساب و کتاب سے نجات اور خلاصی پانا مراد ہے، جس نے جزا و سزا کی پریشانی سے نکال دیا۔

ے اس سے زیادہ ہم کیا خواہش کریں گے۔

ے اللہ تعالیٰ کا دیدار تمام نعمتوں کی انتہا ہے۔

ے حسنیٰ سے مراد جنت اور زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

ے اگر یہ سوال ہو کہ یہ وہ ذات و صفات ہے اور اصطلاح صوفیہ میں ہے کہ یہ پردہ ہرگز نہیں اٹھ سکتا تو اب ذات سے پردہ اٹھانے کا کیا معنی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک جماعت کی احدیت ذات اور اس کا تمام حسنات و اعتبارات سے منزہ ہونے کے بارے میں تحقیق ہے۔ مگر دیدار کی بنا عرف پر ہے اور جو بھی ذات کو صفات کے ساتھ دیکھتا ہے یہی کہا جاتا ہے۔ اس نے ذات کو دیکھا جیسے آپ کسی جسم کی سفیدی، سیاہی، درازی، کوتاہی، تحرک و سکون کو دیکھتے ہیں تو یہی کہتے ہو کہ میں نے جسم دیکھا حالانکہ صفات درمیان میں تھیں۔ یہ جو فلسفی کہتے ہیں کہ مرئی اعراض میں سے ہے جوہر نہیں یہ فقط ان کی رائے ہے عرف میں اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ بالجملہ آخرت میں وہ چیز دیکھیں گے جس پر صادق آئے گا اور یقینی ہوگا کہ ہم نے خدا کا دیدار کیا ہے اور آنکھ کی اس میں مداخلت نہیں ہوگی۔ بعض عرفا نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا دیکھنا اور اسے پانا دل کے ساتھ ہوگا اور جیسے آپ نے فرمادیا کہ آنکھوں کو اس میں دخل نہیں ہوگا تو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اگر آپ یہ فرما دیتے کہ اس میں تمہارے کان اور کندھوں کا دخل ہے تو ہم پھر بھی تصدیق کرتے چہ جائیکہ آنکھ کے بارے میں تصدیق نہ کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۴۱۲ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْزِلَةً لِمَنْ يَنْظُرُ اِلٰى جِنَانِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَنَعِيْمِهٖ وَخَدَمِهٖ وَسُرُرِهٖ مَسِيْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ وَاَكْرَمَهُمْ عَلَى اللّٰهِ مَنْ يَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً ثُمَّ قَرَءَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

اہلِ جنت میں سب سے کم مرتبہ والا جب باغات، بیویوں انعامات، خدام اور تختوں کو دیکھے گا جو ایک ہزار سال کی مسافت تک ہوں گے اور ان میں سب سے زیادہ مرتبہ والا وہ ہوگا جو ہر صبح و شام دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوگا آپ نے پھر یہ آیت پڑھی، کچھ منہ اس روز تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ۔ (مسند احمد، ترمذی)

سلہ یہ جنت کی وسعت اور فراخی کا بیان ہے ۔

سلہ یعنی دائماً یا ان دو اوقات میں کہ تجلّی ان دو مخصوص اوقات میں ہوگی جیسے کہ پیچھے نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے حوالے سے گزرا وہ بھی انھی دو اوقات کی تائید کرتا ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بزرگی اور بلند ہمتی یہ ہے کہ حق تعالٰی اور اس کے دیدار کے سوا کسی اور کے ساتھ مشغول نہ ہوا جائے اور حق تعالٰی کے علاوہ کسی کے ساتھ دل لگانا نہایت ہی پستی اور کم درجہ ہے خواہ وہ جنت ہی کیوں نہ ہو ۔

۵۴۱۴ وَعَنْ اَبِيْ رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُلُّنَا يَرٰى رَبَّهٗ مُخْلِيًا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ وَمَا اٰيَةُ ذٰلِكَ قَالَ يَا اَبَا رَزِيْنٍ اَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهٖ قَالَ بَلٰى قَالَ فَاِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابورزین[1] عقیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم میں ہر ایک اپنے رب کو خلوت[2] میں دیکھے گا۔ فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس کی نشانی کیا[3] ہے۔ فرمایا اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر ایک چودھویں کے چاند کو خلوت میں نہیں دیکھتا؟ عرض گزار ہوئے کہ کیوں نہیں؟ فرمایا کہ وہ تو اللہ تعالٰی کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق[4] ہے۔ جبکہ اللہ تعالٰی کی ذات تو بہت بزرگی اور عظمت والی[5] ہے۔ (ابوداؤد)

سلہ ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ، راء پر زبر، زاء کے نیچے زیر، عقیلی، عین پر پیش، قاف پر زبر۔ ان کا اسم گرامی لقیط لام پر زبر، مشہور صحابی اور اہلِ طائف میں شمار ہوتے ہیں ۔

سلہ مخلیا، میم پر زبر، خاء ساکن، لام کے نیچے زیر یاء مشدد، یا میم پر پیش، خاء ساکن یا مخفف یا کسرہ لام دونوں طرح مروی ہے ۔

سلہ مخلوقات کے یکبارگی دیکھنے پر نشانی کیا ہے؟

سلہ جب اس کی یہ حالت ہے کہ اسے تمام دیکھتے ہیں اور ہر ایک منفرد و تنہا بغیر ہجوم و اژدہام کے دیکھتا ہے ۔

۵ؔ اجل واعظم، دونوں کا معنی ایک ہی ہے ۔ بزرگی اور بزرگ ہونا معراج میں ہے کہ ایک میں ذات کا اعتبار ہے اور دوسرے میں صفات کا ۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۴۱۴ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا[1] ہے؟ فرمایا نور کو میں کیسے دیکھتا[2] ۔ (المسلم)

لہ شب معراج

۲ؔ وہ نور کے پردہ میں ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں ۔ کیونکہ کمال نور اور شدت ظہور اس کے ادراک سے مانع ہے اور وہ آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے ۔ نور کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا ہے ۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کو روشن فرمانے والا ۔ انھیں پیدا فرمانے والا یا ان میں بسنے والوں کو ہدایت عطا کرنے والا اور بندوں کے دلوں کو نور سے منور کرنے والا مراد ہے ۔ ایک قراءت یہ ہے مثل نورہٖ فی قلب المومن کمشکوٰۃ فیھا مصباح اہل تحقیق کی اصطلاح میں نور اسے کہا جاتا ہے جو خود ظاہر اور دوسرے کو ظاہر کرنے والا ہو سابقہ گفتگو کے مطابق حدیث میں لفظ نور با تنوین ہے اور لفظ انّٰی ہمزہ پر زبر، نون مشدد پر زبر بمعنی کیف ہے ۔ نورانی بصورت نسبت بھی مروی ہے ۔ ممکن ہے ہمزہ استفہام محذوف ہو اور یہ جملہ بطور استفہام ہی ہو یا بغیر استفہام کے روایت کا اثبات ہو اور دوسری حدیث میں موجود ہے رَاَیْتُ نُوْرًا (میں نے بصورت نور دیکھا ہے) اس میں بھی احتمال ہے کہ رویت ذات کی نفی ہو یعنی میں نے نور دیکھا جس سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں ۔ تو ذات کے دیدار کی طاقت کہاں؟ یا معنی یہ ہے کہ اس ذات اقدس کی زیارت کی ہے جو منور ہے ۔

۵۴۱۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی قَالَ رَاٰہُ بِفُؤَادِہٖ مَرَّتَیْنِ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ قَالَ عِکْرِمَۃُ قُلْتُ اَلَیْسَ اللّٰہُ یَقُوْلُ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَیْحَکَ ذَاکَ اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِہِ الَّذِیْ ھُوَ نُوْرُہٗ وَقَدْ رَاٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان آیات کے بارے میں مروی ہے کہ دل نے نہیں جھٹلایا جو دیکھا اور بے شک اس کو دوسری[3] بار دیکھا ۔ فرمایا حضور نے رب کو اپنے دل سے دو بار[4] دیکھا (المسلم) ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا حضرت محمد نے اپنے رب کو دیکھا ۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں[5] ہے کہ اسے آنکھیں نہیں پا سکتیں[6] اور وہ آنکھوں کو پاتا ہے فرمایا[7] تم پر افسوس ہے یہ تب ہے جب رب اپنے خاص

رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

نور سے تجلی فرمائے جو اس کا ذاتی نور ہے اور حضور نے یقیناً اپنے رب کو دوبار دیکھا (المسلم)

سلہ اور وہ ذاتِ الٰہی جل شانہٗ کا دیدار ہے۔

سلہ باین طور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو آنکھوں کی مانند بنا دیا یا آنکھوں کو دل کی مانند بنا دیا۔ اب دونوں طرح کہنا جائز ہے کہ دل کی آنکھوں سے دیکھا یا چشم سر سے دیکھا کیونکہ دونوں صورتوں میں معنی ایک ہی ہے۔ یہ تعبیر و معنی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کا مذہب چشم سر سے دیدار ہے اور دل کے ساتھ دیکھنا دوسرا مذہب ہے جو ان کے مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

سلہ مقصود یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رؤیت سے مراد حق تعالیٰ کا دیدار لیتے ہیں۔ جمہور صحابہ کی رائے ان کے موافق ہے اور یہ دونوں، قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی سے شب معراج میں بارگاہ صمدیت کا قرب مراد لیتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود، سیدہ عائشہ اور بعض دیگر صحابہ ان سے جبرئیل کا اصل حالت میں دیکھنا آیات مذکورہ میں یہی قرب مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ احادیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

سلہ اپنی مدح میں

سلہ آپ دیدار الٰہی کا کیسے قول کر سکتے ہیں۔

سلہ حضرت عکرمہ کو آپ نے جواب دیا۔

سلہ اس وقت ادراک مضمحل اور ادراک نابود ہو جاتا ہے اور اگر اتنی تجلی کا اظہار ہو جسے قوت بشری برداشت کر سکے تو پھر آنکھیں اس کا ادراک کر سکتی ہیں۔ شارحین نے یہ بھی کہا ہے کہ ادراک کا لغوی معنی کسی شے کا اس کی حدود کے ساتھ احاطہ کر لینے میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں۔

سلہ ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر اور دوسری مرتبہ عرش پر۔

۵۴۱۶ وَعَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ لَقِیَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَعْبًا بِعَرَفَۃَ فَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ فَکَبَّرَ حَتّٰی جَاوَبَتْہُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا بَنُوْ هَاشِمٍ فَقَالَ کَعْبٌ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَسَمَ رُؤْیَتَہٗ وَکَلَامَہٗ بَیْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسٰی فَکَلَّمَ مُوْسٰی مَرَّتَیْنِ وَرَاٰہُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَیْنِ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ فَقُلْتُ هَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ فَقَالَتْ لَقَدْ تَکَلَّمْتَ بِشَیْءٍ قَفَّ لَہٗ شَعْرِیْ قُلْتُ رُوَیْدًا ثُمَّ قَرَءْتُ لَقَدْ رَاٰی مِنْ

حضرت شعبی سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عرفہ میں حضرت کعب سے ملے تو ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے تکبیر کہی جس سے پہاڑ گونج اٹھے۔ تب حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ہم بنی ہاشم ہیں۔ حضرت کعب نے فرمایا کہ اللہ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام محمد مصطفےٰ اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقسیم فرما دیا تو موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام کیا اور محمد مصطفےٰ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ مسروق کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عائشہ کے پاس گیا۔ میں نے عرض کیا۔

اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى فَقَالَتْ اَيْنَ تَذْهَبُ بِكَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ اَوْ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا اُمِرَ بِهٖ اَوْ يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ وَلٰكِنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَمْ يَرَهٗ فِيْ صُوْرَتِهٖ اِلَّا مَرَّتَيْنِ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَمَرَّةً فِيْ اَجْيَادٍ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الشَّيْخَانِ مَعَ زِيَادَةٍ وَاخْتِلَافٍ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَاَيْنَ قَوْلُهٗ ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى قَالَتْ ذَاكَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْتِيْهِ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِيْ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ هِيَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ۔

کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا۔ آپ بولیں تم نے ایسی بات کہی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں نے عرض کیا جلدی نہ کرو[۱۴] پھر میں نے یہ آیت پڑھی[۱۵] کہ حضور نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں[۱۶] ۔ آپ بولیں خیالات تمہیں کہاں لیے پھرتے ہیں[۱۷] وہ تو حضرت جبریل ہیں[۱۸] جو تمہیں خبر دیں کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا[۱۹] یا جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا اس میں سے کچھ چھپایا یا حضور ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور بارش کا اتارنا، تو اس نے بڑا بہتان باندھا لیکن آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا ان کی اصل صورت کبھی نہ دیکھی دوبار — ایک بار سدرۃ المنتہٰی کے پاس، دوسری دفعہ محلہ اجیاد[۱۸] میں، ان کے چھ سو پر تھے[۱۹] جن کے کنارے آسمانوں کو بند کر رہے تھے (ترمذی) بخاری و مسلم نے کچھ اضافہ اور اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ رب کا یہ فرمان کہاں[۲۰] ۔ پھر قریب ہوا، پھر تو دو کمانوں کے بلکہ اس سے بھی قریب تر۔ آپ بولیں یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو حضور کے پاس آدمی کی صورت میں آئے تھے اور اس دفعہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو ان کی اپنی صورت ہے تو کنارہ آسمان[۲۱] پر کر رہے

[۱] عرفہ کے دن عرفات میں

[۲] یعنی دیدار الٰہی کے بارے میں

[۳] حضرت ابن عباس کے اس سوال کے عظیم اور بعید از قیاس ہونے کی وجہ سے۔

[۴] یعنی اتنی بلند آواز سے تکبیر کہی کہ پہاڑوں سے صدا گونج اٹھی

[۵] یعنی جو علم و فضل میں مشہور ہیں، میں نے نادانستہ سوال نہیں کیا اور کسی ایسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھا جو محال و بعید از قیاس ہو، میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے علوم و انوار کو حاصل کیا ہے

لہٰذا خوب غور و فکر کر کے جواب دو ۔ اس سوال کو بعید از قیاس سمجھ کر جواب میں جلدی نہ کرو اور اس معاملہ میں تفکر کرو کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی ممکن ہے ۔

۶؎ حضرت ابنِ عباس نے جب خوب زور دیا تو انھوں نے غور و فکر کے بعد جواب دیا

۷؎ ایک دفعہ وادی ایمن میں اور دوسری دفعہ کوہِ طور پر ۔

۸؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ بات حضرت کعب نے تورات سے نقل کی ہے ۔

۹؎ جن سے حضرت شعبی نے یہ روایت نقل کی ہے ۔

۱۰؎ حضرت ابن عباس اور حضرت کعب کے درمیان مناظرہ اور حضرت کعب کے جواب کے بعد

۱۱؎ دیدارِ الٰہی کے انکار میں جلدی نہ کیجیے

۱۲؎ رویت باری تعالیٰ پر بطور استدلال

۱۳؎ یہ آیت مبارکہ دلیل کے خاتمہ کے طور پر ہے جو آخر حدیث میں آرہی ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی

۱۴؎ کہ تم ان آیات کو دیدارِ الٰہی پر محمول کر رہے ہو ۔

۱۵؎ ان آیات میں قرب سے مراد حضور کا جبریل سے قرب ہے اور انھی کا دیکھنا ہے ۔ اس کے جد سیدہ نے ان ایسی چیزوں کا تذکرہ کیا جو کسی کے لیے بھی ثابت کرنا جائز نہیں ۔

۱۶؎ معراج کی رات

۱۷؎ بصورتِ احکام و شرائع دین

۱۸؎ اجیاد ، ہمزہ پر زبر ، جیم ساکن ، مسفلۂ مکہ میں مشہور جگہ کا نام ہے یا پہاڑ ہے جس کی طرف حرم شریف کا ایک دروازہ ہے ۔ اسے باب الاجیاد بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے ۔ حدیث میں بندہ کے استاذ قاضی علی بن جار اللہ جب اس حدیث پر پہنچے تو ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہنے لگے اے عبدالحق ہمارا کیا حال ہے ۔ یہ مقامات اور پہاڑ جو تم دیکھ رہے ہو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی تجلیات کا مرکز ہیں ۔

۱۹؎ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ۔ مختار قول یہ ہے کہ پروں سے مراد قوت ملکیہ ہے ۔ جب قرآن مجید میں ملائکہ کے لیے پروں کا ذکر ہے تو ہمیں اس پر ایمان رکھنا چاہیے ۔ یہاں تک کہ ہم پر یہ حقیقت کھل جائے

۲۰؎ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدارِ الٰہی نہیں کیا تو اس آیت کا کیا معنی ہے ؟

۲۱؎ عظمت صورت کی وجہ سے ۔

۵۴۱۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِیْ قَوْلِهٖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وَفِیْ قَوْلِهٖ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وَفِیْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان آیات کے بارے میں مروی ہے کہ تو ہوا دو کمانوں کا فاصلہ یا اور زیادہ قریب اور اس فرمانِ الٰہی کے بارے میں کہ نہیں

رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى فِيْهَا كُلِّهَا جِبْرَئِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَئِيْلَ فِيْ حُلَّةٍ مِّنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَاَ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَهٗ وَلِلْبُخَارِيِّ فِيْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَآءِ وَسُئِلَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ فَقِيْلَ قَوْمٌ يَقُوْلُوْنَ اِلٰى ثَوَابِهٖ فَقَالَ مَالِكٌ كَذَبُوْا فَاَيْنَ هُمْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ قَالَ مَالِكٌ اَلنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَعْيُنِهِمْ وَقَالَ لَوْ لَمْ يَرَ الْمُؤْمِنُوْنَ رَبَّهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَمْ يُعَيِّرِ اللّٰهُ الْكُفَّارَ بِالْحِجَابِ فَقَالَ كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

جھٹلایا دل نے جو دیکھا اور رب کے اس فرمان کے بارے میں کہ بے شک آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ فرمایا ان سب میں حضور نے حضرت جبرئیل کو دیکھا جن کے چھ سو بازو تھے (بخاری و مسلم) ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا دل نے نہیں جھٹلایا جو دیکھا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو باریک ریشم[1] کے جوڑے میں دیکھا کہ انھوں نے آسمان و زمین کو بھر دیا تھا ترمذی اور بخاری کی روایت میں رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق ہے۔ بے شک ریشمی جوڑے میں دیکھا کہ انھوں نے آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیا ہے اور بخاری کی روایت میں اس آیت کے متعلق ہے کہ بے شک اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ فرمایا آپ نے باریک سبز ریشم دیکھا جس نے آسمان کا کنارہ بھر[2] دیا تھا۔ اور امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اس ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں پوچھا گیا اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کہ ایک قوم کہتی[3] ہے کہ لوگ رب کے ثواب کو دیکھیں گے۔ تو امام نے فرمایا جھوٹ کہا وہ اس فرمان باری کو کہاں لے جا[4] رہے ہیں کہ خبردار وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ امام مالک نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ فرمایا اگر قیامت کے دن مومن اپنے رب کو نہ دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کفار کو حجاب[5] سے عار نہ دلاتا۔ اس نے فرمایا کہ وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ (شرح السنہ)

[1] رفرف۔ اس کے کئی معانی ہیں۔ وہ سبز کپڑا جو نہایت ہی باریک ریشم سے خوب صورت طریقہ سے بنایا گیا ہو۔ بچھونا، فراش، سنجاف، دامن خیمہ کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں اول معنی مراد ہے۔ بعض نے اس سے جبرئیل امین کے بازو مراد لیے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی چھائے فرش کی طرح بچھتے ہیں۔ رفرفہ، پرندہ کے پروں کو کھولنا کے معنی میں آتا ہے۔ نیچے آنے کے لیے پروں کو کشادہ کرنے کے معنی میں بھی ہے۔

۵۲ اہم نوٹ، سابقہ گفتگو سے معلوم ہو چکا ہے کہ شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے کے بارے میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہے ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی نفی کی ہے اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا اثبات فرمایا ہے اور ہر ایک کے ساتھ صحابہ کی رائے ہے ۔ صحابہ کے بعد تابعین، تبع تابعین میں بھی اختلاف رہا ۔ بعض نے یہ کہتے ہوئے خاموشی اختیار کی کہ کسی طرف واضح دلائل نہیں ہیں جمہور علماءِ امت نے اثبات کو اختیار کیا ۔ امام محی الدین نووی کہتے ہیں اکثر کبار علماء کے نزدیک راجح و مختار یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے اور فرمایا جن صحابہ نے اس کا اثبات کیا ہے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر نہیں کہا ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطور دلیل اس پر کوئی فرمان نبوی اور حضور سے سنی کوئی چیز پیش نہیں کی ۔ بلکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ان ارشاداتِ گرامی سے استدلال و اجتہاد کیا ہے مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ تو ان کے اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں بحالت دیدار کلام کی نفی ہے ۔ مگر بغیر کلام کے دیدار کی نفی لازم نہیں آتی دوسری آیت میں احاطہ کی نفی ہے اور احاطہ کی نفی سے مطلق رویت کی نفی نہیں ہوتی ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں حضرت ابنِ عباس کا قول معتمد و متعین ہے کیونکہ انھوں نے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر نہیں کہی اور یہ جائز بھی نہیں کہ اتنا بڑا قول اپنے اجتہاد کی بناء پر کر دیا جائے ۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس معاملہ میں ان سے رجوع کیا اور پوچھا کیا حضور نے ربِ کریم کا دیدار کیا ہے انھوں نے فرمایا ہاں دیدار کیا ہے ۔ حضرت ابنِ عمر نے اسے تسلیم کر لیا اور کسی تردد و انکار کا اظہار نہ فرمایا ۔ عمر بن راشد کہتے ہیں کہ میرے نزدیک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابنِ عباس سے زیادہ فاضلہ نہیں ہیں ۔

اکثر مشائخ صوفیہ کے ہاں بھی دیدارِ الٰہی ثابت ہے ۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کمال حاصل ہے جو مخلوق کے اذہان و عقول سے ماوراء ہے ۔ خصوصاً شبِ معراج جس میں آپ کو مقامِ قرب کا اتم، اکمل اور ارفع درجہ نصیب ہوا اور دنیا میں دیدارِ الٰہی کے ممکن ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ۔ اگر ایسے انتہائی قرب کے مقام میں بھی ممکن الوقوع کا حصول نہیں ہوا تو کسی دوسرے کو یہ کہاں اور کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ (تو ممکن ہونے کا کیا فائدہ از مترجم)

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سر کی آنکھ کے ساتھ دیکھنا دارِ آخرت کے ساتھ مخصوص اور اس عالم پر موقوف ہے لیکن اس میں کوئی قطعی دلیل نہیں ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس عالم میں اس عالم کے لائق سر کی آنکھ کے ساتھ دیدار کے باوجود بعض حالات اور تفصیلات دارِ آخرت پر موقوف ہوں ۔

چونکہ اس مقام پر گفتگو علم و نقل کے حوالے سے ہو رہی ہے لہٰذا اسی قدر پر ہم اکتفا کر رہے ہیں ۔ اہلِ معرفت و تحقیق کے ہاں یہاں کلام ہی ادب ہے ۔

۵۳ بعض نے کہا یہاں اِلٰی بمعنی نعمت ہے یعنی وہ اپنے پروردگار کی نعمت کا انتظار کریں گے ۔

۵۴ یہ کفار کی مذمت و ہجو میں کلام نازل ہوا ہے

۵۵ یہ کفار کے حق میں تعذیب تب ہی بنتی ہے کہ دوسرے لوگ دیدار سے محفوظ ہوں اور کافر اس سے محروم و مخذول

ہوں۔ اگر اہل ایمان بھی محجوب ہوں تو کفار کو سرزنش کیسے ہوگی۔

۵۴۱۸ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيْمِهِمْ اِذْسَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ قَالَ فَيَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّعِيْمِ مَا دَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهٗ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت نعمتوں کے اندر ہوں گے کہ ان کے اوپر ایک نور چھا جائے گا۔ وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے تو رب تعالیٰ ان کے اوپر جلوہ افروز ہوگا، فرمائے گا کہ اے اہل جنت تمہارے اوپر سلامتی ہو۔ ارشاد ہوا کہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رب[۱] رحیم کی طرف سے سلام کیا جائے گا۔ فرمایا وہ ان کی طرف دیکھے گا اور یہ اس کی طرف دیکھیں گے اور جب تک اس کی طرف دیکھتے رہیں گے تو کسی اور نعمت کی طرف توجہ نہیں کریں گے یہاں تک کہ ان سے حجاب فرمائے گا اور اس کا نور[۲] باقی رہ جائے گا[۳] (ابن ماجہ)

۱؎ امام بیضاوی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجے گا۔ بواسطہ ملائکہ یا بے واسطہ۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ یہ سلام بلاواسطہ ہوگا۔

۲؎ دیدار کا ذوق وسرور

۳؎ یہ حجاب دستر بھی اس احسان فرمانے والے رحیم کی طرف سے بندوں پر لطف و مہربانی ہوگی۔ کیونکہ ہمیشہ اس کا دیدار مشہود اور اس کے نور میں مستغرق ہونا کس کی طاقت ہے اور اس کی کسے تاب ہے۔ کچھ وقت کے لیے اہل جنت اپنے حال میں لوٹ آئیں اور پھر وہ صفات جو جنت کی نعمتوں کی صورت میں ہیں اس کا مشاہدہ کریں تاکہ وہ دوسری تجلی کے مستحق ہوجائیں اور ہر بار ایک نئی لذت و سرور نصیب ہو۔

❖ ❖ ❖

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَهْلِهَا

جہنّم اور اہلِ جہنّم کے بارے میں

نار کا معنیٰ آگ ہے۔ نار اور نور کا اشتقاق ایک ہی مادہ ہے۔ نار کی جمع نیران اور نیر ہے۔ نون کے نیچے زیر اور یاء پر زبر۔ نور، نیار اور نیارا اس کا استعمال بطور مؤنث ہوتا ہے۔ لیکن مذکر کے طور پر بھی آیا ہے۔ اصطلاح شرع میں دوزخ کی آگ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۵۴۱۹ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النَّارِ جَهَنَّمَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ نَارُكُمُ الَّتِیْ یُوْقِدُ ابْنُ اٰدَمَ وَفِیْهَا عَلَیْهَا وَكُلُّهَا بَدَلَ عَلَیْهِنَّ وَكُلُّهُنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھاری آگ دوزخ کی آگ کا سترواں[1] حصہ ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ یہی آگ کافی تھی[2]۔ فرمایا وہ آگ ان آگوں سے انہتر درجہ زیادہ تیز[3] رکھی گئی ہے۔ ہر درجہ اس آگ کی مثل ہے۔ (بخاری و مسلم) اور مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں اور مسلم کی روایت میں تمھاری وہ آگ ہے جو انسان جلاتا ہے اور اس روایت میں عَلَیْهِنَّ اور كُلُّهُنَّ کی جگہ عَلَیْهَا اور كُلُّهَا ہے۔

[1] یعنی دوزخ کی آگ اس دنیوی آگ سے ستر مرتبہ زیادہ گرم ہے۔ اس عدد سے مقصد تعیین نہیں بلکہ کثرت و مبالغہ ہے۔ باقی اس عدد سے کثرت مراد مشہور و متعارف ہے۔

[2] اس سے سخت آگ پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟

[3] یہ سلقہ گفتگو کی تاکید اور اسے پختہ فرمایا ہے کہ یہ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ عذابِ خدا، عذابِ خلق سے ممتاز ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ باقی مختلف عذابوں سے آگ کے عذاب کو ترجیح دی گئی ہے۔

۵۴۲۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن دوزخ لائی جائے گی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اُسے کھینچیں گے۔ (مسلم)

۵۴۲۱ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَّهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِيْ الْمِرْجَلُ مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہوگا جس کے لیے آگ کا جوتا اور تسمے ہوں گے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے جیسے ہانڈی کھولتی ہے۔ وہ نہ سمجھے گا کہ کوئی بھی اس سے سخت تر عذاب والا ہے حالانکہ وہ ان سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

۵۴۲۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْطَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے ابوطالب ہوں گے وہ دو جوتے پہنے ہوں گے جن سے دماغ کھولتا ہوگا۔ (البخاری)

۵۴۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صِبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صِبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَهَلْ مَرَّبِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّبِيْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عیش والے دنیادار دوزخی کو لایا جائے گا اسے آگ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا پھر کہا جائے گا اے انسان کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی تھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی نعمت آئی تھی؟ وہ کہے گا یارب! واللہ کبھی نہیں اور دنیا میں سخت مصیبت زدہ جنتی کو لایا جائے گا اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا اے انسان تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی تھی تجھ پر کوئی سختی آئی تھی۔ وہ کہے گا یارب! واللہ کبھی نہیں نہ مجھ پر کوئی تکلیف آئی نہ میں نے کبھی کوئی

بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) سختی دیکھی ۔ (المسلم)

۱؎ جیسے کہ کپڑے کو رنگ دینے کے لیے خم میں ڈالا جاتا ہے ۔

۲؎ دوزخ کی سختی کے بعد اسے دنیاوی ہر نعمت و آسانی اس طرح بھول جائے گی جیسے اس نے اسے پایا ہی نہ تھا ۔

۳؎ یہاں اس بات کی تصریح ہے کہ اسے تکالیفِ دنیا اور اس کے مصائب ہر طرح فراموش ہو جائیں گے، مگر دوزخی کو دوزخ کی وجہ سے اگرچہ دنیا کی آسانی سے فراموشی ہوگی مگر کچھ نہ کچھ اسے یاد ہوگا جس پر اسے حسرت و افسوس ہوگا ۔

۵۴۲۴ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ أَكُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ أَرَدْتُ مِنْكَ أَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَأَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا فَأَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تُشْرِكَ بِي (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ہلکے عذاب والے دوزخی سے کہے گا اگر تیرے پاس ساری۱ زمین کی دولت ہوتی تو فدیہ میں دے دیتا وہ کہے گا ہاں۲۔ پھر اللہ اس سے فرمائے گا میں نے اس سے آسان چیز طلب کی تھی جبکہ تو آدم۳ علیہ السلام کی پیٹھ میں تھا کہ تو کسی کو میرا شریک نہ مان تو میرے شریک ٹھہرانے کی سزا سے انکاری ہو گیا۴ ۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ یعنی بطور فدیہ دے دے تاکہ اس کا عذاب ختم کر دیا جائے ۔

۲؎ وہ تمام فدیہ دے کر رہائی خریدنا چاہتا ہوں ۔

۳؎ یہ اس عہد و پیمان کی طرف اشارہ ہے جو روزِ ازل سے لیا گیا تھا ۔ باقی دنیاوی امر و نہی اسی عہد پر مبنی ہیں

۴؎ تو نے وہ عہد توڑ ڈالا اور میری سرکشی اور بغاوت اختیار کر لی ۔

۵۴۲۵ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى تَرْقُوَتِهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت سمرہ۱ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے کسی کو آگ ٹخنوں تک پکڑے گی اور ان میں سے کسی کو آگ گھٹنوں تک پکڑے گی اور ان میں سے کسی کو آگ کمر تک پکڑے گی اور ان میں سے کسی کو آگ گردن۲ تک پکڑے گی ۔ (المسلم)

۱؎ مشہور صحابی ہیں ۔ اہلِ بصرہ میں شمار ہوتے ہیں ۔ امام حسن بصری اور امام ابن سیرین انہی سے روایت کرتے ہیں

۲؎ ترقوۃ ۔ تاء پر زبر، را ساکن، قاف پر پیش گردن اور حلق کے درمیان کی ہڈی

۵۴۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ وَفِيْ رِوَايَةٍ ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ اُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهٖ مَسِيْرَةُ ثَلٰثٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فِيْ بَابِ تَعْجِيْلِ الصَّلٰوةِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ میں کافر کے کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ کافر کی ایک ہی داڑھ احد[1] پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر۔ (مسلم، اور اِشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا والی حدیث ابوہریرہ پہلے باب تعجیل الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

[1] احد۔ الف اور حاء دونوں پر پیش۔ مدینہ طیبہ کے قریب دیگر پہاڑوں سے جدا پہاڑ کا نام ہے۔ اس وجہ سے اسے احد کہا جاتا ہے۔

الفصل الثانی — دوسری فصل

۵۴۲۷ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُوْقِدَ عَلَى النَّارِ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى احْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى ابْيَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى اسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک دھونکا گیا۔ حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی۔ پھر اس پر ہزار سال تک دھونکا گیا حتیٰ کہ سفید[1] ہوگئی۔ پھر اس پر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا حتیٰ کہ سیاہ ہوگئی چنانچہ وہ سیاہ تاریک[2] ہے۔ (ترمذی)

[1] جب آگ تیز ہوتی ہے تو وہ صاف تر اور سفید ہو جاتی ہے۔ اس کی سرخی دھوآں بن جاتی ہے۔

[2] اب وہاں ہرگز روشنی نہیں۔

۵۴۲۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِثْلُ اُحُدٍ وَفَخِذُهٗ مِثْلُ الْبَيْضَاءِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثٍ مِثْلُ الرَّبَذَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کی داڑھ روزِ قیامت احد کی مانند ہوگی اور اس کی ران بیضاء[1] کی طرح اور اس کی آگ کی نشستگاہ ربذہ[2] کی طرح تین دن کی راہ ہوگی۔ (ترمذی)

[1] یہ بھی پہاڑ کا نام ہے

[2] ربذہ، راء، باء، ذال تمام پر زبر، قریہ کا نام ہے۔ مدینہ طیبہ سے تین دن کی مسافت پر ہے۔

۵۴۲۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اِثْنَانِ وَ اَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا وَّاِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ اُحُدٍ وَّاِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
۱۱

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کی کھال کی موٹائی بیالیس گز ہوگی اور اس کی داڑھ احد پہاڑ کی طرح اور اس کی دوزخ کی بیٹھک ایسی ہوگی جیسی مکہ اور مدینہ کے درمیان کے قریب کی مسافت[1] ہے (ترمذی)

[1] جو بارہ یا اس سے زیادہ دنوں کی مسافت ہے۔

۵۴۳۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّاهُ النَّاسُ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)
۱۲

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اپنی زبان کو س دو کوس نکالے گا جسے لوگ روندیں گے۔
(مسند احمد، ترمذی اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

۵۴۳۱ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّعُوْدُ جَبَلٌ مِّنْ نَّارٍ يَتَصَعَّدُ فِيْهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا وَّيَهْوِيْ بِهٖ كَذٰلِكَ فِيْهِ اَبَدًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
۱۲

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صعود[1] آگ کا پہاڑ ہے جس میں دوزخی ستر سال چڑھے گا اور وہاں سے گرے گا اور ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے گا (ترمذی)

[1] قرآن مجید میں ہے سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا، صاد پر زبر، آگ کا پہاڑ

۵۴۳۲ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ كَالْمُهْلِ اَيْ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قُرِّبَ اِلٰى وَجْهِهٖ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
۱۲

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کالمہل[1] کے بارے میں فرمایا یعنی تیل کی تلچھٹ[2] کی طرح تو جب اس کے چہرے کے قریب کیا جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر جائے گی۔ (ترمذی)

[1] کَالْمُهْلِ میم پر پیش، ہا ساکن۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کی تشریح کی اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (گنہ گاروں کی غذا زقوم کا درخت ہوگا اور ان کے پیٹ میں وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح جوش مارے گا۔
[2] جسم سے پیپ جاری ہوتی ہے اسے بھی مُہل کہا جاتا ہے۔

۵۴۳۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
۱۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَمِيْمَ لَيُصَبُّ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيْمُ حَتّٰى يَخْلُصَ اِلٰى جَوْفِهٖ فَيَسْلُتُ مَا فِيْ جَوْفِهٖ حَتّٰى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرم پانی دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا تو یہ گرم پانی اس میں سرایت کر جائے گا حتیٰ کہ اس کے پیٹ تک پہنچ جائے گا تو اس کے پیٹ کی چیزوں کو کاٹ ڈالے گا۔ حتیٰ کہ اس کے قدموں سے نکل جائے گا یہ صھر[۱] ہی ہے پھر جیسا تھا ویسا لوٹا دیا[۲] جائے گا۔ (ترمذی)

۱ صہر صاد پر زبر، ہاء ساکن، اس کا معنی دل میں جلن پیدا کرنا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جو کچھ ان کے پیٹ میں ہو گا اسے اور ان کی کھالوں کو وہ پگھلا دے گا۔ یعنی شدت حرارت کی وجہ سے ان کے ظاہر و باطن پر اس کا اثر ہو گا۔

۲ یا پھر ان کے چمڑے، آنتیں وغیرہ دوبارہ پہلے کی طرح کر دیا جائے گا اور پھر گرم پانی ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ہے۔ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا

۵۴۲۴ (۱۶) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَتَجَرَّعُهٗ قَالَ يُقَرَّبُ اِلٰى فِيْهِ فَيَكْرَهُهٗ فَاِذَا اُدْنِيَ مِنْهُ شَوٰى وَجْهَهٗ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَاْسِهٖ فَاِذَا شَرِبَهٗ قَطَّعَ اَمْعَاءَهٗ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهٖ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ وَيَقُوْلُ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ربانی يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَتَجَرَّعُهٗ کے متعلق فرمایا کہ جب اس کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو اسے وہ ناپسند کرے گا۔ اس کے قریب کیا جائے گا تو اس کے چہرے کو بھون ڈالے گا اور اس کے سر کی کھال گر جائے گی جب اسے پیے گا تو اس کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا جو اس کے پاخانے کی جگہ سے نکل پڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور وہ گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ ڈالے گا اور فرماتا ہے اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں تلچھٹ جیسا پانی دیا جائے گا جو برا پانی ہے۔ (ترمذی)

۵۴۲۵ (۱۷) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِسُرَادِقِ النَّارِ اَرْبَعَةُ جُدُرٍ كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ کے احاطے کی چار دیواریں ہیں۔ ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت ہے۔ (ترمذی)

۱؎ سُرادق، سین پر پیش، وہ چیز جو کسی کا احاطہ کرے مثلاً دیوار وغیرہ ۔ یہ سراپردہ سے معرب ہے ۔
۲؎ جمع جدار بمعنی دیوار، لفظ کِسُرَادِقُ دو طرح مروی ہے ۔ لام پر زبر اور قاف پر پیش یا لام کے نیچے زیر اور قاف پر بھی زیر، اول یہ معنی ہوگا ۔ احاطہ آگ دوزخ کی چار دیواری ہے ۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا ۔ آگ کا احاطہ چار دیواری نے کر رکھا ہے ۔

۵۴۲۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِّنْ غَسَّاقٍ[۱۸] يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَاَنْتَنَ اَهْلُ الدُّنْيَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک ڈول غساق[۱] کا دنیا میں بہا دیا جائے تو دنیا والے سارے بدبودار ہو جائیں ۔ (ترمذی)

۱؎ غساق، سین پر شد یا مخفف وہ زرد پانی جو دوزخیوں کے اجسام سے بہے گا ۔ یا بعض نے ان کے آنسو مراد لیے ہیں ۔

۵۴۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ[۱۹] اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قُطِرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامَهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت[۱] کی ۔ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرنا مگر حالت اسلام میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر الزقوم[۲] کا ایک قطرہ اس دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا والوں کی زندگی برباد کر دے گا ۔ اس کا کیا حال ہوگا جو اسے کھائے گا (ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے) ۔

۱؎ تقویٰ چونکہ عذابِ دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے اور اس کا ترک عذاب میں گرفتار ہونے کا ذریعہ ہے ۔ لہٰذا اس مناسبت سے آپ نے یہ آیت پڑھی ۔
۲؎ الزقوم، دوزخ میں ایک درخت ہے ۔

۵۴۲۸ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۲۰] قَالَ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ قَالَ تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَسْطَ رَأْسِهٖ وَتَسْتَرْخِيْ شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ[۱] دوزخی دوزخ میں دانت نکالے ہوں گے ۔ فرمایا[۲] اسے آگ بھون دے گی تو اس کا اوپر[۳] والا ہونٹ سکڑ جائے گا حتی کہ اس کے سر تک پہنچ جائے گا اور نیچے والا ہونٹ لٹک جائے گا ۔ حتی کہ اس کی ناف تک پڑے گا ۔ (ترمذی)

۱؎ اس آیت کا ابتدائی حصہ ہے تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ كَالِحُوْنَ کا معنی ترش رو

ہونا۔ دانتوں کا ہونٹوں کے ساتھ پیوست ہوجانا۔
ـــہ۲ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے۔
ـــہ۳ تقلص، باب تَفَعُّلْ ہے۔ قلوص کا معنی سایہ کا باہر آنا۔ دھونے کے بعد کپڑے سے پانی کا ٹپکنا۔

۵۴۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ ابْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِيْعُوْا فَتَبَاكَوْا فَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ يَبْكُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى تَسِيْلَ دُمُوْعُهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ كَاَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتّٰى يَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَتَسِيْلُ الدِّمَاءُ فَتَقَرَّحُ الْعُيُوْنُ فَلَوْ اَنَّ سُفُنًا اُزْجِيَتْ فِيْهَا لَجَرَتْ
(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! روؤ[۱] اور اگر نہ رو سکو تو بہ تکلف[۲] روؤ۔ کیونکہ دوزخی لوگ روئیں گے حتیٰ کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر ایسے بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں کہ آنسو ختم ہوجائیں گے تو آنکھوں کو زخمی کر دیں گے۔ اگر کشتیاں اس میں بہائی جائیں تو بہہ جائیں۔
(شرح السنہ)

ـــہ۱ خدا کے خوف سے
ـــہ۲ اس کے خوف کا ذکر و تصور کر کے روئیں تا کہ حال نصیب ہوجائے

۵۴۴۰ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلْقٰى عَلٰى اَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ مِّنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِيْ غُصَّةٍ فَيَذْكُرُوْنَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُجِيْزُوْنَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ اِلَيْهِمُ الْحَمِيْمُ بِكَلَالِيْبِ الْحَدِيْدِ فَاِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ فَاِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ اُدْعُوْا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں پر بھوک مسلط کر دی جائے گی تو یہ بھوک سارے عذابوں کے برابر ہوجائے[۱] گی جن میں وہ مبتلا ہیں۔ وہ فریاد کریں گے تو وہ ضریع[۲] میں سے دیے جائیں گے جو نہ موٹا کرے نہ بھوک سے نجات دے پھر وہ کھانا مانگیں گے تو انھیں گلا لینے والا کھانا دیا جائے گا تو انھیں یاد آئے گا کہ وہ دنیا میں کیسے پانی . اتارتے تھے یعنی نگلتے تھے۔ چنانچہ وہ پانی مانگیں گے تو انھیں کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا لوہے کی کنڈیوں[۳] سے۔ جب وہ ان کے منہ کے قریب ہوگا تو ان کے منہ بھون دے گا۔ پھر جب ان کے پیٹ میں داخل ہوگا تو ان کے پیٹوں کی ہر چیز کاٹ ڈالے گا تو کہیں گے دوزخ کے منتظمین کو پکارو۔ مگر منتظمین کہیں گے

فَادْعُوا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلَالٍ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا مَالِكًا فَيَقُوْلُوْنَ يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ اِنَّكُمْ مَاكِثُوْنَ قَالَ الْاَعْمَشُ نُبِّئْتُ اَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَاِجَابَةِ مَالِكٍ اِيَّاهُمْ اَلْفَ عَامٍ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ فَلَا اَحَدَ خَيْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّيْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُوْنَ قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَاْخُذُوْنَ فِى الزَّفِيْرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کیا تمھارے پاس رسول دلائل نہیں لائے۔ کہیں گے ہاں[۴] کہیں گے پکارے جاؤ کفار کی پکاریں ہیں ہی برباد۔ فرمایا پھر کہیں گے مالک[۵] کو پکارو۔ کہیں گے مالک[۶] اب تو تمھارا رب ہمارا فیصلہ ہی کر دے۔ فرمایا وہ انھیں جواب دے گا تم یہاں رہو گے۔ اعمش[۷] کہتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ دوزخیوں کی پکار اور مالک کے جواب دینے میں ایک ہزار سال کا فاصلہ[۸] ہوگا۔ پھر کہیں گے اپنے رب کو پکارو کہ تمھارے رب سے بہتر کوئی نہیں تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہماری بدنصیبی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ قوم تھے اے ہمارے رب! ہم کو اس سے نکال اگر اب ہم کفر کی طرف لوٹ آئیں تو ہم ظالم ہیں۔ فرمایا انھیں جواب دے گا پڑے رہو اس[۹] میں مجھ سے بات[۱۰] نہ کرو۔ فرمایا اس وقت ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں[۱۱] گے اور اس وقت ندامت اور خرابی کی پکاروں میں مشغول ہوں گے۔ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن[۱۲] نے فرمایا کہ لوگ اس حدیث کو مرفوع[۱۳] قرار نہیں دیتے (ترمذی)

۱؎ یہاں سے معلوم ہوا کہ بھوک کی آگ آتشِ دوزخ کے برابر ہے۔

۲؎ خاردار گھاس جب خشک ہو جائے تو اسے ضریع کہا جاتا ہے۔

۳؎ کلوب، کلاب، زبر اور پیش دونوں کے ساتھ۔ کنڈا (وہ لوہا جس کا سر ٹیڑھا ہو) اس کی جمع کلالیب ہے۔

۴؎ انھوں نے ہمیں تبلیغ فرمائی مگر ہم نے ان کی نہ مانی اور ایمان نہ لائے۔

۵؎ دوزخی آپس میں یا ملائکہ ان سے کہیں گے۔

۶؎ جس کے سپرد دوزخ ہے۔

۷؎ اس حدیث کے ایک راوی کا نام ہے۔

۸؎ ہزار سال انتظار کرتے ہوئے عذاب چکھنا ہوگا۔

۹؎ انھیں کتوں کی طرح دھتکار دیا جائے گا خساء کا معنی ہے کتے کو دھتکارنا اور بھگانا۔

۱۰؎ یہ عذاب دور ہونے والا نہیں ہے۔

۱۱؎ کیونکہ مالک جہنم نے بھی ان کی فریادرسی نہ کی۔ پروردگارِ عالم نے بھی ان کو دھتکار دیا اور ان کا اعتذار قبول نہ فرمایا اب وہ کس کے آگے روئیں گے۔

۱۰؎ زفیر، گدھے کی پہلی آواز کو کہا جاتا ہے جیسا کہ شہیق آخری آواز کو کہا جاتا ہے۔

۱۱؎ راویانِ حدیث میں ایک ہیں۔

۱۲؎ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قرار نہیں دیتے بلکہ اسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر موقوف رکھتے ہیں حالانکہ اسے حدیث مرفوع ہونا چاہیے، خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً ثابت ہو یا نہ، کیونکہ دوزخ اور قیامت کے معاملات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر بیان کیے جا سکتے ہیں۔

۵۴۴۱ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى لَوْ كَانَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا سَمِعَهٗ اَهْلُ السُّوْقِ وَحَتّٰى سَقَطَتْ خَمِيْصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں نے تم کو آگ سے ڈرایا۔ میں نے تم کو آگ سے ڈرایا کہا آپ ۱؎ یہ فرماتے رہے حتیٰ کہ ۲؎ اگر حضور میری اس جگہ ہوتے تو بازار والے سن لیتے اور حتیٰ کہ جو چادر آپ کی تھی وہ آپ کے قدموں کے پاس گر پڑی۔ (دارمی)

۱؎ حضرت نعمان بن بشیر نے

۲؎ بلند آواز سے فرمایا

۵۴۴۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَصَاصَةً مِّثْلَ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ اُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَهِيَ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْاَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ اَنَّهَا اُرْسِلَتْ مِنْ رَأْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ اَصْلَهَا اَوْ قَعْرَهَا (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی کھوپڑی ۱؎ کی مثل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر اس کے برابر سیسے کا ٹکڑا آسمان سے زمین کی طرف گرایا جائے جب کہ یہ ۲؎ پانچسو سال کی مسافت ہے: تو سیسے کا وہ ٹکڑا رات سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا ۳؎ اور اگر زنجیر ۴؎ کے کنارے سے وہ ٹکڑا گرایا جائے تو وہ چالیس سال دن چلتا رہے گا قبل اس کے کہ اس زنجیر کی جڑ یا (فرمایا) اس کی گہرائی تک ۵؎ پہنچ جائے (ترمذی)

۱؎ جُمْجُمَۃ دونوں جیموں پر پیش، اس کا معنی ہے سر کی کھوپڑی اور لکڑی کا پیالہ یعنی اگر انسان کی کھوپڑی کے برابر سیسے کا گول ٹکڑا ہو جو گول بھی ہو اور بھاری بھی۔ یہ دونوں صفتیں اس سیسے کے ٹکڑے کے تیزی سے حرکت کرنے اور گرنے کا سبب ہیں۔

۲؎ یعنی زمین و آسمان کے درمیان پانچ سو سال کے چلنے کی مسافت ہے۔

۳؎ یعنی تھوڑی سی مدت میں

۴؎ جس کی لمبائی ستر گز ہے اور کافر کو اس میں پرو دیا جائے گا، جیسے ارشادِ ربانی ہے ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۔ الحاقۃ ۶۹/۳۲۔ (پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے، اسے پرو دو)

۵؎ یہ راوی کو شک ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنجیر کی جڑ فرمایا یا گہرائی فرمایا ۔ عبارت سے ظاہر ہے کہ اَصْلُهَا یا قَعْرُهَا کی ضمیر سلسلہ (زنجیر) کی طرف راجع ہے یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ضمیر جہنم کی طرف راجع ہو اس لیے کہ زنجیر میں پروئے ہوئے دوزخی دوزخ میں ہوں گے ۔ پہلی صورت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب زنجیر کی لمبائی ستر ہاتھ ہے تو اس میں اتنی لمبائی کہاں سے آجائے گی؟ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ستر سے مخصوص عدد مراد نہیں ہے بلکہ کثرت اور مبالغہ مراد ہے ۔ دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس جہان کے ہاتھ کو اس جہان کے ہاتھ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔ جیسے حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیراط اُحد پہاڑ کی مثل ہے ۔ نیز جب کافروں کے اجسام حیران کن حد تک بڑے ہوں گے ۔ جیسے کہ احادیث مبارکہ میں آیا ہے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ زنجیر کتنی بڑی ہو گی جس میں کافروں کی گردنوں اور پاؤں کو پرو دیا جائے گا ۔ اس تقریر کے باوجود مخفی نہ رہے کہ جہنم کی طرف ضمیر کا راجع کرنا زیادہ ظاہر اور معنی کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے ۔

۵۴۴۳/۲۵ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِيْ جَهَنَّمَ لَوَادِيًا يُقَالُ لَهٗ هَبْهَبُ يَسْكُنُهٗ كُلُّ جَبَّارٍ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ابو بُردہ۱؎ نے اپنے والدِ گرامی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام ھبھب۲؎ ہے ۔ ہر تکبر کرنے والا وہاں رہے گا (دارمی)

۱؎ ابو بردہ ۔ باء پر پیش واء ساکن حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں ۔ ثقہ تابعی، قاضی کوفہ میں ان کا نام حارث ہے ۔ بعض نے کہا ان کا نام عامر ہے ۔ بعض کے نزدیک یہی کنیت ان کا نام بھی ہے ۔ اپنے والد کے علاوہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں ۔ فاضل اہلِ علم میں سے تھے ۔ ایک سو چار ہجری میں ان کا وصال ہوا ۔

۲؎ ھَبْھَبْ، بروزن جعفر، اس کا معنی تیز اور جلدی کے ہیں ۔ اس وادی کو یہ نام دینے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کی آگ گناہ گاروں کو جلانے میں تیز تر ہو گی ۔

الفصل الثالث

٥٤٤٤ (۲٦) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْظُمُ اَهْلُ النَّارِ حَتّٰى اَنَّ بَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنِ اَحَدِهِمْ اِلٰى عَاتِقِهٖ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ وَاِنَّ غِلَظَ جِلْدِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا وَاِنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ ۔

(رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

تیسری فصل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دوزخی لوگ جہنم میں بڑے ہوجائیں گے یہاں تک کہ ان میں سے ایک آدمی کے کان کی لَو سے کندھے تک سات سو برس کی مسافت کے برابر فاصلہ ہوگا اور اس کی کھال ستر گز موٹی ہوگی اور اس کی داڑھ کوہِ احد کی مانند ہوگی ۔

(مسند احمد)

٥٤٤٥ (۲۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِى النَّارِ حَيَّاتٍ كَاَمْثَالِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا وَاِنَّ فِى النَّارِ عَقَارِبَ كَاَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُوْكَفَةِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا ۔

(رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ میں اونٹنی[2] کی طرح کے سانپ ہیں ۔ ان میں سے ایک دوزخی کو ایک مرتبہ ڈسے گا تو اس کی تکلیف[3] چالیس سال تک محسوس کرے گا اور آگ میں پالان والے خچروں کی طرح بچھو ہیں ۔ ان میں سے ایک ڈنگ مارے گا تو اس کا ڈنگ چالیس سال تک تکلیف دے گا ۔

(مسند احمد)

[1] جزء، جیم پر زبر، زاء ساکن، اس کے بعد ہمزہ ، بعض شروح مصابیح میں اس کی تصحیح یوں ہے جیم پر زبر اور زاء مشدد، صحابی ہیں ۔ فتح مصر کے وقت سے وہاں ہی ٹھہر گئے اور مصر میں صحابہ میں سے آخری ہیں ۔

[2] البخت، باء پر پیش، طاقت ور اونٹ

[3] حموۃ ، حاء پر زبر، میم ساکن، شدت الم و تکلیف

٥٤٤٦ (۲۸) وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ثَوْرَانِ مُكَوَّرَانِ فِى النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ الْحَسَنُ وَمَا ذَنْبُهُمَا فَقَالَ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند دونوں روز قیامت[1] نیر کے دو بل دار ٹکڑے ہوں گے جنھیں آگ میں پھینکا جائے گا ۔ جناب حسن نے کہا ان دونوں کا کیا گناہ ہے ؟ فرمانے لگے میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنا[2] رہا ہوں ۔ اس پر حسن

فَسَكَتَ الْحَسَنُ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

خاموش ہو گئے۔

(بیہقی، کتاب البعث والنشور)

ا۔ ثور، ثاء پر زبر، پنیر کا ٹکڑا

۲۔ تم اس پر سوال کر رہے ہو؟ حضرت حسن کا سوال بطور تعجب تھا۔

۵۴۴۷ / ۲۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا شَقِيٌّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنِ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَّمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهٗ بِمَعْصِيَةٍ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگ میں بدنصیب ہی جائے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ بدبخت کون ہے؟ فرمایا جو اللہ کی فرمانبرداری نہ کرے اور گناہ ترک نہ کرے

(ابنِ ماجہ)

۳۵۲۔ بَابُ خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

جنّت و دوزخ کی تخلیق کا بیان

احادیث سے ثابت ہے کہ جنت و دوزخ کی تخلیق ہو چکی ہے۔ اب بھی روزِ قیامت سے پہلے وہ موجود ہیں کچھ اہلِ بدعت اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ان کی تخلیق بعد از قیامت ہو گی۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۴۴۸ / ۱ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِيْ لَا يَدْخُلُنِيْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ اِنَّمَا اَنْتِ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ وَقَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت و دوزخ کے درمیان مناظرہ ہوا۔ دوزخ بولی میں غرور والوں اور جابروں کے لیے خاص کی گئی ہوں۔ جنت نے کہا میرا حال یہ ہے کہ مجھ میں صرف کمزور لوگ اور گرے پڑے سیدھے سادھے ہی داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعے جس پر چاہوں گا

لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَآءُ مِنْ عِبَادِیْ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰی يَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهٗ يَقُوْلُ قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَّاَمَّا الْجَنَّةُ فَاِنَّ اللّٰهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

رحم کروں گا اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعے جس پر چاہوں گا عذاب کروں گا۔ تم میں سے ہر ایک کا بھرنا طے شدہ ہے لیکن دوزخ نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا مبارک پاؤں[۵] اس میں رکھے گا اور فرمائے گا بس[۶] بس بس، اس وقت وہ بھر جائے گی، اور اس کے بعض حصص دوسروں سے مل جائیں گے[۷]۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا[۸]۔ رہی جنت تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق اور پیدا[۹] فرمائے گا۔ (بخاری ومسلم)

[۱] یا تو ان کے درمیان مکالمہ ہوا یا ہر ایک نے شکایت کی کہ مجھ میں ایسا کیوں ہوا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میری مشیت ہے جسے چاہوں رحمت وکرم کا مقام اور جسے چاہوں قہر وغضب کا محل بنا دوں۔

[۲] سقط، سین اور قاف دونوں پر زبر، ردی سامان اور بے کار شے، یہ لوگ دوسرے لوگوں کی آنکھوں میں کوئی مقام نہ رکھتے ہوں گے۔ یہ باعتبار اکثر واغلب ہے ورنہ جنت میں انبیاء علیہم السلام، رسولان کرام، بادشاہ اور علماء بھی ہوں گے یا یہاں ضعفاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کو بارگاہِ ایزدی میں تواضع اور خشوع وخضوع کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اپنے نفس کو خوار وپست رکھتے ہیں۔

[۳] غرہم، غین کے نیچے زیر اور راء شدد، مراد سادہ دل اور فریب خوردہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے اَكْثَرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْبُلْهُ (اکثر سادے لوگ جنتی ہوتے ہیں)۔

[۴] قط۔ قاف پر زبر، طاساکن، بمعنی بس۔

[۵] اللہ تعالیٰ کے لیے پاؤں کا اطلاق از قبیل متشابہات ہے۔ اور متشابہات کا حکم یہ ہے ان کو قرآن وحدیث میں جس طرح بیان کیا گیا ہے اس طرح ان پر ایمان لانا ضروری ہے جو اس سے مراد ہے وہی حق ہے۔ ان کی کیفیت کے بیان سے بچا جائے، محفوظ مذہب یہی ہے۔ بعض نے ان کے معانی میں تاویل کی ہے تاکہ تشبیہ کا ایہام نہ ہو۔

[۶] یعنی اسے تنگ کر دیا جائے گا۔

[۷] ایسا نہ ہوگا کسی بے گناہ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے یا کسی جماعت کو پیدا کر کے جہنم کو پُر کر دے۔ یہاں ظلم سے مراد اس کی صورت ہے ورنہ اگر کسی بے گناہ کو وہ ڈال دے در حقیقت یہ ظلم نہیں کیونکہ اس نے اپنے ملک میں تصرف فرمایا ہے نہ کہ دوسرے کی ملک میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ صورۃً ظلم بھی نہیں فرماتا۔

[۸] یہ اس کا فضل ہے کہ کسی بے گناہ کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ مگر بے طاعت کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

۵۴۴۹ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيْهَا قَدَمَهٗ فَيَنْزَوِيْ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ فِيْ كِتَابِ الرِّقَاقِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ دوزخ میں ڈالے جاتے رہیں گے وہ کہے گی اور بھی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت اس میں اپنا قدم مبارک رکھے گا تو اس کا ایک حصہ دوسرے کے قریب ہو جائے گا اور کہے گی بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم، جنت میں وسعت رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق پیدا کر کے اسے جنت کے زائد حصے میں ٹھہرائے گا (اور حفت الجنۃ بالمکارہ والی حدیث انس باب الرقاق میں ذکر ہو چکی ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ جن وانس

۲؎ وہ پُر نہ ہوگی اضافہ کی طلب کرے گی

۳؎ میں پُر ہو گئی ہوں

۴؎ اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۴۵۰ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرَئِيْلَ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَدْخُلَهَا اَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ اِذْهَبْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی تو جبریل سے فرمایا جاؤ اسے دیکھو انھوں نے جا کر اسے دیکھا اور جو اس کے رہنے والوں کے لیے تیار کیا تھا واپس آکر عرض کیا اے رب! تیری عزت کی قسم! کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اس میں داخل نہ ہو جائے۔ پھر اسے مشقتوں سے ڈھانپ دیا پھر فرمایا اے جبریل! اسے جا کر دیکھو وہ کہیں گے میں گیا اور دیکھا واپس آکر عرض کرنے لگے اے رب اکرم تیری عزت کی قسم میں تو ڈرتا ہوں کہ مبادا اس میں ایک بھی داخل نہ ہو جب اللہ تعالیٰ نے جہنم پیدا کی تو جبریل سے فرمایا اسے جا کر

فَانْظُرْ اِلَیْھَا قَالَ فَذَھَبَ فَنَظَرَ اِلَیْھَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَا یَسْمَعُ بِھَا اَحَدٌ فَیَدْخُلُھَا فَحَفَّھَا بِالشَّھَوَاتِ ثُمَّ قَالَ یَا جِبْرِیْلُ اِذْھَبْ فَانْظُرْ اِلَیْھَا قَالَ فَذَھَبَ فَنَظَرَ اِلَیْھَا فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَھَا (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ)

دیکھو وہ گئے دیکھا واپس آکر عرض کیا اے میرے رب! تیری عزت کی قسم نہیں سنا جائے گا کہ اس میں ایک[۸] بھی داخل ہو پس اسے خواہشات سے ڈھانپ[۹] دیا۔ پھر فرمایا جبرئیل اب جاؤ دیکھو انھوں نے دیکھا اور آکر عرض کیا اے میرے رب تیری عزت کی قسم میں تو ڈرتا ہوں کہیں ہر کوئی اس میں داخل نہ ہو جائے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۱؎ ہم نے اسے کس قدر جمیل ولطیف بنایا ہے

۲؎ اس کا مقصد جنت کا حسن وجمال بیان کرنا ہے یعنی جو بھی اس کے بارے میں سنے گا اس میں جانے کی تمنا کرے گا۔

۳؎ وہ چیزیں جن کو طبیعت پر بجالانا مشقت ہو جو شخص اوامر ونواہی پر عمل نہیں کرے گا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۴؎ مشقتوں سے ڈھاپنے کے بعد۔

۵؎ مقصود احکام شرعیہ پر عمل کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے کہ جنت کا داخلہ نہایت ہی دشوار ہے۔

۶؎ اس کی ہیبت ورعب کی وجہ سے۔

۷؎ جو چیزیں جن کی طرف نفس مائل ہوتا ہے اور وہ گناہ ومعاصی ہیں۔

۸؎ آگ یا خواہشات کو

۹؎ یعنی ان خواہشات کی طرف ہر نفس مائل ہوگا جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جائے گا

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۴۵۱ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی لَنَا یَوْمًا الصَّلٰوۃَ ثُمَّ رَقِیَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِیَدِہٖ قِبَلَ قِبْلَۃِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ قَدْ اُرِیْتُ الْاٰنَ مُنْذُ صَلَّیْتُ لَکُمُ الصَّلٰوۃَ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَیْنِ فِیْ قِبَلِ ھٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اپنے مبارک ہاتھ سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا فرمایا ابھی جب میں نے نماز پڑھائی تو جنت ودوزخ اس دیوار کی جانب[۱] میں اپنی شکل میں دکھائی گئیں میں نے آج کے دن کی طرح خیر وشر والا جامع دن نہیں دیکھا[۲] (البخاری)

؎۱ قبل، قاف کے نیچے زیر باء پر زبر یا پیش، قاف پر پیش اور باء ساکن سے مروی ہے اس کے مقابل ہے۔

؎۲ بہشت کو نہایت خوبصورت اور دوزخ کو نہایت بدصورت دیکھا ہے۔

؎۳ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنت و دوزخ اس قدر وسیع ہونے کے باوجود دیوار، پر کیسے متمثل ہو گیں اس کا جواب یہ ہے یہ اسی طرح متمثل ہو گیا جیسے کوئی باغ یا شہر باوجود اپنی وسعت کے آئینہ یا پانی میں متمثل ہو جاتا ہے اور شے کی تمثیل کے لیے طول و عرض میں شے کے برابر ہونا ضروری نہیں ہوتا اور حدیث سے یہ بھی لازم نہیں آرہا کہ جنت و دوزخ کا تمثیل دیوار پر ہوا تھا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ دیوار پر تمثیل ہوا بلکہ فرمایا دیوار کی جانب ہوا تو کہا جا سکتا کہ تمثل اس طرف ہوا اور وہ کوئی دوسرا جہان تھا۔

بعض روایات میں الفاظ میں رایت الجنۃ والنار فی عرض ھذا الحائط (میں نے جنت و دوزخ کو اس دیوار کی چوڑائی میں دیکھا ہے) تو عرض (عین پہ پیش اور راء ساکن) طرف اور جانب کے معنی میں بھی آتا ہے یہاں اس مذکورہ روایت سے اعتراض کیا جاتا ہے جس کا یہی جواب ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا یہ مراد نہیں کہ اس دیوار کی جانب میں نے جنت دوزخ کو دیکھا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ میں نے اس حال میں جنت و دوزخ دیکھا جس جانب میں تھا تو اب کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

۲۵۲۔ خلق کی تخلیق کی ابتداء اور حضرات انبیاء کے تذکرہ کا بیان

مخلوق کی ابتداء کا بیان ہے اور انبیاء کا ذکر کیونکہ انہی کے ذریعے دین، ملت، عالم و کائنات کے امور کی اصلاح اور انتظام ہوتا ہے۔ نوعِ انسان کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ واضح رہے تمام ملتیں حتیٰ کہ مجوسی بھی اس بات کے قائل ہیں کہ عالم حادث ہے یعنی یہ عدم سے وجود میں لایا گیا ہے اور پہلے سوائے اللہ کے کوئی نہ تھا بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا فرمایا۔ اس سلسلہ میں سب سے اعلیٰ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کان اللہ ولم یکن شیئ (اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس تھی، اس کے ساتھ اور کوئی نہ تھا) پھر لوح و قلم کو پیدا فرما کر دیگر مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ان کی تقدیر لکھی اس کے بعد عرش، کرسی، آسمان، زمین، فرشتے اور جن و انس پیدا کیے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ اجسام مع صفات حادث ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے

کر اجسام میں اول مخلوق پانی ہے کیونکہ وہ تمام صورتوں کے قابل ہے۔ جب لطیف ہوتا ہے تو ہوا بنتا ہے اس کے خلاصہ سے آگ پیدا ہوتی، اس کے دھویں سے آسمان ہے۔ دھویں کا آسمان پر اطلاق قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ اس قول کی نسبت بعض حکماء کی طرف ہے جن کا نام اذثالس ملطی ہے لیکن شارحین نے فرمایا اس نے یہ قول حضور علیہ السلام کی تعلیمات سے اخذ کیا ہے۔ تورات کے صفحہ اول میں ہے اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر کو پیدا فرمایا پھر اس میں ہیبت وجلال کے ساتھ نظر فرمائی وہ پگھل کر پانی ہوگیا اس سے بخارات دھوئیں کے مانند اڑے اس سے آسمان پیدا فرمایا، اس پانی پہ جھاگ پیدا ہوئی اس سے زمین پیدا کردی پھر اس کے بعد پہاڑوں کو گاڑ دیا گیا اس بارے میں لوگوں کی مختلف آراء ہیں لیکن ان امور کو عقل دنیا سے ماپا نہیں جاسکتا ہاں وحی سے یا اس سے حاصل شدہ علم سے انھیں حاصل کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم بحقائق الامور۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۴۵۲ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ اِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَهٗ قَوْمٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَدَخَلَ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ وَلِنَسْاَلَكَ عَنْ اَوَّلِ هٰذَا الْاَمْرِ مَا كَانَ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ ثُمَّ اَتَانِيْ رَجُلٌ فَقَالَ يَا عِمْرَانُ اَدْرِكْ نَاقَتَكَ فَقَدْ ذَهَبَتْ فَانْطَلَقْتُ اَطْلُبُهَا وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوَدِدْتُّ اَنَّهَا قَدْ ذَهَبَتْ وَلَمْ اَقُمْ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

پہلی فصل

حضرت عمران بن حصین[1] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا ایک قوم بنو تمیم کی آپ کی خدمت میں آئی فرمایا البشارت قبول کرو وہ کہنے لگے آپ نے ہمیں بشارتیں تو دے دیں ہم کو تو کچھ دیجیے پھر یمن کے کچھ لوگ آئے حضور نے فرمایا جب بنو تمیم بشارت قبول نہیں کرتے تو تم قبول کرلو، انھوں نے کہا ہم قبول کرتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ دینی علم سیکھیں اور آپ سے اس چیز کی ابتداء پوچھیں کہ کیا چیز تھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا اس کا عرش پانی پر تھا پھر اس نے آسمان زمین پیدا کیے اور لوح محفوظ میں ہر چیز لکھی۔ پھر میرے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا اے عمران! اپنی اونٹنی پکڑو وہ بھاگ گئی ہے تو میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا اور اللہ کی قسم میری تمنا ہے کہ وہ چلی گئی ہوتی اور میں وہاں سے نہ اٹھتا۔ (بخاری)

[1] عمران بن حصین حاء پہ پیش، صاد پر زبر، مشہور صحابی ہیں، تیس سال بستر پہ بیمار پڑے رہے یہ فرشتوں کو دیکھتے اور وہ ان کو سلام کہتے ایک بار انھوں نے داغ کے ذریعہ علاج کروایا تو ملائکہ کا دیکھنا ختم ہوگیا (دوبارہ پھر

شروع ہو گیا تھا)۔

ے۲ تم ان عقائد و اعمال کو قبول کرلو جو دخولِ جنت کا ذریعہ ہیں اور دارین میں کامیابی کی بشارت اور فلاح کا مدار ہیں چونکہ ان کا مطمع نظر دنیا اور اس کا متاع تھا (اس سے اللہ کی پناہ)

ے۳ تو انھوں نے کہا ہم نے بشارت سن لی قبول کی مگر ہمیں دنیا کا سامان دو۔

ے۴ تحقیق کے بارے میں

ے۵ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرش اور پانی کی تخلیق، آسمان و زمین سے پہلے کی ہے اور پانی پر عرش کا معنی یہ ہے کہ ان کے درمیان کوئی شے نہ تھی یہ معنی نہیں کہ عرش بالکل پانی کے اوپر تھا اور اس پانی سے مراد دریا کا پانی بھی نہیں بلکہ اس سے مراد دوسرا پانی ہے جو زیر عرش تھا۔ اس کا تذکرہ باب الایمان بالقدر میں گزر چکا ہے۔

ے۶ یا تو حروف ایجاد فرماتے یا ملائکہ کو لکھنے کا حکم دیا ظاہر یہی ہے کہ یہ لکھنا عرش کی تخلیق سے پہلے ہے۔

ے۷ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

ے۸ حضرت عمران اپنی اونٹنی بٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کسی نے خبر دی کہ اونٹنی بھاگ گئی ہے وہ مجبوری کی وجہ سے اٹھے مگر افسوس کیا کیونکہ صحبت نبوی کے فوائد سے محروم ہو رہے تھے۔

۵۴۵۲ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا[۱] وَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ[۲] حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ[۳] (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ہمیں مخلوق کی پیدائش کے بارے میں بتانا شروع فرمایا یہاں تک کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانوں پر جہنم میں پہنچ گئے، اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور وہ بھول گیا جو بھول گیا۔ (البخاری)

ے۱ وعظ و نصیحت پر مشتمل خطبہ ارشاد فرمایا۔

ے۲ مبداء و معاد کے احوال یعنی از ابتدا تا انتہا تمام بیان فرما دیا۔

ے۳ حاصل معنی یہ ہے بعض نے یاد رکھا بعض نے بھلا دیا۔

۵۴۵۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ[۱] فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پہلے ایک تحریر لکھی کہ میری رحمت میرے غضب سے بڑھ کر ہے[۱] پس وہ لکھا ہوا اس کے پاس عرش پر ہے۔ (بخاری و مسلم)

ے۱ اس سے مراد آثار رحمت کے ظہور کی کثرت اور اس کا تمام مخلوق کو شامل اور حاصل ہونا ہے۔ رہا غضب تو

وہ کبھی کبھی بعض مقامات پر معرض وجود میں آتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ گرامی ہے اِنَّ عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِہٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (میرا عذاب اس کو پہنچتا ہے جس کو میں چاہوں گا اور میری رحمت ہر شے سے وسیع ہے)۔

۵۴۵۵ وَعَنْ عَائِشَۃَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ نُّوْرٍ وَّخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَکُمْ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں کو نور[1] سے پیدا کیا گیا اور جنات[2] کو خالص آگ[3] سے، اور آدم کو جس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ تم سے بیان[4] کر دی گئی ہے (المسلم)

[1] قاموس میں ہے نور کا معنی روشنی یا اس کی شعاع ہے، یہاں روشن جوہر مراد ہے۔ معنیٔ نور پر تفصیلی گفتگو کے لیے اس گفتگو کا مطالعہ ضروری ہے جو مفسرین کرام نے "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے تحت کی ہے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب "مشکوٰۃ الانوار" میں اس پر بڑی طویل بحث کی ہے۔ ہم نے اس رسالہ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس میں اضافات کیے ہیں۔

[2] اس کا معنی جن ہے یا جنوں کا باپ جیسا کہ لفظ آدم، بشر کے لیے بولا جاتا ہے۔

[3] ایسی آگ جو دھویں سے خالی ہو۔ نہایہ لغت میں مارج کے معنی مضطرب اور مختلط کے ہیں۔ امام بیضاوی کے بقول مارج دھوئیں سے صاف آگ ہے "من نار" کا لفظ اس کا بیان ہے۔ صحاح میں بھی یہی ہے۔ قاموس میں ہے مارج من نار سے بے دھواں آگ مراد ہے۔ بیضاوی نے بھی فرمایا ہے کہ نور سے مراد روشن جوہر ہے آگ کا حال بھی یہی ہوتا ہے۔ مگر اس میں دھوئیں کی آمیزش ہوتی ہے جب صاف و شفاف ہو محض نور کی طرح ہوتی ہے جب وہ اصلی حالت میں ہو تو اس کا نور بجھ جاتا ہے اور وہ صرف دھویں کی صورت میں رہ جاتی ہے۔ الغرض فرشتے اور جن کے درمیان یہی فرق ہے۔

[4] قرآن مجید میں ہے کہ اسے کیچڑ سے پیدا کیا گیا ہے۔

۵۴۵۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللّٰہُ اٰدَمَ فِی الْجَنَّۃِ تَرَکَہٗ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّتْرُکَہٗ فَجَعَلَ اِبْلِیْسُ یُطِیْفُ بِہٖ یَنْظُرُ مَا ھُوَ فَلَمَّا رَاٰہُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّہٗ خُلِقَ خَلْقًا لَّا یَتَمَالَکُ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں[1] حضرت آدم کی صورت بنائی تو جب تک چاہا اسے چھوڑے رکھا۔ ابلیس اس کے پاس یہ دیکھنے کے لیے پھیرے[2] لگاتا کہ وہ کیا[3] ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اندر سے خالی ہے تو جان گیا یہ ایسی مخلوق پیدا کی ہے جس کو اپنے آپ پر قابو نہیں ہوگا (المسلم)

۱؎ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کی خلقت و صورت جنت میں بنائی گئی۔ حالانکہ اس بارے میں دیگر احادیث میں ہے کہ ان کی خلقت وادی نعمان جو کہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے) میں ہوئی۔ تسویہ اور نفخ روح کے بعد جنت میں لے جایا گیا۔ لہٰذا مذکورہ حدیث میں ذکر جنت عاقبت اور انجام کے حوالے سے ہوگا امام تورپشتی فرماتے ہیں گمان یہ ہے کہ یہاں جنت کا ذکر راوی کا سہو ہے۔

۲؎ صراح میں ہے اطاعۃ کا معنی کسی چیز کے لیے نیچے آنا اور اس کے لیے نزدیک ہونا ہے

۳؎ اس کا حال کیا ہے اس کی ترکیب کیسی ہے؟

۴؎ یہ بھوک اور شہوات کی وجہ سے اپنے اوپر کنٹرول نہ کر سکے گا لہٰذا ابلیس خوش ہوا اور اسے گمراہ کرنے کے لیے کمربستہ ہو گیا۔

۵۴۵۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِیْمُ النَّبِیُّ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نبی نے قدوم[۱] کے مقام پر اسی[۲] سال کی عمر میں ختنہ فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ قدوم، قاف پر زبر، دال مخفف بمعنی تیشہ۔ اگر دال مشدد ہو تو ملک شام میں جگہ کا نام ہے۔ مختصر نہایہ میں ہے خواہ دال مخفف ہو یا مشدد جگہ کا ہی نام ہے۔ بعض نے لکھا دونوں صورتوں میں بمعنی تیشہ ہے۔ شیخ تورپشتی لکھتے ہیں لفظ قدوم میں دال مخفف ہے اور شام میں مقام کا نام ہے۔ بعض محدثین نے دال کو مشدد پڑھا ہے۔ مگر وہ غلط ہے۔ بعض لوگوں نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس قدوم سے ختنہ کیا جس سے لکڑی کو چھیلا جاتا ہے لیکن یہ غلط ہے اکثر کا گمان یہ ہے کہ اس لفظ میں دال مشدد ہے۔

۲؎ دوسری روایت میں ایک سو بیس ہے۔

۵۴۵۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ اِلَّا ثَلٰثَ کَذَبَاتٍ ثِنْتَیْنِ مِنْهُنَّ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ قَوْلُهٗ اِنِّیْ سَقِیْمٌ وَقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ هٰذَا وَقَالَ بَیْنَا هُوَ ذَاتَ یَوْمٍ وَّسَارَةُ اِذْ اَتٰی عَلٰی جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَّعَهُ امْرَاَةٌ مِّنْ اَحْسَنِ النَّاسِ. فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهَا مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِیْ فَاَتٰی سَارَةَ فَقَالَ لَهَا اِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَ

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم نے[۱] جھوٹ نہیں کہا سوائے تین[۲] مرتبہ کے۔ ان میں سے دو اللہ تعالیٰ کی ذات میں تھے۔ میں بیمار ہوں اور آپ کا کہنا بلکہ یہ کام ان کے بڑے[۳] نے کیا اور فرمایا ایک دن وہ[۴] اور حضرت سارہ ہجرت کے سفر میں تھے کہ ظالمین میں سے ایک ظالم پر گزرے اسے اطلاع دی گئی کہ یہاں ایک شخص ہے جس کے ساتھ ایک خاتون ہے لوگوں میں حسین ترین۔ اس نے آپ کو بلوایا اور سارہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں آپ نے فرمایا

اِنْ یَّعْلَمْ اَنَّكِ امْرَاَتِیْ یَغْلِبُنِیْ عَلَیْكِ فَاِنْ سَاَلَكِ فَاَخْبِرِیْهِ اِنَّكِ اُخْتِیْ فَاِنَّكِ اُخْتِیْ فِی الْاِسْلَامِ لَیْسَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُكِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا فَاُتِیَ بِهَا قَامَ اِبْرَاهِیْمُ یُصَلِّیْ فَلَمَّا دَخَلَتْ ذَهَبَ یَتَنَاوَلُهَا بِیَدِهٖ فَاُخِذَ وَیُرْوٰی فَغُطَّ حَتّٰی رَكَضَ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اُدْعِی اللّٰهَ لِیْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِیَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ اُدْعِی اللّٰهَ لِیْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكِ لَمْ تَاْتِنِیْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَیْتَنِیْ بِشَیْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَاَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فَاَوْمَاَ بِیَدِهٖ مَهْیَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَیْدَ الْكَافِرِ فِیْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ تِلْكَ اُمُّكُمْ یَا بَنِیْ مَاءِ السَّمَاءِ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

میری بہن ہیں[8]۔ پھر آپ سارہ کے پاس آگئے[9]۔ ان سے فرمایا کہ یہ ظالم اگر جان لے گا کہ تم میری بیوی ہو تو یہ تمہارے متعلق مجھ پر غلبہ کرے گا اگر وہ تجھ سے پوچھے تو اسے بتانا کہ تم میری بہن ہو کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو۔ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے[10]۔ پھر اس نے سارہ کو بلوایا آپ کو وہاں پہنچا دیا گیا جناب ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھنے[11] لگے جب آپ اس کے پاس گئیں وہ اپنے ہاتھ سے آپ کو پکڑنے لگا وہ خود پکڑا گیا[12]۔ روایت میں ہے کہ وہ خرّاٹے[13] لینے لگا حتی کہ اس کے پاؤں اکڑ گئے[14]۔ بولی[15] اللہ سے دعا کر دیں تم کو نقصان نہ دوں گا۔ سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ چھوڑ دیا گیا پھر دوبارہ پکڑنا چاہا اسی طرح پکڑا گیا اور زیادہ سخت پھر اس نے آپ کو کہا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو میں تم کو تکلیف نہیں دوں گا تو اللہ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا۔ پھر اس نے جناب سارہ کو سہ بارہ پکڑنا چاہا تو پہلے سے بھی زیادہ سخت پکڑا گیا۔ بولا اللہ سے میرے لیے دعا کر دیں میں تمھیں تکلیف نہ دوں گا۔ سارہ نے اللہ سے دعا کی تو اسے کھول دیا گیا۔ پھر اس نے اپنے بعض سپاہیوں[16] کو بلایا اور کہا تم میرے پاس انسان نہیں لائے شیطان[17] لائے ہو۔ چنانچہ انھیں بی بی ہاجرہ[18] خادمہ دیں۔ آپ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں۔ آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کیسے[19] گزری۔ بولیں اللہ نے کافر کا مکر اس کے سینے میں لوٹا دیا[20] اور ہاجرہ خادمہ عطا ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے آسمانی پانی کے بچو یہ تمھاری ماں ہے۔

[10] یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے ورنہ مقصد کے اعتبار سے یہ تمام ہیچ تھے۔ رہا چھوٹے هٰذَا رَبِّیْ (یہ میرا رب ہے) کا معاملہ تو آپ کے بچپن کا معاملہ ہے جب مکلف نہ تھے یوں ہی منقول ہے۔ کذبات، کاف اور ذال پر زبر

کذبہ کی جمع ہے جیسے رکعۃ کی جمع رکعات ہے۔ کاف پر زبر اور ذال ساکن سے بھی پڑھا گیا ہے۔

ؔ۲ اس میں کوئی ذاتی نفع مقصود نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی رضا کی طلب کے لیے تھا۔ اور مقصود اللہ تعالیٰ کی توحید اور تنزیہہ تھا۔ تیسرے ہذا اختی (یہ میری بہن ہے) میں بھی اگرچہ رضا الٰہی مقصد ہے۔ مگر اس میں ذاتی نفع بھی ہے۔ بعض شارحین کہتے ہیں ذات اللہ سے مراد قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کی ذات سے قائم ہے۔

ؔ۳ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں بیمار ہوں۔ یہ آپ کا ارشاد گرامی اس وقت کا ہے جب قوم نے آپ سے کہا ہمارے ساتھ میلہ میں شرکت کے لیے چلیں تو آپ نے یہ عذر پیش کیا میں بیمار ہوں۔ بظاہر یہ کذب محسوس ہوتا ہے کیونکہ آپ بیمار نہ تھے حالانکہ آپ کا مقصد فی الجملہ کسی دور میں بیمار ہونا تھا۔ الفاظ سے ان لوگوں نے آپ کا فی الحال بیمار ہونا محسوس کر لیا۔ بعض شارحین نے بیان کیا آپ نے علوم نجوم کی وجہ سے ان کو وہم میں ڈالا کہ میں بیمار ہو جاؤں گا۔ جیسا کہ آیت مبارکہ کے سیاق سے واضح ہے یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے کفر کی وجہ سے میرا دل بیمار اور متنفر ہے۔ اگر صحت کا معنی یہ ہو کہ تمام قویٰ اور ان سے اعمال کا صدور سلامتی سے ہو اور اس کی ضد بیماری ہو تو پھر بھی کوئی آدمی بیماری سے خالی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اب وہی صحت مند ہو گا جو تمام اعتبار سے معتدل ہو حالانکہ یہ نادر بلکہ معدوم ہے۔

اس فقیر ضعیف کو صاحب عالی مقام شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مجالس سے شرکت سے عذر پیش کرنے کے لیے بطور نصیحت فرمایا۔ اگر لوگ پریشان کریں اور تقریب وغیرہ کا مطالبہ کریں تو اس کے لیے ابوالملت حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا یہ فرمان کافی ہے "میں بیمار ہوں" پھر انھوں نے اپنے شعر میں فرمایا

اگر ترا بتماشائے عید خود خلیل دار جوابی بگو کہ بیمارم

(اگر لوگ اپنے تماشا اور میلہ پر شرکت کا کہیں تو جواب میں حضرت خلیل علیہ السلام کا جواب کہو میں بیمار ہوں)

ؔ۴ یہ دوسرا قول ہے، جب میلہ پر جانے کے بعد آپ نے ان کے بت توڑ ڈالے تو واپسی پر انھوں نے آپ سے پوچھا یہ کام تم نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے بڑے نے کیا ہے۔ یہ بات بھی سچی ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ ان تمام کو توڑنے کی وجہ یہ بڑا ہے جس کی وجہ سے مجھے غصہ آیا یا یہ اس بات پر تعریض ہے کہ جب اپنے آپ کو نقصان پہنچانے سے نہیں بچا سکتے تو یہ پوجا کے لائق کیسے ہو گئے۔

ؔ۵ یہ تیسرے قول کا بیان ہے، یہ سفر ہجرت شام کی طرف تھا۔

ؔ۶ اس کا نام صادوق بن صادون ہے اور یہ قبطی تھا۔

ؔ۷ یہ بظاہر کذب ہے مگر اس کی توجیہہ آرہی ہے۔

ؔ۸ اور انھیں اس شریر سے محفوظ رکھنے کا طریقہ بتایا۔

ؔ۹ یعنی بہ نیت کر کے کہنا اور یہ بات درست ہے۔

ؔ۱۰ یہ بیان واقع ہے کیونکہ اس وقت کوئی دوسرا ایمان نہ لایا تھا۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی چچا زاد ہمشیرہ تھیں اور یہ آپ کے ارشاد هٰذَا اُخْتِی کی دوسری توجیہ ہے یا شاید سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بہن فرمانا اس جہت شرف اور نسب کی وجہ سے ہے۔

سوال: آپ نے یہ کیوں نہ فرمایا یہ میری بیوی ہے کیونکہ بیوی کو کم چھینا جاتا ہے۔ باقی ظالم کو اس سے کیا غرض خاتون بیوی ہو یا بہن؟

جواب:۔ اس ظالم کی عادت یہ تھی کہ وہ بیوی چھینتا تھا نہ کہ بہن کو۔[۲] اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ مجوسی تھا اور دین مجوسی میں بہن کے ساتھ بھائی کا نکاح کرنا دوسروں سے اولیٰ ہے۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے دین کا سہارا لیا۔ حالانکہ اس نے اپنے دین کا خیال نہ کرتے ہوئے آپ کو گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا۔

سوال: ۔ دین مجوس تو زردشت سے آیا ہے اور اس کا وجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہے۔

جواب: ۔ دین مجوس تو قدیم ہے ہاں زردشت نے اس میں اور خرافات کا اضافہ کیا

سلہ بارگاہ خداوندی میں دعا اور مناجات کرنے لگ گئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس پریشانی سے نجات عطا فرمائے جیسے کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کا طریقہ ہے۔ خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہی ہے۔

سلہ[۱۲] اخذ، مجہول کا صیغہ ہے یعنی اسے قدرتِ الٰہی سے باز رکھا گیا اور حضرت سارہ کی حفاظت کر دی گئی یا معنی یہ ہے وہ گناہ میں پکڑا گیا اور اس پر عتاب ہوا یا وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس لفظ کی یہ تین مذکورہ تفسیریں ہیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ تشدید سے ہے جو تاخیر سے مشتق ہے جس کا معنی کسی کے دل کو فریب یا جادو وغیرہ سے گرفتار کر لینا جیسا کہ جادو کرتے ہیں اگر قصر کے ساتھ ہو۔ تو اس کا معنی جادوگر کا فریب ہے۔

سلہ[۱۳] غط، غین پر پیش، طاء شدد، مجہول کا صیغہ ہے، اس کا گلا پکڑا گیا اور اس طرح اس کی آواز آنے لگی جیسے سونے والا خراٹے لیتا ہے جسے غطیط سے تعبیر کرتے ہیں۔

سلہ[۱۴] اس طرح زمین پر پاؤں مارنے لگا جیسے کسی کو جادو کرایا گیا ہو یا جن نے پکڑ رکھا ہو۔

سلہ[۱۵] حضرت سارہ سے کہنے لگا۔

سلہ[۱۶] حجبہ، حا اور باء اور جیم تین پر زبر، حاجب کی جمع ہے جیسے کہ طالب کی جمع طلبہ ہے

سلہ[۱۷] ہر سرکش کو شیطان کہا جاتا ہے خواہ جن ہو یا انس (کذا فی القاموس) امام طیبی کہتے ہیں یہاں جن مراد ہے اور یہ قوم جنات سے بہت ڈرتی تھی

سلہ[۱۸] ہاجرہ، جیم پر زبر، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔ حضرت سارہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس امید پر سپرد کر دیا شاید ان سے بیٹے ہوں

سلہ وہ سرزمین مراد ہے جہاں آپ تشریف فرما تھے۔

سلہ[۲] ملکہ اس کی عادت یہ تھی کہ شوہر کو قتل کروا دیتا جب عورت بے سہارا ہو جاتی تو وہ خود ان کے قابو میں آجاتی۔ (مولوی میر علی مرحوم)

توحضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک سو سال تھی۔ اس کے بعد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۱۹ مہیم، میم پر زبر، ہاء ساکن یاء پر زبر، ہاتھ کے ساتھ اشارہ سے پوچھا کیسے گذری؟

۲۰ اس کی بدطینتی اس کی طرف لوٹا دی گئی جسے محفوظ کر لیا گیا۔

۲۱ یہ خطاب تمام اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ہے۔ آسمانی پانی سے تعبیر کرنے کی وجہ ان کی طہارت ہے طہارت میں اس کی مثال دی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ فلاں آسمانی پانی سے بھی زیادہ پاک ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وجہ سے آب زمزم کا چشمہ رواں ہوا اور اس کا پانی آسمانِ قدس و طہارت سے نازل ہوا اور ہر وہ فیض جو زمین میں پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آسمان سے نازل فرماتا ہے۔

بعض شارحین کی یہ رائے ہے کہ یہ خطاب انصار کو ہے کیونکہ یہ عامر بن حارثہ ازدی کی اولاد کی اولاد میں ان کا لقب "ماء السماء" ہے۔ کیونکہ ان کی قوم اس کے سبب بارش طلب کیا کرتی تھی۔ بعض نے کہا اس سے مراد عرب میں ان کا نام اس وجہ سے ہے کہ وہ جہاں جہاں بارش ہوتی وہاں فصل اگاتے تھے۔ اگرچہ تمام عرب اولاد حضرت ہاجرہ میں سے نہیں مگر تغلیباً کہہ دیا گیا اور اولاد اسماعیل کو شرف کے طور پر غلبہ دے دیا گیا۔ بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ بطور مشہور محاورہ کہہ دیا گیا کہ تمام عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

۵۴۵۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم حضرت ابراہیم سے زیادہ شک کے حقدار ہیں جبکہ انہوں نے عرض کیا یارب[1]! مجھے دکھا دے تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا اور اللہ لوط پر رحم فرمائے وہ تو بڑے مضبوط پائے[2] کی طرف پناہ لیے ہوئے اور اگر میں اتنی دراز مدت ٹھہرتا[3] جتنا یوسف ٹھہرے تو بلانے والے کی بات قبول کر لیتا[4] (بخاری و مسلم)

۱ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم ایمان نہیں رکھتے، حضرت ابراہیم نے عرض کیا کیوں نہیں بلکہ میرے دل کے اطمینان کے لیے) بعض صحابہ نے اس پر یہ بات کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوا لیکن ہمارے آقا علیہ السلام کا معاملہ ایسا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم شک کے زیادہ حق دار ہیں لہٰذا ہر اس عبادت سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور آپ کو شک تھا حالانکہ یہ امر محال ہے کیونکہ حضرات انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو ایسا شک کیسے عارض ہو سکتا ہے جبکہ وہ سب سے پہلے صاحب ایمان و ایقان ہوتے ہیں لہٰذا اب معنی یہ ہوگا کہ اگر شک حضرت ابراہیم کو لاحق ہو سکتا ہوتا تو ہمیں بھی لاحق ہوتا اور تم جانتے ہو وہاں شک نہ تھا لہٰذا ہمیں بھی عارض نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم بھی ان کی

طرح ہی ہیں اور ان کا سوال علم الیقین سے عین الیقین حاصل کرنا تھا جسے اطمینان قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے یا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے کہا میرا رب موت دیتا ہے اور زندہ کرتا ہے تو یہ بھی عرض کیا کہ زندہ کرکے عملاً انھیں دکھایا جائے تاکہ دلیل پر عملی مشاہدہ ہو سکے۔ لیکن یہاں اشکال ہے کہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ترجیح دی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ بات بطور تواضع فرمائی ہے یا اس وقت کی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتایا گیا آپ تمام اولاد کے سربراہ ہیں۔ یہی توجیہ اس حدیث کی ہے جس میں اشارہ ہے کہ دیگر انبیاء پر فضیلت نہ دی جائے جیسے کہ فرمایا مجھے یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔

۵۲ ہر شے کے قوی حصّہ کو رکن کہا جاتا ہے۔ پس منظر یہ ہے کہ جب فرشتے انسانی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کی قوم ان پر کود پڑی تو انھوں نے فرمایا لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً (کاش میرے پاس تمہارے لیے قوت ہوتی) اور میں تمھیں روک سکتا۔ او اوی الی رکن شدید یا میں کسی قوم قوی کی پناہ میں ہوتا جس کی وجہ سے میں تمھیں روک دیتا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر رحمت کی دعا کی۔ اس لیے کہ وہ لوگوں کی پناہ کو مضبوط کہہ رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت سب سے بڑھ کر مضبوط ہے۔ عربوں کا محاورہ ہے جب وہ دیکھتے کہ کسی نے ایسا کام کیا جو نہیں کرنا چاہیے تھا تو وہ رحم کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے قول کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ذکر کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول بھی بغیر تقصیر اور عدم توجہ کے نہیں ہے۔

۵۳ جیل میں

۵۴ جو بادشاہ کی طرف سے پیش کش کی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نو سال تک جیل میں رہے بادشاہِ وقت نے جب آپ کو یہ پیش کش کی کہ آپ کو جیل سے رہائی دے کر اپنا مقرب بنانا چاہتا ہوں تو انھوں نے اسے قبول کرتے ہوئے یہ شرط لگا دی کہ پہلے اس بات کی تحقیق کی جائے کہ خواتین کا معاملہ درست تھا یا غلط۔ اس کے بعد رہائی کے بارے میں سوچا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم اتنی طویل مدت جیل میں رہتے اور اب رہائی کی پیش کش ہوتی تو ہم برائے تحقیق توقف نہ کرتے بلکہ پیش کش کو قبول فرما لیتے۔ بعض شارحین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مقدس گفتگو کو حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر، قناعت اور استقامت کی تعریف پر محمول کیا کہ اس سے بڑھ کر استقامت نہیں ہو سکتی۔ اگر وہاں ہم بھی ہوتے تو رہائی میں جلدی کر لیتے۔ تو اس صورت میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواضع کا اظہار ہوگا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت تو تمام اولوالعزم رسل سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے۔ بعض نے کہا یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی تقصیر کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے رہائی میں جلدی کیوں نہ کی۔ حالانکہ ان کا ان لوگوں میں آنا ان کی ہدایت کا سبب تھا بلکہ وہ تو ان کی طرف مبعوث تھے۔ یہی وجہ ہے انھوں نے جیل میں توحید کی دعوت دی۔ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا زیادہ رب بہتر ہوتے ہیں یا ایک ہی رب بہتر ہے جو تمام ضروریات مخلوق پورا کرنے پر قادر ہو) لہذا

انھیں فی الفور ربانی کی پیش کش کو قبول کر کے باہر آجانا چاہیے تھا اور اپنے نفس کی برات کے لیے توقف نہیں کرنا چاہیے تھا (کذا قیل)۔ لیکن یہ گفتگو محل نظر ہے۔ کیونکہ ان کے نفس کی برات ان کی دعوت و تبلیغ کے مؤثر ہونے میں نہایت ہی مفید تھی۔ واللہ اعلم۔

۵۴۶۰/۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اِسْتِحْيَاءً فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فَقَالُوْا مَا تَسَتَّرَ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ اَوْ اُدْرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ يُّبَرِّئَهٗ فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهٗ لِيَغْتَسِلَ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ وَجَمَعَ مُوْسٰى فِيْٓ اَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَلَاءٍ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَاْسٍ وَّاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ اَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ بہت شرمیلے[۱] پردہ دار[۲] تھے۔ ان کے ظاہری جسم کا کوئی حصہ دیکھا نہ جاتا تھا۔ شرم کی وجہ سے تو انھیں بنی اسرائیل میں سے جس نے ایذا پہنچائی اس نے اذیت پہنچائی کہ انھوں نے کہا اس قدر پردہ[۳] کسی کھال کے عیب[۴] کی وجہ سے ہی ہے یا برص یا خصیوں[۵] کا ورم، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو بری کرے[۶] تو ایک دن وہ اکیلے تنہائی میں غسل کے لیے گئے اپنے کپڑے[۷] پتھر پر رکھ دیے۔ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ اٹھا موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے[۸] یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر میرے کپڑے۔ حتی کہ اسرائیلیوں کی ایک جماعت تک پہنچ گئے انھوں نے آپ کو برہنہ دیکھا کہ آپ اللہ کی مخلوق میں سے سب سے بہتر[۹] ہیں۔ وہ بولے اللہ کی قسم موسیٰ میں کوئی خرابی نہیں[۱۰] اپنے کپڑے لیے اور پتھر کو مارنے لگے۔ رب کی قسم آپ کے مارنے سے پتھر میں تین یا چار یا پانچ نشانات ہیں[۱۱] (بخاری و مسلم)

[۱] حیی، حاء پر زبر، یاء کے نیچے زیر۔

[۲] ستیرا، سین پر زبر یا زیر، تاء مشدد، یاء ساکن، بہت زیادہ بدن کو ڈھانپنے والا جب باقی بدن کا اتنا خیال رکھتے تو جان لیکہ پردہ اور شرمگاہ کے ڈھانپنے کا عالم کیا ہوگا، صراح میں ہے کہ پاکیزہ مرد کو رجل ستیر اور پاکیزہ خاتون کو جاریۃ ستیرۃ کہا جاتا ہے۔

[۳] اس قدر پردہ میں مبالغہ۔

[۴] برص۔ باء پر زبر۔

[۵] اُدرۃ، ہمزہ پر پیش، دال ساکن۔

[۶] لوگوں پر واضح ہو جائے، ان میں ہرگز کوئی عیب نہیں۔

[۷] یہاں سے بغیر کپڑے کے غسل کرنے کا جواز نکلتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فعل میں یہ حکمت تھی

کہ ان کے عیب و نقصان سے مبرا ہونا ثابت کرنا تھا۔

۸؎ مجوع، جیم پر پیش، بھاگنا، اِثر، ہمزہ کے نیچے زیر، ثاء پر فتحہ نشان

۹؎ اس عیب سے مبرا پایا جس کی نسبت وہ آپ کی طرف کرتے تھے۔

۱۰؎ یہاں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو ہر اس عیب و نقص سے پاک رکھتا ہے جس کی وجہ سے بے عقل و شعور اور منکرین طعن کر سکتے ہوں تاکہ وہ ان سے منزّہ اور مبرا ہونے کی وجہ سے معزز و مکرم ہوں۔

۱۱؎ نَدَبٌ، نون اور دال دونوں پر زبر، زخم کا وہ نشان جو کھال سے بلند نہ ہو، اثر ضرب کا اثر جراحت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۲؎ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے جس کا ظہور بوقت مصلحت ہوا۔

۵۴۷۱ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَیُّوْبُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا فَخَرَّ عَلَیْہِ جَرَادٌ مِّنْ ذَھَبٍ فَجَعَلَ اَیُّوْبُ یَحْتَثِیْ فِیْ ثَوْبِہٖ فَنَادَاہُ رَبُّہٗ یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اَغْنَیْتُکَ عَمَّا تَرٰی قَالَ بَلٰی وَعِزَّتِکَ وَلٰکِنْ لَّا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِکَ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دفعہ ایوب برہنہ غسل[۱] کر رہے تھے ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں وہ انھیں سمیٹنے[۲] لگے۔ ان کے رب نے فرمایا اے ایوب جو تم دیکھ رہے ہو کیا میں نے تمھیں اس سے بے نیاز نہیں کر دیا۔ عرض گزار ہوئے خدا کی قسم کیوں نہیں، لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ (البخاری)

۱؎ اس مرض سے صحت پانے کے بعد جس میں کافی عرصہ مبتلا رہے۔

۲؎ اپنے کپڑے میں

۳؎ کیا میں نے تمھیں اس قدر عطا نہیں فرمایا کہ اب یہ سمیٹنے کی ضرورت ہی نہیں

۴؎ بے شک تیرا کرم مجھ پر بہت ہے مگر نعمتوں کے اضافے سے میں بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ نے سونے کو حرص و لالچ یا کثرت مال کی وجہ سے جمع نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعام سے لذت حاصل کرنے کے لیے یہ عمل کیا۔

۵۴۷۲ وَعَنْہُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعَالَمِیْنَ فَقَالَ الْیَھُوْدِیُّ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعَالَمِیْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ یَدَہٗ عِنْدَ ذٰلِکَ فَلَطَمَ وَجْہَ الْیَھُوْدِیِّ فَذَھَبَ الْیَھُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ

اور انھی سے مروی ہے ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان لڑائی ہو گئی۔ مسلمان نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو تمام جہانوں پر چنا۔ یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر چنا اس پر مسلمان نے دست درازی کی اور اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِيْ اَوْ كَانَ فِيْمَنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَا اَدْرِيْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَةِ يَوْمِ الطُّوْرِ اَوْ بُعِثَ قَبْلِيْ وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَآءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَآءِ اللّٰهِ۔

حاضر ہو کر وہ بتایا جو اس کے اور مسلمان کے درمیان واقع ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلایا اور اس بارے میں اس سے پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے موسیٰ پر ترجیح نہ دو کیونکہ روز قیامت تمام انسان بے ہوش ہوں گے میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا تو سب سے پہلے ہوش میں آنے والا میں ہوں گا۔ اچانک موسیٰ عرش کا کنارہ پکڑے ہوں گے میں نہیں جانتا کیا وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان میں سے ہیں جنھیں اللہ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے میں نہیں جانتا کہ کیا طور کی بے ہوشی حساب میں لائی گئی یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے گئے اور میں نہیں کہتا کہ کوئی بھی یونس بن متی سے افضل ہے اور حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے فرمایا انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت مت دو۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں برتری نہ دو۔

لہ اس کے مقابلے میں کہا

۲ہ یہودی کا یہ قول اس پر واضح تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا انکار کر رہا تھا ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باقی مخلوق پر فضیلت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا فضلنا ھم علی العالمین (ہم نے انھیں جہانوں پر فضیلت دی ہے) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا انی اصطفیتك علی الناس (بلاشبہ میں نے تم کو لوگوں پر منتخب فرمایا ہے)۔

۳ہ اس بارے میں پوچھا جو اس کے اور یہودی کے درمیان ہوا تھا۔

۴ہ صعق، عذاب کی گرفت، سخت آواز اور موت کے معنی میں ہے۔

۵ہ بطش، حملہ کرنا اور سخت پکڑنا

۶ہ مجھ سے پہلے ہوش میں ہو کر عرش کو پکڑے ہوئے ہیں

۷ہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ (اس دن ہر کوئی بے ہوش ہوگا جو آسمانوں اور زمین میں ہے مگر وہ جسے اللہ چاہے) جیسا کہ فرشتے شاید حضرت موسیٰ

علیہ السلام بھی ان میں سے ہوں۔

ش۸ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن دیدار کے لیے عرض کیا، اس سے انھیں منع کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر تجلی کا اظہار فرمایا جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ روزِ قیامت اس بے ہوشی کا بدلہ اس ہوش کے ساتھ دیا گیا۔

ش۹ جب یہ ان کی فضیلت ثابت ہے تو تم نے مجھے ان پر کیوں فضیلت دی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ہے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزئی بھی ہو سکتی ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی کے منافی نہیں یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اپنی افضلیت آگاہ کرنے سے پہلے کی ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اس کے علاوہ اور وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ واضح رہے اس بے ہوشی سے مراد وہ نہیں جو قیامت کے دن صور پھونکنے کی وجہ سے ہوگی کیونکہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کہاں ہوں گے کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو۔ اس صعقہ سے مراد قیامت کے دن اٹھنے کا وقت ہے کہ تمام لوگ بے ہوش ہوں گے پھر افاقہ ہوگا۔ اس موقع پر فرمایا جب مجھے افاقہ ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے عرش کا پایا پکڑے ہوں گے اور الا من شاء اللہ سے جو استثناء ہے وہ بھی قبل از بعث ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے آیت کی تفسیر بتا دی ہے۔

ش۱۰ متی، میم پہ زبر اور تا مشدد اور مفتوح حضرت یونس علیہ السلام کے والد گرامی، القاموس شرح ابن الملک میں جامع الاصول سے منقول ہے کہ یہ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا خصوصًا ذکر کی وجہ یہ ہے کہ اولوالعزم رسولوں میں سے نہیں کیونکہ وہ قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے اور کشتی میں سوار ہو گئے (المقتہ)

ش۱۱ لا تفضلوا، صاد کے ساتھ بھی منقول ہے، اس نہی کا محل یا تو قبل از وحی یہ تفضیل ہے یا مراد یہ ہے کہ اصل نبوت میں فضیلت نہیں یا اس طرح کی فضیلت کہ اس سے دوسرے کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔

۵۴۴۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا یَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّیْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِیِّ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ كَذَبَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل[۱۲] ہوں۔ (بخاری و مسلم) بخاری کی روایت میں ہے فرمایا جو کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہوں اس نے[۱۳] جھوٹ بولا۔

ش۱۲ اس عبارت میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ مجھے حضرت یونس سے بہتر نہ کہو، اس طریقہ پر جو پہلے معلوم ہو چکا ہے دوسرے یہ کہ کوئی اپنے آپ کو حضرت یونس سے افضل نہ کہے کیونکہ اگرچہ وہ اولوالعزم رسولوں میں شامل نہیں مگر ان کے مرتبہ کو کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا۔ منقول ہے کہ حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں ایک شیخ نے خود کو حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دی اور کہا میں ان سے افضل ہوں اور میرا مقام ان سے بلند ہے۔ حضرت

غوث الثقلین رضی اللہ عنہ غصہ میں آئے آپ کے دست اقدس میں تکیہ تھا اس کی جانب دے مارا اس کے دل اور سینہ پر لگا اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔

سے اگر دوسرا معنی لیا گیا تو کذب کا معنی کفر ہو گا کیونکہ جو اپنے آپ کو کسی پیغمبر سے افضل سمجھے اس کے کافر ہونے پر اتفاق ہے۔

۵۴۶۴ وَعَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغُلَامَ الَّذِيْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَاَرْهَقَ اَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لڑکا جسے خضر نے قتل کیا وہ کافر پیدا ہوا[1] تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر سے سرکش کر دیتا[2] (بخاری و مسلم)

لے یعنی تقدیر الٰہی میں ہے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہو گا یہ حدیث کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام (ہر بچے کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے) کے منافی نہیں کیونکہ اس سے مراد قبول اسلام کی استعداد ہے اور یہ میرے خاتمہ کے منافی نہیں۔ الغرض فطرت غیر سابقہ ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو کتاب کی ابتداء میں باب الایمان بالقدر میں گزر چکی ہے۔ فتذکرہ

سے حضرت خضر علیہ السلام کے ذکر سے یہاں مقصود یہ بتانا ہے کہ یہ نبی تھے خضر خا پر زبر یا زیر، ضاد ساکن یا اس کے نیچے زیر یہ امام کرمانی کی رائے ہے۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں لفظ خضر خا پر زبر اور ضاد ساکن یا خاء کے نیچے زیر اور ضاد پر زبر بھی آیا ہے۔ آپ کا نام بلیا بن ملکان ہے۔ بعض کے نزدیک ابن مالک، الیاس کے بھائی تھے۔ بعض کی رائے میں حضرت آدم کی صلب سے بیٹے تھے۔ بعض نے انھیں ابن فرعون کہا ہے۔ لیکن یہ قول نہایت ہی غریب ہے۔ بعض نے کہا ان کا وجود حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے دور میں تھا بعض نے کہا یہ سات حافظ سے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے والد حکمرانوں میں سے تھے واللہ اعلم۔ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں لیکن لوگوں کی آنکھوں سے پردہ میں ہیں، آب حیات پینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک زندہ ہیں جمہور علماء صوفیا اور کثرت کے ساتھ صالحین کی یہی رائے ہے بعض کبار محدثین مثلاً امام بخاری، ابن مبارک اور کچھ اور لوگ مثلاً حربی[1] اور ابن جوزی ان کی حیات کے منکر ہیں۔ شرح قصیدہ امامیہ میں اسی طرح منقول ہے۔ مشائخ کے کلام میں ان کا تذکرہ اس قدر کثرت کے ساتھ ملتا ہے کہ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے کہ ایک دن آپ خطاب فرما رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام کا گزر وہاں سے ہوا تو آپ نے کہا اے اسرائیلی رک کر محمد کے امتی کا خطاب سنو۔ حضرت غوث الثقلین کے دور کے

سلہ امام ابراہیم بن اسحاق کبار محدثین میں سے ہیں۔ ان کی "غریب الحدیث" مشہور کتاب ہے، امام احمد بن حنبل کے تلامذہ میں سے ہیں۔ مولوی امیر علی مرحوم۔

مشائخ کو آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ تم شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں جایا کرو وہاں برکات کا نزول اور سعادتوں کا حصول ہوتا ہے۔ او کما قال۔

۵۴۶۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا سُمِّیَ الْخَضِرُ لِاَنَّهٗ جَلَسَ عَلٰی فَرْوَةٍ بَیْضَآءَ فَاِذَا هِیَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهٖ خَضْرَآءَ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا نام خضر اس لیے ہے کہ آپ سفید چٹیل[1] میدان میں بیٹھے تو وہاں آپ کے پیچھے سبزہ لہلہانے لگا۔ (البخاری)

[1] جس پر گھاس نہ ہو

۵۴۶۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسَی ابْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰی عَیْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَاهَا فَقَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فَقَالَ اِنَّكَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَّكَ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَاَ عَیْنِیْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیْهِ عَیْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی عَبْدِیْ فَقُلِ الْحَیٰوةَ تُرِیْدُ فَاِنْ كُنْتَ تُرِیْدُ الْحَیٰوةَ فَضَعْ یَدَكَ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ یَدُكَ مِنْ شَعْرِهٖ فَاِنَّكَ تَعِیْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ مِنْ قَرِیْبٍ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْیَةً بِالْحَجَرِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّیْ عِنْدَهٗ لَاَرَیْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَنْبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْكَثِیْبِ الْاَحْمَرِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملک الموت[1] حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اپنے رب کا بلاوا[2] قبول کیجیے فرمایا موسیٰ نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ مار دیا اسے نابینا کر دیا۔ فرمایا پھر وہ فرشتہ رب تعالیٰ کی طرف واپس گیا عرض کیا آپ نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا اس نے تو میری آنکھ بیکار کر دی فرمایا اللہ نے آنکھیں واپس لوٹا دیں اور فرمایا میرے بندے کی طرف لوٹو اور کہو آپ زندگی چاہتے ہیں اگر چاہتے ہوں تو اپنا ہاتھ بیل کی کھال پر رکھیے آپ کا ہاتھ جتنے بالوں کو ڈھکے گا آپ ہر بال کے عوض ایک سال جئیں گے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر آپ وفات پائیں گے عرض کیا تو ابھی قریب ہی ہیں اے میرے رب مجھے مقدس زمین سے ایک پتھر کی پھینک کے قریب کر دیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر میں ان کے پاس ہوتا تو تم کو ان کی قبر کی راہ کے کنارے سرخ ٹیلہ کے پاس دکھاتا (بخاری و مسلم)

[1] حضرت عزرائیل علیہ السلام

[2] بصورت قبض روح

سے تفقیہ نابینا کر دینا

سے تو ارت، مسلم میں دو تاء کے ساتھ ہے اور بہتر وارث ہے جس کا معنی ہے جو ہاتھ ڈھانپ لے اور توارت کا معنی پوشیدہ کیا گیا ہے لہذا اس عبارت کا معنی نہیں بنتا البتہ تاویل ہو سکتی ہے جو کر دی ہے۔

سے میں ابھی موت چاہتا ہوں اور دعا کی کہ میری قبر ارضِ مقدس میں ہو۔

سے بیت المقدس جو افضل دا شرف اور انبیاء ورسل کا مدفن ہے

سے یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ متبرک مقامات اور صالحین کے قریب دفن ہونا مستحب وافضل ہے۔

سے بیت المقدس

سے بعض اذہان میں فرشتہ کا نابینا ہونا کھٹکتا ہے، فرشتہ روح قبض کے لیے آیا تھا اسے طمانچہ مارنا کہاں مناسب ہے اور اس سے دنیاوی زندگی کا پسند کرنا معلوم ہو رہا ہے جو کسی نبی ورسول کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا جواب یہ ہے فرشتہ بصورت انسان ان کے پاس آیا تھا، آپ نے نہ جانا کہ یہ ملک الموت ہے اور قبض روح کے لیے آیا ہے۔ جب انھوں نے دیکھا یکایک ایک آدمی آیا ہے اور یہ مجھے ختم کرنا چاہ رہا ہے تو آپ نے دفاع کیا اور وہ نابینا ہو گیا نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جھوٹا محسوس کیا کیونکہ اس نے قبض روح کا دعویٰ کیا حالانکہ یہ کسی انسان کا کام نہیں لہذا اسے آپ ناراض ہو گئے اور معلوم ہو یہ ناراضگی للہ فی اللہ ہوا کرتی ہے اس کی کوئی برائی نہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر کوئی عتاب نہ ہوا یہ شارحین فرماتے ہیں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طبع مبارکہ میں نہایت ہی حدت وشدت تھی اور ان کی ذات اس قدر جلال کی مظہر تھی کہ جب حالتِ غضب میں ہوتے تو ان کے سراقدس کی ٹوپی سے شعلے نکلنے لگتے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو مارنا اور ان کو داڑھی سے پکڑنا بھی اس باب سے ہے اور یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ جب یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے تو اسے اس کی کسی تاویل پر محمول کرنا چاہیے۔

۵۶۶۷/۱۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ — حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

سے اس کا جواب اس حقیر کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ ارضِ مقدسہ کا وعدہ فرمایا۔ ان کی کوتاہی کی وجہ سے انھیں مقام تیہ میں گرفتار کر دیا۔ جب اسی تیہ میں ملک الموت بصورت انسان آ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر انھیں مارا۔ شاید آپ یہ گمان کرتے تھے کہ فتح مقدس ان کے ہاتھ سے ہو گی اور یہ شخص شیطان ہے لہذا اسے طمانچہ دے مارا۔ دوسری دفعہ جب یہ معلوم ہوا کہ یہ فرشتہ ہے اور اتنی طویل عمر کے بعد (اگرچہ مقصود فتح مقدس آپ کے ہاتھ سے تھا) بھی تکلیف دینا ہے اور مقصود وہ زمین مقدس ہے تو اگر یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو دنیا میں اتنا طویل فراق کیوں اختیار کیا جائے۔ جب ارضِ مقدس میں مدفن کی دعا قبول ہو گئی تو اسی وقت جان دینے کے لیے عرض کر دیا۔ واللہ اعلم۔ امیر علی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَرَاَيْتُ جِبْرَئِيْلَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ ابْنُ خَلِيْفَةَ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیائے کرام[1] مجھے دکھائے گئے تو حضرت موسیٰ درمیانے قد کے تھے گویا وہ شنوءہ[2] قبیلے کے مردوں سے ہیں اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو دیکھا کہ جن کو میں نے دیکھا[3] ان میں وہ عروہ[4] بن مسعود سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا تو وہ تمہارے صاحب سے زیادہ مشابہت[5] رکھتے ہیں یعنی اپنی ذات مراد لی اور میں نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو جن کو میں نے دیکھا ہے ان میں وہ دحیہ[6] بن خلیفہ سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

[1] جیسے لشکر سربراہ کو دکھایا جاتا ہے

[2] شنوءۃ، شین پر زبر، نون پر پیش اور اس کے بعد واؤ اور اس کے بعد ہمزہ اور آخر میں تا، یہ یمن میں مشہور قبیلہ ہے اور اسے ازدشنوءہ بھی کہا جاتا ہے۔ ہمزہ پر زبر اور زا ساکن، ضرب، کم گوشت، میانہ جسم نہ لاغر اور نہ فربہ، قبیلہ شنوءۃ کے لوگ اسی قبیل سے تھے۔ اس لفظ کو اسی معنی پر محمول کرنا افضل و مناسب ہے۔

[3] شبہًا۔ شین اور واو پر زبر

[4] صحابی اور ثقفی ہیں، اس موقعہ پر اسلام لائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس تشریف لائے تھے اس کے بعد اپنی قوم میں چلے گئے اور انھیں اسلام کی دعوت دینے لگے۔ قوم نے ان کے پیغام کو قبول نہ کیا اپنی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہنے لگے تو ایک دشمن نے انھیں مارا اور شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عروہ کا واقعہ صاحب الیٰس کی طرح ہے جنھوں نے قوم کو دعوت دی لیکن انھیں قتل کر دیا گیا۔

[5] خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس، تاکہ معلوم ہو جائے حضور اور حضرت ابراہیم کے درمیان مشابہت کاملہ ہے۔

[6] دحیہ، دال پر زیر یا زبر، مشہور صحابی ہیں ان کی صورت میں حضرت جبرئیل آیا کرتے۔ اس وقت بھی انھی کی صورت پر تھے۔

۵۴۶۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبِطَ الرَّاْسِ وَرَاَيْتُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو دیکھا گندمی رنگ کے دراز قد ہیں۔ گویا شنوءہ کے مردوں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ کو دیکھا جو درمیانے جسم والے سرخی مائل، سفید رنگ اور سیدھے[1] بالوں

مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِيْ اٰيَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

والے ہیں اور میں نے مالک داروغہ دوزخ اور دجال کو دیکھا ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے صرف مجھے دکھائیں پس تو ان کی ملاقات سے شک میں مبتلا نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ ان تمام الفاظ کی تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل شریف میں آئے گی۔

۲؎ شب معراج

۳؎ اے مخاطب! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ میں ہرگز شک نہ کر اس عبارت کی اور توجیہہ بھی ہے اور شرح میں مذکور ہے۔

۵۴۶۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوْسٰى فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ مُّضْطَرِبٌ رَجِلُ الشَّعْرِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى رَبْعَةً اَحْمَرَ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ فَاُتِيْتُ بِاِنَائَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَّالْاٰخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِيْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ لِيْ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میں حضرت موسیٰ سے ملا۔ آپ نے ان کا سراپا بیان کیا کہ وہ درمیانہ۱؎ قد آدمی ہیں سیدھے۲؎ بالوں والے گویا وہ شنوءہ قبیلہ کے مردوں سے ہے اور میں حضرت عیسیٰ سے ملا درمیانہ قد سرخ رنگ۳؎ گویا حمام۴؎ سے نکلے ہیں میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا ان کی اولاد میں سے زیادہ مشابہ میں ہوں۔ فرمایا میرے پاس دو برتن لائے گئے جن میں سے ایک میں دودھ تھا جبکہ دوسرے۵؎ میں شراب مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو چاہیں لیں تو میں نے دودھ۶؎ اختیار کیا اور اسے پی لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کو فطرت کی ہدایت کی گئی۔ اگر آپ شراب اختیار کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی (بخاری و مسلم)

۱؎ مضطرب، اس کی متعدد تفسیریں ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی بلند و دراز قد والا ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا معنی طویل غیر شدید ہے۔ بعض نے کم گوشت والا کہا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ سے اس کی تفسیر کی گئی ہے۔ بعض نے کہا یہاں اس کا معنی خوف و خشیت الٰہی میں کانپنے والا مراد ہے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز میں متحرک و مضطرب ہوتے تھے۔ عوارف میں اس بارے میں جو بیان ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے باطن میں انہیں جو مشاہدہ جلال حق اور حضور انس نصیب ہوتا تھا اس کی موجوں میں یہ ہجوم پایا کرتے

۲؎ رجل الشعر۔ جیم کے نیچے زیر نہ تو بال نیچے لٹکے تھے جنہیں سبط کہا جاتا ہے اور نہ ہی اس قدر گھونگھریالے تھے

جنھیں جعد کہتے ہیں ۔

سے ربعۃ ، راء پر زبر ، باء ساکن

سے یعنی روایت میں سرخ سفید کہا اور یہاں سرخ ، سرخ سفید پر سرخ کا اطلاق ہوتا رہتا ہے ۔ گویا سرخی سفیدی پر غالب تھی ۔

سے دیماس ۔ دال کے نیچے زیر ، یاء ساکن ۔ مقصود ان کی تر و تازگی ، صفائی و عبارت اور غلبہ روحانیت کا بیان ہے ۔

سے لبن کے ساتھ "فیہ" نہیں جبکہ خمر کے ساتھ "فیہ" ہے ۔ ظاہر تو یہی ہے کہ یہ تفنن عبارت ہے ۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس میں لبن کی کثرت اور شراب کی قلت کی طرف اشارہ ہے ۔

سے دین و اسلام کیونکہ مخلوق کو اسی پر پیدا کیا گیا ، کیونکہ دودھ اس جہان میں پاک ، صاف ، خالص ، سفید اور شیریں ہے اور سب سے پہلی بچے کی غذا یہی بنتا ہے ۔ عالم قدس میں یہ ہدایت اور فطرت سے مثال ہے کیونکہ یہ روحانی قوت کا سبب ہے ۔ عالم قدس میں صور و اشکلہ کا عالم سفلی سے ثبوت ہوتا ہے تاکہ ان کے ساتھ معانی مناسبہ کا تعلق بن سکے منقول ہے کہ اگر خواب میں دودھ دیکھا جائے یا پیا جائے تو اس سے مراد علم ، دین اور ہدایت ہے ۔ الحمد للہ علی ذلک بخلاف شراب جو سراپا خباثت ، فساد ، شر اور نقصان سے عبارت ہے[1] ۔

۵۴۷۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوْا وَادِي الْاَزْرَقِ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَشَعْرِهٖ شَيْئًا وَاضِعًا اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ لَهٗ جُؤَارٌ اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ اَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا هَرْشٰى اَوْ لِفْتٌ فَقَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان چلے ایک جنگل سے گزر ہوا ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا جنگل ہے ؟ عرض کیا ازرق[1] جنگل ہے ۔ فرمایا گویا میں موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں ۔ پھر آپ نے ان کا رنگ[2] ، ان کے بالوں کا تذکرہ فرمایا ۔ آپ اپنی انگلیاں اپنے کانوں[3] میں دیے ہوئے بھی آپ کو اللہ سے قرب ہے ۔ تلبیہ میں مشغول ہیں اس جنگل سے گزر رہے ہیں فرماتے ہیں پھر ہم چلے حتیٰ کہ ہم ایک گھاٹی پر[4] پہنچے تو فرمایا یہ کون سی گھاٹی ہے عرض کیا ہرشا[5] ہے یا لفت[6] ، تو فرمایا گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو سرخ اونٹ پر ہیں آپ پر اونی جبہ ہے آپ کے ناقہ کی مہار کھجور کی چھال[7] کی ہے

سے اس میں اشارہ ہے کہ اس امت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دائمًا فیض نصیب ہے فافہم ۔ سید امیر علی

بِھٰذَا الْوَادِیْ مُلَبِّیًا (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) اسی جنگل میں تلبیہ کہتے ہوئے گزر رہے ہیں (مسلم)

ف۱ وادی ازرق، زا، را پر مقدم ہے۔ اس وادی کے نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کی زمین زرد رنگ کی ہے۔ بعض نے کہا ایک آدمی کی طرف منسوب ہے جس کی آنکھ میں زردی تھی۔

ف۲ ان کا رنگ گندم گوں ہے

ف۳ جیسا کہ اذان کی صورت میں ہوتا ہے تاکہ آواز بلند ہو۔

ف۴ جیسا کہ حالت احرام میں ہوتا ہے جوار جیم پر پیش، ہمزہ مخفف، اس کے بعد الف اور آخر میں راء ہے گانے کی آواز، آیت مبارکہ میں ہے عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ایک قرارت جیم کے ساتھ بھی ہے۔ دعا میں زاری اور تفرع کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ف۵ ثنیہ، ثاء پر زبر، نون کے نیچے زیر یا مشدد، پہاڑ پر بلند راستہ

ف۶ ہرشا، ہاء پر زبر، راء ساکن اور شین۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان پہاڑ کا نام ہے

ف۷ لفت، لام کے نیچے زیر یا زبر، فاء ساکن، یہ بھی پہاڑ کا نام ہے۔ راوی کو بیان میں شک واقع ہو گیا ہے۔

ف۸ خطام، خاء کے نیچے زیر

ف۹ خلبۃ، خاء پر پیش، لام ساکن یا پیش

اہم نوٹ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو یقیناً دیکھا اور فرمایا میں نے ایسے دیکھا گویا ان کی ظاہری حیات ہے۔ بعض نے کہا یہ خواب کا معاملہ ہے۔ بعض کی رائے میں یہ تمثیل و کشف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حس مشترک پر وارد کی گئی۔ بعض اہل تحقیق فرماتے ہیں آپ نے انھیں ان کی ظاہری حیات میں ہی دیکھا۔ مگر اس جہاں میں یہاں ماضی حال اور مستقبل یکساں ہوتے ہیں۔ اس کی تحقیق و تفصیل صوفیا کے اس کلام میں حاصل کی جائے جو انھوں نے زمان و مکان کے بارے میں کی ہے۔ بندہ مسکین عبد الحق بن سیف الدین، اللہ تعالیٰ اسے ظن و تخمین کے عیب سے پاکیزگی عطا فرمائے جب اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام حقیقی دنیاوی زندگی رکھتے ہیں لیکن عوام کی نظروں سے پردہ میں ہیں۔ تو اب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی خواب، مثال، اشتباہ کے انھیں دکھایا۔ اب اس پر کوئی اشکال نہیں۔

۵۴۷۱ / ۲۰ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰى دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا داؤد علیہ السلام پر قرآن آسان کر دیا گیا آپ اپنے گھوڑے کو حکم دیتے اس کی زین لگائی جاتی تو آپ گھوڑے کی زین لگائے جانے سے پہلے قرآن[1] پڑھ لیتے اور وہ نہ کھاتے تھے

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) مگر اپنے ہاتھ کے کام سے[۱] (البخاری)

[۱] یہ معلوم نہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے کتنے گھوڑے تھے اور ان پر زین لگانے میں کتنا وقت لگتا تھا۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ یہ معمول اور عادت کے خلاف ہے۔ خصوصًا تورات کی قراءت جیسا کہ منقول ہے کہ اس کا حفظ انبیاء بنی اسرائیل کا معجزہ ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو دوبارہ زندہ ہونے پر حفظ تورات کی وجہ سے ہی پہچانا گیا تھا اور یہ معاملہ از قبیل طے زماں اور بسط زماں سے ہے اور یہ اہل معرفت کے ہاں مسلمہ حقیقت ہے۔ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے۔ ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم فرما لیتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ مقام ملتزم سے کعبہ کے دروازہ تک قرآن ختم کر دیتے تھے۔

[۲] اپنے ہاتھوں سے زرہ بناتے تھے۔

۵۴۷۲ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَھُمَا ابْنَاھُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَھَبَ بِابْنِ اِحْدٰھُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُھَا اِنَّمَا ذَھَبَ بِابْنِكِ قَالَتِ الْاُخْرٰی اِنَّمَا ذَھَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاکَمَتَا اِلٰی دَاوٗدَ فَقَضٰی بِہٖ لِلْکُبْرٰی فَخَرَجَتَا عَلٰی سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاہُ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ بِالسِّکِّیْنِ اَشُقُّہٗ بَیْنَکُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰی لَا تَفْعَلْ یَرْحَمُكَ اللّٰہُ ھُوَ ابْنُھَا فَقَضٰی بِہٖ لِلصُّغْرٰی

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو عورتیں ہیں جن کے ساتھ ان کے[۱] بچے تھے۔ بھیڑیا آیا ایک کا بچہ لے گیا۔ دونوں[۲] نے جھگڑا کیا وہ دونوں داؤد علیہ السلام کے پاس گئیں لے گئیں آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ[۳] دے دیا۔ وہ دونوں حضرت سلیمان ابن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں، انھیں یہ اطلاع دی آپ نے فرمایا چھری لاؤ میں تم دونوں کے درمیان بچے کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دوں[۴] چھوٹی بولی اللہ آپ پر رحمت فرمائے یہ نہ کریں یہ بڑی کا بچہ ہے تب آپ نے چھوٹی کے حق میں اس کا فیصلہ کر دیا[۵]

(بخاری و مسلم)

[۱] ہر ایک کا ایک بچہ تھا

[۲] ہر ایک نے کہا بھیڑیا تیرا بچہ[۱] لے گیا ہے

[۳] اس سبب سے کہ اس کے ساتھ مشابہت تھی یا اس کے قبضہ میں تھا یا اپنا اجتہاد کی وجہ سے یہ وحی کی بنا پر یہ فیصلہ نہ تھا ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے خلاف فیصلہ نہ کرتے۔

[۴] حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقصد امتحان تھا تاکہ واضح ہو جائے ان میں سے ماں کون ہے؟

[۵] ظاہر یہی ہے کہ بڑی نے بھی اقرار کر لیا کہ یہ بچہ چھوٹی کا ہے لہذا اسے دے دیا گیا (کذا قیل) یہاں یہ اشکال ہے

---

[۱] ان میں سے ایک صراحۃً جھوٹی تھی وہ بچہ حاصل کرنا چاہ رہی تھی۔ امیر علی مرحوم

کہ ایک پیغمبر کے حکم سے دوسرے کا حکم رد نہیں ہوتا اگرچہ اجتہادی سے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بطریق جزم و قطع نہ تھا بلکہ بطریق احتمال تھا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں مجتہد فیہ حکم میں نسخ جائز تھا۔

۵۴۷۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُلَيْمَانُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى تِسْعِيْنَ امْرَأَةً وَّفِيْ رِوَايَةٍ بِمِائَةِ امْرَأَةٍ كُلُّهُنَّ تَاْتِيْ بِفَارِسٍ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَطَافَ عَلَيْهِنَّ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَأَةٌ وَّاحِدَةٌ جَآءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَّاَيْمُ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت سلیمان نے فرمایا کہ آج میں اپنی نوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ایک روایت میں ہے کہ سو بیویوں کے پاس، جن میں سے ہر ایک شہسوار جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا فرشتے نے کہا انشاء اللہ کہہ لیجیے انھوں نے نہ کہا اور بھول گئے[1] پس آپ ان کے پاس تشریف لے گئے[2] لیکن ان میں سے ایک کے سوا کوئی حاملہ نہ ہوئی اور وہ بھی ناتمام بچہ[3] پیدا ہوا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد مصطفیٰ کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے[4] تو سب بچے اللہ کی راہ میں سوار ہو کر جہاد کرتے۔ (بخاری و مسلم)

[1] بھول جانے کے سبب انشاء اللہ نہ کہہ سکے۔

[2] یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کمال قوت پر دلالت ہے، قوۃ باہ کا کم ہونا نقص ہے ایسے نقائص سے حضرات انبیاء علیہم السلام پاکیزہ ہیں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حال اس سے اقوی ہے۔ اس میں نقص لعورت رہبانیت بھی آشکار ہوتا ہے۔ اہل جنت کے احوال اس پر شاہد ہیں۔

[3] شق، کسی چیز کا ٹکڑا، صراح میں ہے آدھی چیز کو شق کہا جاتا ہے

[4] لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام سے لغزش ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلا تھا۔ لہٰذا انھوں نے اس پر بارگاہ خداوندی میں توبہ کی جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔

۵۴۷۴ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّآءُ نَجَّارًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت زکریا نجار[1] تھے (المسلم)

[1] نجر، جیم کے ساتھ لکڑی کو تراشنا لفظ زکریا، مد اور قصر دونوں کے ساتھ ہے۔

۵۴۷۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا و آخرت میں حضرت عیسیٰ بن مریم کا

مَرْيَمَ فِي الْأُولٰى وَالْاٰخِرَةِ الْاَنْبِيَآءُ اِخْوَةٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَّاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ وَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سب لوگوں سے زیادہ نزدیک ہیں[1]۔ سارے انبیاء سوتیلے[2] بھائی ہیں کہ ان کی مائیں[3] الگ الگ ہیں۔ لیکن ان کا دین[4] ایک ہے اور ہم دونوں[5] کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔

(بخاری و مسلم)

[1] آغاز و انجام میں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے آپ کی آمد کی بشارت دی اور آپ کی شریعت کے لیے تمہید اٹھائی اور آخری زمانہ میں آپ کے نائب اور خلیفہ بھی بنیں گے۔

[2] ان کا والد ایک ہے

[3] علات، عین پر زبر، لام مشدد وہ بھائی جن کا والد ایک اور مائیں متعدد ہوں جیسا کہ احناف ان بھائیوں کو کہتے ہیں جن کی ماں ایک اور والد متعدد ہوں۔ جن کے والد اور والدہ ایک ہوں انھیں اعیانی کہا جاتا ہے۔ فرمایا تمام پیغمبروں کے والد ایک اور مائیں متعدد ہیں۔ تمام انبیاء کا مقصود چونکہ مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی ہے اسے والد کے ساتھ تشبیہ دی اور چونکہ شرائع مختلف ہیں اس لیے متعدد ماؤں کے ساتھ تشبیہ دی (کذا قالوا) بعض مشائخ نے کہا ابناء السبیل اخیاف لیس بینھم خلاف طریق حق پر چلنے والے تمام ایک ماں (شریعت) کی اولاد ہیں لیکن والد مختلف ہیں کیونکہ مشائخ و مرشدان میں سے تربیت کا طریق ہر ایک کا مختلف ہے۔

[4] وہ توحید ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام عقائد دینیہ میں متحد ہیں اگرچہ بجہت حکمت و مصلحت اور لوگوں کی راہنمائی میں ان کے مختلف احوال کے پیش نظر شرائع و اعمال میں مختلف ہیں۔

[5] حضور اور حضرت عیسٰی علیہ و علی نبینا علیہما السلام، اگرچہ قرب و اتصال معنوی تمام انبیاء علیہم السلام میں ہے لیکن اتصال صوری حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ خصوصی ہے۔

۵۴۲۶/۲۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطَانُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اولادِ آدم کی کروٹ میں اس کی ولادت کے وقت شیطان اپنی انگلیاں مارتا ہے۔ سوائے حضرت عیسٰی بن مریم کے کہ وہ مارنے لگا تو وہ پردے[1] میں جا لگیں (بخاری و مسلم)

[1] اس سے وہ پردہ مراد ہے جس میں ان کی ولادت ہوئی اسے جیشمہ کہا جاتا ہے شیطان کی انگلیاں اسے لگیں نہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو، اس حدیث پر گفتگو ما من مولود الا یمسہ الشیطان کے تحت باب الوسوسہ میں گزر چکی ہے، معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اس حکم سے خارج ہے کیونکہ آپ اپنے علاوہ دیگر اولادِ آدم کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔

۵۴۲۷/۲۶ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو موسٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرًا وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَيُّ النَّاسِ اَكْرَمُ وَحَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ اَلْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ فِي الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں بہت سے کامل ہوئے۔ خواتین میں سوائے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے کوئی کامل نہ ہوئیں اور جنابہ عائشہ کی بزرگی ساری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید[۲] کی بزرگی تمام کھانوں پر ہے (بخاری ومسلم) اور حضرت انس کی حدیث اے خیر البریہ اور حدیث ابوہریرہ ایّ الناس اکرم اور ابن عمر کریم بن کریم باب المفاخرہ والعصبیہ میں بیان ہو چکی۔

[۱] ظاہراً یہ حدیث دال ہے کہ یہ تمام خواتین سے افضل واکمل ہیں۔ حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ، سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بھی، اس کے جواب و توجیہہ میں کہا گیا ہے کہ یہاں خواتین سے مراد سابقہ امتوں کی خواتین ہیں یا یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب ان خواتین کی فضیلت کے بارے میں وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ یا یہ خواتین مستثنیٰ ہیں اور اس پر وہ روایات ہیں جن میں ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام خواتین جنت کی سربراہ ہیں۔ بعض احادیث میں افضلیت سیدہ فاطمہ، سیدہ مریم اور سیدہ آسیہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ الغرض اس باب میں احادیث مختلف ہیں یا توجیہات متعدد ہیں یا عمومات میں تخصیص کا قول کرنا ہوگا۔ رسالہ فارسیہ میں جو عقائد پر ہے اس بارے میں علماء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس مذکورہ حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت بیان کی گئی ہے۔

[۲] ثرید، وہ مشہور کھانا ہے جسے فارسی میں شکنہ کہا جاتا ہے۔ پیالہ میں روٹی کے ٹکڑے کرنا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۴۷۸ / ۲۷ عَنْ اَبِيْ رَزِيْنٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ خَلْقَهٗ قَالَ كَانَ فِيْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَهٗ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهٗ هَوَاءٌ وَخَلَقَ عَرْشَهٗ عَلَى الْمَاءِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ الْعَمَاءُ اَيْ لَيْسَ مَعَهٗ شَيْءٌ

حضرت ابورزین[۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے پہلے کہاں تھا۔ فرمایا ہلکے[۲] بادل میں تھا نہ اس کے نیچے ہوا تھا اس کے اوپر ہوا اور اپنا عرش پانی پر پیدا فرمایا (ترمذی) اور فرمایا کہ یزید بن ہارون نے کہا ہلکے بادل سے مراد ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔

[۱] ابورزین، راء پر زبر، زاء کے نیچے زیر، یاء ساکن، مشہور صحابی ہیں۔ ان کا شمار اہل طائف میں ہوتا ہے
[۲] عماء، سحاب رقیق یا کثیف جو باہم ملا ہوا ہو، عمی مد اور قصر دونوں کے ساتھ منقول ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کی کنہ اور حقیقت سے عقل آشنا نہیں ہو سکتی۔

سکے ہوا اس بات سے کنایہ ہے کہ وہاں کوئی شے نہیں۔ یہی مضمون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے کان اللہ ولم یکن معہ شیئ" (اللہ تعالیٰ تھا اور وہاں کوئی شے نہ تھی) بعض شارحین نے فرمایا اس سے مقصد اس وہم کا ازالہ ہے کہ وہاں مکان تھا کیونکہ ابر معروف کے لیے مکان اور ہوا کے بغیر پایا جانا محال ہے۔ شیخ ازہری کہتے ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں مگر اس کی کیفیت نہیں جان سکتے۔ بعض نے کہا سوال سے مراد یہ تھی کہ ہمارے رب کا عرش کہاں تھا؟ تو فرمایا۔

سکہ شیخ یزید بن ہارون، اعلام امت اور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ حافظ، ثقہ اور صحیح الحدیث ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی ہے ان کا تعلق بخارا سے تھا، ان کے فضائل کثیر ہیں۔ ۲۱۷ ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

۵۴۷۹ وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ زَعَمَ اِنَّهٗ كَانَ جَالِسًا فِي الْبَطْحَاءِ فِيْ عَصَابَةٍ وَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْهِمْ فَمَرَّتْ سَحَابَةٌ فَنَظَرُوْا اِلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُسَمُّوْنَ هٰذِهٖ قَالُوْا السَّحَابَ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوْا وَالْمُزْنَ قَالَ وَالْعَنَانَ قَالُوْا وَالْعَنَانَ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالُوْا لَا نَدْرِيْ قَالَ اِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا اِمَّا وَاحِدَةٌ وَاِمَّا اثْنَتَانِ اَوْ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ سَنَةً وَالسَّمَآءُ الَّتِيْ فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهٖ كَمَا بَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ اَوْعَالٍ بَيْنَ اَظْلَافِهِنَّ وَرُكَبِهِنَّ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِهِنَّ الْعَرْشُ بَيْنَ اَسْفَلِهٖ وَاَعْلَاهُ مَا بَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ اللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ بطحا میں ایک جماعت میں بیٹھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما تھے ایک بادل گزرا لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کا نام کیا رکھتے ہو؟ عرض کیا سحاب اور فرمایا اور مزن بھی عرض کیا مزن بھی فرمایا اور عنان بھی عرض کیا اور عنان بھی فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کتنا ہے عرض کیا ہم نہیں جانتے فرمایا ان کے درمیان فاصلہ اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا اور جو آسمان اس کے اوپر ہے وہ بھی ایسا ہی ہے حتی کہ آپ نے سات آسمان گنائے پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک دریا ہے جس کے اوپر اور نچلے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۔ پھر اس کے اوپر آٹھ بکرے ہیں جن کے کھروں اور سرین کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۔ پھر ان کی پیٹھوں پر عرش ہے۔ جس کے اوپر اور نیچے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

سلہ مکہ میں جگہ کا نام ہے۔ البطح، جاری پانی اور سنگلاخ جگہ

سلہ ظاہراً واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے اور وہ گروہ و جماعت مسلمانوں کی نہ تھی۔

سلہ یا انھوں نے اس کا نام سحاب لیا، سحاب، رفع و نصب دونوں کے منقول ہے

سلہ مزن، میم پر پیش، سفید بادل کو کہتے ہیں۔

سلہ عنان، قاموس میں ہے عنان وہ بادل جو پانی کو محفوظ نہ رکھے۔

سلہ یہ شک راوی کو شک ہے۔

سلہ دوسری روایت میں ہے زمین و آسمان کے درمیان اس طرح آسمانوں کے درمیان پانچ صد سال کا فاصلہ ہے اور ہر آسمان کے اوپر پانچ سو سال کی مقدار ہے۔ شیخ طیبی فرماتے ہیں کہ یہاں ستر سے مراد مبالغہ ہے نہ کہ عدد معین اور یہ عدد مبالغہ کے لیے اکثر طور پر مستعمل ہے

سلہ دیگر احادیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے عرش کے نیچے دریا پیدا فرمایا۔ پھر عرش پیدا فرمایا۔ حالانکہ وہ دریا رواں تھا۔

سلہ فرشتے بصورت پہاڑی بکریاں، اوعال، وعل کی جمع، واؤ پر زبر، عین ساکن پہاڑی بکری

سلہ یہ بلندی، عظمت، حکم و قدرت اور عزت کے اعتبار سے ہے مکان، جہت اور استقرار و تمکن مراد نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی، برتری اور عظمت کی تمثیل و جھلک ہے کہ وہ تمام سے بلند و بالا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِہِمْ مُّحِیْطٌ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا ان لوگوں کو پست چیزوں سے نکال کر بلندی کی طرف متوجہ کیا جائے۔ تاکہ یہ ملکوت زمین و آسمان میں غور و فکر کو اپنا وطیرہ بنائیں اور ان کے ذہن میں ایسا ارتقاء پیدا ہو کہ وہ سب سے پست و ذلیل بتوں سے نکل کر خالق کی طرف متوجہ ہو جائیں لہ

۵۴۸۰ — وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْأَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْأَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْأَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا جانیں مشقت میں پڑ گئیں۔ بال بچے بھوک کے مر رہے ہیں، مال کا نقصان ہو رہا ہے۔ مویشی ہلاک ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے بارش کی دعا مانگیے ہم اللہ کی بارگاہ میں آپ کو سفارشی بناتے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں اللہ کو سفارشی بناتے ہیں

لہ لیکن اس کی سند ضعف و غرابت سے خالی نہیں اور یہ قابل استدلال نہیں۔ مولوی امیر علی مرحوم۔

ذٰلِكَ فِیْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَیْحَكَ اِنَّهٗ لَا یُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰی اَحَدٍ شَاْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَیْحَكَ اَتَدْرِیْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰی سَمٰوٰتِهٖ هٰكَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ لَیَاِطُّ بِهٖ اَطِیْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا سبحان اللہ سبحان اللہ پھر مسلسل[۴] سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اصحاب کے چہروں پر[۵] اس کا اثر نمایاں ہو گیا فرمایا تم پر افسوس اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے سفارشی نہیں بنایا جاتا[۶] اس کی شان اس[۷] سے کہیں بلند ہے تم پر افسوس کیا تم جانتے ہو[۸] کہ اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے اور انگلیوں کے اشارہ سے بتایا کہ قبے کی طرح[۹] ان پر محیط ہے اور اس سے آواز[۱۰] نکلتی ہے جیسے کجاوہ سوار کی وجہ سے چرچراتا ہے (ابوداؤد)

[۱] جبیر بن مطعم، میم پر پیش، طاء ساکن، عین کے نیچے زیر، صحابی، اشراف قریش اور اولاد عبد مناف میں سے ہیں صلح مکہ کے بعد فتح خیبر سے پہلے اسلام لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد ہیں۔ انساب، اخبار اور ایام عرب کے ماہر ہیں۔

[۲] ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ ایزدی میں وسیلہ بناتے ہیں تاکہ وہ بارش عطا فرمائے۔

[۳] تاکہ آپ اس سے بارش کی دعا کریں۔

[۴] بطور تعجب و ناراضگی

[۵] صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے متاثر ہوئے اور ان کے چہروں پر اس کا بھی اظہار ہوا

[۶] اسے وسیلہ کسی کے سامنے مت بناؤ۔

[۷] کسی کے سامنے وسیلہ بنانے سے

[۸] تم جانتے نہیں اس کی عظمت کیا ہے؟

[۹] گیند کی مانند اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر۔ یعنی تمام آسمان اس کے احاطہ میں ہیں چہ جائیکہ زمین۔

[۱۰] عظمت حق کی وجہ سے وہ عاجز ہے جیسے سوار سے پالان، اطیط، پالان کی آواز، زین کی آواز، بیٹ کا خالی ہونا، اونٹ کا کرلانا، یہ تمام اعرابی کے ذہن کے مطابق عظمت الٰہیہ کی تمثیل کا بیان ہے۔

۵۴۸۱ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُذِنَ لِیْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَّلَكٍ مِّنْ مَّلٰٓئِكَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ اَنَّ مَا بَیْنَ شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ اِلٰی عَاتِقَیْهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اجازت دی گئی کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک[۱] کے متعلق بتا دوں کہ اس کے دونوں کانوں کی لو اور کندھوں[۲] کے درمیان سات سو برس کی مسافت جتنا

مَسِیْرَۃَ سَبْعِ مِائَۃِ عَامٍ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ) فاصلہ ہے (ابوداؤد)

لـــہ ان کی عظمت کے بارے میں

لـــہ بعض نے کہا ان کے کاندھے اور گردن کے درمیان یہ فاصلہ ہے۔

۵۴۸۲ وَعَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرَئِیْلَ هَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ فَانْتَقَضَ جِبْرَئِیْلُ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ سَبْعِیْنَ حِجَابًا مِّنْ نُّوْرٍ لَوْ دَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَاحْتَرَقْتُ ھٰکَذَا فِی الْمَصَابِیْحِ وَرَوَاہُ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ فَانْتَقَضَ جِبْرَئِیْلُ۔

حضرت زرارۃ لـــہ بن ابی اوفی لـــہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ حضرت جبریل کانپنے لگے لـــہ اور عرض کیا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور اس کے درمیان نور کے ستر حجاب لـــہ ہیں اگر میں کسی کے نزدیک جاؤں تو جل جاؤں گا لـــہ۔ مصابیح میں اسی طرح ہے لـــہ ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے مگر وہاں یہ ذکر نہیں کہ جبریل کانپنے لگے۔

لـــہ زرارہ، زا پر پیش، پہلی راء مخفف

لـــہ ابی اوفی، ہمزہ پر زبر، واو ساکن، ثقہ تابعی، قاضی بصرہ اپنے دور کے عظیم عباد علماء میں شامل ہیں حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ ایک دن فجر کی نماز ادا کر رہے تھے یہ آیت مبارکہ پڑھی فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ چیخ ماری اور وصال ہو گیا یہ ۹۳ ہجری ولید بن عبد الملک کا دور تھا۔

لـــہ انتقاض، کانپنا، حضرت جبریل امین اس سوال کے خوف اور تصور سے کانپ اٹھے

لـــہ اس سے وہ نورانی پردے مراد ہیں جو جبریل کی صفات ملکیہ بلکہ صفات حق بھی ہیں۔ کیونکہ صفت بجا پردہ غفلت ہے۔ تعین حد کا علم شارع ہی کو ہے۔ بعض روایات میں ستر ہزار کا ذکر ہے۔ ممکن ہے یہ کثرت حجابات سے کنایہ ہو۔ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے۔ حق تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے اس بارے میں پوچھا ہے۔ حضرت جبریل کی گفتگو بھی اس پر دال ہے۔ اس مسئلہ میں ملائکہ اور انسانوں میں فرق کرنا سخت زیادتی ہے۔ اگرچہ انسان روحانی یا جسمانی حجاب میں ہے۔ روز قیامت دیدار الٰہی کا زیادہ حق انسان کا ہے اور ملائکہ کی رویت میں اختلاف ہے۔

لـــہ شعر اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

(اگر میں ایک بال برابر آگے بڑھتا ہوں تو انوار تجلیات سے میرے پر جل جائیں گے)

یہ عبارت واضح کر رہی ہے کہ یہ حجابات باری تعالیٰ کی صفات وانوار ذات کے درمیان ہیں۔

۵۴۸۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اِسْرَافِیْلَ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس دن

يَوْمِ خَلَقَهُ صَافًّا قَدَمَيْهِ لَا يَرْفَعُ بَصَرَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى سَبْعُوْنَ نُوْرًا مَا مِنْهَا مِنْ نُوْرٍ يَدْنُوْ مِنْهُ إِلَّا احْتَرَقَ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

حضرت اسرافیل کو پیدا فرمایا اپنے قدموں پر کھڑے ہیں وہ اپنی نگاہ نہیں اٹھاتے۔ ان کے اور رب تعالیٰ کے درمیان ستر نور ہیں۔ ان میں سے کوئی نور نہیں مگر جس سے وہ قریب ہو تو جل جاویں۔

(ترمذی نے روایت کر کے صحیح کہا)

لہ صور سے، اس سے مراد انتظار حکم ہے کہ کب اسے بجانے کا حکم آجاتا ہے۔

۵۷۸۴ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَذُرِّيَّتَهُ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَا رَبِّ خَلَقْتَهُمْ يَأْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُوْنَ وَيَنْكِحُوْنَ وَيَرْكَبُوْنَ فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا أَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ كَمَنْ قُلْتُ لَهُ كُنْ فَكَانَ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد کو پیدا فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا یا رب تو نے انھیں پیدا کیا، عرض کیا وہ کھائیں گے پئیں گے نکاح کریں گے سوار ہوں گے تو ان کے لیے دنیا کر دے[1] ہمارے لیے آخرت کر دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسے میں نے دست[2] قدرت سے بنایا اور جس میں میں نے اپنی روح[3] پھونکی اسے اس مخلوق کی طرح نہ کروں گا جس سے میں نے کہا ہو جا[4] وہ ہو گئی (شعب الایمان للبیہقی)

لہ کیونکہ یہ دنیا سے متمتع ہوں گے ہم نہیں ہوں گے لہٰذا ان کی دنیا ہونی چاہیے اور ہماری آخرت، رب ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں عطا کرنا زیادتی ہو گی۔

۲ جو جلال و جمال دونوں کو جامع ہے۔

۳ اضافت تکریم و شرف کے لیے ہے۔

۴ حضرت آدم اور ان کی اولاد کو یہ شرف بھی حاصل ہے لہٰذا وہ تمام صوری و معنوی، حس و عقلی کمالات کے جامع ہیں لہٰذا ان سب کے لیے دنیا و آخرت دونوں ہوں گی۔ یہ حدیث شاہد ہے کہ بشر کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۷۸۵ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ بَعْضِ مَلٰئِكَتِهِ ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض فرشتوں سے زیادہ عزت[1] والا ہے۔

(ابن ماجہ)

سلہ اس کی تفصیل کتب علم کلام میں موجود ہے۔

۵۴۸۶ (۲۵) وَعَنْهُ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَخَلَقَ اٰدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ اٰخِرِ الْخَلْقِ وَاٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مٹی پیدا فرمائی اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے، پیر کے دن درخت پیدا کیے۔ منگل کے دن ناپسندیدہ چیزیں پیدا کیں، بدھ کے روز نور پیدا فرمایا[۱]، جمعرات کے روز اس میں جانور پھیلائے، آخری مخلوق آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا اور دن کی آخری ساعت تھی جو عصر سے لے کر رات تک ہے۔ (المسلم)

سلہ یہ مسلم میں ہے۔ دیگر میں ہے کہ بدھ کو مچھلی پیدا فرمائی، یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دن دونوں کو پیدا فرمایا۔
سلہ چونکہ اس دن تمام کی پیدائش مکمل ہوگئی اس لیے اس کا نام جمعہ رکھ دیا گیا اور اس آخری ساعت کو فضیلت دی گئی۔

۵۴۸۷ (۲۶) وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَاَصْحَابُهٗ اِذْ اَتٰى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذِهِ الْعَنَانُ هٰذِهٖ رَوَايَا الْاَرْضِ يَسُوْقُهَا اللّٰهُ اِلٰى قَوْمٍ لَّا يَشْكُرُوْنَهٗ وَلَا يَدْعُوْنَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا الرَّقِيْعُ سَقْفٌ مَّحْفُوْظٌ وَمَوْجٌ مَّكْفُوْفٌ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ سَمَاءَانِ بُعْدُ مَا بَيْنَهُمَا خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

اور انہی سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بیٹھے تھے اچانک بادل آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ عرض کیا[۱] اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ بادل ہے یہ زمین کا ساقی ہے اللہ اسے اس قوم کی طرف لے جاتا ہے جو نہ اس کا شکر کریں نہ اس سے دعا مانگیں پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے۔ عرض کیا اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا آسمان ہے محفوظ چھت ہے اور رکی ہوئی موج۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ عرض کیا اللہ و رسول ہی جانیں فرمایا تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ عرض کیا اللہ و رسول ہی جانیں۔ فرمایا دو آسمان ان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ پھر

قَالَ اِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشَ وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَآءِ بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآئَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِىْ تَحْتَكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّهَا الْاَرْضُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا تَحْتَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ تَحْتَهَا اَرْضًا اُخْرٰى بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ اَرَضِيْنَ بَيْنَ كُلِّ اَرَضِيْنَ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ قَرَءَ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَةَ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ اَرَادَ لَهَبَطَ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ فِىْ كُلِّ مَكَانٍ وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ فِىْ كِتَابِهٖ۔

اسی طرح حتیٰ کہ سات آسمان گنائے۔ ہر دو آسمانوں کے درمیان وہ فاصلہ ہے جو آسمان وزمین کے درمیان ہے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ان سب کے اوپر کیا ہے عرض کیا اللہ ورسول ہی خوب جانیں فرمایا ان کے اوپر عرش ہے۔ اس کے اوپر اور آسمان کے درمیان وہ فاصلہ ہے جو دو آسمانوں کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا ہے جو تمھارے نیچے ہے عرض کیا اللہ ورسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا کہ اس کے نیچے دوسری زمین ہے جن دونوں کے درمیان پانچ سو سال ہیں حتیٰ کہ سات زمینیں شمار فرمائیں۔ ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ایک اس نیچی زمین کی طرف لٹکاؤ تو وہ اللہ کی طرف جائے گی پھر قراءت فرمائی۔ وہ اول ہے اور آخر، ظاہر ہے اور باطن اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (مسند احمد ترمذی)، ترمذی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آیت تلاوت فرمانا اس پہ دلالت کرتا ہے کہ اس کے علم پر اس قدرت پر اس کی حکومت میں گرے، اللہ کا علم، اس کی قدرت اور اس کی بادشاہت ہر جگہ پر ہے اور وہ عرش پر ہے جیسے اس نے خود اپنی کتاب میں اپنی تعریف فرمائی۔

لہ اپنے معمول کے مطابق

ٰلہ عنان، عین پر زبر، بادل

سٰہ روایا، راویہ کی جمع ہے، اس اونٹ کو کہتے ہیں جس سے پانی کھینچا جائے۔ بادل کو اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

سٰہ وہ نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتی

شہ رقیع، فصل کے وزن پر، آسمان۔ بعض کے بقول یہ آسمانِ دنیا کا نام ہے۔

ت۵ آسمان کو گھر کی چھت کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

ک۵ سورج کے ساتھ بھی ہوا میں معلق ہونے میں تشبیہ ہے، آسمان بھی بے ستون قائم ہے

۵۵ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دو زمینوں کے درمیان فاصلہ آسمانوں کی طرح ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ زمینیں آپس میں متصل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ارض مفرد اور سموات جمع کے طور پر آیا ہے۔ اس حدیث کے خلاف ہے۔ ممکن ہے زمین کے لیے مفرد کا لفظ لانا اس لیے ہو کہ مراد یہی زمین ہے، نیچے والی زمین مراد نہیں بخلاف آسمان کے وہ تمام مرکز فیوض و آثار ہیں۔

۹۵ چونکہ دیگر احادیث میں اللہ تعالیٰ کی عرش پر فوقیت، تقدس اور احاطہ بیان ہوا اور اس میں زمین اور اس کے نیچے اللہ تعالیٰ کی قدرت، احاطہ اور اس کی صفات و افعال کے ظہور و آثار کو بیان فرمایا تاکہ واضح ہو کہ ہر جگہ اوپر و نیچے اور زیر و بالا میں اس کی قدرت کا احاطہ ہے۔

ن۱ وھو بکل شیئ علیم "وہ ہر شے کا جاننے والا ہے" اس پر قرینہ ہے۔

۱۱ ان صفات کے آثار موجود ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی صفات محتاج مکان نہیں۔

۱۲ قرآن مجید میں ہے الرحمن علی العرش استوی وھو رب العرش العظیم یا اس سے مراد وہ آیات ہیں جن میں اس کے علم، وجود، قدرت اور فوق العرش کا ذکر ہے۔ مثلاً وھو اللہ فی السموات والارض۔ واللہ بکل شیئ محیط بہر تقدیر یہ آیات اگرچہ بظاہر جہت اور مکان کا موہم ہیں لیکن حقیقت میں یہ ظہور علم و قدرت سے عبارت ہیں اور ان سے مراد وہ حقائق و معانی ہیں جو باری تعالیٰ شانہٗ و عظم برہانہٗ کے شایانِ شان ہیں۔

۵۴۸۸/۲۷ وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ طُوْلُ اٰدَمَ سِتِّیْنَ ذِرَاعًا فِیْ سَبْعِ اَذْرُعٍ عَرْضًا

اور انہی سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت آدم کی لمبائی ساٹھ گز تھی، سات گز چوڑائی۔

ن۵ گز کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک مراد ہے اور یہی شرعی گز ہے ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ہاتھ مراد ہو تو ذراع آدم مراد ہے کہ ان کا قد مبارک ان کے ہاتھ کے حساب سے ساٹھ ہاتھ تھا یا متعارف گز ہے ظاہر یہ ہے کہ عام آدمی کا ہاتھ مراد ہے کیونکہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کا ہاتھ مراد ہو تو لازم آئے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد آپ کے ہاتھ کی پیمائش سے ساٹھ ہاتھ کے برابر ہو اس کا مطلب ہو گا کہ ان کا ہاتھ ان کے جسم کی لمبائی کے مقابلے میں انتہائی چھوٹا تھا اور حد تناسب سے یک لخت دور تھا جیسے کہ مخفی نہیں۔

۵۴۸۹/۲۸ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ اَوَّلُ؟ قَالَ اٰدَمُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَنَبِیٌّ کَانَ۔ قَالَ نَعَمْ نَبِیٌّ مُکَلَّمٌ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَمِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ ثَلٰثُمِائَۃٍ وَبِضْعَۃَ

حضرت ابوذر[۱] رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سے نبی پہلے ہیں۔ فرمایا آدم علیہ السلام عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ نبی تھے؟ فرمایا ہاں کلام والے نبی۔ عرض کیا یا رسول اللہ رسول کتنے ہیں؟ فرمایا

عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ وَفَاءُ عِدَّةِ الْاَنْبِيَاءِ قَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفًا اَلْمُرْسَلُ مِنْ ذٰلِكَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا

تین سو اور کچھ[۴] اس بڑی جماعت[۴] اور ایک روایت میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضرت ابوذر نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نبیوں کی تعداد کتنی ہے؟ فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ جن میں سے رسول بڑی جماعت تین سو پندرہ ہیں۔

۱؎ یہ صدق و زہد میں اکابر صحابہ میں سے ہیں۔

۲؎ ان پر صحیفہ نازل کیا گیا تھا

۳؎ ایک روایت میں تین سو چودہ ہے

۴؎ جمّاً، جیم پر زبر، میم مشدد بمعنی بسیار، غفیر غفر سے ہے بمعنی ستر، یہ بھی کثرت کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ کثیر جماعت بھی اپنے ارد گرد کو ڈھانپ لیتی ہے۔

۵؎ نبی اور رسول کے درمیان میں فرق یہ ہے۔ نبی پر صرف وحی ہوتی ہے جبکہ رسول پر کتاب بھی نازل کی جاتی ہے۔ انبیاء کی تعداد کے بارے میں دو لاکھ چوبیس ہزار کی روایت بھی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ان کی تعداد کے تعین کو منع کر دیا گیا اجمالاً یہ عقیدہ رکھنا چاہیے ہم تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔

۵۴۹۰-۲۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَخْبَرَ مُوْسٰى بِمَا صَنَعَ قَوْمُهٗ فِي الْعِجْلِ فَلَمْ يُلْقِ الْاَلْوَاحَ فَلَمَّا عَايَنَ مَا صَنَعُوْا اَلْقَى الْاَلْوَاحَ فَانْكَسَرَتْ (رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ اَحْمَدُ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطلاع[۱] دیکھنے کی طرح نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ سب کچھ بتایا جو ان کی قوم نے بچھڑے کے متعلق کیا۔ اس وقت آپ نے تختیاں[۲] نہیں گرائیں پھر جب ان کی حرکت دیکھی تو تختیاں گرا دیں وہ ٹوٹ گئیں۔

(ان تینوں احادیث کو امام احمد نے روایت کیا)

۱؎ خبر کتنی یقینی کیوں نہ ہو جو مقام دیکھنے کو حاصل ہے وہ سننے سے حاصل نہیں ہوتا۔ پھر اس پر دلیل ارشاد فرمائی۔

۲؎ جن میں تورات لکھی ہوئی تھی۔

باب

فَضَائِلِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تمام رسولوں کے سربراہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل گنتی اور شمار سے باہر ہیں۔ اوّلین و آخرین کے علوم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے اور ان کی فضیلت سوائے آپ کے پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔ اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولادِ آدم کے سربراہ اور تمام پیغمبروں سے افضل ترین ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہم اجمعین۔ آپ کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد علماء سے تصریح نہ ملتی۔ واللہ اعلم

الفصل الاوّل

پہلی فصل

۵۴۹۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ مِنْهُ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اولادِ آدم کے ہر بہتر طبقہ[۱] سے مبعوث ہوا ہوں حتیٰ کہ اس طبقہ تک جس سے میری آمد ہوتی۔

[۱] ہر وہ طبقہ جس میں والدین کی صلب میں رہا ہوں۔ قرن سے مراد ایک زمانہ کے لوگ مثلاً صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طبقہ میں رہے وہ سب سے بہتر تھا جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کنانہ اور قریش ہیں اور ان کے بعد ہاشم۔

[۲] خیر سے مراد فضائل حمیدہ اور فضائل شریفہ ہیں۔ جن پر اہل عقل و کرم مدح کرتے ہیں۔ اس سے دین و ایمان مراد نہیں (کذا قالوا) یہ معاملہ قرآن کا ہے۔ رہا معاملہ آپ کے آباء کرام کا وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام کفر کی میل اور نجاست شرک سے پاک رہے۔ جیسا کہ فرمایا میں پاکیزہ صلبوں سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتا رہا، اس پر متاخرین علماء حدیث نے بہت دلائل تحریر کیے ہیں۔ اللہ کی قسم یہ ایسا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان متاخرین کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ یعنی اس بات کا علم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد دین توحید و اسلام پر تھے حالانکہ متقدمین کے کلام سے اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ جلال الدین سیوطی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے اس مسئلہ پر رسائل تحریر فرما کر اسے خوب واضح فرمایا۔ اور مدعی کو ظاہر و باہر فرما دیا۔ حاشا للہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس نور پاک کو تاریک جگہ رکھا جاتا اور روزِ قیامت آپ کے

آباء کی تحقیر و رسوائی کی جائے ۔

۵۴۹۲ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل سے کنانہ[1] کو چنا اور کنانہ سے قریش[2] اور قریش سے بنی ہاشم اور مجھے[3] بنی ہاشم سے چنا (المسلم) ترمذی کی روایت میں[4] ہے اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم میں سے اسمٰعیل اور اولادِ اسمٰعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا

[1] کنانہ، کاف کے پیچھے زیر، یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے چند واسطوں سے اولاد میں ہیں اور قریش سے دو واسطے پہلے ہیں ۔

[2] یہ نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں ۔ قریش نام کی مشہور وجہ یہ ہے کہ یہ ایک سمندری چار پایہ کا نام ہے ۔ جو قوت و زور میں اپنی انتہا پر ہے ۔ صحاح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ قریش کے نام کی وجہ یہ ہے کہ دریا کی مچھلی کا نام قریش ہے جو دیگر مچھلیوں کو تڑپ کر جاتی ہے اور کوئی نہ کھا سکتی اور اس پر کوئی غالب نہ آسکتا اس کی دیگر وجوہ بھی قاموس میں مذکور ہیں ۔

[3] تمام سے افضل و اعلیٰ بلکہ ان کے خلاصوں کا خلاصہ ہیں ۔

[4] اس کی روایت میں یہ اضافہ ہے

۵۴۹۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار[1] میں ہوں ۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہو گی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت[2] منظور ہو گی (المسلم)

[1] تمام صفات کمال میں، قیامت کی قید اس لیے ہے کہ اس دن سیادت و کرامات کا خوب ظہور ہو گا ۔ اس دن واضح ہو جائے گا کہ دن بادشاہی کا دن ہے ۔ کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مقبول و مقرب نہیں ۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ ملائکہ سے بھی افضل ہیں ۔ مذہب اہلِ حق یہی ہے اور ان کی تحقیق بھی یہی ہے کہ بشر ملائکہ سے افضل ہیں ۔ بعض احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت مطلقہ تمام مخلوق پر کا تذکرہ بھی ہے مواہب لدنیہ میں حضرت سلمان ابن عساکر سے ہے کہ جبرئیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے ۔ دنیا اور اہل دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو پیدا نہیں کیا گیا تاکہ وہ آپ کی اس بزرگی اور مرتبہ کو پہچانے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا پیدا ہی نہ کرتا لھٰذا ثابت ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں اور جو بعض احادیث میں آیا ہے مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو، مجھے حضرت موسیٰ اور حضرت یونس پر فضیلت نہ دو اس کا جواب پیچھے معلوم ہو چکا ۔

سلہ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ سب سے پہلے آپ کی شفاعت ہی قبول کی جائے گی ۔

۵۴۹۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَآءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت میرے امتی تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے اور سب سے پہلے میں ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا ۔ (المسلم)

۵۴۹۵ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰتِیْ بَابَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَسْتَفْتِحُ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میں جنت کے دروازہ کے پاس جا کر اسے کھولنے کے لیے کہوں گا خازن کہے گا آپ کون ہیں؟ کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پس وہ کہے گا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے بھی نہ کھولوں ۔ (المسلم)

۵۴۹۶ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِیْعٍ فِی الْجَنَّۃِ لَمْ یُصَدَّقْ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ مَا صُدِّقْتُ وَاِنَّ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ نَبِیًّا مَا صَدَّقَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں پہلا شفیع ہوں گا جتنی میری تصدیق کی گئی اس قدر کسی نبی کی نہیں کی گئی ۔ بعض نبی ایسے بھی ہوں گے جن کی تصدیق فقط ایک آدمی نے کی ہوگی ۔ (المسلم)

سلہ جنت میں لانے کے لیے یا اس میں بلندی درجات کے لیے

سلہ میری امت اور متبعین زیادہ ہوں گے یا جس قوت اعتقاد سے میری تصدیق ہوگی کسی کی نہ ہوگی ۔ پہلی صورت میں کثرت اور دوسری صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادتی محبت اور قوت ایمانی مراد ہے ۔

۵۴۹۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ کَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُہٗ تُرِکَ مِنْہُ مَوْضِعُ لَبِنَۃٍ فَطَافَ بِہِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور انبیاء کی مثال ایک خوبصورت مکان کی ہے جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو دیکھنے والے اس پر تعجب کرتے ہوئے کہتے ہیں کاش

بُنْیَانٍ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَ خُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یہ اینٹ ہوتی۔ فرمایا میں وہی اینٹ ہوں جس نے وہ جگہ پُر کردی مجھ سے عمارت مکمل ہوگئی۔ مجھ پر رسولوں کا اختتام ہوا ایک روایت میں ہے میں وہ اینٹ ہوں اور میں انبیاء کا خاتم ہوں۔

(بخاری و مسلم)

۱؎ صراح میں ہے بنیان اردگرد دیوار کو کہتے ہیں

۲؎ لبنۃ، لام پر زبر، باء کے نیچے زیر یا لام کے نیچے زیر اور باء ساکن

۵۴۹۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں کی جماعت میں کوئی نبی نہ تھے انہیں اتنے معجزات دیے گئے جتنے لوگ ان جیسے معجزات پر ایمان لائے اور جو خصوصی معجزہ مجھے عطا ہوا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ میں قیامت کے دن زیادہ تبعین میں ہوں گا۔

(بخاری و مسلم)

۱؎ یعنی کوئی پیغمبر ایسا نہیں کہ اس کیفیت میں ان سے معجزہ کا اظہار نہ ہوا ہو لیکن وہ زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا۔ اس زمانہ کے بعد وہ معجزہ ختم ہوگیا۔

۲؎ یعنی قرآن عظیم جو عظیم معجزہ ہے تاقیامت باقی ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر بجا اور تمام اہل جہاں کے لیے حق و یقین کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

۳؎ یعنی میرے متبعین روز قیامت کثیر ہوں گے بوجہ بقائے معجزہ، کیونکہ جو بھی اس معجزہ کو دیکھے گا ایمان لائے گا۔

۴؎ اگر کوئی کہے دیگر انبیاء پر بھی وحی و کتاب کا نزول ہوا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ وحی اور کتاب معجزہ نہ تھے۔ اس حدیث کی شرح میں یوں ہی کہا گیا ہے۔ بعض نے کہا معنیٰ یہ ہے کہ جس پیغمبر کو بھی معجزہ دیا گیا وہ سابقہ کی مانند ہی تھا لیکن میرا عظیم معجزہ جو وحی کی صورت میں ہے کسی دوسرے کو نہیں دیا گیا لہٰذا میری اتباع کرنے والے زیادہ ہوں گے۔ یہ معنی عبارت کے اعتبار سے زیادہ ظاہر ہے۔ اگرچہ تقریر اول بہت عمدہ اور احکم ہے اور اکثر شارحین کی یہی رائے ہے۔

۵۴۹۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی پانچ چیزیں۱؎ عطا

اَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں ۔ ایک ماہ کی مسافت تک میرا دبدبہ،[۱] دوسرا میرے لیے تمام[۲] زمین کو جائے سجدہ اور[۳] پاک کر دیا گیا، میرا امتی جہاں نماز کا وقت پائے[۴] وہاں نماز ادا کرے ۔ تیسرا میرے لیے غنائم حلال قرار دیئے ۔ حالانکہ میرے[۵] سے پہلے حلال نہ تھے چوتھے مجھے[۶] شفاعت دی گئی ۔ پانچویں ہر نبی کو کسی خاص[۷] قوم کی طرف بھیجا گیا اور مجھے تمام لوگوں[۸] کی طرف بھیجا گیا ہے

(بخاری و مسلم)

[۱] یہ تخصیص حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت سے ہے دیگر حکمران اور ظالم بادشاہ خارج از بحث ہیں رعب کے ساتھ فتح وظفر سے مراد بالفعل اس کا حصول ہے ۔ فقط رعب و دبدبہ کا ہونا اس سے الگ معاملہ ہے ۔

[۲] سابقہ امتوں میں مخصوص مقامات تھے مثلاً گرجے وغیرہ ان کے علاوہ نماز نہ ہوتی ۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ وہاں ہی نماز ادا کر سکتے جس جگہ کی طہارت متیقن ہو ۔ لیکن ہمارے لیے ہر اس جگہ نماز جائز و روا قرار دی جو یقینی طور پر نجس نہ ہو ۔

[۳] اس سے تیمم کیا جا سکتا ہے حالانکہ سابقہ امتیں فقط پانی سے طہارت حاصل کر سکتی تھیں ۔

[۴] اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز ادا کرے ۔ اس تقریر سے یہ بات سابقہ دونوں باتوں پر متفرع ہو سکتی ہے ۔

[۵] سابقہ امتیں غنیمت حاصل کر کے حیوانات کو قتل کر دیتے وہ غنیمت حاصل کرنے والوں کی ملکیت ہوتا نہ کہ انبیاء کی لیکن ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اخذ خمس اور اس میں سے انتخاب کا حق عطا فرمایا، مثلاً بہتر تلوار وغیرہ ۔ باقی وہ قومیں حیوانات کے علاوہ ایک مخصوص جگہ پر رکھتے آسمان سے آگ آ کر اسے جلا دیتی (کذا فی الشروع)۔

[۶] شفاعت عظمٰی جو تمام احوال، مقامات کو شامل ہے جیسا کہ باب شفاعت میں گزر چکا ہے ۔

[۷] دوسری قوم سے انھیں کوئی سروکار نہ ہوتا ۔

[۸] بلکہ تمام انس و جن کی طرف، ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس فرمان کے بعد ہوگی ہو اس لیے آپ نے جنات کا ذکر نہیں فرمایا ۔ اس کی مزید تحقیق آئندہ حدیث میں ہے ۔

۵۵۰۰ / ۱۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ ۔ اُعْطِيْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَّاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ[۱] چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے ۔ مجھے جامع[۲] کلمات سے نوازا گیا دبدبہ کے ساتھ میری مدد[۳] کی گئی ۔ میرے لیے غنائم حلال کیے گئے اور میری خاطر تمام زمین کو جائے نماز اور پاکیزہ بنا دیا

كَافَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر انبیاء کا اختتام ہو گیا ہے (المسلم)

سلہ سابقہ حدیث میں پانچ کا اور یہاں چھ کا تذکرہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص حد و شمار سے باہر ہیں لیکن سوال و حالات کے پیش نظر بعض کا تذکرہ ہوا یعنی مقصود تمام کا بیان نہیں۔

سلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی مختصر کلام فرماتے مگر وہ کثیر معانی پر مشتمل ہوتا یہ حضور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے مثلاً اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ کسی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی کاموں کو ترک کر دے۔ دین سراپا خیر خواہی ہے وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک معانی عظیمہ و کثیرہ پر مشتمل ہے بعض علماء نے ایسی احادیث کے لیے الگ کتاب لکھی ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں الفاظ تھوڑے مگر معانی کثیرہ کو جمع فرما دیا ہے۔ پہلا معنی زیادہ واضح ہے۔ اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جس میں ہے کہ میرے لیے کلام کو مختصر کر دیا گیا ہے تو اس کی دلالت معنی اوّل پر ہے۔

سلہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک ماہ کی مسافت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدرتی رعب و جلال ہوتا۔

سلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی رسالت کی تخصیص پر یہ گفتگو کی گئی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں دوسرا کوئی پیغمبر نہیں لہٰذا اس دور کے تمام لوگوں کی طرف وہ مبعوث ہوئے ہوں گے۔ نیز جب انھوں نے قوم کے خلاف دعا کی تو تمام اہل زمین ہلاک و غرق ہو گئے جو واضح کر رہا ہے کہ تمام کی طرف مبعوث ہوئے۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام روئے زمین کی سیر فرمائی۔ لوگوں کو اسلام لانے کا کہا جیسا کہ ملکہ بلقیس وغیرہا کے بارے میں ہے کہ اسلام لاؤ ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تو یہ چیز بھی ان کی رسالت کے عموم پر شاہد ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کی بعثت میں عموم نہ تھا۔ مخلوق کے غرق کے بعد موجودین میں انحصار کی وجہ سے عموم لاحق ہوا۔ لیکن غرق سے پہلے یہ احتمال تھا کہ انکی بعثت اپنی مخصوص قوم کے لیے ہوئی تھی چونکہ ان کی قوم کے علاوہ دوسری قوم زمین پر نہ تھی تو اس سے بظاہر محسوس ہوا کہ ان کی بعثت عام ہے۔ باقی ان کی دعا تمام اہل زمین کے لیے اس لیے تھی کہ ان کی دعوت توحید اس قوم کے تمام افراد کو پہنچی، کیونکہ آپ کی عمر شریف نہایت طویل تھی لیکن انھوں نے شرک اور بغاوت کی لہٰذا وہ تمام عذاب کے مستحق ٹھہرے بعض شارحین نے فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السلام میں توحید عام تھی لیکن فروعات شریعت کے التزام کا علم تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معاملہ تو علماء فرماتے ہیں کہ رسالت کا مفہوم فقط واجبات اور محرمات تک مخصوص ہے اور مندوبات میں لوگوں کو اجازت سے رہا قتال کی دھمکی جو بظاہر واجبات کے ساتھ مخصوص نظر آتی ہے در حقیقت ان کے ساتھ مخصوص نہیں

علہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت بنی اسرائیل کے ساتھ ہی مخصوص تھی ہاں اگر کسی نے بنی اسرائیل کے ساتھ معارضہ و جنگ کی تو پھر آپ نے اس کا نوٹس لیا۔ جیسا کہ اہل ایران نے لہراسپ کو فارس سے نکالا اور وہ بلخ چلا گیا، بلقیس کو بھی اسی وجہ سے مطیع کیا گیا۔ (مولوی امیر علی)

بلکہ یہ ہر اس چیز کے ساتھ مخصوص ہے جس پر آخرت میں عتاب وسزا ہے ۔ امام سیوطی نے حاشیہ نسائی میں یہی فرمایا ہے یہ بھی احتمال ہے کہ بلقیس کے ساتھ قتال لبسبب حاکم ہو نہ کہ لبسبب رسالت اور آپ حاکم بھی تھے اور رسول بھی لہٰذا کوئی اشکال نہ رہا ۔ (کذا قیل)

۵۵۰۱ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ اُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدِيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع کلمات کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے[11] رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں[1]۔

[1] اس سے مراد فتوحات ہیں جن کے دروازے شرق تا غرب اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کھولے گا کنوز ودفائن سے اخراج مراد ہے مراد وہ زمین ہے جس میں چاندی وسونے کے ذخائر ہیں ۔

۵۵۰۲ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا وَاُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ وَاِنِّيْ سَاَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ اَنْ لَّا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَّاَنْ لَّا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَاِنَّ رَبِّيْ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَاِنَّهٗ لَا يُرَدُّ وَاِنِّيْ اَعْطَيْتُكَ لِاُمَّتِكَ اَنْ لَّا اُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَّاَنْ لَّا اُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَّنْ بِاَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول کریم[12] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا ہے تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا ہے اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک یہ میرے لیے سمیٹی گئی ہے اور مجھے دو خزانے عطا فرمائے گئے یعنی سُرخ اور سفید اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ انھیں عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور دشمنوں کو ان پر مسلط نہ کرے ان کے جوان کو جڑ سے اکھاڑ ڈالے ۔ میرے رب نے فرمایا اے محمد! میں جب فیصلہ فرماتا ہوں تو وہ بدلا نہیں جاتا اور میں نے تمہاری امت کے لیے یہ چیز تمہیں عطا فرما دی کہ انھیں قحط سے ہلاک نہ کروں اور یہ کہ ان پر ان کے نفوس کے سوا دشمن کو مسلط نہ کروں کہ ان کی جڑ اکھاڑ دے اگرچہ وہ ان کے لیے چاروں طرف سے آ کٹھے

---

[11] قرآن مجید اختصار کلام میں سب سے بڑا اعجاز رکھتا ہے ابتدائی ایمان سے اس سے ضروری معانی حاصل ہو جاتے ہیں جب کمال کا مرتبہ پاتا ہے تو مزید معانی کا حصول ہو جاتا ہے جب مرتبہ مقید پاتا ہے تو معانی عجیبہ پاتا ہے اس کے بعد مرتبہ صدیقیت جب ملتا ہے تو بلند معانی کا ادراک ہو جاتا ہے اب نبوت کے علوم کیا ہوں گے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یہ قرآنی معجزہ ہے ۔ عظمت وکبریائی اللہ ہی کے لیے ہے ۔

بَعْضًا وَيَسْبِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہو جائیں لیکن یہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بنائیں گے۔ (المسلم)

لے میری امت مشرق و مغرب پر حکومت اور تصرف حاصل کرے گی۔

لے سرخ خزانہ سے مراد وہ کسریٰ خسروان فارس کے خزائن ہیں جن میں سونا زیادہ ہے سفید خزانہ سے مراد قیاصرہ بادشاہان روم کے خزانے ہیں جن میں چاندی غالب تھی۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ سرخ خزانوں سے مراد ملک شام ہے کیونکہ اس کا رنگ سرخ ہے اور سفید سے مراد ملک فارس ہے اس کا رنگ سفید ہے لیکن اول معنی ظاہر و مختار ہے۔

سے ایسا قحط نہ ہو جو تمام امت کو ہلاک کر ڈالے۔

کہ یعنی کفار کو

ھہ بیضہ، سرا اور شہر اور قوم کی آبادی کا درمیان یعنی دشمن ان پر قبضہ کر کے ان تمام کو ہلاک نہ کر دے۔

لے خواہ وہ فیصلہ عطا کا ہو یا بلا کا

کہ اگرچہ تمام جہان کے کافر جمع ہو جائیں

شہ کفار تو آپ کی امت پر غالب و مسلط نہ ہوں گے لیکن آپس میں لڑے گی اور یہ تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہے، جو بدل نہیں سکتا ہاں اس کا حکم نہیں دیا لہٰذا حکم شرع اس سے متعلق نہ ہوگا۔

۵۵۰۴ وَعَنْ سَعْدٍ[۱] اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِيْ مُعَاوِيَةَ[۲] دَخَلَ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَدَعَا رَبَّهُ طَوِيْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ سَاَلْتُ رَبِّيْ ثَلٰثًا فَاَعْطَانِيْ ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِيْ وَاحِدَةً سَاَلْتُ رَبِّيْ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِيْ بِالسَّنَةِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهُ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِيْ بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهُ اَنْ لَّا يَجْعَلَ بَاْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيْهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت سعد[۱] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو معاویہ[۲] کی مسجد سے گزرے آپ نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا کیں۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے طویل[۳] دعا کی پھر پلٹ کر فرمایا میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کیں، مجھے دو عطا کر دی گئیں اور ایک سے روک دیا گیا۔ میں نے اپنے رب سے مانگا تھا میری امت قحط سے ہلاک نہ فرمانا یہ مجھے عطا کر دیا گیا۔ پھر میں نے یہ مانگا تھا میری امت کو غرق[۴] نہ فرمانا یہ بھی مجھے عطا کر دیا گیا۔ پھر میں نے یہ مانگا ان کے درمیان جنگ و جدال[۵] نہ ہو تو اس سے مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا[۶]۔ (المسلم)

لے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سے یہ انصار کا قبیلہ ہے، آج بھی مدینہ مطہرہ کے باہر یہ مسجد قائم ہے، اس کے صحن میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اونٹنی کے قدم کا نشان ہے ۔

۵۳ دوران تشہد یا اس کے بعد، ظاہر یہی ہے کہ بعد میں دعا کی ۔

۵۴ غرق ۔ راء پر زبر یا سکون ۔ اکثر سکون کے طور پر آیا ہے ۔

۵۵ باس ، عذاب ، سختی ، سخت جنگ

۵۶ یہاں سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعض دعائیں مستجاب نہیں ۔ ان کی ہر دعا کی مقبولیت کے بارے میں دوسرے مقام پر گفتگو ہے ۔ اس میں سے کچھ کا تذکرہ ہم نے نعیم البشارہ میں کیا ہے ۔

۵۵۰۴ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَاصٍ قُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرٰتِ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرٰتِ بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَكَذَا الدَّارِمِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ سَلَامٍ نَحْوَهٗ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ فِيْ بَابِ الْجُمُعَةِ)

حضرت عطاء ابن یسار[۱] سے مروی ہے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملا ۔ میں نے عرض کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تورات[۲] میں بیان کردہ اوصاف کے بارے میں بتلائیے ۔ فرمایا ہاں[۳] اللہ کی قسم تورات میں بعض وہی آپ کی حسنات بیان ہوئی ہیں جو قرآن میں ہیں ۔ اے نبی ہم نے آپ کو شاہد[۴] مبشر[۵] نذیر[۶] اور امی لوگوں کے لیے محافظ بنایا ہے ۔ آپ میرے بندے[۷] اور رسول[۸] ہیں میں نے تمہارا نام متوکل[۹] رکھا آپ سخت خو اور سخت گو نہیں نہ بازار میں[۱۰] اونچی بولنے والے ہیں ، برائی کا بدلہ برائی[۱۱] سے نہیں دیتے لیکن آپ معاف اور بخشش فرمانے والے ہیں ۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ آپ کو وصال نہیں دے گا جب تک ٹیڑھی امت کو سیدھا نہیں فرما دیتے یہاں تک کہ وہ پڑھیں لا الہ الا اللہ ، اس کے ذریعے اندھی آنکھیں بینا ، بہرے کان سننے والے اور بند دل کھل جائیں (اسے بخاری نے روایت کیا اور اسی طرح دارمی نے عطاء بن سلام وغیرہ سے کیا ہے اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ہم آخر میں ہیں ۔ باب جمعہ میں گزر چکا ہے)

۱ عطاء بن یسار ، یاء پر زبر سین مخفف ، مشاہیر تابعین و کبار علماء میں سے ہیں ۔ یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے ۔

۲ ظاہر ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے تورات کا مطالعہ کیا ہوا تھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس

بارے میں انھوں نے سنا تھا یا بعض اہل کتاب سے سنا جو ایمان لا چکے تھے۔ آپ اہل علم وکتابت اور سابقہ کتب کا مطالعہ رکھتے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لکھا کرتے اور یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح کثیر الاحادیث تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے اور حضرت عبداللہ بن عمرو کے درمیان یہی فرق ہے کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور میں لکھا نہیں کرتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حفظ میں اعلیٰ مقام حاصل تھا، جیساکہ دیگر احادیث میں ہے۔

۳ اجل، ہمزہ اور جیم پر زبر، یہ حروف تصدیق میں سے ہے اس کا معنی نعم (ہاں) ہے۔

۴ ہم نے آپ کو احوال امت پر شاہد بنایا ہے۔

۵ اتباع کرنے والوں کے لیے

۶ نافرمانوں کے لیے

۷ حرز، حاء کے نیچے زیر، راء ساکن، ایسی جگہ جو پناہ گاہ ہو، امیین سے مراد عرب ہیں کیونکہ ان کی اکثریت لکھنا پڑھنا نہ جانتی تھی یا اس لیے کہ ان کی نسبت ام القریٰ کی طرف ہے جو مکہ کا ایک نام ہے۔ عربوں کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ ان میں آپ مبعوث ہوئے اور انھی میں سے ہیں اور اس سبب سے کہ ان کو سطوت عجم سے تحفظ تھا۔ اگر حرز سے مراد شیطانی مکروفریب اور آفات نفس ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک وجود تمام جہانوں کے لیے پناہ گاہ و سہارا ہے بعض شارحین کہتے ہیں کہ حفظِ قوم سے مراد یہ ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود رہے اس قوم کو ہلاک نہیں کیا گیا جیساکہ قرآن مجید میں ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

۸ آپ میرے اس قدر مخصوص بندے ہیں کہ بندگی خاص میں تمھارا کوئی شریک نہیں

۹ مخلوق کی طرف میرے پیغامبر ہو

۱۰ اپنے تمام معاملات کو میرے سپرد کر دینے والے، اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ نہیں کرتے۔

۱۱ ولا سخاب، خاء مشدد، بازار کا ذکر صرف بطور عادت وعرف ہے کہ وہاں شور وغوغا زیادہ ہوتا ہے۔ یہ لفظ صاد کے ساتھ صخاب بھی منقول ہے۔

۱۲ جو آپ کے ساتھ برائی اور زیادتی کرتا ہے آپ اس سے بدلہ کے طور پر زیادتی نہیں فرماتے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۵۰۹ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً فَاَطَالَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْتَ صَلٰوةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيْهَا قَالَ اَجَلْ اِنَّهَا صَلٰوةُ رَغْبَةٍ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور اسے طویل فرمایا صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کبھی اس طرح نماز نہیں پڑھائی۔ فرمایا ہاں! یہ

قَدْ هَبَةً وَّاِنِّىْ سَاَلْتُ اللّٰهَ فِيْهَا ثَلٰثًا فَاَعْطَانِىْ اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِىْ وَاحِدَةً سَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِىْ بِسَنَةٍ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ يُّسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَيْرِهِمْ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يُذِيْقَ بَعْضَهُمْ بَاْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيْهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

شوق و خوف کی نماز تھی۔ اس میں میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں دو مجھے عطا کر دی گئیں اور ایک سے مجھے منع کر دیا گیا۔ میں نے مانگا میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرنا یہ مجھے عطا کر دیا گیا۔ میں نے مانگا ان پر ان کے دشمن غیر کو مسلط نہ کرنا یہ مجھے عطا کر دیا گیا میں نے مانگا یہ آپس میں نہ لڑیں اس سے مجھے منع کر دیا گیا (ترمذی، نسائی)

۱؎ خباب بن الارت، خاء پر زبر، باء مشدد، الارت، ہمزہ اور راء پر زبر تا مشدد مشہور صحابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں منتقل ہونے سے پہلے اسلام لائے۔ راہ حق میں بڑے عذاب جھیلے اور صبر و ہمت کا مظاہرہ کیا ہر غزوہ میں شریک رہے، کوفہ میں وصال فرمانے والے پہلے صحابی ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۲؎ اس میں دعا و سوال کیا ہے اس کی قبولیت کی امید اور خوف خشیت کی وجہ سے نماز میں خشوع و خضوع زیادہ کیا ہے۔

۳؎ یعنی کفار کو

۴؎ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کریں

۵۵۰۶ وَعَنْ اَبِىْ مَالِكِ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَجَارَكُمْ مِّنْ ثَلٰثِ خِلَالٍ اَنْ لَّا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلِكُوْا جَمِيْعًا وَّاَنْ لَّا يَظْهَرَ اَهْلُ الْبَاطِلِ عَلٰى اَهْلِ الْحَقِّ وَاَنْ لَّا تَجْتَمِعُوْا عَلٰى ضَلٰلَةٍ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابومالک اشعری ۱؎ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین آفتوں سے بچالیا ہے یہ کہ تمہارا نبی تمہارے خلاف دعا نہ کرے کہ تم سارے ہلاک ہو جاؤ اور اہل باطل کو اہل حق پر غالب نہ کرے اور تمہیں گمراہی پر جمع نہ کرے۔ (ابوداؤد)

۱؎ صحابی ہیں۔ ان کے اسم گرامی میں اختلاف، عبداللہ، کعب وغیرہ، نسبت میں بھی اختلاف ہے بعض اشعری اور بعض اشجعی کہتے ہیں۔

۲؎ یعنی کفار اگرچہ وہ کتنے ہی زیادہ ہو جائیں، مسلمان اگرچہ کم ہوں گے مگر دین اسلام نیست و نابود نہیں ہوگا۔

۳؎ یہ دلیل ہے کہ اجماع امت حجت ہے۔ اجماع ہر دور کے علماء کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا ہے اور علماء سے مراد مجتہدین کرام ہیں۔

۵۵۰۷ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّجْمَعَ اللّٰهُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَيْفَيْنِ سَيْفًا مِّنْهَا وَسَيْفًا مِّنْ عَدُوِّهَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عوف بن مالک[1] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس امت پر دو تلواروں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ ایک تلوار اس امت کی اور دوسری اس کی دشمن کی[2] (ابوداؤد)

[1] یہ صحابی ہیں اور سب سے پہلے غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔

[2] امام تورپشتی کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت پر اس طرح دو تلواریں جمع نہیں فرمائے گا کہ امت نیست و نابود ہو جائے۔ جب امت آپس میں لڑے گی تو اللہ تعالیٰ کفار سے حملہ کروا دے گا تاکہ ان کی آپس میں لڑائی ختم ہو جائے۔ امام طیبی کہتے ہیں ظاہری معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ اس امت پر دو جنگیں جمع نہیں فرمائے گا کہ خود بھی لڑیں اور کافر بھی حملہ آور ہوں بلکہ ان میں ایک ہوگا دوسرا نہیں۔

۵۵۰۸ وَعَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَآئِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے[1] محسوس ہوتا تھا کہ انھوں نے کوئی بات سنی[2] تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما ہو کر[3] فرمایا میں کون ہوں؟ عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب[4] ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق[5] کو پیدا فرمایا تو اس نے ان میں سے مجھے بہترین کر دیا پھر انھیں دو گروہوں[6] میں کیا تو مجھے ان میں سے بہترین[7] کر دیا۔ پھر ان کے قبائل بنائے تو ان میں سے بہتر قبیلہ عطا فرمایا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر بیت[8] میں کر دیا تو میں ان سے ذات اور خاندان کے اعتبار[9] سے افضل ہوں[10] (ترمذی)

[1] غمگین حالت میں

[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی طرف سے طعن ہوا کہ عرب کے دیگر بڑے بڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کے زیادہ مستحق تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اپنا مقام خصوصاً نسب شریف کا اعلیٰ، اولیٰ اور احق ہونا بیان فرمایا۔

[3] اپنی ذات اقدس کے شرف و نسب و کرامت کے اظہار کے لیے

[4] جو عربوں میں سب سے عظیم اور صاحب شرف و شہرت تھے۔

۵؎ یعنی جن وانس اس میں دخولِ ملائکہ کا بھی احتمال ہے اور یہ احتمال ظاہر تر ہے کیونکہ لفظ خلق میں عموم ہے ان میں سے بہتر نوع (انسان) میں بنایا جو دوسروں سے افضل ہیں۔

۶؎ عرب وعجم

۷؎ عرب

۸؎ ہاشمی خاندان

۹؎ بہترین عرب یا تمام لوگوں سے بہتر

۱۰؎ لہذا میں نبوت وکتاب کا زیادہ مستحق ہوں، اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے ہر پیغمبر عظیم نسب کے مالک ہوتے ہیں جیساکہ حدیث ہرقل سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک گفتگو ان کی سوچ وفکر کا رد تھی کہ قرآن ونبوت ہم پر کیوں نازل کی گئی ورنہ نبوت تو سراسر فضل الٰہی ہے اس میں حسب ونسب کا ہرگز دخل نہیں جیساکہ قرآن نے واضح کیا ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (ترجمہ)

دوسرے مقام پر فرمایا

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

۵۵۰۹ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت[۱] کب سے ثابت ہے؟ فرمایا ابھی آدم روح وجسد[۲] کے درمیان تھے (ترمذی)

۱؎ کون سے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے نامزدگی ہوئی؟

۲؎ ان کی خلقت مکمل نہ ہوئی تھی، ان کے روح کا جسم کے ساتھ تعلق نہیں ہوا تھا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ میں مقدم ہوں۔

۵۵۱۰ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَسَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَۃُ اِبْرَاہِیْمَ وَبِشَارَۃُ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَاَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَھَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَھَا مِنْہُ قُصُوْرُ

حضرت عرباض بن[۱] ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم ابھی مٹی[۲] میں تھے میں تمہیں اپنے معاملہ کی ابتداء کے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں ابراہیم کی دعا[۳]، عیسیٰ کی بشارت[۴] اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اس وقت ان کے بدن سے[۵] نور نکلا جس سے شام کے

الشَّامِ ۔ | محلات روشن ہو گئے

رَوَاہُ فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ مِنْ قَوْلِہٖ سَاُخْبِرُکُمْ اِلٰی اٰخِرِہٖ ۔

(شرح السنہ، امام احمد نے اسے حضرت ابوامامہ سے سأخبرکم الی اٰخرہ تک[۶] روایت کیا) ۔

۱؎ عرباض، عین کے نیچے زیر، راساکن، ساریہ، راء کے نیچے زیر اہل صفہ میں سے صحابی ہیں ۔ جہاد کی محبت میں رونے والے لوگوں میں سے ہیں انہی کے حق میں آیت نازل ہوئی ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم الآیۃ

۲؎ طینت، مٹی کا ٹکڑا، جبلت اور خلقت کا معنی بھی دیتا ہے ۔ اس کا حاصل وہی ہے جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کنت نبیّا وآدم بین الماء والطین (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے ایک روایت میں کنت کی جگہ کتبت (میں لکھا ہوا تھا) ہے یہیں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کی نبوت مقدم ہونے کا کیا معنی ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ کے علم وتقدیر میں نبی ہونا مراد ہے یہ بات تو تمام انبیاء کو شامل ہے اور اگر عملاً اور بالفعل مراد ہے تو وہ دنیا میں ہوا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وجود عنصری سے پہلے ملائکہ اور ارواح کے درمیان آپ کی نبوت کا اظہار ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ عرش، تمام آسمان، محلات جنت، ان کے روشن دان، حوروں کے سینوں، جنتی درختوں کے پتوں، طوبیٰ کے درختوں، فرشتوں کی آنکھوں اور ابروؤں پر آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا ۔ بعض اہل معرفت نے کہا ہے عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ تمام ارواح کی تربیت فرمارہی تھی ۔ جیسا کہ آپ کا جسد اطہر اس جہان میں اجسام کی تربیت فرمارہا تھا اور یہ بات مسلمہ ہے کہ ارواح کی تخلیق اجسام سے پہلے کی ہے ۔

۳؎ جنھوں نے میری رسالت کا اعلان فرمایا ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ان کی دعا ہے ربنا وابعث فیھم رسولا منھم الآیۃ

۴؎ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

۵؎ احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا سے نور ظاہر ہوا، کہ ملک شام کے محلات روشن ہو گئے ۔ شارحین نے فرمایا کہ یہ بیداری کا معاملہ ہے چنانچہ یہاں رویت عینی ہے سیدہ کا خواب ولادت سے پہلے کا ہے ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کے شکم میں اللہ کا پیغمبر اور تمام سے بہتر بچہ ہے ۔

۶؎ شرح السنہ نے اس کا ابتدائی حصہ ذکر نہیں کیا ۔

۱۱۵۵ [۲۱] وَعَنْ اَبِی سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمَ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں روز قیامت[۱] تمام اولادِ آدم کا سربراہ ہوں گا مگر اس پر فخر نہیں[۲]، حمد کا جھنڈا[۳] میرے ہاتھ ہوگا مگر فخر نہیں ۔ تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے ۔ سب سے پہلے میرا مزار اقدس شق ہوگا

تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔ مگر فخر نہیں۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) (ترمذی)

۵۱ روز قیامت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر آپ کی سرداری وفضیلت کے تمام آثار وانوار کا عملاً ظہور ہوگا ورنہ آپ تو ہر حال میں سردار ہیں خواہ دنیا ہو یا آخرت میں۔

۵۲ اور یہ بات میں بطور فخر وغرور نہیں کر رہا بلکہ فقط اپنے رب کے شکر اور تحدیث نعمت کے طور پر کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو)۔ اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ لوگ میرے بارے میں اپنے ایمان واعمال کو صحیح کریں اور توقیر وتعظیم اور محبت وایمان اس درجہ کے مطابق رکھیں۔

۵۳ اس سے مراد تمام مخلوق سے انفرادیت وبرتری ہے۔ عرب مقام شہرت پہ جھنڈا گاڑا کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کے ساتھ خصوصی نسبت وتعلق حاصل ہے۔ آپ کے اسمائے گرامی محمد واحمد ہیں، آپ صاحب مقام محمود ہیں، آپ کی امت حمادون ہے یعنی غمی وخوشی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حامد ومحمود بھی ہیں۔ حمد الٰہی سے آپ شفاعت کا دروازہ کھولیں گے۔ جیسا کہ باب شفاعت میں گزرا۔

۵۴ یعنی میری پناہ ڈھونڈھیں گے اور میرے تابع ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جھنڈا ہوگا۔ جیسا کہ بادشاہوں اور سربراہوں کے لیے ہوتا ہے اس کا نام لواء حمد ہے (حمد کا جھنڈا)

۵۵ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم برزخ سے ظہور اور تشریف لانا ہے۔

۵۶ فخر کے طور پر نہیں بلکہ اپنے رب اکرم کے فضل کے اعتراف اور اس کی نعمت کے شکر کے طور پر ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا ہے۔

۵۵۱۲/۲۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتّٰى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَقَالَ الْاٰخَرُ مُوْسٰى كَلَّمَهُ تَكْلِيْمًا وَقَالَ اٰخَرُ فَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَرُوْحُهُ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَمُوْسٰى نَجِيُّ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَعِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَاٰدَمُ اصْطَفَاهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حتی کہ انھیں گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے کلمہ ۱ و روح ۲ ہیں۔ ایک نے کہا حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے صفی بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمھارے کلام اور تعجب کو سنا۔ ابراہیم واقعۃً خلیل اللہ ہیں، موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ، آدم اس کے صفی ہیں۔ سنو میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ۳ ہوں مگر فخر نہیں

اللّٰهُ وَهُوَ كَذَالِكَ اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ لِيْ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيَ فُقَرَآءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

روزِ قیامت حمد کا جھنڈا میں اٹھاؤں گا۔ آدم و من سوا اس کے نیچے ہوں گے مگر فخر نہیں میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا، اور شفاعت قبول کیا جانے والا ہوں گا میں فخر نہیں کرتا سب سے پہلے جنت کے تالکو میں حرکت دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھول دے گا اور مجھے داخل فرمائے گا۔ میرے ساتھ اہلِ ایمان فقراء ہوں گے مگر فخر نہیں میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام اولین و آخرین سے بڑھ کر ہے مگر فخر نہیں۔ (ترمذی و دارمی)

۱؎ بغیر سبب کلمہ کن سے ولادت ہوئی اور گہوارہ میں گفتگو کی۔

۲؎ روح الامین نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آکر پھونک ماری تھی جس سے ان کی ولادت ہوئی۔ ان پر روحانیت کے آثار کا یوں ظہور تھا کہ مردے زندہ فرمادیتے۔

۳؎ شارحین فرماتے ہیں کہ حبیب وہ محبّ ہوتا ہے جو مقام محبوبیت پر پہنچا ہوا اور خلیل محب مطلق کو کہا جاتا ہے۔ اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام اہلِ ایمان بارگاہ الٰہی میں محب محبوب ہیں۔ لیکن یہاں گفتگو اعلیٰ مرتبہ کمال اور خصوصی درجات میں ہو رہی ہے۔ بعض اہلِ علم و معرفت کے ہاں حبیب و خلیل کے درمیان بڑی نادر گفتگو ہے جو شرح میں مذکور ہے۔

۴؎ ان تمام مناقب و القابات میں ان سے افضل ہوں۔

۵؎ یعنی اپنے ملائکہ کو کھولنے کا حکم فرمائے گا۔

۶؎ یہاں اولین و آخرین سے مراد انبیاء ہیں۔ اگرچہ اولین میں ملائکہ کو بھی شامل کیا جانا کوئی بعید نہیں۔

۵۴۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِنِّيْ قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَمُوْسٰى صَفِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَمَعِيَ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ وَعَدَنِيْ فِيْ اُمَّتِيْ وَاَجَارَهُمْ مِنْ ثَلٰثٍ لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ وَلَا يَسْتَاْصِلُهُمْ عَدُوٌّ وَلَا يَجْمَعُهُمْ

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آخر میں۱؎ ہیں اور روزِ قیامت پہلے۲؎ ہوں گے اور میں بغیر فخر کہتا ہوں ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ صفی اللہ ہیں اور میں اللہ کا حبیب ہوں روزِ قیامت حمد کا جھنڈا میرے پاس ہوگا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں وعدہ فرمایا اور انھیں تین چیزوں سے محفوظ فرمایا۔ ان پر قحط مسلط نہ ہوگا۔ ان کو دشمن جڑ سے اکھاڑ نہیں سکے گا اور انھیں گمراہی پر جمع نہیں

عَلٰی ضَلٰلَۃٍ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ) فرمائے گا۔ (دارمی)

لہ مشہور نابینا صحابی ہیں۔ اسم گرامی ابن ام مکتوم بعض کے نزدیک ان کا نام عبداللہ ہے لیکن پہلا قول راجح ہے۔

لہ ہم ظہور میں آخری ہیں

لہ مقام و مرتبہ میں

لہ اس دن حامد و محمود میں ہوں گا۔

۵۵۱۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَّلَا فَخْرَ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام رسولوں کا سربراہ[1] ہوں۔ مگر فخر نہیں کرتا میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں مگر فخر نہیں کرتا۔ میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کی جانے والا ہوں۔ مگر فخر نہیں (دارمی)

لہ میں ان کے آگے اور وہ پیچھے ہوں گے یا جنت میں یا میدانِ قیامت میں، قود گھوڑے کو آگے سے کھینچنا اور سوق پیچھے سے چلانا ہے۔

۵۵۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُھُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِیْبُھُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُھُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُھُمْ اِذَا اَیِسُوْا اَلْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ یَطُوْفُ عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ کَاَنَّھُمْ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ اَوْ لُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام لوگوں سے پہلے تشریف لانے والا ہوں جب وہ اٹھائے جائیں گے میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ پیش کیے جائیں گے میں ان کی طرف سے عرض کروں گا جب وہ خاموش ہوجائیں گے میں ان کے لیے شفاعت طلب کروں گا جب انہیں روک لیا جائے گا اور میں انہیں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ مایوس ہوجائیں گے عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ لواءِ حمد اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے رب کے نزدیک ساری اولاد آدم سے عزت والا ہوں۔ ایک ہزار خادم میرے ارد گرد پھرتے ہوں گے گویا وہ چھپائے ہوئے انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہیں

التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ (ترمذی، دارمی ۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

۱ بارگاہ خداوندی میں ۔
۲ جب تمام انبیاء کبار وہاں تکلم نہ کر پائیں سکوت اختیار کریں گے تو میں پروردگار کی بارگاہ میں عرض گزار ہوں گا ۔
۳ مستشفعہم ۔ فاء پر زبر یا زیر، دونوں طرح مروی ہے پہلی روایت کے مطابق ترجمہ ہوگا کہ میں خود بارگاہِ الٰہی سے اذن شفاعت طلب کروں گا ۔
۴ میدانِ محشر میں
۵ رحمت کی بشارت دوں گا ۔ جب تمام لوگ انبیاء سے شفاعت سے مایوس ہو جائیں گے اور وہ اپنے اپنے عذر کی وجہ سے شفاعت نہیں کریں گے ۔ جیسا کہ حدیث شفاعت میں ہے ۔
۶ یہ درجہ مجھے ہر حال میں نصیب مگر خصوصًا اس روز ۔
۷ امام بیضاوی نے کانہن بیض مکنون کی تفسیر میں فرمایا ۔ یہاں حوروں کو شتر مرغ کے انڈے سے تشبیہ دی گئی ہے وہ غبار سے محفوظ ہوتا ہے اور وہ صفائی و سفیدی جس کے ساتھ کچھ زردی ہوتی ہے اور یہ خوبصورت رنگ ہے ۔ مجمع البحار میں ہے بیض مکنون سے مراد وہ موتی ہیں جسے ہاتھ نہیں لگے بلکہ آنکھوں نے نہیں دیکھا وہ صدف میں ہیں ۔ ان تک ابھی ہاتھ پہنچا ہی نہ ہو ۔
۸ ان کا منتشر ہونا یہ تشبیہ ہے کہ غلام متفرق طور پر حاضر ہوں گے یا اس لیے کہ مروارید متفرقہ سے زیادہ روشن و خوش نما دکھائی دیتے ہیں ۔ بیض کے لیے اول معنی کی صورت میں مغائرت ظاہر ہے ۔ دوسرے معنی کی صورت میں باعتبار صفت مغائرت ہے وہاں مکنون ہے اور یہاں منثور ہے ۔ بعض شارحین نے فرمایا یہ راوی کا شک ہے

۵۴۴۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ جَامِعِ الْاُصُوْلِ عَنْهُ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے مجھے جنتی جوڑوں سے ایک جوڑا[۱] پہنایا جائے گا ۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور اس مقام پر مخلوق کا کوئی فرد میرے سوا کھڑا نہ ہوگا ۔ (ترمذی)
جامع الاصول کی روایت میں[۲] ہے سب سے پہلے زمین سے میں اٹھوں گا اور حلہ پہنایا جاؤں گا ۔

۱ حلہ، جنت کپڑا کہلاتا ہے ۔
۲ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ہے ۔ اس میں یہ اضافہ ہے ۔

۵۵۱۷ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْوَسِیْلَۃُ قَالَ اَعْلٰی دَرَجَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ لَا یَنَالُھَا اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَّاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

۲۷

اور انہی سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لیے وسیلہ مانگو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وسیلہ[۱] کیا ہے۔ فرمایا یہ جنت میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک آدمی کو ملے گا اور میں امیدوار ہوں کہ وہ میں ہی ہوں[۲] گا (ترمذی)

[۱] اس سے کیا مراد ہے؟

[۲] یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور بارگاہ خداوندی کا ادب واحترام ہے ورنہ یہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے ممتاز و منفرد اور یکتا ہیں۔ واضح رہے وسیلہ کا معنی سبب اور ہاتھ لٹکانے کے ہیں آپ کے لیے طلب وسیلہ سے مقصود حصول شفاعت ہے ۔ظاہر ہے اس درجہ پر تمکن مرتبہ شفاعت کے حصول کا سبب ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو باب اجابۃ المؤذن میں گزر چکی ہے۔

۵۵۱۸ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ غَیْرَ فَخْرٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

۲۸

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت میں تمام انبیاء کا امام اور خطیب ہوں گا اور صاحب شفاعت ہوں گا مگر فخر نہیں (ترمذی)

۵۵۱۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ وُلَاۃٌ[۱] مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ وَلِیِّیْ اَبِیْ وَخَلِیْلُ رَبِّیْ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

۲۹

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا انبیاء میں سے ولی اور دوست ہے، میرے دوست میرے والد گرامی اور میرے رب کے خلیل ہیں۔ پھر آپ[۱] نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ابراہیم کے سب سے قریب ان کی اتباع کرتے، یہ[۲] نبی اور اہل ایمان ہیں اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی[۳] ہے۔ (ترمذی)

[۱] اپنی کلام کی تائید اور تقویت میں

[۲] اس میں خود اپنی ذات اقدس کی طرف اشارہ ہے کہ مجھے دین و شریعت میں آپ کی متابعت و موافقت کا حکم ہے۔

[۳] ان کے معاملات کے متولی ہیں۔

۵۵۲۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَکَارِمِ

۳۰

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ اخلاق

الْاَخْلَاقِ وَکَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

کی تکمیل اور محاسنِ افعال کے کمال کے لیے بھیجا ہے (شرح السنہ)

۱؎ مکارم، مکرمہ کی جمع ہے بمعنی پسندیدہ خصلت، اخلاق، خلق، خاء پر پیش ہے بمعنی باطنی سیرت۔

۲؎ یعنی مخلوق کی ہدایت اور انھیں اعمالِ ظاہر اور اخلاقِ باطن میں اپنے کمال پر پہنچانے کے لیے۔

۵۵۲۱ وَعَنْ کَعْبٍ یَحْکِیْ عَنِ التَّوْرَاۃِ قَالَ نَجِدُ مَکْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَبْدِیَ الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَلَا غَلِیْظٌ وَلَا سَخَّابٌ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَیَغْفِرُ مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَھِجْرَتُہٗ بِطَیْبَۃَ وَمُلْکُہٗ بِالشَّامِ وَاُمَّتُہُ الْحَمَّادُوْنَ یَحْمَدُوْنَ اللّٰہَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ یَحْمَدُوْنَ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ مَنْزِلَۃٍ وَیُکَبِّرُوْنَہٗ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ رُعَاۃٌ لِلشَّمْسِ یُصَلُّوْنَ الصَّلٰوۃَ اِذَا جَآءَ وَقْتُھَا یَتَأَزَّرُوْنَ عَلٰی اَنْصَافِھِمْ وَیَتَوَضَّؤُوْنَ عَلٰی اَطْرَافِھِمْ مُنَادِیْھِمْ یُنَادِیْ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ صَفُّھُمْ فِی الْقِتَالِ وَصَفُّھُمْ فِی الصَّلٰوۃِ سَوَآءٌ لَھُمْ بِاللَّیْلِ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ ھٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَرَوَی الدَّارِمِیُّ مَعَ تَغْیِیْرٍ یَسِیْرٍ۔

حضرت کعب[۱] رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہم نے تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے بارے میں پڑھا محمد اللہ کے رسول ہیں میرے ہاں وہ مختار بندے ہیں وہ نہ سخت خو اور نہ درشت، بازار میں بلند آواز نہیں کرتے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ معافی اور درگزر سے کام لیتے ہیں، ان کی جائے ولادت مکہ، مقامِ ہجرت طیبہ[۲]، ان کی بادشاہی شام[۳] تک، امت ان کی حماد وہ خوشی اور غمی میں حمد کرتے ہیں ہر جائے[۴] نزول پر اللہ کی حمد کرتے ہیں بلندی کے لیے اللہ کی تکبیر کہتے ہیں۔ سورج کی نگہداشت[۵] کرنے میں وقت آنے پر نماز ادا کرتے ہیں۔ ان کے لیے تہہ بند نصف[۶] پنڈلیوں تک ہوں گے وہ اپنے اعضاء پر وضو کریں گے ان کا مؤذن فضا میں آواز بلند کرے گا جہاد میں ان کی صف اور نماز میں ان کی صف برابر ہوگی۔ رات کے وقت ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھی کے بھنبھنانے جیسی ہوگی (یہ مصابیح کے الفاظ ہیں، دارمی نے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۱؎ کعب احبار، کبار تابعین میں سے ہیں، علماء و اہلِ کتاب میں سے ہیں۔

۲؎ طیبہ، طاء پر زبر، مدینہ طیبہ کا نام ہے۔

۳؎ بادشاہی سے مراد دین و نبوت اور ان کا ظہور و غلبہ ہے۔ اس ملک میں غزوات و جہاد کثرت کے ساتھ ہوا ورنہ تمام آفاق و اکناف عالم میں آپ کی بادشاہی ہے۔

۴؎ جہاں بھی اترتے ہیں یا مراد پست جگہ ہے جس پر اگلے الفاظ قرینہ ہیں۔

۵؎ طلوع و غروب اور زوال کا اوقاتِ نماز کی وجہ سے خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔

۶۔ وہ ناف پر تہہ بند باندھے ہوں گے اور شرمگاہ چھپانے میں مبالغہ کریں گے یا مراد یہ ہے کہ ان کا کپڑا نصف ساق تک ہوگا یہ معنی ظاہر و متبادر ہے۔

۷۔ یعنی وہ کامل وضو کریں گے۔

۸۔ بلند مقام پر اذان دینا مراد ہے۔

۹۔ جیساکہ حکم ہے جہاد میں کفار سے جنگ کے لیے اور نماز میں شیطان سے جنگ کے لیے

۱۰۔ تسبیح و تہلیل اور قرآن و ذکر

۵۵۲۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَّعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ قَالَ اَبُوْ مَوْدُوْدٍ وَّقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روی ہے تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے حضرت عیسیٰ بن مریم کی تدفین آپ کے ساتھ ہوگی۔ ابو مودود کہتے ہیں حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی)

۱۔ کبار صحابہ اور علماء اہل کتاب میں سے ہیں یہ اسی دن ایمان لے آئے جب ان کی پہلی نظر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے حسن و جمال پر پڑی۔

۲۔ حجرہ نبوی میں۔

۳۔ یہ راویان حدیث اور اہل سیر میں سے ہیں۔

۴۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین ہوگی۔ بعض صحابہ کے وہاں ارادہ دفن کے باوجود اس جگہ کے خالی رہنے کی یہی حکمت ہے شارحین کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا ایک معنی یہی ہے انا اولی بعیسی بن مریم

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۵۲۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَعَلٰى اَهْلِ السَّمَاءِ فَقَالُوْا يَا اَبَا عَبَّاسٍ بِمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ السَّمَاءِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِاَهْلِ السَّمَاءِ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء پر فضیلت دی اور آسمان والوں پر، عرض کیا اے ابو عباس آسمان والوں پر کس طرح فضیلت دی؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے فرمایا ہے جو ان میں سے کہے کہ میں اس کے سوا معبود ہوں تو ہم بدلے میں اس کو جہنم دیں گے۔ اور ہم ظالموں کو ایسا بدلہ دیتے ہیں (۲۹:۲۱) اللہ تعالیٰ نے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالُوْا وَمَا فَضْلُهٗ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاءُ الْاٰيَةَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ فَأَرْسَلَهٗ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا بلاشبہ ہم نے تمھارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تعالیٰ تمھارے اگلے پچھلے خلوبہ معاف فرمادے۔ عرض کیا انبیاء کرام پر فضیلت کیسے دی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس قوم کی زبان میں تاکہ ان کے لیے بیان کردے پس اللہ گمراہ قرار دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ سے فرمایا اور نہیں بھیجا ہم نے تمھیں مگر تمام انسانوں کے لیے۔ پس آپ کو جنوں اور انسانوں کا رسول بنایا ہے۔

۱؎ یہ حضرت ابن عباس کی کنیت ہے

۲؎ اہلِ آسمان کو اس شدت، سختی اور صولت ودبدبہ سے خطاب ہوا۔

۳؎ مگر آپ کو نہایت ہی شفقت ورحمت سے خطاب فرمایا اور کہا تمھارے تمام معاملات پر درگذر کا فیصلہ ہے۔

۴؎ ان میں سے فتح مکہ بھی ہے

۵؎ اس آیت کی مختلف تفاسیر ہیں۔ سب سے بہتر توجیہہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت ہی لطف وکرم ومہربانی ہے کیونکہ آپ کا کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے کہ جب مالک اپنے بندے پر خوش ہوجاتا ہے تو وہ یہ اعلان فرمادیتے ہیں ہم نے تمھارے گناہ معاف کر دیے جو بھی تم کرو گے اس پر گرفت نہ ہوگی۔ اگرچہ اس بندے کے گناہ نہ ہوں۔

۶؎ احکام وشرائع

۷؎ یہاں آیت میں آدمیوں کی تخصیص فضل وشرافت کی وجہ سے ہے۔ آپ کا مقصد تمام آدمیوں کو شامل کرنا ہے تاکہ عربوں کی تخصیص باطل ہوجائے، جیسا کہ اہلِ کتاب کہتے ہیں۔ باقی جنات کے لیے آپ کی نبوت پر آیات و احادیث میں بیشتر دلائل موجود ہیں۔

۵۵۲ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ عَلِمْتَ أَنَّكَ نَبِيٌّ حَتّٰى اسْتَيْقَنْتَ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَانِيْ مَلَكَانِ وَأَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَوَقَعَ أَحَدُهُمَا إِلَى الْأَرْضِ وَكَانَ الْآخَرُ بَيْنَ السَّمَاءِ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کیسے علم ہوا آپ نبی ہیں اور آپ کو اس کا یقین ہوا۔ فرمایا ابوذر میرے پاس دو فرشتے آئے میں بطحاء مکہ میں تھا۔ ایک زمین پر آگیا اور دوسرا آسمان وزمین کے درمیان رہا

وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَهُوَ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْهُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِهٖ فَوَزَنْتُهٗ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِمِائَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِاَلْفٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُوْنَ عَلَيَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِيْزَانِ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَوْ وَزَنْتَهٗ بِاُمَّتِهٖ لَرَجَحَهَا (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا کیا یہ[1] وہی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ کہنے لگا ان کا ایک شخص کے ساتھ وزن کرو میرا وزن کیا گیا تو میرا وزن زیادہ تھا۔ پھر کہا ان کا دس کے ساتھ وزن کرو میرا وزن کیا گیا تو میں راجح تھا پھر کہا ان کا سو کے ساتھ وزن کرو میرا وزن کیا گیا تو میں غالب تھا پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا گیا تو میرا وزن زیادہ تھا گویا میں اب بھی ان ہزار کو دیکھ رہا ہوں جو مجھ سے ترازو میں ہلکے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اگر ان کا وزن پوری امت سے کرو گے تو یہ پھر بھی غالب ہوں گے (دارمی)

[1] یہاں سے واضح ہو رہا ہے یقین علم کا اعلیٰ مرتبہ اور اس کی انتہا ہے اور علم اس سے عام ہے
[2] جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے اور خبر دی ہے کہ یہ میرے پیغمبر ہیں۔

۵۵۲۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُتِبَ عَلَيَّ النَّحْرُ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ وَاُمِرْتُ بِالصَّلٰوةِ الضُّحٰى وَلَمْ تُؤْمَرُوْا بِهَا (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)
۲۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر قربانی فرض کر دی گئی[1] اور تم پر نہیں مجھے چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا ہے اور تمہیں نہیں۔ (دارقطنی)

[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھو اور قربانی دو) اور مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر حال میں قربانی لازم ہے اگرچہ غنی نہ ہوں لیکن امت پر اس وقت لازم ہے جب وہ غنی ہوں۔
[2] ایک اور روایت میں وتر کا ذکر بھی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ مجھ پر چاشت کی نماز اور وتر لازم ہیں تم پر نہیں۔

بَابُ أَسْمَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِفَاتِهِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی اور صفات کا بیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کثیر ہیں ۔ قرآن مجید ، کتب سماویہ ، سنت اور انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے مذکور ہیں۔ سب سے مشہور نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ یہ نام آپ کے دادا عبد المطلب نے رکھا جب ان سے پوچھا گیا تم نے ان کا نام اپنے والدین کے نام پر کیوں نہ رکھا ؟ حالانکہ یہ نام تمہاری قوم میں سے کسی کا بھی نہیں انھوں نے فرمایا یہ نام اس لیے رکھا کہ تمام اہلِ زمین آپ کی ثنا کریں ۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں لوگ آپ کی مدح کریں ۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عبد المطلب نے خواب دیکھا ۔ ان کی پشت سے چاندی کی ایک زنجیر نکلی اس کا ایک سرا آسمان دوسرا سرا مشرق ، تیسرا سرا مغرب میں ہے ۔ اس کے بعد وہ زنجیر درخت بن گئی اس کے ہر پتہ پر نور ہے اہل مشرق و مغرب اس درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں یہ خواب لوگوں میں بیان ہوا تو انھوں نے یہ تعبیر کی کہ تمھاری پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا اہلِ مشرق و مغرب اس کے تابع ہوں گے آسمان و زمین میں ان کی مدح کی جائے گی اس وجہ سے آپ کا نام انھوں نے محمد رکھا ۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے بھی خواب دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے تمھارے رحم میں امت کے سربراہ اور اس کے پیغمبر ہیں جب ان کی ولادت ہو توان کا نام محمد رکھنا ، یہ بھی منقول ہے یہ نام اس سے پہلے کسی کا نہیں ہے ۔ اہلِ کتاب نے یہ خبر دی تھی کہ آخر الزماں پیغمبر کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا ۔ چار اشخاص نے اسی آرزو میں اپنے بیٹوں کا نام یہی رکھا ۔ شاید انھیں نبوت مل جائے ۔ چونکہ انھوں نے آپ کا اسم گرامی سن کر بعد میں نام رکھا اس لیے ان کا یہ عمل بعد کا ہے ۔ مواہب لدنیہ میں ہے ۔ آپ کے القاب و اسماء قرآن مجید میں کثیر ہیں علماء نے ان کی معین تعداد بیان نہیں کی ۔ بعض نے ننانوے نام موافق اس کے الٰہی عزوجل کے ذکر کیے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے اپنے مبارک اسماء میں سے تیس نام اپنے حبیب کے ساتھ مخصوص فرمائے بعض نے فرمایا اگر تم سابقہ کتب اور قرآن و حدیث میں تلاش کرو تو تین صد نام ہیں ایک روایت کے مطابق چار سو ہیں ، قاضی ابوبکر بن العربی (جو عظیم علماء مالکیہ میں سے ہیں) نے فرمایا بعض صوفیاء کے نزدیک حق تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں ۔

اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہزار ہیں۔ اس سے مراد اوصاف ہیں اور ہر صفت اسم مشتق ہے۔ امام سیوطی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے شریفہ پر مشتمل کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام "الریاض الانیقہ" ہے۔ شیخ طیبی نے بائیس اسماء کا ذکر کرکے شرح کی ہے۔ مصنف نے دو احادیث کے ضمن میں چند اسماء کا ذکر کیا ہے۔ یہاں صفات سے مراد احوال حلیہ شریف اور ظاہری صورت ہے۔ دوسرے باب میں اخلاق، شمائل اور سیرت باطنہ کا تذکرہ ہے

اللھم صل وسلم علی محمد بعد واسمائك الحسنٰی وبعدد کل معلوم لك وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

الفصل الاوّل

۵۵۲۶ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیُ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ (متفق علیہ)

پہلی فصل

حضرت جبیر[۱] بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا۔ میرے لیے اسماء ہیں۔ میں محمد[۲] ہوں، میں احمد ہوں۔ میں مٹانے والا[۳] ہوں اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر[۴] ہوں میرے قدموں پر لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا میں عاقب[۵] ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ جبیر بن مطعم، میم پر پیش، طاء ساکن، عین کے نیچے زیر، عبدمناف کی اولاد، قریشی صحابی ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔

۲؎ بعض روایات میں محمود بھی ہے یہ تمام حمد سے مشتق ہیں۔ محمود جس کی ذات وصفات پر دنیا و آخرت میں مدح کی جائے نہ اس کی حد ہو نہ شمار و حصر احمد اولین و آخرین تمام جس کی مدح کریں۔ باری تعالیٰ نے کلام قدیم میں ان کی مدح کی ہو یا اس نے اپنے مولیٰ کی اتنی تعریف کی ہو کہ مقام محمود پہ ان کے لیے حمد کے تمام دروازے کھل گئے ہوں اس طرح کسی پر نہ کھلے۔ اس حمد کے ساتھ وہ اپنے پروردگار کی ثنا کریں اور ان کے لیے لوائے حمد گاڑ دیا گیا۔

۳؎ میرے وجود اور دعوت سے کفر کو مٹائے گا جیسا کہ دیگر پیغمبروں کی دعوت سے کفر مٹایا

۴؎ میرے قدم پر یا میرے دونوں قدموں پر، قدمی مفرد و تثنیہ دونوں طرح مروی ہے۔ اگر سوال ہو کہ عاشر بمعنی حشر کنندہ ہو تو ان کے سامنے حشر سے ان کا حاشر ہونا کہاں لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے پہلے محشور ہوں گے اور باقی تمام آپ کے سامنے محشور ہوں گے۔ گویا تمام کے حشر کنندہ آپ ٹھہرے۔

۵؎ یہاں مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے۔

۵۵۲۷ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَمِّیْ لَنَا نَفْسَہٗ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے اسماء بتاتے

اَسْمَاءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَحْمَدُ وَالْمُقَفِّیْ وَالْحَاشِرُ وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ وَنَبِیُّ الرَّحْمَةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہوئے فرمایا میں محمد، احمد، مقفی[1]، حاشر، نبی توبہ[2] اور نبی رحمت[3] ہوں۔ (المسلم)

[1] مقفی، میم پر پیش، قاف پر زبر، فاء کے نیچے زیر، تقفیہ سے مشتق ہے بمعنی پیچھے آنا، پیروی کرنا یہاں مراد انبیاء کے آخر اور ان کا خاتم ہونا ہے، عاقب کا معنی بھی یہی ہے۔

[2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے توبہ قبول ہوتی ہے، یہ صفت تمام انبیاء میں مشترکہ ہے، آپ کی ذات اقدس تمام میں سب سے بہتر اور کامل ہے۔

[3] جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ (میں سراسر رحمت اور ہدایت ہوں)۔

۵۵۲۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَهُمْ یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تعجب کیوں نہیں کرو گے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی بدزبانی اور لعنت مجھ سے کیسے پھیرتا ہے؟ وہ مذمم کو برا کہتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں جبکہ میں محمد[1] ہوں۔ (بخاری)

[1] مشرکین (اللہ ان پر لعنت فرمائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کہتے جو محمد کی نقیض ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شتم و لعن مذمم کی کرتے ہیں اور وہ میں نہیں ہوں۔

۵۵۲۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَاْسِهٖ وَلِحْیَتِهٖ وَکَانَ اِذَا ادَّهَنَ لَمْ یَتَبَیَّنْ وَاِذَا شَعِثَ رَاْسُهٗ تَبَیَّنَ وَکَانَ کَثِیْرَ شَعْرِ اللِّحْیَةِ فَقَالَ رَجُلٌ وَجْهُهٗ مِثْلُ السَّیْفِ قَالَ لَا بَلْ کَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَکَانَ مُسْتَدِیْرًا وَرَاَیْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ کَتِفَیْهِ مِثْلَ بَیْضَةِ الْحَمَامَةِ یُشْبِهُ جَسَدَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے اگلے حصے اور ریش مبارک کے کچھ بال سفید[1] تھے جب آپ تیل لگاتے تو محسوس نہ ہوتا لیکن گیسوئے مبارک بکھر جاتے تو ظاہر[2] ہو جاتا آپ کی ریش مبارک کے بال کثیر[3] تھے۔ ایک آدمی نے کہا کہ آپ کا چہرہ مبارک تلوار جیسا[4] ہوگا فرمایا نہیں[5] بلکہ وہ سورج اور چاند جیسا تھا اور قدرے گول[6] تھا۔ میں نے کندھوں کے قریب[7] مہر نبوت دیکھی جو کبوتر کے انڈے جیسی ہم رنگ[8] جسم اطہر تھی۔ (المسلم[9])

سلہ شمط کالے بالوں کا سفید میں ملنا

سلہ تیل لگانے کے بعد بال مبارک آپس میں جمع او اکٹھے ہو جاتے تو سفید بال کم ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتے مگر جب الگ الگ ہوتے پھر سفید نظر آتے یا تیل لگانے کی وجہ سے بال مبارک چمکدار ہونیکی وجہ الگ دکھائی نہ دیتے۔ آخری عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک اور سر اقدس میں بیس سے زیادہ بال سفید نہ تھے۔ بعض روایات میں اس سے بھی تعداد کم ہے۔

سلہ یہ دوسری روایت میں موجود الفاظ "کث اللحیۃ" کی تفسیر ہے کاف پر زبر، ثاء پر شد، گھنے بال۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی مقدار کیا تھی؟ اس بارے میں کچھ نہیں ملتا۔ صحابہ کرام سے داڑھی کا طویل رکھنا منقول ہے امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کی ریش مبارک ان کے تمام سینہ کو ڈھانپ لیتی تھی اس بارے میں سلف کا معمول مختلف ہے۔ غوث الثقلین سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الجیلانی کے حلیہ میں ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک طویل و عریض تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ وہ مشت سے زائد نہ رکھتے تھے۔ الغرض قبضہ سے کم جائز نہیں اور اس سے زائد کے بارے میں روایات و آثار مختلف ہیں۔

سلہ چمک و روشنی میں

سلہ ایسا نہ کہو

سلہ تلوار میں اگرچہ چمک ہوتی ہے مگر گولائی نہیں ہوتی ایک روایت میں ہے۔

لا بل کان مثل القمر (ایسا نہیں بلکہ آپ کا چہرہ اقدس چاند کی طرح تھا)۔

دوسری روایت میں ہے:۔

کان وجہہ قطعۃ قمر (آپ کا چہرہ اقدس چاند کا ٹکڑا محسوس ہوتا)

تیسری روایت میں ہے:۔ کہ چہرہ اقدس چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا

چوتھی روایت میں ہے:۔

چہرہ اقدس آئینہ کی طرح صاف و شفاف تھا کہ اس نور کی وجہ سے دیوار کا عکس اس میں دکھائی دیا کرتا تھا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ تمام تشبیہات ہیں جو ہر ایک نے عرف و عادت کے مطابق اپنے فہم و سمجھ کے مطابق بیان کی ہیں ورنہ مخلوقات میں سے کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات حسن و جمال (خواہ ان کا تعلق خلق سے ہو یا خلق سے ہو) کے ہم پلہ اور برابر نہیں ہو سکتی۔ اشعار

کسے بہ حسن و ملاحت بہ یار ما نرسد — ترا دریں سخن انکار کار ما نرسد

ہزار نقش بر آید ز کلک صنع ولے — یکے بخوبی نقش و نگار ما نرسد

کوئی بھی حسن و جمال میں ہمارے محبوب کے ہم پلہ نہیں اور اس میں کسی کو انکار بھی نہیں

ہزاروں نقش بنا سنوار کر کے آؤ مگر وہ ہمارے محبوب کے ایک نقش کے برابر نہ ہوں گے

اے اللہ! آپ کے کمال، جمال اور حسن کی مقدار آپ پر درود و سلام کا نزول فرما

واضح رہے کہ چہرۂ اقدس میں جس گولائی کا ذکر آیا ہے وہ دائرہ کی صورت نہیں جیسا کہ آفتاب، قمر اور آئینہ کی تشبیہ سے وہم ہوتا ہے کیونکہ احادیث مبارکہ میں الفاظ ہیں

لـہ یکن بالمکلثو آپ کا چہرہ اقدس کلیتہً گول نہ تھا اور نہ اتنا طویل تھا بلکہ معتدل تھا جیسا کہ کسی صاحب حسن و جمال کا ہوتا ہے۔ آپ کے حسن و جمال کے بیان میں ضابطہ بھی یہی ہے

خوبی و شکل و شمائل حرکات سکنات آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کس نیست درجہان کہ زحسنت عجب نماند اے درکمال حسن عجب نز زہر عجب

جس قدر حسن و جمال، شمائل دوسرے رکھتے ہیں وہ تمام کے تمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں

کوئی جہان میں ایسا نہیں جو تیرے حسن میں حیران نہ ہو، آپکا کمال حسن ہر عجیب تر سے عجیب ہے

اللّٰھـمّ صلّ وسلّم علیہ صلّی اللہ علی محمّد وآلہ

ے۵ ایک روایت میں دونوں شانوں کے درمیان کا تذکرہ ہے بہر صورت بائیں کندھا کے زیادہ قریب تھی۔

۸۵ رنگ اور آب و تاب میں

۹۵ واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو شانوں کے درمیان تمام جسد اطہر سے ایک حصہ بلند تھا، جسے مہرِ ختم نبوت کہا جاتا، خاتم یا تو تاء کے نیچے زیر از ختم، بمعنی کام کا تمام و مکمل اور آخر پر ہونا۔ یا تاء پر زبر سے اب معنی مہر و نشان ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ختم فرمانے والے ہیں۔ اس خاتم کا تذکرہ سابقہ کتب تورات اور انجیل وغیرہ میں ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر میں تشریف لانے کی اطلاع و خبر دی اور یہ نشانی بھی بیان کی۔ المستدرک میں حضرت وہب بن منبہ سے ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس کے دائیں ہاتھ میں نشانِ نبوت نہ ہو مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی مہرِ نبوت پشت پہ دو کندھوں کے درمیان تھی یہ اس طرح تھی جیسے خط پہ مہر لگائی جاتی ہے کہ تغیر و تبدّل سے محفوظ رہے، کسی نے کیا خوب کہا

نبوّت را توئی آں نامہ درمشت کہ از تعظیم دارد مہر بر پشت

(وہ نامہ نبوت آپ کے ہاتھ میں ہے جس کی پشت پر ازراہِ تعظیم مہر لگی ہوئی ہے)

آپ کو مقامِ نبوت کا نامہ ہاتھ میں ملا اور تعظیم کی خاطر مُہر پشت پر رکھی۔

بعض روایات میں ہے کہ اس پہ یہ الفاظ تحریر تھے

اللہ وحدہٗ لاشریک لہ توجہ حیث — اللہ تعالیٰ کا ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں، آپ

شئت فانك منصور — جہاں جائیں گے کامیابی ہوگی۔

یہ بھی منقول ہے کہ اس سے اس طرح نور کی شعاعیں نکلتیں جو نگاہوں کو خیرہ کر دیتیں۔ محدثین نے سمجھانے کے لیے اس کی مختلف چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے مثلاً کبوتری کا انڈہ، ہاتھ کی مٹھ، گوشت کا ٹکڑا وغیرہ، مگر

اس میں سر عظیم ہے جو سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۵۵۲۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَرْجِسٍ[۱] قَالَ رَأَيْتُ[۲] النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْتُ مَعَهُ خُبْزًا وَلَحْمًا أَوْ قَالَ ثَرِيْدًا[۳] ثُمَّ دُرْتُ خَلْفَهُ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاغِضِ[۴] كَتِفِهِ الْيُسْرٰى جُمْعًا[۵] عَلَيْهِ خِيْلَانٌ[۶] كَأَمْثَالِ الثَّآلِيْلِ[۷] (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا اور آپ کے ساتھ روٹی یا ثرید کھایا پھر میں پیچھے کی جانب گیا اور مہر نبوت دیکھی جو دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی نرم ہڈی کے پاس تھی۔ اس پر مسوں کے مانند تل تھے (المسلم)

۱؎ اس نام کی تحقیص کتاب الطہارۃ میں گزر چکی اور صحیح یہی ہے کہ سین پر زبر، را ساکن اور جیم کے نیچے زیر ہے۔

۲؎ صحبت کا شرف میسر آیا

۳؎ راوی کو شک ہے ثرید سے مراد شوربا میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر کھانا ہے

۴؎ ناغض، غین کے نیچے زیر، کندھے کے کنارے پر نرم ہڈی۔ بعض نے اس کا معنی گردن کی جڑ کیا ہے یعنی کندھا بھی ہے۔

۵؎ مشت کی مانند، جمع، میم پر پیش یعنی مجموع۔ یہاں ہاتھ کی انگلیوں کا جمع ہونا مراد ہے۔ جیسے مشت کہا۔

۶؎ خیلان، خاء کے نیچے زیر، یا ساکن خال کی جمع ہے

۷؎ ثالیل، ثاء پر زبر، مد ہمزہ، ثالول کی جمع ہے وہ دانے جو چھوٹے چھوٹے جسم پر پستان کے منہ مانند نکل آتے ہیں۔

۵۵۲۱ وَعَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَتْ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابٍ فِيْهَا خَمِيْصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيْرَةٌ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِهَا تُحْمَلُ فَأَخَذَ الْخَمِيْصَةَ بِيَدِهٖ فَأَلْبَسَهَا قَالَ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ ثُمَّ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ وَكَانَ فِيْهَا عَلَمٌ أَخْضَرُ وَأَصْفَرُ قَالَ يَا أُمَّ خَالِدٍ هٰذَا سَنَاهْ وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَزَجَرَنِيْ أَبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ کپڑے پیش ہوئے ان میں ایک چھوٹی سیاہ چادر تھی فرمایا ام خالد کو میرے پاس لاؤ مجھے گود میں اٹھا کر لایا گیا آپ نے وہ چادر مجھے اوڑھائی۔ فرمایا پرانی کرو اور پھاڑو پھر پرانی کرو اور پھاڑو۔ اس میں سبز یا پیلے بوٹے تھے فرمایا ام خالد یہ بہت اچھے ہیں سناہ حبشی زبان میں اچھے کو کہا جاتا ہے۔ فرماتی ہیں میں حضور کی مہر کے ساتھ کھیلنے لگی تو مجھے والد نے ڈانٹا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو (البخاری)

۱؎ حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ ان کے والد حضرت خالد بن سعید بن العاص امری بھی قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ حتیٰ کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لانے میں نزاع کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام لائے واللہ اعلم۔ انھوں نے خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر مکہ میں نور اسلام کا ظہور تھا۔ خواب یہ تھا کہ تمام شہر مکہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے حتیٰ کہ اپنے ہاتھ اس میں دکھائی نہیں دیتے اچانک ایک نور زمزم سے نکل کر آسمان کی طرف گیا خانہ کعبہ روشن ہوگیا۔ اس کے بعد مکہ بھی روشن ہوگیا اس کے بعد وہ نور نجد کی طرف گیا پھر یثرب کی طرف اور وہ تمام روشن ہوگئے انھوں نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید کو سنایا وہ عاقل اور صاحب الرائے تھے انھوں نے کہا یہ روشنی بنو عبدالمطلب سے نکلے گی کیونکہ زمزم انھی کا کھودا ہوا ہے

۲؎ دعا فرمائی جو کہ نیا کپڑا پہنتے وقت معمول بھی تھا

۳؎ لبیا دفعہ پہناؤ

۴؎ راوی کو شک ہے

۵؎ سناہ، سین پر زبر، نون، الف، ہا ساکن۔ بغیر الف کے سنہ بھی ہے تکرار کے ساتھ سنہ سنہ اور سناہ و سناہ بھی مروی ہے۔

۶؎ کیونکہ میں چھوٹی تھی اور جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے

۷؎ عوارف المعارف کو اس مبارک حدیث کو مشائخ کے خرقہ پر بطور استدلال لایا گیا ہے۔

۵۵۲۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَيْسَ بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَقَالَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت دراز قد تھے[۱] اور نہ بالکل پست[۲] اور نہ خالص سفید رنگ تھے[۳] اور نہ گہرے گندمی رنگ والے نہ تو چھلے دار[۴] بالوں والے تھے اور نہ بالکل سیدھے بالوں والے۔ اللہ نے انھیں چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کا حکم دیا۔ مکہ میں دس سال[۵] رہے اور مدینہ[۶] میں بھی دس سال، اللہ نے ساٹھ سال[۷] کی عمر میں وفات دی۔ اس وقت آپ کے سر اور داڑھی کے بیس بال بھی سفید نہ تھے ایک اور روایت حضرت انس سے ہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے ہوئے کہا آپ قوم میں درمیانہ[۸] قد تھے نہ بہت دراز اور نہ بہت پست قد، چمکدار رنگت اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف آپ کے آدھے کانوں تک تھے

وَفِیْ رِوَایَۃٍ بَیْنَ اُذُنَیْہِ وَعَاتِقِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبُخَارِیِّ قَالَ کَانَ ضَخْمَ الرَّاْسِ وَالْقَدَمَیْنِ لَمْ اَرَ بَعْدَہٗ وَلَا قَبْلَہٗ مِثْلَہٗ وَکَانَ بَسْطَ الْکَفَّیْنِ وَفِیْ اُخْرٰی قَالَ کَانَ شَثْنَ الْقَدَمَیْنِ وَالْکَفَّیْنِ

اور ایک روایت کے مطابق آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔ (بخاری و مسلم) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور بھاری سر اور بھاری قدم والے تھے۔ میں نے آپ جیسا حسین نہ آپ کے بعد دیکھا نہ آپ سے پہلے آپ کشادہ ہتھیلی تھے بخاری کی دوسری روایت میں ہے حضور بھاری قدم اور بھاری ہاتھوں والے تھے۔

ف۱ اتنی درازی کہ اعتدال سے باہر ہو، اس میں قد انور کے دراز ہونے کی طرف اشارہ ہے لیکن اس میں زیادہ درازی نہ تھی، آپ کا قد انور میانہ تھا پستی کی نسبت درازی کی طرف مائل تھا اور اس میں کمال حسن وجمال ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ بعض روایات میں جو آیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوتے تو تمام بلند دکھائی دیتے اگرچہ ان میں دراز قد والے بھی ہوتے تو یہ طول قامت کی وجہ سے نہیں بلکہ عزت، رفعت عظمت اور حسن کی وجہ سے تھا اور آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

ف۲ یہاں زیادہ کی قید کا اضافہ نہ کیا کیونکہ پست قد کی مطلقاً نفی مقصود ہے۔

ف۳ اَمہق وہ سفیدی ہے جس میں سرخی کی آمیزش نہ ہو اور زیادہ روشن نہ ہو جیسا کہ چونا (القاموس) جوہری کا کلام بھی اسی طرح ہے مشارق میں ہے امہق ایسے سفید خالص کو کہتے ہیں جس میں سرخی، زردی، گندمی رنگ اور چمک نہ ہو۔ خلیل کہتے ہیں مہق اس سفیدی کو کہتے ہیں۔ جو نیلگوں رنگ میں پائی جائے بعض نے کہا جیسے برص کی سفیدی ہو۔

ف۴ جو مائل بسیاہی ہو، ادمہ کے بارے میں منقول ہے کہ سخت گندمی رنگ کو کہا جاتا ہے اور وہ رنگ جو سفیدی اور سیاہی کے درمیان ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض گندمی رنگ والے نہ تھے بلکہ سرخ سفید گندمی رنگ والے تھے بعض روایات میں ہے کہ آپ بہت سفید تھے، وہاں بھی مراد یہی ہے کہ اس میں سرخی کی آمیزش تھی۔ عرب ایسے رنگ کو سمرہ کہتے ہیں بعض نے کہا بدن مبارک کا جو حصہ لباس سے باہر رہتا وہ مثلاً چہرۂ اقدس، گردن اور ہاتھ یہ سرخی مائل تھے اور جو لباس کے اندر رہتا وہ خالص سفید تھا لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ منقول یہ ہے کہ سورج، ہوا، روشنی یا دیگر اشیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر نہیں کرتیں اور آپ کا بدن اقدس جیسا کہ احادیث میں ہے روشن اور نورانی تھا۔

ف۵ جعد، جیم پر زبر، عین ساکن، وہ بال جن میں پیچ ہوں لیکن ان میں نرمی نہ ہو قطط قاف پر زبر طاء کے نیچے زیر یا زبر بمعنی سخت۔ جعد جنتی لوگوں کے بال جنھیں جنگلہ کہا جاتا ہے، سبط' بالوں کا سیدھا ہونا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک نہ زیادہ پیچدار تھے اور نہ سیدھے اور سخت۔

ف۶ جب چالیس مکمل ہوئے۔

ﺸﺪ اس میں اختلاف ہے مختار قول تیرہ سال ہے۔
ﺸﮧ اس میں اتفاق ہے کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں
ﻠﮧ جب مختار یہ ہے کہ آپ مکہ میں تیرہ سال جلوہ افروز رہے تو اب دس سال کے وقت عمر تریسٹھ سال ہوگی۔ اس قول کی توجیہہ یہ ہوگی کہ راوی نے کسی کا اعتبار نہیں کیا۔ اس لیے تیرہ کو دس اور تریسٹھ کو ساٹھ کہہ دیا اور شمار کرنے میں یہ عربوں کا معمول وعادت ہے۔

ﻠﮧ ربعہ، راء پر زبر، با ساکن، درمیانہ قد

ﻠﮧ ایک روایت میں کانوں کی لَو تک ہے جبکہ دوسری روایت میں کندھوں تک کا ذکر ہے۔ روایات کا اختلاف مختلف احوال کی بناء پر ہے جب آپ تیل لگا کر کنگھی فرماتے تو بال مبارک دراز دکھائی دیتے۔ دیگر حالات میں چھوٹے دکھائی دیتے۔
مجمع البحار میں ہے جب حجامت میں تاخیر ہوتی تو دراز اور حجامت کے بعد چھوٹے دکھائی دیتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجامت کرواتے۔ رہا حلق تو وہ حج اور عمرہ کے علاوہ نہیں کروایا۔
ﻠﮧ ۱۲ بعض روایات میں عظیم الراس ہے۔ اس کا معنی بھی یہی ہے سر کا چھوٹا ہونا عیب اور قلت عقل کی علامت ہے لیکن سب سے بڑا ہونا بھی پسندیدہ نہیں ہر جگہ اعتدال معتبر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ اور فراخ مبارک نہایت ہی حسین وجمیل اور اس قدر معتدل کہ اس سے زیادہ کا تصور ممکن نہیں حسن وجمال آپ کا مثیل اور شریک ہو ہی نہیں سکتا۔

ہمہ چہ اسباب جمال ست رخ خوب ترا ہمہ بر وجہ کمال ست کمالا یخفی

جو بھی اسباب جمال ہیں تیرا رخ انور اس سے خوب ہے، تمام اعضاء کمال پر ہیں جیسا کہ مخفی نہیں

۵۵۴۲ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدًا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعْرٌ بَلَغَ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے، دونوں کندھوں کے درمیان فاصلے والے۔ آپ کے بال آپ کے کانوں کی گدیوں تک تھے میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں دیکھا، آپ سے اچھا میں نے کبھی کوئی نہیں دیکھا (بخاری ومسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے زلفوں والا سرخ جوڑا پہنے کوئی ایسا حسین نہ دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسن والا ہو، آپ کے بال مبارک آپ کے کندھوں کو چھوتے تھے، دو کندھوں کے درمیان فاصلہ والے نہ تو دراز قد تھے نہ پست قد۔

۱؎ براء بن عازب، مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔
۲؎ منکب، صراح میں ہے منکب کاف کے نیچے زیر، بازو کی جڑ، آپ کے دو کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا اس سے سینہ کی فراخی بھی لازم آتی ہے۔
۳؎ بُعَید، باء پر پیش، عین پر زبر، تصغیر کا صیغہ منقول ہے یعنی دُور تھے لیکن بہت زیادہ نہیں۔
۴؎ حلہ، جوڑے کو کہا جاتا ہے یعنی تہہ بند اور چادر جو ایک ہی جنس سے ہوں، حلہ سے مراد ریشمی لباس نہیں جیساکہ بعض کو وہم ہوا۔ حمراء سے مراد سرخ دھاریاں ہیں جیساکہ ہمارے علاقہ میں لاچا ہوتا ہے، اس سے خالص سُرخ مراد نہیں۔ محدثین کی تحقیق یہی ہے۔ سبز اور زرد حلہ کا ذکر بھی احادیث میں آیا ہے اس سے مراد سبز یا زرد رنگ کی دھاریاں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حلہ یمنی بھی تھا جس پر سرخ دھاری ہے۔
۵؎ ظاہر یہ ہے کہ فرمایا کسی مرد یا کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ شیئ کہنے میں مبالغہ ہے۔
۶؎ آدمی کے بالوں کے لیے تین الفاظ ہیں۔ جُمّہ، جیم پر پیش، میم مشدد، لِمّہ لام کے نیچے زیر میم مشدد وفرہ، واؤ پر زبر، فا ساکن، جو کان سے نیچے ہوں وہ لمہ، جو کاندھے تک ہوں وہ جمہ اور جو کانوں تک ہوں وہ وفرہ کہلاتے ہیں۔ ان الفاظ کی مشہور تفسیر یہی ہے۔ بعض لوگوں سے مختلف تفسیر بھی منقول ہے۔ بعض اوقات جمہ کا اطلاق ہر قسم کے بالوں پر کر دیا جاتا ہے۔

۵۵۳۴ وَعَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعُ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوْشَ الْعَقِبَيْنِ قِيْلَ لِسِمَاكٍ مَا ضَلِيْعُ الْفَمِ قَالَ عَظِيْمُ الْفَمِ قِيْلَ مَا اَشْكَلُ الْعَيْنِ قَالَ طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ قِيْلَ مَا مَنْهُوْشُ الْعَقِبَيْنِ قَالَ قَلِيْلُ لَحْمِ الْعَقِبِ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت سماک[1] بن حرب حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ[2] دہن تھے، آنکھیں سرخ ڈوروں والی[3] اور ایڑیوں پر گوشت تھوڑا تھا۔ سماک سے پوچھا گیا ضلیع الفم کیا ہے فرمایا کشادہ دہن۔ پوچھا گیا اشکل العین سے کیا مراد ہے؟ فرمایا گوشہ چشم کی زیادہ لمبائی۔ عرض کیا گیا منہوش العقبین کیا ہے؟ فرمایا تھوڑے گوشت والی ایڑیاں (مسلم)

۱؎ سماک، سین کے نیچے زیر اور میم مخفف، بن حرب، حاء پر زبر را ساکن، مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں میں نے اسی صحابہ کی زیارت کی ہے۔ علماء کوفہ میں سے ہیں بعض محدثین نے ان کی تضعیف کی ہے، فرماتے ہیں میری نظر ختم ہوگئی تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس نے میری بینائی واپس فرمادی۔
۲؎ عرب مردوں کے لیے کشادہ دہنی محبوب و پسندیدہ سمجھے اور تنگی دہن ان کے ہاں عیب تھا۔ بعض نے اس سے فصاحت و بلاغت مراد لی ہے۔
۳؎ شُکلہ، شین پر پیش، رنگ کا نام ہے، شُہرہ سین پر پیش شہلہ ہا کے ساتھ آنکھ کی سیاہی

کے ساتھ سرخی کا ملنا ہے۔ لیکن سیاہی زیادہ نہ ہو گویا سرخی مائل ہوں۔ جیسا کہ اشعار میں نرگس شہلا کا تذکرہ آتا ہے۔

سکہ منہوش العقبین۔ منہوش، مشارق میں سین اور شین دونوں کے ساتھ ایڑیوں کا کم گوشت ہونا۔

شہ یہ راوی حدیث ہیں

سکہ اشکل کا معنی شگاف چشم کا دراز ہونا ہے

سکہ منقول ہے کہ سماک کا اشکل العینین کا یہ معنی کرنا غلط ہے جواب وہی ہے جو بیان ہوا۔ جیسا کہ علماء لغت کا اس میں اتفاق ہے۔

۵۵۲۵ وَعَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو طفیل[۱] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ کا رنگ سفید نمکین اور قد انور میانہ[۲] تھا۔

(مسلم)

سلہ چھوٹے صحابہ میں سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے آٹھ سال انھوں نے پائے اور ایک سو دس برس میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے یہی ہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والوں میں سے تھے تمام مواقع میں اور جنگوں میں ان کے ساتھ رہے۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بہت مداح تھے۔ عالم و فاضل اور نہایت حاضر جواب تھے۔

سلہ ملاحت، نمکین ہونا، یہ حسن کی ایسی صفت ہے جو آنکھوں میں سما جاتی ہے دل میں سرور پیدا کرتی ہے اور اس کی خوبی و ثنا سے زبان قاصر ہوتی ہے۔

سکہ طول و قصر میں، جسامت و نحافت میں بلکہ تمام صفات میں

وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يَخْضِبُ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ وَفِي رِوَايَةٍ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِي رَاْسِهِ فَعَلْتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِي عَنْفَقَتِهِ وَفِي الصُّدْغَيْنِ وَفِي الرَّاْسِ نَبْذٌ

حضرت ثابت[۱] کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب[۲] کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا آپ خضاب کی عمر کو نہیں پہنچے تھے اگر میں آپ کی ریش مبارک کے سفید بالوں کو شمار کرنا چاہتا دوسری روایت میں ہے اگر سر اقدس کے سفید بالوں کو شمار کرنا چاہتا تو کر لیتا (بخاری ومسلم) اور مسلم کی روایت میں فرمایا آپ کی داڑھی بچہ، کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند سفید بال تھے۔

سلہ حضرت ثابت بنانی باء پر پیش، یہ مشاہیر و کبار تابعین میں سے ہیں۔

۲؎ بالوں کو رنگنا

۳؎ بڑھاپا بہت کم تھا ابتدائی نظر میں سفید بال دکھائی نہیں دیتے تھے جیسا کہ سیاق حدیث سے واضح ہے یا مراد یہ ہے۔ ابھی خالصۃً سفید بال نہ تھے بلکہ سرخ تھے جیسا کہ آغاز میں ہوتا ہے ایسا ہی دوسری روایت میں آیا ہے (کان شیبہ احمر) آپ کے بال شریف سرخ تھے۔

شمط، شین پر زبر، میم ساکن سفید بالوں کا سیاہ میں ملنا۔ اگر میم پر زبر ہو تو اس کا معنی سفید بال ہے

۴؎ سفید اس قدر قلیل تھے کہ خضاب کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

۵؎ عنفقتہ، عین پر زبر، نون ساکن فاء وقاف پر زبر وہ بال جو ہونٹوں کے نیچے ہوتے ہیں۔

۶؎ الصدغین، صدغ آنکھ اور کانوں کی درمیانی جگہ کے بال صاد پہ پیش، دال ساکن اور غین معجمہ جگہ کا نام ہے لیکن اس مقام پر جو بال آئیں ان پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

۷؎ نبذ نون پر پیش بلہ ذال کے ساتھ یہ نبذۃ کی جمع ہے۔ باء ساکن بمعنی تھوڑی شے۔

<u>۵۵۲۷</u> وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَاَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ[۱] اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ[۲] وَمَا مَسِسْتُ[۳] دِيْبَاجَةً وَّلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ[۴] مِسْكًا وَّلَا عَنْبَرَةً اَطْيَبَ مِنْ رَّائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چمکدار رنگت والے تھے۔ آپ کا پسینہ گویا موتی[۱] تھا جب چلتے تو طاقت[۲] سے چلتے اور میں نے[۳] موٹا باریک ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ سے زیادہ نرم نہیں چھوا اور نہ مشک[۴] وعنبر سونگھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک[۵] سے زیادہ خوشبودار ہو (بخاری و مسلم)

۱؎ صفائی رنگ اور لطافت جسمانی میں

۲؎ جیسا کہ قوی اور دلیر انسانوں کا طریقہ ہے اس کا تیز چلنے میں کوئی منافات نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کیونکہ سرعت سے اپنے قدم رکھنے کا نام ہے۔ تکفأ کا معنی ایک ہی دفعہ چیز کو زمین پر بہا دینا بھی ہے اس سے مراد آگے کی طرف جھکنا بھی ہے جیسا کہ انسان بلند جگہ سے نیچے کی طرف آتا ہے جیسا کہ فصل ثانی میں آرہا ہے۔

۳؎ مسست، سین کے نیچے زیر بہتر ہے ہاں زبر بھی منقول ہے۔ دیباجہ، دال کے نیچے زیر ریشم کی ایک قسم

۴؎ شممت میم کے نیچے زیر۔ ہے زبر بھی منقول ہے

۵؎ ایک روایت میں "من عرقہ" آپ کے پسینہ سے بڑھ کر آیا ہے۔

<u>۵۵۲۸</u> وَعَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْتِيْهَا فَيَقِيْلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ نِطْعًا فَيَقِيْلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْعَرَقِ فَكَانَ

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے تھے تو ان کے پاس قیلولہ کرتے تھے وہ حضور کے لیے چمڑے کا

تَجْمَعُ عَرَقَہٗ فَتَجْعَلُهٗ فِى الطِّيْبِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا قَالَتْ عَرَقُكَ نَجْعَلُهٗ فِىْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرْجُوْ بَرَكَتَهٗ لِصِبْيَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بستر بچھا دیتی تھیں آپ اس پر آرام کرتے۔ حضور کو پسینہ بہت آتا تھا تو وہ حضور کا پسینہ جمع کر لیتی تھیں اسے خوشبو میں ڈال لیتی تھیں تو حضور نے فرمایا اے ام سلیم یہ کیا ہے؟ عرض کیا حضور یہ آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں یہ بہترین خوشبو ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے بچوں کے لیے برکت کی امید کرتے ہیں فرمایا تم ٹھیک کرتی ہو (بخاری و مسلم)

۱ ام سلیم، سین پر پیش، صحابیہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ خواتین میں نہایت ہی عقل مند اور فاضلہ ہیں۔

۲ نَطْعٌ، نون پر زبر یا زیر، طا پر زبر یا سکون یعنی چار طریقوں پر پڑھا جا سکتا ہے، چمڑہ کا بستر اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔ منقول ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محارم میں سے ہیں یا تو رضاع کے حوالہ سے یا نسب کے حوالے سے۔ بعض نے کہا اجنبی خواتین کے ساتھ خلوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز اور آپ کی خصوصیت ہے (المواہب اللدنیہ)

۳ ہم اسے بچوں کے چہروں اور جسموں پر لگاتے ہیں تاکہ وہ ہر طرح کی وباؤں سے محفوظ رہیں۔

۵۵۳۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّىْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّىْ فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْ رِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ سَمُّوْا بِاسْمِىْ فِىْ بَابِ الْاَسَامِىْ وَحَدِيْثُ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ نَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ فِىْ بَابِ اَحْكَامِ الْمِيَاهِ۔

حضرت جابر بن سمرہ[۱] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز پڑھی پھر آپ گھر کی طرف چلے میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ کے سامنے بچے آئے تو ان میں سے ہر ایک کے رخساروں پر ہاتھ پھیرنے لگے ایک ایک کر کے۔ رہا میں تو حضور نے میرے رخساروں[۲] پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک پائی اور خوشبو، گویا عطار کے ڈبہ سے نکالا ہے (مسلم) اور حدیث جابر سموا باسمی باب اسامی میں اور حدیث سائب بن یزید کہ میں نے مہر نبوت دیکھی باب احکام المیاہ میں بیان ہو چکی ہے۔

۱ باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے خالہ زاد ہیں۔

ےہ خدی، دال کے نیچے زیر یا ساکن، مفرد بعض نسخوں میں تثنیہ ہے پھر دال پہ زبر یا مشدد ہوگی یعنی میرے دونوں رخساروں پر ہاتھ پھیرا۔ منہ والی روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں میرا وہ رخسار جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مس فرمایا دوسرے سے خوبصورت تھا۔

ےہ تمام نسخوں میں او ہے یہ راوی کا شک ہے۔

ےہ جُؤنَہ۔ جیم پر پیش، عطار کی ڈبیہ

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۵۴۰ / ۱۵ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ مُشْرَبًا حُمْرَةً ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ تَكَفُّأً كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت دراز قد تھے اور نہ پست قد، بھاری سر و داڑھی، بھاری ہتھیلیاں اور بھاری قدم، سرخی مائل رنگ والے، بھاری جوڑوں والے دراز بالوں کی دھوری، جب چلتے تو قوت سے چلتے گویا آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ تو آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ (اسے ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

ےہ مشرب، میم پہ پیش، شین ساکن، را مخفف ایک رنگ کا دوسرے سے ملنا گویا ایک رنگ نے دوسرے کو لیا ہوا ہے۔

ےہ کرادیس، کردوس کی جمع، کاف پر پیش، ہڈیوں کے وہ سرے جو آپس میں ملتے ہیں۔

ےہ مسربہ، میم پہ زبر، سین ساکن، را پر پیش۔ وہ باریک بال جو سینہ سے ناف تک ہوتے ہیں۔ مسرب سین اور را پر زبر بمعنی سینہ ہے اور وہ بال بھی جو سینہ اور ناف کے درمیان ہوتے ہیں (الصراح)

ےہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم توانائی سے چلتے اور زمین سے پاؤں قوت سے اٹھاتے۔ بعض نے کہا اس سے مراد بطریق تواضع چلنا ہے نہ کہ بطور تکبر وغرور۔ صبب، صاد اور باء دونوں پر زبر، پست جگہ، اوپر سے نیچے پانی بہانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۵۵۴۱ / ۱۶ وَعَنْهُ كَانَ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً

انہی کے بارے میں ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کرتے تو کہتے آپ نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ زیادہ پست قد، آپ میانہ قد تھے۔ نہ بالکل

مِنَ الْمُتَوَسِّطِ لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ بِالْوَجْهِ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِيْلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ اَجْرَدُ ذُوْمَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى يَتَقَلَّعُ كَاَنَّمَا يَمْشِيْ فِيْ صَبَبٍ وَّاِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتِمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَّاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَّاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَّاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً مَنْ رَّاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

مڑے ہوئے بالوں والے اور نہ بالکل سیدھے بالوں والے بلکہ قدرے خم دار بالوں والے تھے، نہ بہت موٹے تھے نہ بالکل گول چہرے والے، چہرے میں قدرے گولائی تھی رنگ سرخی کی طرف مائل تھا، سیاہ آنکھوں، دراز پلکوں بھاری بھوؤں اور سینے سے ناف تک لمبی لکیر والے تھے ہتھیلیاں اور قدم مبارک پر گوشت تھے چلتے تو طاقت سے چلتے گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح ہوتے۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی آپ سارے نبیوں میں آخری تمام لوگوں سے زیادہ سخی سب سے زیادہ سچی بات کہنے والے، نرم طبع، اچھا برتاؤ کرنے والے، اگر کوئی آپ کو اچانک دیکھتا تو ڈر جاتا اور جب مل جل جاتا تو وہ آپ کو اپنا محبوب بنالیتا، آپ کا نعت گو یہی کہتا میں نے آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد (صلی اللہ علیہ وسلم)

(الترمذی)

[1] ممغط، پہلی میم پر پیش، دوسری میم مشدد اور زبر، غین کے ساتھ منقول ہے۔ دوسری میم مخفف اور غین مشدد بھی منقول ہے۔ اس صورت میں عین بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلی میم بہرصورت پیش والی ہے۔ معنی دراز اور کشادہ ہونا ہے۔

[2] بعض اعضاء بعض میں گھسے ہوئے نہ تھے

[3] جعد، عین پر زبر، جیم کے نیچے زیر یا زبر، قطط اور سبط کے درمیان بال، صراح میں ہے جس شخص کے بال پیچ و شکن ہوں اسے جعد کہا جاتا ہے مقصود یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک سخت گھنگریالے نہیں تھے۔

[4] مطہم، میم پر پیش طاء مشدد مفتوح، ہاء پر زبر، پر گوشت چہرہ اور گول، کمزور کے معنی میں آیا ہے۔

[5] مکلثم، میم پر پیش، کاف پر زبر لام ساکن بمعنی کم گوشت کوتاہ چہرہ۔ بعض نے بسیار گوشت معنی کیا ہے جب دونوں الفاظ میں گولائی کی نفی تھی تو آگے اس کا اثبات کیا۔

[6] زیادہ گول نہ تھا

[7] بعض نے کہا آنکھوں میں سفیدی خوب تھی

۸؎ اشفار، شفر کی جمع ہے، شین پر پیش اور زبر، آنکھوں کے بال

۹؎ مشاش، شاشہ کی جمع ہے، ہڈیوں کے ملنے کی سخت جگہ

۱۰؎ الکتد۔ تاء پر زبر یا زیر دو کندھوں کے ملنے اور ان کے درمیان جگہ جیسے کاہل کہتے ہیں

۱۱؎ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اس باریک لکیر کے علاوہ بدن مبارک پر بال نہ تھے جبکہ دیگر احادیث سے دیگر مقامات پر بھی بالوں کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً سینہ اقدس کے اوپر بازوؤں پر، پنڈلیوں پر اور یہاں اجرد سے مراد بھی یہی ہے۔ حقیقتاً اجرد، اشعر کے مقابل ہے جس کا معنیٰ تمام بدن پر بال کے ہیں اور اجرد وہ ہوگا جس کے تمام بدن پر بال نہ ہوں۔

۱۲؎ نظر کی طرف سے نہ دیکھتے جیسا کہ متکبر لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ہر وقت بائیں یا دائیں گردن مبارک نہ پھیرتے جیسا کہ جلد باز اور ظلم کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

۱۳؎ سینہ سے مراد دل ہے کیونکہ یہ اس کا محل و مقام ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت دل و جان اور ذوق و شوق سے تھی نہ کہ بطور تکلف اور ریا کاری۔ یہ بھی احتمال ہے کہ جود، جودت جیم پر زبر سے ہو اس کا معنی ہوگا اللہ کے سواء کسی سے تعلق نہ تھا (کذا فی شرح الشیخ)

۱۴؎ لہجہ، ہا پر زبر، سکون بھی منقول ہے۔ بعض نے کہا سکون ضعیف ہے، بعض نے یہ معنیٰ کیا ہے کہ آپکی مبارک زبان تمام سے درست ترین ہے یعنی آپ تمام حروف کو ان کے مخارج سے ادا فرماتے اور اس طرح دوسرا آدمی اس پہ قدرت نہیں رکھتا۔

۱۵؎ عشرۃ، عین کے نیچے زیر بھی آیا ہے جس کا معنیٰ محبت ہے۔

۱۶؎ آپ کی مجلس وصحبت میں آجاتا۔

۱۷؎ اس سے یا تو راوی خود یا ہر نعت کہنے والا مراد ہے۔

۵۵۴۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيْقًا فَيَتْبَعُهُ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهُ قَدْ سَلَكَهُ مِنْ طِيْبِ عَرَقِهِ اَوْ قَالَ مِنْ رِيْحِ عَرَقِهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی راستہ سے گزرتے تو اگر کوئی آپ کے بعد گزرتا وہ آپ کی خوشبو۱؎ یا پسینے کی خوشبو کے باعث جان لیتا کہ آپ ادھر سے گزرے ہیں (الترمذی)

۱؎ عرف، عرف، عین پر زبر، راء ساکن خوشبو اور بدبو دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہاں غالب استعمال خوشبو کے لیے ہے یعنی جس راستہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوتا وہ آپ کی مہک سے اس قدر معطر ہو جاتا کہ جس سے پتہ چلتا آپ کا ادھر سے گزر ہوا ہے ظاہر (بلکہ صحیح) یہی ہے کہ آپ کے مبارک جسم اطہر کی خوشبو تھی۔ اس خوشبو کی اس کے علاوہ ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم استعمال فرمایا کرتے۔

۵۵۴۳ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ[۱] بْنِ یَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ صِفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْ رَاَیْتَہٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

حضرت ابوعبیدہ[۱] بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضرت ربیع[۲] بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں حلیہ بیان فرمائیے۔ فرمایا بیٹے اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو گویا طلوع ہوتا ہوا سورج دیکھتے[۳] (الدارمی)

۱؎ یہ ثقہ تابعی ہیں

۲؎ ربیع، راء پر پیش باء پر زبر یا مشدد اور مکسور، معوذ میم پر پیش، عین پر زبر، واو مشدد مکسور مشہور صحابیہ ہیں۔

۳؎ یعنی اس طرح جلال و نورانیت اور حسن و جمال کہ گویا آفتاب طلوع ہو گیا ہے۔

۵۵۴۴ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃٍ اِضْحِیَانٍ[۱] فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات[۱] میں دیکھا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور چاند کو دیکھنے لگا[۲]، آپ پر سرخ جوڑا[۳] تھا میری نظر میں حضور چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (ترمذی و دارمی)

۱؎ اِضْحِیَا، ہمزہ کے نیچے زیر، ضاد ساکن، حاء مکسور، ایسی روشن رات جس میں چاند ہو اور بادل و گرد و غبار نہ ہو۔

۲؎ میں کبھی حضور کو دیکھتا اور کبھی چاند کو۔

۳؎ سرخ جوڑے کا مفہوم پیچھے حدیث حضرت براء رضی اللہ عنہ میں بیان ہو چکا ہے۔

۴؎ یہ لذت و ذوق کا اظہار ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقع میں اور تمام اہل بیت کے ہاں چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

۵۵۴۵ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ[۱] مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ وَمَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْیِہٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہ دیکھی گویا سورج آپ کے چہرہ میں گردش کر رہا ہے اور میں نے کوئی شخص نہ دیکھا جو رفتار میں رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز ہو گویا آپ کے لیے زمین لپیٹی جاتی تھی۔ ہم تو اپنی جانوں کو مشقت میں ڈال دیتے تھے[1] اور آپ پرواہ نہ فرماتے تھے۔ (الترمذی)

[1] ہم چلنے میں مشقت اور تکلف سے کام لیتے مگر تھک جاتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلف آسانی کے ساتھ چلتے نُجْهِدُ۔ نون پر پیش، جیم ساکن اور ہا مکسور، مکترث، میم پہ پیش، کاف ساکن، تا و پر زبر، راء مکسور از لکتراث بھی پاک ہونا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ دوسرے مشقت و تھکاوٹ میں ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے مشقت اور بے تکلف تمام سے تیز رفتار ہوتے۔

۵۵۴۶ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ فِىْ سَاقَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ اِلَّا تَبَسُّمًا وَكُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں میں کچھ باریکی تھی اور آپ نہ ہنستے تھے مگر مسکراہٹ سے اور جب حضور کو دیکھتا تو کہتا آپ آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ سرمہ نہ لگایا ہوتا۔ (الترمذی)

[1] یعنی بھاری نہ تھیں

[2] صراح میں ہے تبسم کا معنی لبوں کا کرنا ہے۔

[3] بلکہ قدرتی طور پر آپ کی آنکھیں سرمگیں تھیں

دو چشم تو کہ سیا ہند سرمہ نہ کردہ بسان سرمہ سید کردہ خانہ مردم

تیری دو آنکھیں جو سیاہ ہیں اور ان میں سرمہ نہیں لگا بہت سے ایسے لوگوں کا گھر (سارا) ہیں جو سیاہ کا ٹیک ہے۔

الفصل الثالث — تیسری فصل

۵۵۴۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فراخ دانتوں والے تھے جب کلام فرماتے تو آپ کے اگلے دانتوں کے درمیان سے نور سا نکلتا۔ (الدارمی)

[1] یعنی دو دانتوں کے درمیان کشادگی تھی۔ فلج فاء اور لام پر زبر بمعنی کشادگی، اگلے دانتوں کو فلج الاسنان کہا جاتا ہے حلیہ مبارک میں مراد بھی یہی ہیں۔ دوسری روایت میں فلج الاسنان کے الفاظ بھی ہیں۔

[2] سامنے کے دانتوں کو اوپر سے لے کر نیچے تک "ثنایا" کہا جاتا ہے یہ لفظ تثنیہ اور جمع دونوں طرح ہے

دونوں اطراف کے دانتوں کو "رباعیات" را پر زبر کہا جاتا ہے، فلج دو کے درمیان کشادگی کو کہتے ہیں۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں رباعیات اور ثنایا کے درمیان کی درمیانی کشادگی کو فلج اور ثنایا کے درمیان کشادگی کو فرق کہا جاتا ہے (خا اور را پر زبر) لہذا یہاں فلج کو فرق کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس حدیث کا ظاہر بتارہا ہے کہ یہ کشادگی صرف اوپر والوں کے ساتھ مخصوص ہی نہیں بلکہ نیچے بھی تھی۔

۵۵۴۸ / ۲۲ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَانَ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ انور دمک اٹھتا گویا آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم یہ[1] جان لیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

[1] بسبب تروتازگی اور چمک کے ہم محسوس کر لیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں۔

۵۵۴۹ / ۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ غُلَامًا يَهُوْدِيًّا كَانَ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَوَجَدَ اَبَاهُ عِنْدَ رَاْسِهٖ يَقْرَاُ التَّوْرَاةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا يَهُوْدِيُّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسٰى هَلْ تَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ نَعْتِيْ وَصِفَتِيْ وَمَخْرَجِيْ قَالَ لَا قَالَ الْفَتٰى بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَجِدُ لَكَ فِي التَّوْرَاةِ نَعْتَكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَاِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَقِيْمُوْا هٰذَا مِنْ عِنْدِ رَاْسِهٖ وَلُوْا اَخَاكُمْ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا تو اس کے پاس آپ بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے والد کو اس کے سرہانے تورات پڑھتے پایا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یہودی! میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری کیا تو میرے اوصاف، میری نعت، میری جائے بعثت[1] تورات میں پاتے ہو یا نہیں۔ تو جوان بولا ہاں یارسول اللہ اللہ کی قسم ہم آپ کی نعت، آپ کی صفات، آپ کی ہجرت تورات میں پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا اس یہودی کو اس جوان کے پاس سے اٹھا دو اور تم اپنے بھائی کا انتظام کرو۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی)

[1] مخرج، وقت وجائے بعثت، نعت، وصف کا ایک ہی مفہوم ہے گویا ایک سے مراد حسنات ظاہری جبکہ دوسرے سے مراد باطنی صفات ہیں۔

۵۵۵۰ / ۲۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ میں سراپا رحمت اور تحفہ ہوں[1] (دارمی، شعب الایمان للبیہقی)[2]

[1] میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی رحمت ہوں۔ شیخ ابوالعباس مرسی فرماتے ہیں یہ اس امت کی تکریم و تعظیم ہے کیونکہ ہدیہ برائے تکریم ہی ہوتا ہے۔

[2] یہاں مصنف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اور سراپا کے بارے میں بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔ لیکن بہت سی رہ گئیں ہیں ہم نے اس کی شرح میں کتب احادیث سے اضافات بھی کیے ہیں وہاں مطالعہ کیجیے۔

بَابٌ فِيْ اَخْلَاقِهٖ وَشَمَائِلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں مہربانی، جوانمردی، شجاعت، سخاوت، نرمی، تحمل، تواضع، رحمت، حیاء وغیرہ شامل ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت وسراپا سے مصنف فارغ ہوئے جیسے صورت وخلق (خاء پر زبر) کہا جاتا ہے تو اب آپ کی باطنی صفات کا تذکرہ کرنا چاہ رہے ہیں جنھیں خُلق (خاء پر پیش) کہا جاتا ہے۔ شمائل، شمال، شین کے نیچے زیر بمعنی طبع کی جمع ہے (القاموس)

صراح میں ہے شمائل بالکسر بائیں ہاتھ اور عادت، جس شمال کا معنی بائیں ہاتھ ہے اس کی جمع اشمل آتی ہے ہاں شمائل بھی کبھی آتی ہے۔ شرح شفاء میں ہے شمال بالکسر بمعنی سیرت ہے اور خلق کے معنی میں بھی آتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۵۵۵۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت[1] کی۔ آپ نے مجھے کبھی اف[2] تک نہ کہا یہ نہ کہا یہ کیوں کیا اور کیوں[3] نہ کیا (بخاری ومسلم)

[1] جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مدینہ میں ہجرت فرمائی۔ حضرت انس کی والدہ یا بعض ان کے انصاری اعزہ نے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اس وقت ان کی عمر آٹھ یا دس سال تھی۔ شہر مدینہ میں مدتِ اقامت دس سال ہی ہے۔

ـ۲ اف، ہمزہ پر پیش، فاء مشدد مکسور، تنوین کے ساتھ یا اس کے بغیر، اس حکم کی دلالت، کراہت، زجر، تنگیٔ دل اور ناپسندیدہ عمل پر آواز بلند کرنا ہے۔

ـ۳ خواہ ان کا تعلق امورِ دنیا سے تھا یا امورِ دین سے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال شفقت اور حسن اخلاق ہی ہے۔ امام طیبی لکھتے ہیں کہ اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بھی مدح ہے۔ میں نے کبھی ایسا کام نہ کیا جس سے آپ ناراض ہوں۔ لیکن اول معنی مقام کے انسب اور موافق ہے۔ ہاں حضور کی ان پر شفقت و کرم کو یہ معنی بھی متضمن ہے۔

۵۵۵۲ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَاَرْسَلَنِيْ يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَذْهَبُ وَفِيْ نَفْسِيْ اَنْ اَذْهَبَ لِمَا اَمَرَنِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْتُ حَتّٰى اَمُرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي السُّوْقِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَبَضَ بِقَفَايَ مِنْ وَّرَائِيْ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ يَا اُنَيْسُ ذَهَبْتَ حَيْثُ اَمَرْتُكَ قُلْتُ نَعَمْ اَنَا اَذْهَبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے حضور نے مجھے ایک دن کسی کام کے لیے بھیجا میں نے کہا اللہ کی قسم میں نہ جاؤں گا اور میرے دل میں یہ تھا کہ اس کام کے لیے جاؤں جس کا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا چنانچہ میں روانہ ہو گیا حتیٰ کہ میں کچھ بچوں پر گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے سے میری گردن پکڑ لی۔ فرماتے ہیں میں نے حضور کی طرف دیکھا آپ ہنس رہے تھے۔ فرمایا اے انیس کیا تم وہاں جا رہے ہو جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جا رہا ہوں۔ (المسلم)

ـ۱ باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا دل میں تھا جاؤں گا لیکن زبان سے کہہ دیا میں نہیں جاؤں گا یہ واقعہ ان کی چھوٹی عمر اور بے سمجھی کا ہے اور ابھی وہ بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات پر توجہ ہی نہ دی اور نہ اس پر ناراض ہوئے بلکہ مزاح کے انداز میں تبسم اور نرمی فرمائی۔

انیس یہ انس کی تصغیر ہے، برائے پیار و شفقت

۵۵۵۳ وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ

انہی سے مروی ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا آپ نے نجرانی موٹے کنارے والی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ حضور کو ایک بدوی نے پکڑ لیا

أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً وَرَجَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ الْأَعْرَابِيِّ حَتّٰى نَظَرْتُ إِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضور کو آپ کی چادر سے کھینچا کہ آپ[۲] اس کے سینہ تک پہنچ گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کی گردن مبارک پر[۳] سخت کھینچنے کی وجہ نشان دیکھا۔ پھر بولا اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے میرے لیے بھی حکم دیجیے۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا، پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطاء کا حکم فرمایا[۴]۔ (بخاری و مسلم)

[۱] نجرانی، نجران، نون پر زبر، نجران کی طرف منسوب، جیم ساکن جگہ کا نام ہے۔
[۲] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بہت قریب ہو گئے۔
[۳] عاتق، کندھے کی چادر والی جگہ
[۴] لوگوں کی طرف سے جفا کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ کمال حلم وتحمل کا مظاہرہ ہے یہ دیہاتی اور درشت خو تھا نہ اس نے اخلاق کی تربیت پائی اور نہ ادب سیکھا۔ اس روایت میں صاحب منصب لوگوں کے لیے سبق ہے کہ وہ رعایا کی طرف سے بے عقلی اور تکلیف کے باوجود ان سے حسن سلوک کا برتاؤ کریں۔

۵۵۵۴ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَبَقَ النَّاسَ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُولُ لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ وَفِي عُنُقِهِ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں بہت حسین[۱] اور سب سے زیادہ سخی سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ والے گھبرائے[۲] تو لوگ آواز کی طرف دوڑے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف روانہ ہوئے آپ لوگوں سے پہلے آواز کی طرف دوڑے اور فرماتے جاتے[۳] مت گھبراؤ، اور آپ ابوطلحہ کے ننگے گھوڑے[۴] پر تھے، جس پر زین نہ تھی اور آپ کے گلے میں تلوار تھی پھر فرمایا کہ ہم نے اسے دریا[۵] پایا۔ (بخاری و مسلم[۶])

[۱] حسن وجمال، فضل وکمال، صفات حمیدہ اور اخلاق عظیمہ میں
[۲] شاید کوئی ڈاکو یا دشمن آگیا ہے۔

۳؎ رُوِّعُوْا، ڈرنا، تراعوا، تاء اور عین پر پیش

۴؎ اس پر زین نہ تھی ۵؎ بہت تیز رفتار

۶؎ دوسری روایت میں ہے یہ گھوڑا نہایت ہی سست رفتار تھا اس کے بعد یہ اس قدر تیز ہو گیا کہ دوسرا گھوڑا اس کا مقابلہ نہ کر پاتا۔ حقیقت یہ ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور برکت نصیب ہو جائے اگرچہ وہ لاشیٔ ہو تو وہ شیٔ ہو جاتی ہے۔ اگر کمزور ہو تو غالب ہو جاتی ہے اگر پست ہو تو بلند ہو جاتی ہے اگر ضعیف ہو تو قوی ہو جاتی ہے۔

تومرا دل دہ دلیرے بین رو بہ خویش خوان دشیرے بین

تو جسے دل عطا فرمائے پھر جرارت دیکھ تو اپنی لومڑی فرما دے پھر شیر بنتا دیکھ

۵۵۵۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز نہ مانگی گئی کہ حضور نے فرمایا ہو[۱] نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ کہ میں نہیں دیتا۔ شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ کبھی بھی لا کا لفظ زبان پر نہ آیا بلکہ اگر ہوا عطا فرما دیا اگر نہ ہوا تو خاموشی اختیار فرمائی۔ ایک اور روایت میں یہی مفہوم آیا ہے اور حضرت ابوہریرہ سے مروی حدیث کے قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا جاتا تو اسے عیب نہ لگاتے تمنا ہوتی تو تناول فرما لیتے ورنہ ترک فرما دیتے۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے منقول ہے کہ عطا نہ کرنے کے لیے کبھی آپ کی زبان پر لا نہیں آیا اور بوقت ضرورت، یا بوقت عدم موجودگی پر یا بالطریق عذر کہنے کے منافی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ (میں نہیں پاتا کوئی چیز جس پر تمہیں سوار کر دوں) فرزدق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا

ما قال لا قط الا فی تشہدہٖ لولا التشہد کانت لاءہ نعم

(کلمہ شہادت کے علاوہ کبھی لا نہیں فرمایا اگر شہادت کا معاملہ نہ ہوتا تو وہاں لا کی جگہ نعم فرما دیتے)

کسی نے اس مضمون کو فارسی میں (کسی کے بارے میں) یوں بیان کیا شعر

(آپ کی زبان پر لا کا کلمہ کبھی نہیں آیا ماسوائے اشہد ان لآ الٰہ الاّ اللہ کے)

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مخصوصہ کو کسی ظالم و فاسق کیلئے ثابت کرنا نہایت ہی تعجب والی بات ہے۔ ہم ایسی ذلت اور گمراہی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۵۵۵۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ فَاَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالَ اَيْ قَوْمِ اَسْلِمُوْا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان بھری[۱] ہوئی بکریاں مانگیں۔ حضور نے سب عطا کر دیں وہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ

فَوَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَیُعْطِیْ اِعْطَاءً مَا یَخَافُ الْفَقْرَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اللہ کی قسم محمد ایسی عطا فرماتے ہیں کہ فقر کا خوف نہیں رکھتے۔ (المسلم)

سلہ اس قدر بکریاں زیادہ تھیں کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان وادی اُن سے پُر تھی۔
سلہ انہوں نے تمام کی تمام عطا کردیں اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ کسی شاعر نے یہی بات یوں کہی ہے۔ شعر

جو کچھ ہاتھ میں آتا ہے تو اس سے زیادہ دیتا ہے یہ سخاوت اس کی ہے
جو فقر کو عار محسوس نہیں کرتا

۵۵۵۷ وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ بَیْنَمَا هُوَ یَسِیْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَہٗ مِنْ حُنَیْنٍ فَعَلِقَتِ الْاَعْرَابُ یَسْأَلُوْنَہٗ حَتّٰی اضْطَرُّوْہُ اِلٰی سَمُرَۃٍ فَخَطِفَتْ رِدَائَہٗ فَوَقَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِیْ رِدَائِیْ لَوْ کَانَ لِیْ عَدَدَ هٰذِہِ الْعِضَاہِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُہٗ بَیْنَکُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِیْ بَخِیْلًا وَّلَا کَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت جبیر بن مطعم سلہ سے مروی ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے حنین سلہ سے واپسی پر، تو بدوی لوگ حضور سے لپٹ گئے آپ سلہ سے مانگتے تھے حتیٰ کہ آپ کو ایک خاردار درخت سلہ کی طرف لے گئے آپ کی چادر رکھ لی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے فرمایا مجھے میری چادر تو دے دو، اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر جانور سلہ ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھے نہ تو کنجوس پاتے، نہ جھوٹ بولنے والا نہ بزدل۔ (البخاری)

سلہ مُطْعِم، میم پر پیش، طاء ساکن، عین مکسور بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔ امام ذہبی "الکاشف" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔
"اشراف قریش میں سے ہیں، انساب اخبار اور واقعات عرب کے ماہر ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں"۔
سلہ یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد ہوا
سلہ غنائم حنین سے، اور اس غزوہ سے مالِ غنیمت بہت حاصل ہوا تھا، آپ کی بخشش بھی بہت زیادہ تھی۔ خصوصاً اہلِ مکہ کے مؤلفہ قلوب پر۔ سابقہ حدیث میں جو بکریوں کی سخاوت کا ذکر آیا ہے وہ بھی اسی جگہ کا واقعہ ہے۔
سلہ سَمُرَہ، سین پر زبر، میم پر پیش، خاردار درخت جو جنگل میں ہوتا ہے۔
سلہ فخطفت۔ خاء پر زبر اور طا مکسور
سلہ نَعَمٌ، وہ اونٹ ہوتے یا بکریاں

سکہ نہ میں فتنہ سے ڈرنے والا ہوں، جبن شجاعت کی ضد ہے، عطا میں جوانمردی بھی از قبیلہ شجاعت ہے دینے میں بخل سے کام لینا بزدلی کی طرح ہے۔ بعض نے کہا "میں جھوٹا نہیں اور نہ میں بزدل ہوں" کے الفاظ الگ ہیں اور یہ بطور تتمہ صفات آئے ہیں اور صفات حمیدہ پر جامع ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

۵۵۵۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِاٰنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ يَدَهٗ فِيْهَا فَرُبَمَا جَاءُوْهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهٗ فِيْهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز ادا فرماتے تو آپ کے پاس شہر مدینہ کے لونڈی غلام اپنے برتن لے آتے تھے جن میں پانی ہوتا تو وہ کوئی برتن نہ لاتے مگر حضور اس میں اپنا ہاتھ ڈبو[1] دیتے تو بہت دفعہ وہ لوگ آپ کے پاس بہت ٹھنڈی فجر کو پانی لاتے آپ ان میں اپنا ہاتھ ڈبو[2] دیتے۔ (المسلم)

سکہ تاکہ وہ متبرک ہو جائے اور ان کے لیے ذریعہ شفا بن جائے

سکہ یہ کمال شفقت اور مہربانی ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مخلوق کے نفع کے لیے خود کو تکلیف میں ڈال لیتے۔

۵۵ وَعَنْهُ قَالَ كَانَتْ اَمَةٌ مِّنْ اِمَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ تَاْخُذُ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَاءَتْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور انہی سے مروی ہے کہ اہل مدینہ کی خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی تھی تو جہاں چاہتی حضور کو لے جاتی تھی[1]۔ (البخاری)

سکہ اپنی حاجتیں عرض کرتی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کمال شفقت ہے حتیٰ کہ امت کے کمزور ترین فرد بھی۔

۵۵۶۰ وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ فِيْ عَقْلِهَا شَيْءٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ اِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ يَا اُمَّ فُلَانٍ اُنْظُرِيْ اَيَّ السِّكَكِ شِئْتِ حَتّٰى اَقْضِيَ لَكِ حَاجَتَكِ فَخَلَا مَعَهَا فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ حَتّٰى فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے ایک خاتون کی عقل میں فتور تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ سے کام ہے فرمایا اے فلاں کی ماں! تو سوچ لے کون سی گلی پسند کرتی ہے کہ میں وہاں جا کر تیرا کام کر دوں تو ایک راستہ میں حضور اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ وہ اپنے کام[1] سے فارغ ہو گئی۔ (المسلم)

سکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوپر سے گزر ہوا تھا۔

۲؎ یہاں تو بٹھانا یا لے جانا چاہے گی میں حاضر ہوں۔
۳؎ جو عرض معروض اس نے کرنا تھی کر دی۔

۵۵۶۱ وَعَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا لَعَّانًا وَّلَا سَبَّابًا كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ مَالَهٗ تَرِبَ جَبِيْنُهٗ
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو[۱]، لعنت[۲] کرنے والے اور گالی دینے والے نہ تھے۔ ناراضگی کے وقت آپ فرمایا کرتے اسے کیا ہو گیا ہے اس کی پیشانی خاک[۳] آلود ہو۔
(البخاری)

۱؎ جواب او گفتگو میں حد سے بڑھ جانا، اکثر طور پر اس کا اطلاق جماع اور اس کے متعلقات پر ہوتا ہے بے حیاء اور اہلِ فساد کو فاحشہ کہا جاتا ہے۔ اہلِ اصلاح اور ارباب حیاء اس سے اعراض کرتے ہوئے بطور کنایہ اور ابہام پر اکتفا کر لیتے ہیں بلکہ بول و براز کو قضائے حاجت سے تعبیر کرتے ہیں۔ فحش زیادت، کثرت اور زنا و معصیت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۲؎ لعن، اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ رحمت سے دوری کی دعا کو کہا جاتا ہے۔ غیر مستحق پر لعنت کرنا سخت گناہوں میں سے ہے اکثر طور پر یہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ کسی معین شخص پر لعنت حرام ہے اگرچہ وہ کافر ہو مگر یہ کہ بالیقین معلوم ہو کہ وہ دنیا سے کافر فوت ہوا مثلاً ابوجہل، ابولہب وغیرہ کسی کی عام وصف پر لعنت حرام نہیں مثلاً کفار پر لعنت، سود خوروں پر لعنت، ظالموں پر لعنت، واضح رہے کہ لعنت کی دو قسمیں ہیں۔ اللہ کی رحمت اور جنت سے دوری اور ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہنا یہ کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کے قرب، خصوصی رحمت اور درجہ یقین سے دوری، یہ بعض گناہ گاروں اور بدکاروں کو شامل ہے۔ اس بحث و تحیص سے بہت سی مشکلات کا حل نکل آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۳؎ مَعْتِبَہ، تاء پر زبر یا زیر، عتاب و غصہ میں آنا، بمعنی ناز کرنا بھی آتا ہے۔
۴؎ یہ ذلت سے کنایہ ہے یعنی جب زیادہ ناراض ہوتے تو یہ کلمہ فرماتے، تیری ناک خاک آلود ہو۔ اس میں گالی نہیں بلکہ سجدہ کے معنی میں ہے۔

۵۵۶۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ مشرکین کے خلاف دعا[۱] فرمایئے فرمایا میں بددعا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو رحمت[۲] ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں (المسلم)

۱؎ تاکہ تمام تباہ و ہلاک ہو جائیں
۲؎ ہر ایک کے لیے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، اہلِ ایمان کے لیے تو واضح ہے کفار کے لیے بایں وجہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں ان پر عذاب نہ آنے کا ذریعہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ بخلاف سابقہ امم کے وہ اپنے اپنے رسولوں کی مخالف دعا سے تباہ وہلاک ہوگئیں۔ ہاں بعض مشرکین کے خلاف بحکم الٰہی آپ نے دعا کی تو وہ ہلاک ہو گئے، جیسا کہ بدر کے دن مشرکین قریش کا معاملہ ہے۔

۵۵۶۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِهَا فَاِذَا رَاٰی شَیْئًا یَكْرَهُهٗ عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جیسی کنواری لڑکی اپنے پردے[1] میں شرمیلی ہوتی ہے جب کوئی ناپسند چیز دیکھتے تو ہم چہرہ انور میں اسے پہچان[2] لیتے (بخاری ومسلم)

[1] خدر، خاء کے نیچے زیر، دال ساکن، خواتین کے لیے گھریلو پردہ، نہایہ میں ہے گھر کا وہ گوشہ جس پر پردہ ہوتا ہے اور کنواری لڑکی وہاں ہوتی ہے، صراح میں ہے خدر خاء کے نیچے کسرہ پردہ اور مخدر پردہ نشین خاتون

[2] چہرہ اقدس پر اثرات کی وجہ سے ہم ناپسندیدگی جان لیتے۔ اگرچہ آپ حیاء کے پیشِ نظر کچھ نہ فرماتے اور اظہار ناپسندیدگی نہ فرماتے۔

۵۵۶۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰی اَرٰی مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ وَاِنَّمَا كَانَ یَتَبَسَّمُ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ہیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کھل کر[1] پورا ہنستا ہوا نہ دیکھا۔ حتیٰ کہ میں آپ کی داڑھیں دیکھ لیتی۔ آپ تبسم ہی فرمایا کرتے تے۔ (البخاری)

[1] بتمام وکمال ہنسنا

[2] لہوات، یہ لہاۃ کی جمع ہے گوشت کا حصہ جو منہ کی انتہاء پر اعلائے حلق کے پاس ہوتا ہے صراح میں ہے لہاۃ کا معنی کوّے کے ہیں، لہوات جمع لانا اجزاء کی وجہ سے ہے۔

[3] یہ اغلب حال کا ذکر ہے کبھی کبھی اس پر اضافہ بھی ہوا، جیسا کہ باب ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آرہا ہے۔

۵۵۶۵ وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَكُنْ یَسْرُدُ الْحَدِیْثَ كَسَرْدِكُمْ كَانَ یُحَدِّثُ حَدِیْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور انھی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری طرح جلدی[1] جلدی بات نہ کرتے تھے آپ باتیں یوں کرتے کہ اگر کوئی گننے والا گننا چاہتا تو انھیں گن لیتا۔ (بخاری ومسلم)

لے کہ اس طرح پے درپے کلمات ہوں کہ سننے والے پر خلط ملط ہو جائیں بلکہ جدا جدا کلمات ہوتے سرد، سین پر زبر، چمڑے کا سینا، زرہ کا سلنا، پے درپے کرنا اور مسلسل گفتگو کرنا۔

۵۵۶۶/۱۶ وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِي مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِي خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت اسود لے سے ہے میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے۔ فرمایا اپنے گھر میں کام کاج ۲ میں مشغول رہتے یعنی گھر والوں ۳ کا کام کرتے تھے پھر جب نماز آجاتی تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ (البخاری)

لے یہ تابعی ہیں۔ حضور کی ظاہری حیات کو انھوں نے پایا۔ خلفاءِ اربعہ کی زیارت کا شرف پایا۔ اکابر صحابہ سے حدیث پڑھی، اسی حج اور عمرے ادا کیے، ہمیشہ روزہ رکھتے ہر رات قرآن مجید مکمل پڑھتے۔ ثقہ اور فقیہ اور کثیر احادیث والے ہیں۔

۲ مہنۃ، میم مکسور، تاء مفتوح۔ اصمعی نے میم کے کسرہ کا انکار کیا ہے۔ ہاء ساکن بروزن کلمۃ بمعنی خدمت جیسا کہ اگلے الفاظ میں اس کی تفسیر ہے۔

۳ مثلاً بکریاں دوھنا، کپڑا اور نعل سینا، اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے۔ اہلِ خانہ کی خدمت کرنا انبیاء مرسلین اور صالحین کا طریقہ ہے۔

۵۵۶۷/۱۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِي شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں جب بھی اختیار دیا گیا تو حضور نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا لیکن اگر گناہ ہوتا تو سب لوگوں سے زیادہ دور رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی چیز میں بدلہ نہ لیا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی حرمت توڑی جاتی تو اللہ کے لیے اس کا بدلہ ضرور لیتے۔ (بخاری ومسلم)

لے اس حدیث میں کلام کیا گیا ہے۔ اختیار عام ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا مخلوق کی طرف سے جب اختیار ہوگا تو کسی جانب کا گناہ ہونا محال ہے ہاں یہ مراد ہو سکتا ہے کہ وہ گناہ کی طرف مفضی ہے مثلاً اختیار دیا گیا خزائنِ زمین لینے، کفایت روزی کے اختیار میں ان میں عبادت کے لیے فارغ نہ رہنے کا احتمال ہے تو گناہ سے امر نسبی مراد ہے گناہ مراد نہیں کیونکہ اس سے عصمت ثابت ہے (کذا قال الشیخ ابن حجر)۔ مجمع البحار میں ہے اگر

اختیار از کفار و منافقین ہو تو گناہ کا ہونا واضح ہے اگر مسلمانوں کی طرف سے ہو تو اس سے مراد گناہ کی طرف لے جانے والا معاملہ ہوگا جیسا کہ مجاہدہ اور اقتصاد میں اختیار، کیونکہ جو مجاہدہ ہلاکت کی طرف لے جائے وہ جائز نہیں یا اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا کہ اس میں دو یا ایک سزا ہو یا اس کے اور کفار کے درمیان ہو مثلاً قتل یا جزیہ یا حق خدا میں مجاہدہ اور اعتدال کے درمیان ہو۔

سے ۲ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں۔ آپ کی ذات کے حوالے سے آپ نے کبھی انتقام نہیں لیا۔ پس اب یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ نے ایذا دینے والے کے قتل کا حکم دیا کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو بھی ایذا دی تھی۔ بعض نے کہا کہ یہ اس میں ہے جو شے کفر تک نہ پہنچائے بعض نے کہا یہ واقعہ مال کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہاں عزت و حرمت مراد نہیں نُھک بمعنی غلبہ ہے یعنی جس نے حدود و محارم شریعت توڑنے میں مبالغہ سے کام لیا۔ صراح میں ہے نہک کپڑے کا پرانا ہونا مبالغہ کرنا مراد ہوتا ہے۔

۵۵۶۸ وَعَنْهَا قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَاَةً وَّلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا، نہ کسی بیوی کو نہ کسی خادم[1] کو۔ مگر یہ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے اور ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ سے کوئی چیز پائی جائے پھر اس[2] کرنے والے سے بدلہ لیتے مگر اس صورت میں کہ اللہ کی محرمات میں سے کوئی حرمت توڑ دی جاتی تو اللہ کے لیے اس کا بدلہ لیتے تھے۔ (المسلم)

سے ۱ خادم کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں پر آتا ہے۔

سے ۲ خود صاحب یا صاحب چیز

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۵۶۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ خَدَمْتُهٗ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا لَامَنِيْ عَلٰى شَيْءٍ قَطُّ اُتِيَ فِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ فَاِنْ لَامَنِيْ لَائِمٌ مِّنْ اَهْلِهٖ قَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ كَانَ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آٹھ سال کی عمر میں دس[1] سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ جو میرے[2] ہاتھوں نقصان ہوا اس پر آپ نے کبھی مجھے ملامت نہ کی اگر آپ کے گھر کا کوئی فرد مجھے ملامت کرتا تو فرماتے اسے چھوڑ دو جو مقدر میں تھا تو وہی ہوا۔ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ مَعَ تَغْيِيْرٍ)

(بیہقی نے شعب الایمان میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

۱؎ یہ مدت اقامت مدینہ ہے

۲؎ اتی، مجہول کا صیغہ ہے میرے ہاتھوں سے کوئی چیز تلف ہو گی تو

۳؎ ہر شے کا تلف ہونا اللہ تعالیٰ کی قضاء و تقدیر سے ہے اگرچہ بظاہر اس کے ہاتھ پر ہوا ہے ہاں اگر اس میں کوئی حکم شرعی ثابت ہوگا تو وہ ضرور ہوگا اور کوئی اگر اپنا حق معاف کر دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوسری حدیث میں آیا ہے اگر کسی کے ہاتھوں برتن ٹوٹ جائیں تو اسے نہ مارا جائے کیونکہ ہر شے کی بقا کی ایک مدت مقرر ہے۔

۵۵۷۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَا سَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو عادتاً فحش گو تھے اور نہ تکلفاً[۱]، نہ بازار میں شور کرنے والے تھے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معافی دیتے اور درگزر فرماتے[۲] (الترمذی)

۱؎ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فحش کا صدور نہ ہوتا نہ بالطبع نہ بتکلف۔ اور فحش کا معنیٰ حدیثِ انس سے واضح ہے۔

۲؎ ان صفات کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ہو چکا ہے۔

۵۵۷۱ وَعَنْ أَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَوْمَ خَيْبَرَ عَلٰى حِمَارٍ خِطَامُهُ لِيْفٌ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازوں کے ساتھ جاتے، غلام کی دعوت قبول فرماتے، دراز گوش پر سوار ہوتے، میں نے خیبر کے دن دیکھا آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کی مہار پوست کھجور کی تھی۔

(ابن ماجہ، شعب الایمان للبیہقی)

۱؎ چہ جائیکہ آزاد کی دعوت

۲؎ بوجہ انتہائی تواضع، بے تکلفی، اس میں انتہائی تواضع، ترک تکلف اور نفی تکبر ہے، بخلاف بادشاہوں اور جابر حکمرانوں کے۔

۳؎ حالانکہ ان دونوں میں شرکت و جلالت کا غلبہ تھا۔

۵۵۷۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَ يَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَ يَحْلُبُ شَاتَهٗ وَيَخْدِمُ نَفْسَهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا خود درست کر لیتے[1]، اپنے کپڑے سی لیتے[2] اپنے گھر میں ایسے ہی کام کرتے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر کے کام کرتا ہے۔ فرماتی ہیں آپ انسانوں میں سے ایک کی سی زندگی رکھتے تھے اپنے کپڑوں کو خود دیکھ لیتے تھے[3]، بکری دودھ لیتے اپنا کام[4] خود کرتے تھے[5] (الترمذی)

[1] خصف، ایک ٹکڑے کو دوسرے پر رکھنا۔ اصل اس کا معنی جمع کرنا اور باہم ملانا ہے۔

[2] خواہ وہ کپڑا نیا ہوتا یا پرانا اسے پیوند لگا لیتے

[3] کہیں اس میں کوئی کانٹا یا حشرات میں سے کوئی نہ ہو۔ فلی کا معنی اصل جوئیں تلاش کرنا ہوتا ہے لیکن مواہب لدنیہ میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوئیں نہیں پڑ سکتیں۔ اور امام فخر الدین رازی سے منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر مکھی اور مچھر نہ بیٹھتے اور نہ ایذا دیتے۔ چونکہ موذیات اور حشرات کا وجود تعلق کو لازم ہے لہذا اس قول کے بغیر چارہ نہیں کہ ان چیزوں کا تعلق خارج سے آپ کے جامہ کے ساتھ تھا نہ کہ بدن سے[10]

[4] یعنی دوسروں کو کم ہی فرماتے اپنے کام خود کرتے

[5] یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جابر بادشاہ اور متکبر نہ تھے۔ کیونکہ ایسے اعمال ان سے صادر نہیں ہوتے بلکہ نبی مرسل متواضع اور مدبشریت پر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضل عظیم اور خلق کے لیے ارشاد و تعلیم اور اخلاق کریمہ اور عظیمہ کے لیے مخصوص فرمایا۔

۵۵۷۳ وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلَ نَفَرٌ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوْا لَهٗ حَدِّثْنَا اَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ جَارَهٗ فَكَانَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت سے مروی ہے ایک جماعت نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آکر پوچھا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنائیے فرمایا میں حضور کا پڑوسی تھا تو جب آپ پر وحی

[10] یہی تاویل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے منقول روایت کی ہے۔ میں آپ کے سر اقدس کو صاف کیا کرتی واللہ اعلم لیکن میرے نزدیک اس کی تاویل یہ ہے کہ جب سر کو ملا جائے تو آرام ملتا ہے ضروری نہیں کہ جوئیں ہی نکالی جائیں۔ مولوی امیر علی مرحوم

بَعَثَ اِلَیَّ فَکَتَبْتُہٗ لَہٗ فَکَانَ عَلَیْہِ الْوَحْیُ بَعَثَ اِلَیَّ فَکَتَبْتُہٗ لَہٗ فَکَانَ اِذَا ذَکَرْنَا الدُّنْیَا ذَکَرَھَا مَعَنَا وَاِذَا ذَکَرْنَا الْاٰخِرَۃَ ذَکَرَھَا مَعَنَا وَاِذَا ذَکَرْنَا الطَّعَامَ ذَکَرَہٗ مَعَنَا فَکُلُّ ھٰذَا اُحَدِّثُکُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

نازل ہوتی تو مجھے بلاتے میں اسے لکھتا جب ہم دنیا کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی اسی کا ہمارے ساتھ تذکرہ کرتے تھے اور جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اسی کا تذکرہ فرماتے۔ جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا تذکرہ[۳] فرماتے یہ تمام باتیں[۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ (الترمذی)

[۱] خارجہ خاء اور جیم کے ساتھ، جلیل القدر تابعی ہیں مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں

[۲] کسی آدمی کو بھیج کر

[۳] یہ حسنِ معاشرت کا تذکرہ ہے، اپنے دوستوں کی تالیفِ قلب، انبساطِ خلق اور لوگوں کے معمولات و احوال میں موافقت ہے بشرطیکہ وہ ناپسندیدہ اور مذموم نہ ہوں اور اگر وہ مکروہ و مذموم ہوں تو ممکن ہی نہیں کہ ان کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں ہو

[۴] یہ احوال و حکایات

۵۵۷۴/۲۴ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ یَنْزِعْ یَدَہٗ مِنْ یَدِہٖ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَنْزِعُ یَدَہٗ وَلَا یَصْرِفُ وَجْھَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَصْرِفُ وَجْھَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ وَلَمْ یُرَ مُقَدِّمًا رُکْبَتَیْہِ بَیْنَ یَدَیْ جَلِیْسٍ لَہٗ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ مبارک نہ کھینچتے[۱] حتیٰ کہ وہ ہی اپنا ہاتھ کھینچتا تھا اور آپ اپنا منہ اس کے منہ سے نہیں پھیرتے تھے کہ وہ ہی اپنا منہ حضور کے چہرے سے پھیرتا اور حضور کو کبھی نہ دیکھا گیا کہ اپنے ہم نشین کے سامنے گھٹنے[۲] پھیلا کر بیٹھے ہوں۔ (الترمذی)

[۱] آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دستِ اقدس چھوڑ دینے میں پہل نہ کرتے۔ یہ کمال صبر و تواضع کا بیان ہے کہ آپ دوسرے کے ساتھ کامل طور پر مصافحہ فرماتے۔

[۲] مجلس میں برابر ہو کر تشریف فرما ہوتے۔ متکبرین کی طرح زانو کھڑے نہ کرتے۔ بعض نے کہا اس مجلس کی تعظیم کی خاطر آپ زانو باہر نہ نکالتے لیکن یہ بالعموم مشکل ہے کیونکہ یہ منقول ہے بعض اوقات احتباء فرماتے، یعنی دونوں زانوؤں پر کپڑا باندھ کر تشریف فرما ہوتے۔ یا ممکن ہے یہ خلوت میں ہو یا بعض دوستوں کے ساتھ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں زانو سے مراد قدمین ہیں۔ یعنی مجلس میں قدم پھیلا کر نہ بیٹھتے۔

۵۵۷۵/۲۵ وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

كَانَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرتے تھے۔ (الترمذی)

۱؎ اپنی ذات کے لیے، ورنہ تحقیق کے ساتھ ثابت ہے کہ ازواجِ مطہرات کے لیے ایک سال کا خرچہ رکھتے

۵۵۷۶/۲۶ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طویل خاموشی والے تھے (شرح السنہ)

۱؎ یعنی بغیر ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو نہ فرماتے

۵۵۷۷/۲۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ فِيْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيْلٌ وَتَرْسِيْلٌ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک میں آہستگی[۱] اور ٹھہراؤ[۲] تھا (ابوداؤد)

۱؎ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک گفتگو میں آہستگی اور اس کے جدا جدا کلمات ہوتے۔
۲؎ ترتیل و ترسیل قریب المعنی ہیں، ترسیل کا اصلاً معنی تاخیر کرنا اور سست ہونا ہے۔

۵۵۷۸/۲۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری[۱] اس جلدی کی طرح سے جلدی نہ کرتے تھے، آپ ایسا کلام فرماتے جس کے درمیان فاصلہ[۲] ہوتا، جو آپ کی خدمت میں بیٹھتا حفظ کر لیتا تھا (الترمذی)

۱؎ جیسے تمہاری عادت ہے
۲؎ کلمات ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔

۵۵۷۹/۲۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء[۱] رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہ دیکھا۔ (الترمذی)

۱؎ جزء جیم پر زبر، زاء ساکن، آخر میں ہمزہ، مصر میں یہ آخری صحابی ہیں۔

۵۵۸۰/۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ أَنْ يَرْفَعَ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گفتگو کرنے بیٹھتے تو اپنی نگاہ آسمان کی

طَرْفَہٗ اِلَى السَّمَآءِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

طرف زیادہ دیکھتے [1] (ابوداؤد)

[1] جبریل امین کا وحی لے کر آنے کا انتظار فرماتے

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۵۸۱ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُهٗ مُسْتَرْضِعًا فِيْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهٗ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَاِنَّهٗ لَيُدَّخَنُ وَكَانَ ظِئْرُهٗ قَيْنًا فَيَاْخُذُهٗ فَيُقَبِّلُهٗ ثُمَّ يَرْجِعُ قَالَ عَمْرٌو فَلَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِيْ وَاِنَّهٗ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَاِنَّ لَهٗ لَظِئْرَيْنِ تُكَمِّلَانِ رَضَاعَهٗ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو[1] بن سعید رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں میں نے کسی کو نہ دیکھا جو بال بچوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مہربان ہو۔ آپ کے فرزند[2] ابراہیم بالائے مدینہ میں شیرخوارگی کرتے تھے تو آپ تشریف لے جاتے[3] ہم آپ کے ساتھ ہوتے، آپ گھر میں تشریف فرما ہوتے حالانکہ وہاں دھواں ہوتا۔ ان کا رضاعی والد لوہار تھا آپ بچے کو لیتے اسے بوسہ دیتے پھر لوٹ آتے۔ پھر جب وہ (ابراہیم) وفات پا گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا بچہ ابراہیم شیرخوارگی میں وفات پا گیا اس کی دو دائیاں مقرر ہیں جو اس کی شیرخوارگی جنت میں پوری کریں گی۔ (المسلم)

[2] حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔ بالائے مدینہ سے مسجد قبا اور مسجد بنو قریظہ والا علاقہ مراد ہے یعنی دودھ پلانے والی خاتون وہاں رہتی تھی۔

[3] صاحبزادے کی دیکھ بھال اور خبرگیری کے لیے

[4] لَيُدَّخَنُ، لام پر زبر یا مضموم، دال مشدد مفتوح اور خاء مفتوح، غایت شفقت کی وجہ سے دھواں نہ

[1] اس مقام کی تحقیق ضروری ہے تاکہ معاملہ درست ہو جائے۔ واضح رہے ابن عمرو بن سعید بن خالد بن سعید کے بھائی تھے وہ یہاں مراد نہیں بلکہ یہاں مراد عمرو بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص ہیں جو مشہور تابعی ہیں اور ان کے دادا صحابی عمرو بن سعید ہیں جو غزوہ فحل میں شہید ہوئے تھے۔ جیسا کہ ابو اسمٰعیل ازدی نے الفتوح میں ذکر کیا ہے ابن اشدق نہایت ظالم ہے جس نے حضرت ابن زبیر پر لشکر کشی کی تھی اور یہ بھی واضح ہے کہ قریشی صحابی کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کیا محتاجی ہے؟ شاید شیخ کی مراد یہی ہو کہ ان کے دادا عمرو بن سعید صحابی اور قدیم الاسلام ہیں لیکن کاتب سے غلطی اور تحریف ہو گئی ہو۔ واللہ اعلم۔ مولوی امیر علی مرحوم

معمور گھر میں تشریف فرما ہوئے۔

۵۵ ظِئْر: ظا کے نیچے زیر، ہمزہ ساکن بمعنی دایہ اس خاتون کو کہتے ہیں جو بچے کو دودھ پلائے اور اس کی تربیت کرے، شوہر پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ کا نام ام یوسف اور اس کے شوہر کا نام ابو یوسف ہے۔ قَیْن: قاف پر زبر اور یا ساکن، لوہار

۵۶ ان کے وصال کی عمر میں اختلاف ہے مگر اس پر اتفاق ہے کہ حالت شیر خوارگی میں ہی وصال ہوا۔

۵۷ اب وہ جنت میں ہیں اور ان کی مدت رضاعت وہاں مکمل ہوگی (کذا قالوا)

۵۸ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی بنائے جاتے۔ امام نووی فرماتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔

۵۵۸۲ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ يَهُوْدِيًّا كَانَ يُقَالُ لَهٗ فُلَانُ حَبْرٌ كَانَ لَهٗ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَنَانِيْرُ فَتَقَاضَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ يَا يَهُوْدِيُّ مَا عِنْدِيْ مَا اُعْطِيْكَ قَالَ فَاِنِّيْ لَا اُفَارِقُكَ يَا مُحَمَّدُ حَتّٰى تُعْطِيَنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذًا اَجْلِسُ مَعَكَ فَجَلَسَ مَعَهٗ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ وَالْغَدَاةَ وَكَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَدَّدُوْنَهٗ وَيَتَوَعَّدُوْنَهٗ فَفَطِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الَّذِيْ يَصْنَعُوْنَ بِهٖ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَهُوْدِيٌّ يَحْبِسُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَظْلِمَ مُعَاهِدًا وَغَيْرَهٗ فَلَمَّا تَرَجَّلَ النَّهَارُ قَالَ الْيَهُوْدِيُّ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَشَطْرُ مَالِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمَا وَاللّٰهِ مَا فَعَلْتُ بِكَ الَّذِيْ فَعَلْتُ بِكَ اِلَّا لِاَنْظُرَ اِلٰى

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک یہودی جس کا نام فلاں تھا اس کے کچھ دینار رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے ذمہ قرض تھے اس نے آپ سے تقاضا کیا آپ نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے جو تجھے دوں وہ کہنے لگا میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ آپ مجھے قرضہ ادا کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تب تو میں تیرے ساتھ ہی بیٹھوں گا، آپ اس کے ساتھ بیٹھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں اور آپ کے صحابہ اسے ڈراتے دھمکاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمالیا پوچھا اس کے ساتھ تم کیا کر رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک یہودی آپ کو روکے ہوئے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کسی عہد والے کافر وغیرہ پر ظلم کروں پھر جب دن چڑھ آیا تو یہودی بولا میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میرا آدھا مال اللہ کی راہ میں ہے۔ حضور جو کچھ میں نے آپ کے ساتھ برتاؤ کیا یہ صرف اس لیے کہ میں آپ کی

نَعْتَكَ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِاللهِ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهٗ بِطَيْبَةَ مُلْكُهٗ بِالشَّامِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا مُتَزَيٍّ بِالْفُحْشِ وَلَا قَوْلِ الْخَنَاءِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ وَهٰذَا مَالِيْ فَاحْكُمْ فِيْهِ بِمَا اَرَاكَ اللهُ وَكَانَ الْيَهُوْدِيُّ كَثِيْرَ الْمَالِ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

صفات دیکھ لوں جو توریت میں ہیں کہ محمد عبداللہ کے بیٹے، ان کی جائے ولادت مکہ، جائے ہجرت طیبہ ہے ان کی سلطنت شام میں ہے، نہ تو سخت دل ہیں نہ سخت زبان، نہ بازاروں میں شور مچانے والے، نہ تو بری باتوں سے متصف اور نہ سخت کلام، نہ برے کلام والے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ ہے میرا مال آپ اس میں وہ فیصلہ فرمائیں جو اللہ آپ کو دکھائے یہودی بڑا مالدار تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی)

۵۵۸۳ وَعَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى[۱] قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الذِّكْرَ[۲] وَيُقِلُّ اللَّغْوَ[۳] وَيُطِيْلُ الصَّلٰوةَ وَيُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ وَلَا يَاْنَفُ اَنْ يَّمْشِيَ مَعَ الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ فَيَقْضِيَ لَهُ الْحَاجَةَ

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر زیادہ کرتے بے فائدہ گفت گو نہ فرماتے، نماز دراز[۴] کرتے، خطبہ[۵] مختصر کرتے، بیوگان اور مساکین کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ فرماتے، ان کی حاجت پوری کرتے۔

(نسائی، دارمی)

[۱] مشہور صحابی ہیں، کوفہ میں آخری وصال پانے والے صحابی یہی ہیں

[۲] ہر دم اور ہر گھڑی ذکر میں مشغول رہتے۔

[۳] یہاں قلت کا معنی عدم ہے

[۴] بوجہ غایت شوق اور حضور و شہود

[۵] کیونکہ آپ کا ایک کلمہ بھی بے حد معانی پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ اکثر احوال کے اعتبار سے ہے ورنہ ضرورت کے مطابق طویل خطبات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں اور ظاہراً مقصود یہ ہے، آپ کا خطبہ بہ نسبت نماز مختصر ہوتا جیسا کہ نماز عید اور جمعہ میں ہوا کرتا حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کا طویل اور خطبہ کا مختصر ہونا انسان کے اہل دانش ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ باب الجمعہ میں گزر چکا ہے۔

[۶] ارملہ، میم پر زبر وہ خاتون جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، رمل وہ شوہر جس کی بیوی فوت ہو گئی ہو خواہ غنی ہو یا فقیر۔ ارامل جمع ہے لیکن جمع کا صیغہ خواتین کے ساتھ مخصوص ہے۔ ارامل کی تفسیر مساکین بھی کی جاتی ہے۔ نہایہ، صراح میں ہے ارامل سے بیوگان، درویش اور محتاج لوگ مراد ہیں۔ قاموس میں

اسی طرح اس کا معنی بیان کیا گیا ہے۔

۵۵۸۴ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ اَبَاجَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِمْ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ابوجہل[1] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ہم تو اسے جھٹلاتے ہیں جو آپ لائے ہیں تب اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آیت نازل فرمائی یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں (ترمذی)

[1] ابوجہل (اس پر اللہ کی لعنت ہو) نے کہا ہم پر آپ کا صدق وامانت عیاں وظاہر ہے۔ہم تو آپ کی لائی ہوئی کتاب اور شریعت کا انکار کرتے ہیں اور ہم ان کی تکذیب کی وجہ سے تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔ حسد وعناد کی وجہ سے ایسا ہے یعنی اگر آپ اس کی تصدیق کا نہ کہیں تو ہمارا جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔حالانکہ یہ جاہل اور لعنتی اتنا نہیں جانتا کہ جو ذاتِ اقدس دنیا اور مخلوق کے معاملہ میں کبھی جھوٹ سے کام نہیں لیتی وہ دین اور اپنے خالق پر جھوٹ کیسے باندھ سکتی ہے۔جیسا کہ باب النبوت میں حدیث ہرقل میں آیا ہے، لیکن اس کا مقصود محض حسد وعناد ہی تھا۔

[2] تفسیر کشاف میں اس آیت کے تحت دو وجوہ کا بیان ہے ایک یہ کہ کافر جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں حقیقت میں تمہاری تکذیب نہیں بلکہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب کر رہے ہیں۔جیسا کہ آقا اس غلام کو کہتا ہے جسے لوگ تکلیف پہنچا رہے ہوں کہ وہ تجھے نہیں مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں دیکھنا میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔دوسری یہ کہ یہ تیری تکذیب نہیں کرتے کیونکہ آپ تو ان کے ہاں صدق وامانت سے متصف ہیں لیکن ان کا انکار خدا کی آیات سے ہے یہ آخری وجہ اس مضمونِ حدیث کے موافق ہے۔

۵۵۸۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ جَاءَنِيْ مَلَكٌ وَاِنَّ حُجْزَتَهٗ لَتُسَاوِي الْكَعْبَةَ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَيَقُوْلُ اِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَاِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا فَنَظَرْتُ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ فَاَشَارَ اِلَيَّ اَنْ ضَعْ نَفْسَكَ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔میرے پاس فرشتہ آیا جس کی کمر کعبہ کے برابر[1] تھی اس نے عرض کیا آپ کا رب سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے اگر آپ چاہیں، تو بندگی والے نبی بنیں اور اگر چاہیں تو بادشاہ نبی بنیں[2] تو میں نے جبرئیل امین کی طرف دیکھا[3] تو انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ اپنی ذات میں انکساری[4] کریں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ کَالْمُسْتَشِیْرِ لَہٗ فَاَشَارَ جِبْرَئِیْلُ بِیَدِہٖ اَنْ تَوَاضَعْ فَقُلْتُ نَبِیًّا عَبْدًا قَالَتْ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِکَ لَا یَاْکُلُ مُتَّکِئًا یَقُوْلُ اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کی طرف دیکھا۔ ان سے مشورہ لینے کی طرح، تو جناب جبرئیل نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آپ انکساری کریں۔ میں نے کہا کہ میں بندگی والا نبی رہوں گا۔ فرماتی ہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر نہیں کھاتے تھے فرماتے ہیں میں ایسے ہی کھاؤں گا جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے ہی بیٹھوں گا جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔

(شرح السنۃ)

۱؎ اگر اللہ تعالیٰ سے مانگوں اور عرض کروں۔

۲؎ مقصد اس کے قد کی درازی بیان کرنا ہے۔ حجزہ، حا پر پیش، جیم ساکن، زاء بند آزار، بیان آزار بند کی جگہ (کمر) مراد ہے۔

۳؎ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔

۴؎ وہ کیا مشورہ دیتے ہیں؟

۵؎ بادشاہ وغنی نہیں بلکہ بندہ وفقیر بنو

۶؎ اپنے مرتبہ وعزت اور منصب سے فروتری اختیار کرو یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے فقر وبندگی میں مرتبہ، عزت اور حقیقی منصب ہے۔

بَابُ الْمَبْعَثِ وَبَدْءِ الْوَحْیِ

آپ کی بعثت اور وحی کی ابتداء

مبعث سے مراد بعثت اور اس کا زمانہ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مخلوق کی طرف رسول بنائے جانے کا اعلان ۔ بدء، باء پر زبر، دال ساکن اور ہمزہ بمعنی آغاز، وبدو واؤ اور دال پر پیش اور واؤ مشدد بمعنی ظہور، یہ لفظ دونوں طرح روایت ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے ہاں پہلا معنی اور روایت کے اعتبار سے ظاہر تر ہے وحی دراصل اشارہ، کنایہ، رسالت، اطلاع، کلام خفی، آواز اور القاء کردہ چیز کو کہا جاتا ہے۔ القاموس ملخصاً ۱۲

میں ہے ۔ وحی دراصل مخفی طور پر اور جلدی اطلاع دینے کو کہا جاتا ہے اور یہ حضور اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں کئی انواع پر مشتمل ہوتی ہے ۔ بعض کلام عزیز کا سماع بلاواسطہ کہتے ہیں جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور شب معراج میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام ملا ۔ دوسری صورت وحی کی بواسطہ فرشتہ ہے اور یہ اکثر و اغلب ہیں ۔ ایک صورت القاء کی ہے ۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے القی فی روعی ، را پہ پیش (میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی) منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی اکثر طور پر اسی طریق سے ہوئی ۔ غیر انبیاء پر ہونے والی وحی کو الہام کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰى بمعنی امر قرآن مجید میں ہے وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ بمعنی خلق، علم طبعی ارشاد ہے وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی طرف وحی فرمائی یعنی اس کی طبیعت میں یہ چیز ودیعت فرمائی ۔ واللہ اعلم ۔ کتاب الرؤیا میں وحی اور اس کی مختلف اقسام پر گفتگو گزر چکی ہے ۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۵۵۸۶ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ[1] ثَلٰثَ عَشَرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشَرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کا حکم دیا گیا ۔ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے وحی نازل ہوتی رہی پھر ہجرت[1] کا حکم دیا گیا تو اس سال وہاں مقیم رہے اور وصال کے وقت عمر مبارک تریسٹھ سال تھی ۔ (متفق علیہ)

[1] مکۃ المکرمۃ سے مدینہ منورہ کی طرف

۵۵۸۷ وَعَنْهُ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ[1] خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً يَسْمَعُ الصَّوْتَ وَيَرَى الضَّوْءَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَلَا يَرٰى شَيْئًا وَّثَمَانَ سِنِيْنَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَاَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّيْنَ سَنَةً (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں[1] پندرہ سال ٹھہرے ۔ سات سال تک آپ غیبی آواز[2] سنتے ، روشنی[3] دیکھتے مگر دیکھتے کچھ نہ[4] تھے اور آٹھ سال[5] آپ پر وحی کی جاتی تھی اور مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور پینسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا ۔ (بخاری[6] و مسلم)

[1] چالیس سال کی عمر کے اور ظہور نبوت کے بعد

[2] اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

[3] محسوس نور ، بعض نے کہا اس سے مراد انشراح و انکشاف ہے ۔ اول معنیٰ ظاہر ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے تاریک شب میں نور دیکھتے ۔

[4] آواز آتی ، روشنی ہوتی مگر دکھائی کچھ نہ دیتا ۔

ھہ ان پندرہ میں سے ، اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ روشنی دیکھنا اور غیبی آواز کا سننا ظہور نبوت کے بعد ہے اور مکہ میں مدت اقامت پندرہ سال ہے حالانکہ بہت سی اور دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظہور نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے اور حکمت یہ تھی کہ آپ کو عالم ملکوت کے ساتھ انس اور محبت ہو جائے تاکہ یکایک نزولِ وحی سے جانے بشریت کا انہدام اور رسوم انسانیت کا اضمحلال نہ ہو جائے۔ اس کے باوجود بعض اوقات نزولِ وحی کے وقت ثقل اور تھکاوٹ سے نڈھال ہو جاتے ۔ واللہ اعلم ۔ جو بھی صورت ہو اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ہجرت پندرہ سال کے بعد ہوئی ۔

لہ تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث مسلم میں ہے ، بخاری میں نہیں

۵۵۸۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ[۳] سِتِّيْنَ سَنَةً (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کے وقت عمر مبارک ساٹھ سال تھی (بخاری و مسلم)

۵۵۸۹ وَعَنْهُ قَالَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَاَبُوْبَكْرٍ[۴] وَّهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّ سِتِّيْنَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْبُخَارِيُّ ثَلٰثٌ وَّسِتِّيْنَ اَكْثَرُ)

اور انہی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت ابوبکر کی عمر تریسٹھ سال ہوئی اور حضرت عمر کی عمر تریسٹھ سال ہوئی (مسلم) بخاری کی روایت میں تریسٹھ سال کی روایت زیادہ ہے)

لہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے چھوٹے تھے جب تریسٹھ سال پورے ہوئے تو وصال ہو گیا ۔

کہ مدار اختلاف قیام مکہ ہے وہ دس تیرہ یا پندرہ سال ہے ۔ تیرہ کی روایت اکثر ہے اور یہی اصح ہے شرح میں بندہ نے ان روایات کے درمیان تطبیق دی ہے

۵۵۹۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ اولاً جس وحی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء ہوئی وہ سچے خواب تھیں ، آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر وہ صبح کے ظہور کی طرح ظاہر ہو جاتی پھر حضور کو خلوت پسند ہو گئی تو غار حرا میں خلوت کرتے تھے ۔ وہاں اس میں عبادت کرتے ۔ (تحنث کے معنی اپنے گھر لوٹنے سے پہلے چند راتیں عبادت کرنا ہے) حضور اس کے لیے توشہ لے جاتے پھر جناب خدیجہ کی طرف لوٹتے تھے اور اتنی راتوں کے لیے توشہ لے جاتے حتیٰ کہ آپ پر حق آیا۔ جب کہ

فَقَالَ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ قَالَ فَاَخَذَنِیْ
فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ ثُمَّ
اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا
بِقَارِیٍٔ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّانِیَةَ
حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ
فَقَالَ اِقْرَأْ قُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ فَاَخَذَنِیْ
فَغَطَّنِی الثَّالِثَةَ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ
ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَأْ بِاسْمِ
رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ
عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ
عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ
یَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْجُفُ فُؤَادُهٗ
فَدَخَلَ عَلٰی خَدِیْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ
زَمِّلُوْنِیْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰی ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ
فَقَالَ لِخَدِیْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ
لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ فَقَالَتْ خَدِیْجَةُ
كَلَّا وَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ
لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ
وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ
وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ
الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِیْجَةُ
اِلٰی وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَمِّ خَدِیْجَةَ
فَقَالَتْ لَهٗ یَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ
اَخِیْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ یَا ابْنَ اَخِیْ مَا
ذَا تَرٰی فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰی فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ

آپ غار حرا میں تھے آپ کے پاس فرشتہ آیا عرض
کیا پڑھیے ۔ فرمایا میں نہیں پڑھنے والا ۔ اس نے مجھے
پکڑا اب مجھے گلے سے لگایا حتیٰ کہ مجھے مشقت پہنچی ،
پھر مجھے چھوڑ دیا پھر کہا پڑھیے میں نے کہا میں نہیں
پڑھنے والا اس نے مجھے پھر پکڑا پھر مجھے دوبارہ گلے لگایا
حتیٰ کہ اس کو مجھ سے مشقت پہنچی پھر اس نے مجھے چھوڑ
دیا پھر کہا پڑھیے میں نے کہا میں نہیں پڑھنے والا ۔ اس
نے مجھے تیسری بار پکڑا اور مجھے گلے لگایا حتیٰ کہ اسے مجھ
سے مشقت پہنچی پھر مجھے چھوڑ دیا پھر کہا پڑھیے اپنے رب
کا نام جس نے سب کچھ بنایا جس نے جمے خون سے انسان
بنایا پڑھیے اور آپ کا رب بڑی عزت والا ہے جس نے
قلم سے سکھایا ، انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا
تھا یہ وحی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے
اس طرح کہ آپ کا دل لرز رہا تھا ۔ جناب خدیجہ کے پاس
گئے فرمایا مجھے چادر اڑھا دو ۔ انھوں نے حضور کو چادر
اوڑھائی حتیٰ کہ آپ سے ڈر جاتا رہا ۔ پھر حضرت
خدیجہ کو یہ خبر دے کر فرمایا میں اپنی جان پر خوف محسوس
کر رہا ہوں ۔ خدیجہ بولیں رب کی قسم ہرگز نہیں اللہ آپکو
کبھی بھی غمگین نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں ۔
سچی بات کرتے ہیں ، دوسرے کے بوجھ بانٹتے ہیں ،
غریبوں کے لیے کماتے ہیں ، مہمان نواز ہیں ، حق کی
طرف لے جانے والوں کی مدد فرماتے ہیں ۔ پھر حضور کو جناب
خدیجہ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو خدیجہ کے چچازاد
تھے ۔ ان سے بولیں اے چچازاد بھائی آپ اپنے بھتیجے
سے سنیے ۔ حضور سے ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے تم
کیا دیکھتے ہو ؟ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وہ خبریں سنائیں جو آپ نے دیکھی تھیں تو ورقہ نے کہا

هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ فِيْهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَ اِنْ يُدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدّٰى مِنْ رُؤُسِ شَوَاهِقِ الْجَبَلِ فَكُلَّمَا اَوْفٰى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهٗ مِنْهُ تَبَدّٰى لَهٗ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَاشُهٗ وَتَقِرُّ نَفْسُهٗ۔

یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر اتارا تھا ہائے کاش میں اس زمانہ میں قوی جوان ہوتا۔ ہائے کاش! میں زندہ ہوتا جب کہ آپ کو آپ کی قوم نکالے گی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ مجھے نکالیں گے؟ عرض کیا ہاں کوئی صاحب وہ پیغام نہ لائے جو آپ لائے ہیں مگر ان سے دشمنی کی گئی اگر مجھ کو آپ کا وہ زمانہ نصیب ہو تو آپ کی خوب مدد کروں پھر ورقہ نہ ٹھہرے کہ ان کی وفات ہو گئی اور وحی منقطع ہو گئی۔ (بخاری و مسلم) بخاری میں یہ اضافہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے اور جو روایت ہمیں پہنچی۔ اس میں ہے آپ سخت غمگین رہے بارہا صبح کے وقت گئے تاکہ اپنے کو اونچے پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیں مگر جب کبھی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تاکہ وہاں سے اپنے کو گرا دیں تو حضرت جبرئیل حضور کے سامنے آتے کہتے اے محمد! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اس سے قلق جاتا رہتا اور آپ کا دل مطمئن ہو جاتا۔

ا؎ یہ بات یا تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی یا کسی اور صحابی سے کیونکہ اس موقعہ پر آپ وہاں موجود نہ تھیں

۲؎ یہ سلسلہ چھ ماہ تک رہا، باب رؤیا میں اس پر گفتگو گزر چکی ہے۔

۳؎ اس طرح اس کی تعبیر سامنے آتی کہ اس میں کوئی وہم و اشتباہ باقی نہ رہتا۔ اس کلام میں رمز یہ تھی۔ شب کے بعد اب عنقریب صبح ہونے والی ہے۔

۴؎ خلوت و خلاء تنہا ہونا۔ یہ ظہور نبوت اور نزولِ وحی سے پہلے کا واقعہ ہے۔

۵؎ حرا، حاء کے نیچے زیر اور الف ممدودہ بعض نے زبر اور قصر کے ساتھ پڑھا ہے مکہ میں معروف پہاڑ کا نام ہے اس کو جبلِ نور بھی کہا جاتا ہے۔ اس جگہ جمالِ کعبہ بھی نظر آتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے انتخاب کی وجہ بھی یہی ہو یہ بھی منقول ہے اصحابِ فیل کے موقعہ پر حضرت عبد المطلب نے وہاں جا کر دعا کی تھی۔

۶؎ تحنث، نون اور ثاء یعنی عبادت کرنا

۷؎ رات کا ذکر، خلوت کے زیادہ مناسبت کی وجہ سے ہے۔

شہ پھر ان کی طرف دل راغب ہوتا۔ یہاں نزع کا معنی اشتیاق کے ہیں۔ بخاری میں ہے عبادت فرماتے اور جب دل اہلِ خانہ کے حقوق کی طرف متوجہ ہوتا تو مکہ تشریف لے آتے۔

۹ خلوت کی مدت ایک ماہ تھی اور وہ ماہ رمضان تھا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل از ظہور نبوت کسی سابقہ شریعت کے تابع ہو کر عبادت فرماتے یا عقل و استحسان سے عمل فرماتے یا ہر شریعت سے اعلیٰ و افضل عمل کو منتخب فرماتے اگر شریعت کے تابع تھے تو وہ کون سی شریعت تھی؟ مختار قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دینِ ابراہیمی کے تابع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں ثاء کی جگہ فاء ہے۔ تحنف آپ دینِ حنیف پر عمل پیرا تھے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ کسی شریعت یا عقل کی اتباع نہ تھی بلکہ آپ کے دلِ انور میں اللہ تعالیٰ نے نورِ رشد و ہدایت عطا فرمایا تھا کہ اس کی راہنمائی میں ایسا عمل فرماتے جو اللہ تعالیٰ کو پسند و محبوب ہوتا اس میں بھی اختلاف ہے کہ عبادت بصورت فکر تھی یا بصورت ذکر۔ صحیح یہ ہے کہ یہ ذکر تھا فکر نہ تھی۔ بندہ نے اس کی خوبصورت تفصیل شرح سفر السعادۃ میں بیان کی ہے اور آپ کی توجہ بارگاہ خداوندی کی طرف تھی۔

۱۰ وحی یا رسول حق یعنی روح الامین، بعض روایات میں ہے کہ اچانک ایسا ہوا، اس لیے کہا گیا ہے کہ فیضِ حق اچانک ہوا لیکن دلِ آگاہ پر ہوا۔

۱۱ حضرت جبرئیل امین

۱۲ میں نہیں پڑھ سکتا، مجھ سے پڑھنا صادر نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے یہ بات دلِ اقدس میں فرشتہ کے دیکھنے اور ہیبتِ مقام کی وجہ سے غایت و ہیبت و خوف کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو۔ نہ اس وجہ سے جو متبادر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اور امی پڑھنا نہیں جانتا کیونکہ کسی غیر کے تعلیم دینے اور پڑھانے سے پڑھنا خصوصًا صاحبِ فصاحت امی ہونے کے منافی نہیں ہوتا۔ امی ہونا کتابت اور کامل پڑھنے سے منافی ہوتا ہے۔ قاموس میں ہے امی اسے کہتے ہیں جو لکھنا نہ جانتا ہو اور نہ کتاب پڑھ سکتا ہو، بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل امین نے جواہر سے مرصع ریشمی صحیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں دیا اور کہا پڑھو فرمایا میں نہیں پڑھ سکتا جو اس میں لکھا ہوا ہے جب میں نے اسے دیکھا ہی نہیں رہا تو پڑھوں کیا؟ یہ مفہوم و معنی مقصود کے زیادہ مناسب و ظاہر ہے۔

۱۳ غططنی، غین اور طاء کے ساتھ ہے۔ صراح میں ہے غطہ پانی میں غوطہ دینا

۱۴ الجہد، جیم پر پیش یا زبر یعنی جبرئیل نے غایت طاقت خرچ کر دی۔ یا میری طاقت انتہا کو پہنچ گئی۔ یعنی میں نے پوری طاقت و تمام توانائی سے تحمل کیا۔ منقول یہ ہے کہ یہ آخری معنی پہلے سے بہتر اور اقرب ہے کیونکہ جسم بشری قوت ملکیہ کا خصوصًا ابتداء میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب بھی دیا گیا کہ یہ دبانے میں مبالغہ ہے حقیقت نہیں اور جبرئیل امین اپنی حقیقی صورت اور قوت ملکیہ میں نہ تھے۔ جبرئیل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس پر تصرف اس لیے فرمایا تاکہ آپ کا باطن مبارک ملکوتی نور اور وحی اقدس کے تحمل کے لیے مستعد اور تیار ہو جائے۔

۱۵ تم اپنی قوت و طاقت سے نہیں بلکہ اس پروردگار کی طاقت و مدد سے پڑھو جس نے تمام کو پیدا کیا

اور تمام پر قادر ہے ۔

۱۶؎ جو کہ رحم میں تھا ۔

۱۷؎ قلم سے مراد یا تو قلمِ اعلیٰ ہے جو تمام علوم اور کتبِ سماویہ کی حفاظت کا ذریعہ اور سبب ہے یا یہی قلم مراد ہے جو دنیا میں اس کا مظہر و مثال ہے ۔ صاحبِ کشاف کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی مصنوعات میں سے ایک قلم ہی کو دیکھیے تو کس قدر اس کے علوم کے عجائب و غرائب سامنے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر یہ ہی کافی ہے ۔

۱۸؎ اپنی طاقت سے اسے نہیں جان سکتا تھا یہ کلام ہے جو ابتداء میں نازل ہوا تھا ۔

۱۹؎ فواد ، فاء پر پیش اور ہمزہ

۲۰؎ صراح میں ہے تزمیل کا معنی کپڑا اوڑھنا کے ہیں

۲۱؎ الروع ، راء پر زبر ، خوف جاتا رہا اور حالت بحال ہو گئی

۲۲؎ غایت رعب و دبدبہ کی وجہ سے کہیں میں ہلاک نہ ہو جاؤں یا کہیں دیوانہ نہ ہو جاؤں یا یہ بارِ نبوت کو اٹھانے کا خوف عجز تھا یا ایذائے قوم ، قتل ، تکذیب اور مفارقت وطن کی وجہ سے تھا ۔ بیان خشیت مشہور یہ ہے کہ یہ خوف کہانت تھا ۔ عرب میں کاہنوں کی ایک ایسی جماعت تھی جن کے پاس جنات کا آنا جانا تھا وہ انھیں جھوٹی سچی باتیں بتاتے اور وہ علمِ غیب کا دعویٰ کرتے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مشاہدہ کے بعد ڈرے کہیں یہ چیز اس قبیل سے نہ ہو ۔ لیکن یہ ڈرنا آواز سننے ، روشنی دیکھنے وغیرہ کے وقت تو ہو سکتا ہے ۔ مگر مشاہدہ ملک نزولِ قرآن اور ظہورِ انوارِ وحی کے بعد یہ بات نہایت بعید ہے کیونکہ اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً نبوت کا علم حاصل ہو چکا تھا اب ڈرنے کا احتمال کیا گنجائش رکھتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ امام قاضی ابو بکر بن العربی نے اس احتمال کو باطل قرار دیا ہے ۔ واللہ اعلم ۔

۲۳؎ لا یُخزیک ، یاء پر پیش ، خاء ساکن ، زاء مکسور ، یا ساکن ، خزی سے ہے ۔ اس کے معنی رسوائی ہے ۔ حاء اور نون کے ساتھ بھی منقول ہے ۔ حزن سے ہے ۔ اس صورت میں یاء پر زبر اور زاء پر ضمہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو غمگین نہیں فرمائے گا ۔

۲۴؎ رشتہ داریوں میں ، بعض روایات میں اضافہ ہے کہ آپ امانت ادا کرنے والے ہیں ۔

۲۵؎ تحمل الکَلّ ، کَلّ کاف پر زبر ، لام مشدد بمعنی ثقل اور گرانی ، بمعنی عیال بھی آیا ہے ۔ ضعیفوں ، غریبوں اور یتیموں پر خرچ کرنا بھی اس میں شامل ہے ۔ اس کا اشتقاق کلال سے بھی ہو سکتا ہے ۔ کاف پر زبر بمعنی کاہلی ، سستی اور درماندگی ۔ فتح الباری میں ہے کَلّ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کام میں اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو ۔

۲۶؎ آپ کسب و تجارت سے کھاتے ہیں یہ اہلِ عرب کے ہاں نہایت مدح کا کام ہے تاء پر پیش بھی

منقول ہے یعنی آپ لوگوں کو تجارت کے لیے مال دیتے ہیں اور اپنا مال کارِ خیر میں خرچ کرتے ہیں۔ بعض نے معدوم سے فقیر مراد لیا ہے کیونکہ وہ تصرف نہ کر سکنے کی وجہ سے میت کی طرح ہوتے ہیں۔ یعنی فقراء کو آپ مال دے کر کاروبار کراتے ہیں۔

ف۲۷ تقری، تاء پر زبر، قاف ساکن، قِری (قاف کے نیچے زیر) سے مشتق ہے۔ اس کا معنی مہمان نوازی کرنا ہے۔

ف۲۸ جب بھی کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے مثلاً کسی نے قرض دینا ہے یا دیت ادا کرنی ہے تو آپ اس ادائیگی کا ذریعہ بن کر اس کی رہائی کا سبب بنتے ہیں۔ تو ایک حق اس لیے کہا کہ ناحق حادثہ مثلاً اسراف، غضب وغیرہ میں وارکرنا مذموم ہے سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے آپ کے مکارمِ اخلاق اور اعلٰی صفات سے اس پر استدلال کیا کہ ان کے سبب سے آپ کو دنیا و دین میں کبھی کوئی پریشانی لاحق نہیں ہو سکتی اور ان کی اعلٰی فراست و دانائی ہے اور یہ کیوں نہ ہو کہ انھیں مدت مدید سے محبت نبوی میسر تھی۔ سب سے پہلے ایمان لانے والی بھی آپ ہی ہیں اور اس میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ رضی اللہ عنہا

ف۲۹ ورقہ، واؤ، راء اور قاف پر زبر

ف۳۰ ابنِ عم خدیجہ، کیونکہ خدیجہ بنت اسد بن عبدالعزی اور ورقہ بن نوفل بن اسد، یہ نصرانی تھے۔ انجیل کو انھوں نے عربی زبان دی۔ بہت بوڑھے اور اندھے ہو گئے تھے۔

ف۳۱ حضور سے، عربوں میں ایک دوسرے کو بھائی، بھائی زادہ اور چچازاد کہنا محاورہ ہے۔ بڑی عمر کی وجہ سے انھیں بھائی زادہ کہا۔ بعض نے کہا کہ ورقہ عمر و مرتبہ میں آپ کے والدِ گرامی کے برابر تھے۔

ف۳۲ مشائخ طریقت نے یہاں سے دلیل اخذ کی ہے کہ مرید اپنے شیخ کو مقامات اور وقائع سے آگاہ کر سکتا ہے۔

ف۳۳ بعض روایات میں لفظ نزل زا کی شد سے ہے معلوم و مجہول آیا ہے۔ ناموس اور صاحب سر کہا جاتا ہے جو امر کے باطن سے آگاہ ہو۔ بعض نے کہا صاحب سر خیر کو ناموس اور صاحب سر شر کو جاسوس کہا جاتا ہے۔ یہاں حضرت جبریل امین مراد ہیں۔ علی موسٰی کہا علی عیسٰی نہیں کہا اگرچہ دین نصارٰی کی وجہ سے عیسٰی کہنا زیادہ مناسب تھا۔ مگر عظمتِ شانِ موسٰی اور ان کی شریعت کی جامعیت کی وجہ سے ایسا کہا۔

ف۳۴ جذع، جیم پر زبر، ذال، اصل میں یہ لفظ بہائم میں استعمال ہوتا ہے، دوسرے سال کی بھیڑ، تیسرے سال کی گائے، پانچویں سال کے اونٹ کو جذع کہا جاتا ہے۔ یہاں جوانی اور قوت مراد ہے۔

ف۳۵ شاید ورقہ کسی اہلِ توحید کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے مشرکین نصارٰی نے انھیں ملکِ شام سے نکال دیا تھا۔ مسلم کی روایت میں ہے اللہ تعالٰی نے اہلِ ارض پر نظر کی وہ عربی اور عجمی تمام پر ناراض ہوا ماسوائے بقایا اہلِ کتاب کے ان سے مراد یہی لوگ ہیں ان میں سے بعض نجران، بعض فارس اور بعض بیابانوں میں چلے گئے۔

۳۵ے یعنی نبوت و شریعت، ان کے ساتھ مردودوں کی مخالفت ہوتی ہے۔ بعض روایات میں الاّ اوذی کے الفاظ ہیں جو بھی پیغمبر آیا اس کی کفار نے مخالفت کی۔

۳۶ے جب اعلانِ نبوت فرمائیں، قوم آپ کو ایذا دے تو کاش اس وقت میں زندہ ہوں۔

۳۷ے ازر، ہمزہ پر زبر، زاء ساکن۔ پشت کا سہارا بننا۔

۳۸ے نشیب، شین پر زبر از نشوب، معروف بمعنی تاخیر کرنا اور دوسری چیز کے ساتھ متعلق کرنا۔ واضح رہے کہ حضور پر ورقہ کے ایمان لانے پر کوئی اختلاف نہیں لیکن صحبت میں اختلاف ہے۔ اگر یہ واقعہ بعد از ظہور نبوت ہے تو صحابی ہیں۔ اگر ابتدائی حالات کا ہے جیساکہ واضح ہو رہا ہے تو پھر صحابی نہیں۔

۳۹ے فتر الوحی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنی وحی کی آمد اور آپ کی نبوت کے بعد ہوا۔ فتور کا معنی ہے مسلسل وحی میں انقطاع ہو جانا۔ فترت، سستی اور دو پیغمبروں کے درمیان زمانہ کو کہا جاتا ہے۔ یہاں مسلسل وحی میں انقطاع اور کچھ مدت کے لیے مؤخر ہونا ہے۔ فتور اصل میں بمعنی ہر ضعف بعد از قوت اور مدت کے بعد سکون ہے۔ منقول ہے کہ مدت تین سال تھی۔ بعض نے چھ ماہ، بعض نے اڑھائی سال کہا ہے۔ شیخ ابن حجر کہتے ہیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ اور یَااَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کے درمیان فترت سے جبرئیل امین کا نہ آنا مراد نہیں بلکہ عدم نزولِ قرآن ہے حضرت جبرئیل آئے مگر قرآن نہ لائے تاخیرِ وحی میں حکمت یہ تھی تاکہ لاحق خوف ختم ہو جائے اور شوق و انتظار کی کیفیت پیدا ہو جائے۔

بیت:

دیر ست کہ دلدار پیامے نفرستاد   ننوشت سلامے و کلامے نفرستاد

بہت دیر ہو گئی کہ محبوب نے نہ کوئی پیغام بھیجا اور نہ سلام بھیجا۔

۴۰ے یہاں تک تو بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔ امام بخاری نے آگے اضافہ کیا ہے۔

۴۱ے یہ راویوں کا کلام ہے۔

۴۲ے شدت اشتیاق و فراق کی وجہ سے آپ چاہتے کہ کسی پہاڑ پر چڑھ کر چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ختم کر ڈالیں۔

۴۳ے ذروۃ، ذال پر پیش یا زبر، ہر شے کا اوپر والا حصہ

۴۴ے اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ تاکہ کہانت وغیرہ کا خوف دور ہو جائے۔ ممکن ہے مقصد یہ ہو کہ جب آپ برحق رسول ہیں تو تمام آفات سے امن میں ہیں اور دین و دنیا میں کامیاب آپ ہی ہیں۔ اگرچہ درمیان میں کچھ آزمائش اور مشقت درپیش ہے۔

۴۵ے صراح میں ہے جاش، ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح ہے۔ دل کا اضطراب اور خوف سے دہل جانا۔

۵۵۹۱ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُ عَنْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی رُک جانے کے بارے میں

فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا عَنِ السَّمَاۤءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاۤءَنِيْ بِحِرَاۤءَ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاۤءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرماتے ہوئے سنا میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی میں نے نگاہ اٹھائی تو وہی فرشتہ جو میرے پاس حرا میں آیا تھا۔ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا تو میں رعب[1] کی وجہ سے اس سے ڈر گیا۔ حتیٰ کہ میں زمین کی طرف مائل ہو گیا پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا۔ میں نے کہا مجھے چادر اوڑھا دو[2] انھوں نے مجھے چادر اوڑھا دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے چادر اوڑھنے والے اٹھو ڈراؤ[3] اپنے رب کی بڑائی[4] بیان کرو، کپڑے پاک[5] رکھو اور گندگی[6] دور رکھو۔ پھر وحی کا سلسلہ مسلسل ہو گیا۔ (بخاری ومسلم)

[1] جاثہ، جیم، ہمزہ اور ثاء۔ ڈرنا

[2] بعض روایات میں ایک دفعہ ہے۔ دوسری روایت میں وثر ونی، از دثار، کپڑے پر کپڑا اوڑھنا۔

[3] مخلوق کو دعوت دو

[4] اور اس معاملہ میں مخلوق سے مت ڈرو

[5] بعض شارحین کہتے ہیں کہ ثیاب سے مراد صفاتِ نفس ہیں اور تطہیر سے مراد نفس کا رذائل سے پاک کرنا ہے۔

[6] اس سے مراد شرک اور بتوں کی پوجا ہے۔ اس کی تفسیر بتوں سے کی گئی ہے۔ دونوں کا حال ایک ہی ہے۔

۵۵۹۳ وَعَنْ عَاۤئِشَةَ اَنَّ الْحَارِثَ ابْنَ هِشَامٍ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهٗ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی تو میرے پاس گھنٹی کی آواز آتی ہے وہ مجھ پر بہت گراں ہوتی ہے تو وہ مجھ سے ختم ہو جاتی ہے۔ حالانکہ میں نے اسے یاد کر لیا ہوتا ہے جو اس نے کہا اور کبھی میرے سامنے فرشتہ مرد کی صورت میں آتا ہے، مجھ سے بات کرتا ہے

فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهٗ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جو وہ کہتا ہے محفوظ کر لیتا ہوں ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور انور کو دیکھا آپ پر سخت ٹھنڈے دن میں وحی نازل ہوتی تھی تو ختم ہوتی تھی اس حالت میں کہ آپ کی پیشانی پسینہ سے شرابور ہوتی تھی

(بخاری و مسلم)

لہ یہ صحابی ہیں اور ابوجہل کے بھائی ہیں ۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ۔ دورِ جاہلیت اور اسلام سے نہایت صاحب اخلاق تھے ۔

۲ہ صلصلہ ، لوہے کی آواز جو ایک دوسرے سے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے ۔ بعد میں ہر اس آواز پر اس کا اطلاق ہونے لگا جس میں گونج ہو ۔ بعض نے کہا اس مسلسل آواز کو کہا جاتا ہے جس کی ابتداء میں کوئی سمجھ نہ آئے ہاں غور و فکر کے بعد سمجھ آئے ۔ اس کے ساتھ وحی کی تشبیہ عام لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہے ۔

۳ہ فہم ، مقصد یہ کیونکہ کسی شخص سے براہِ راست گفتگو کرنے سے گھنٹی کی آواز کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے ۔ [علہ]

۴ہ فرشتہ یا وحی

۵ہ یفصم ، یاء پر زبر یا پیش ، صاد کے نیچے زیر یا پیش و زیر تینوں طرح مروی ہے ۔ فصم ، فاء کے ساتھ کسی شے کا ایسے کاٹنا کہ جدائی نہ ہو ۔ اگر قاف کے ساتھ ہو تو معنی قطع اور جدائی ہوتا ہے ۔ یہاں باقی رہنا مراد ہے یعنی اگرچہ منقطع ہوتی ہے مگر علاقہ و رابطہ قائم رہتا ہے ۔

۶ہ جیسا کہ مشہور ہے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں حضرت جبرئیل امین آیا کرتے تھے ۔

۷ہ شارحین فرماتے ہیں ۔ استفادہ اور استفاضہ کے لیے متکلم اور سامع کے درمیان مناسبت شرط ہے یہاں دو طریق میں کبھی جبرئیل امین کی ملکیت اور روحانیت ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آجاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت بشریت سے غائب و دور ہو جاتے ۔ یہ قسم اول ہے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت جبرئیل پر غالب آجاتی اور جبرئیل صفت بشریت سے متصف ہو کر آتے ۔ یہ دوسری قسم ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب صلصلہ سے مراد آوازِ وحی ہو جیسا کہ ظاہر حدیث سے آشکارا ہو رہا ہے ۔ بعض نے کہا یہ جبرئیل امین کے پروں کی آواز ہوا کرتی تھی اور اس میں حکمت یہ ہوتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل کے آنے کی جہت معلوم ہو جائے اور آپ کی توجہ سماعت دوسری طرف نہ رہے (فتح الباری)

علہ بہتر یہ ہے کہ یہ نہ کہو ۔ فہم منصور میں اشکال ہے کیونکہ یہ بات خود خلاف مقصود ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس کے کہے ہوئے کو محفوظ کر لیا ۔ بلکہ اشکال نزول بر دل کے حوالے سے ہے شیخ ابن حجر نے یہ تفصیل بیان کی ہے (مولوی امیر علی مرحوم)

شہ ظاہر یہی ہے کہ یہ وحی کی پہلی قسم میں ہوا کرتا تھا۔ ممکن ہے دوسری صورت میں بھی ایسی صورت ہوتی ہو۔

۵۵۹۳ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ لِذَالِكَ وَتَرَبَّدَ وَجْهُهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَكَسَ رَاْسَهٗ وَنَكَسَ اَصْحَابُهٗ رُءُوْسَهُمْ فَلَمَّا اُتْلِيَ عَنْهُ رَفَعَ رَاْسَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوا کرتی تو آپ اس سے بڑے متفکر ہوتے آپ کے چہرۂ اقدس کا رنگ بدل جاتا اور ایک روایت میں ہے آپ سر جھکا لیتے اور آپ کے صحابہ بھی۔ جب وحی ختم ہوتی تو آپ اپنا سر اقدس اٹھاتے۔ (المسلم)

لہ عبادہ، عین پر پیش اور باء مخفف۔

ٹلہ ابن صامت، مشہور صحابی اور اکابر اصحاب میں سے ہیں۔ بیعتِ اولیٰ، ثانیہ، بدر حتیٰ کہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

ٹلہ وحی کی شدت کی وجہ سے یا بسبب مطالعہ حقوق عبودیت اور امت کی طرف سے اداءِ شکرِ نعمت کی وجہ سے کرب، کاف پر زبر، وہ غم اور تکلیف جس سے انسان کا سانس گھٹنے لگے۔

ٹلہ اتلی مجہول ہمزہ پر پیش تاء ساکن، لام کے نیچے زیر، اس کا معنی سپرد کرنا ہے۔ باقی صحابہ کا سر جھکانا تو اس وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال مبارک ان میں سرایت کر جاتا۔ یا بہ سبب موافقتِ اتباع تھا۔

۵۵۹۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب یہ آیت اتری کہ اپنے عزیزوں کو ڈرائیے تو حضور باہر نکلے حتیٰ کہ صفا پہاڑ پر چڑھے پھر پکارنے لگے اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش کے قبائل کے نام لے کر حتیٰ کہ وہ سب جمع ہو گئے۔ حالت یہ ہو گئی اگر کوئی نہ آسکا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ جا کر دیکھے کیا واقعہ ہے؟ تو ابولہب بھی آیا اور قریش بھی۔ آپ نے فرمایا بتاؤ اگر میں تم کو خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے کنارے سے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لشکر اس جنگل سے نکلے گا جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ سب بولے ہاں! ہم نے

جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ قَالَ اَبُوْلَهَبٍ تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آپ پر کبھی نہ آزمایا مگر سچ ہی فرمایا: تو میں تمھارے لیے ڈرانے والا ہوں سخت عذاب کے آگے۔ ابولہب بولا کہ ہلاکت ہو تمھارے لیے کیا تو نے ہم کو اس لیے جمع کیا تھا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ تبت یدا ابی لهب۔ (بخاری ومسلم)

لہ عذابِ الٰہی سے قریش کو ڈرائیے۔

لہ فہر، فاء کے نیچے زیر، ہاء ساکن۔ اس قبیلہ کے والد کا نام ہے۔

لہ بطن کا معنی پیٹ کے ہیں مراد وہ گروہ ہے جو قبیلہ سے نیچے ہو۔

لہ اس آواز کی وجہ کیا ہے؟

لہ ابولہب بن عبدالمطلب، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور مشرک تھے اور دوسرے قریش کے ہمراہ آئے۔

لہ یعنی مکہ میں ایک لشکر آجائے جو تمھیں ہلاک کردے گا۔ تغیر تاء پر پیش، غین کے نیچے زیر یاء ساکن ازاغارت بمعنی حملہ کرنا۔

لہ میں تمھیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمھیں پیش آنے والا ہے۔

لہ بعض روایات میں ہے کہ ابولہب نے دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکا، یہ حدیث "باب تفسیر الناس" میں گزر چکی ہے۔

۵۵۹۵/۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ اِذْ قَالَ قَائِلٌ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ اِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا ثُمَّ يُمْهِلُهٗ حَتّٰى اِذَا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ اَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى فَاطِمَةَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھتے تھے اور قریش کی ایک جماعت اپنی مجلسوں میں تھی۔ ایک بولا تم میں کون ہے جو فلاں قبیلہ کے ذبیحہ اونٹ کی طرف جائے اور اس کی لید، اس کا خون اور اس کی اوجھڑی لائے، آپ کو مہلت دے حتیٰ کہ جب آپ سجدہ کریں تو اسے آپ کے کندھوں کے بیچ رکھ دے۔ تو ان میں سے بڑا بدبخت گیا پھر جب حضور نے سجدہ کیا تو اس نے وہ آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ سجدہ میں پڑے رہے۔ کفار ہنسے حتیٰ کہ بعض، بعض پر گرنے لگے ہنسی کی وجہ سے۔ پھر کوئی

فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰی وَثَبَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتّٰی اَلْقَتْہُ عَنْہُ وَاَقْبَلَتْ عَلَیْہِمْ تَسُبُّہُمْ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃَ قَالَ اَللّٰہُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ ثَلٰثًا وَکَانَ اِذَا دَعَا ثَلٰثًا وَاِذَا سَاَلَ سَاَلَ ثَلٰثًا اَللّٰہُمَّ عَلَیْکَ بِعَمْرِو بْنِ ہِشَامٍ وَعُتْبَۃَ ابْنِ رَبِیْعَۃَ وَوَلِیْدَ بْنِ عُتْبَۃَ وَاُمَیَّۃَ ابْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَۃَ ابْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ وَعُمَارَۃَ بْنِ الْوَلِیْدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَوَاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُہُمْ صَرْعٰی یَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَی الْقَلِیْبِ قَلِیْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُتْبِعَ اَصْحَابُ الْقَلِیْبِ لَعْنَۃً (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

جانے والا جناب فاطمہ کے پاس گیا وہ دوڑتی آئیں۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں رہے۔ حتیٰ کہ انھوں نے آپ سے یہ گندگی ہٹادی۔ اوران پر متوجہ ہوئیں انھیں برا کہتی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو عرض کیا الٰہی ان قریشیوں کو پکڑلے تین بار فرمایا اور آپ جب دعا فرماتے تو تین بار مانگتے تھے اور جب سوال کرتے تو تین بار کرتے الٰہی پکڑ ابوجہل کو، عتبہ بن ربیعہ کو، شیبہ بن ربیعہ کو، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ ابن ولید کو۔ جناب عبداللہ فرماتے کہ اللہ کی قسم میں نے انھیں بدر کے دن پچھڑا ہوا دیکھا۔ پھر وہ بدر کے گھڑے کی طرف کھینچ کر پھینکے گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان گھڑے والوں پر لعنت ڈالی گئی۔ (بخاری ومسلم)

۱؎ جو حرم میں لگاتے تھے۔

۲؎ بخاری میں ہے ایک قریشی نے کہا جبکہ دوسری میں یہ اضافہ بھی ہے۔ کہنے والے نے کہا اس (حضور) ریاکار کو دیکھو۔ منقول یہ ہے کہ اگلی بات (کون اوجھڑی لائے گا) ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ نے کہی تھی۔

۳؎ فلاں محلہ اور قبیلہ میں اونٹ ذبح ہوا ہے۔ جزور، جیم پر زبر اور زا، اونٹ کو پارہ پارہ کرنا، بکری پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

۴؎ فرث، فاء پر زبر، را ساکن، گوبر و لید

۵؎ سلاہا، سین پر زبر، لام مخفف وہ پوست جس میں بچہ ہوتا ہے خواہ آدمی کا ہو یا مویشی کا۔ بعض کہتے ہیں یہ مویشی کے ساتھ مخصوص ہے۔ آدمی کے لیے مشیمہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۶؎ اس کا نام عقبہ بن ابی معیط ہے۔ میم پر پیش، عین پر زبر، یاء ساکن اسے اشقیٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ابوجہل نے حکم دیا تھا اور وہ اشقیا کا سربراہ تھا یا یہ اس لیے کہ سبب بننے سے فعل بجالانے والا بدتر ہوتا ہے اس آیت مبارکہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اذ انبعث اشقاہا۔ یہ اس کے بارے میں فرمایا جو اونٹنی کے درپے ہوا تھا۔

۷؎ ضحک، ضاد کے نیچے زیر، حاء ساکن یا اس کے نیچے زیر ہے۔

۸؎ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہ تھے ۔

۹؎ اس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جراءت، بہادری اور شرف و ہمت کا بیان ہے کہ باوجود چھوٹی عمر کے انھیں سخت سُست فرمایا اور انھیں جواب کی ہمت نہ ہوئی ۔

۱۰؎ انھیں عذاب دے کیونکہ یہ مشرک ہیں

۱۱؎ عموماً اللہ تعالیٰ سے کوئی شے طلب کرتے تو تین بار عرض کرتے لیکن خصوصاً ان ازلی بدبختوں کے خلاف تین دفعہ دعا فرمائی ۔

۱۲؎ عمرو بن ہشام، یہ ابوجہل کا نام ہے ۔

۱۳؎ عتبہ، عین پر پیش، باء ساکن

۱۴؎ امیہ بن خلف، خاء اور لام پر زبر

۱۵؎ عمارہ، عین پر پیش، میم مخفف

۱۶؎ یہ تمام مشرکین اور اذیت دینے والوں کے سردار ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اذیتوں پر بہت صبر فرمایا پھر یہ اپنے اپنے انجام کو پہنچے ۔ شعر

اللہ تعالیٰ کا لطف بے شک بسیار ہے، مگر جب کوئی حد سے گزر جائے تو ذلیل کر دیا جاتا ہے

۱۷؎ راویِ حدیث

۱۸؎ قلیب، بدر کا کنواں ۔ صراح میں ہے وہ کنواں جس کا سرنہ بنایا گیا ہو ۔

۱۹؎ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا ۔ ہم نے اللہ کا وعدہ حق پایا اور تم نے بھی حق پایا ہے ۔ اس کا تتمہ کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے ۔ ان کا کنوئیں میں ڈالنا اغلب طور پر ہے ۔ ورنہ عمارہ بن ولید بدر میں نہیں تھا بلکہ وہ حبشہ میں مرا ۔ عقبہ بن ابی معیط بدر سے واپسی پر قتل ہوا ۔ امیہ بن خلف سوج جانے اور بھاری ہونے کی وجہ سے کنوئیں میں نہ ڈالا گیا ۔

۲۰؎ اس پر اشکال وارد کیا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر نجاست تھی تو آپ کیوں حالتِ نماز میں رہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا نہ تھا کہ پشت پر کیا ہے لہٰذا آپ نے نماز جاری رکھی ۔ اس پر بحث یہ ہوئی کہ بعد از علم نماز قضا نہ فرمائی ۔ شوافع فرماتے ہیں کہ ممکن ہے نماز نفلی ہو اور کسی دوسرے دوسرے وقت میں ادا کر لی ہو ۔ اگر نماز فرض تھی پھر بھی وقت میں کافی گنجائش تھی ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر قضاء فرماتے تو منقول ہوتا اور نماز فرض تو باجماعت ادا ہوتی حالانکہ کسی نے یہ بات نقل نہیں کی ۔ کچھ اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ اگر ابتداءً نماز پاک حالت میں شروع کی گئی درمیان میں ایسی حالت عارض ہو گئی تو نماز درست ہوگی ۔ انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے ۔ امام بخاری کی بھی یہی رائے ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی اسی پر ہے دوران نماز اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو نماز جاری رکھتے ہاں کپڑا اتار دیتے ۔

۵۵۹۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ فَقَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكَ وَكَانَ اَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذَا عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَا لَيْلَ ابْنِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرَئِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ اَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبُّكَ اِلَيْكَ لِتَاْمُرَنِيْ بِاَمْرِكَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللهَ وَحْدَهٗ وَلَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ پر کوئی دن ایسا بھی گزرا جو احد[۱] کے دن سے زیادہ سخت ہو تو فرمایا میں نے تمہاری قوم سے بڑی مصیبتیں جھیلیں۔ احد سے سخت دن جب میں نے ان کی مصیبت جھیلی عقبہ[۲] کا دن تھا۔ جبکہ میں نے اپنے کو ابن عبد یا لیل بن کلال کے سامنے کیا جو میں نے چاہا تھا اس نے وہ جواب نہ دیا[۳] تو میں اپنے رخ پر چلا۔ حالانکہ میں حیران تھا مجھے اس حیرانی سے افاقہ نہ ہوا مگر مقام قرن ثعالب میں تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو میں ایک بادل کے سامنے تھا جس نے مجھ پر سایہ کیا تھا میں نے دیکھا تو اس میں جبرئیل تھے انھوں نے مجھے پکارا، عرض کیا کہ اللہ نے آپ کی قوم کا کلام اور جو انھوں نے آپ کو جواب دیا سن لیا۔ آپ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ان کفار کے متعلق جو چاہیں حکم دیں۔ فرمایا کہ مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا مجھے سلام کیا پھر فرمایا اے محمد! اللہ نے آپ کی قوم کا کلام سن لیا میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں مجھے آپ کے رب نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے اپنے فیصلے کا حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان لوگوں پر دو اخشب پہاڑ ملا دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں سے ایسے لوگ پیدا کر دے جو ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

[۱] یوم احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دانت شہید ہوئے۔ خود کا کچھ حصہ رخسار مبارک کے اندر گھس گیا۔ اس کے علاوہ بھی تکالیف آئیں جن کا تذکرہ دیگر احادیث میں ہے۔

[۲] عقبہ۔ عین، قاف اور باء تینوں پر زبر، پہاڑی راستہ، ظاہر یہ ہے کہ منیٰ میں مقام کا نام ہے۔ اس لیے

ایک جمرہ کا نام جمرۃ العقبہ ہے۔ جیسا کہ کتاب الحج میں گزرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم حج میں وہاں قبائل کو دعوت دینا شروع فرمائی۔ جیسا کہ اجتماعات کے موقع پر آپ کی عادت مبارکہ تھی لوگوں کو خوف و شوق دلانا شروع فرمایا۔ آپ کا گزر ثقیف کی جانب ہوا۔ ابن عبدیالیل (ی، الف لام مکسور) بن کلال۔ کاف پر پیش یہ ثقیف کا سربراہ تھا اسے بھی آپ نے دعوت دی۔

سکے انھوں نے میری دعوت کو قبول نہ کیا۔ وہاں کے جہال اور کھلنڈروں نے آپ کو ایذا دی اور آپ کو پتھر مار کر لہولہان کر دیا۔

سکہ میں حیران اور غمگین تھا کہ کہاں جاؤں۔ شعر

اغیار کا زور اور دیوار سے سنگ برسے
دردمندوں پر در و دیوار سے بلائیں آتی ہیں۔

سٰہ قرن الثعالب، جگہ کا نام ہے قاف پر زبر را ساکن، نون، یہاں اہلِ نجد کا میقات ہے اور اسے قرن المنازل بھی کہا جاتا ہے۔

سٰلہ جو انھوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ سے سخت رویہ اپنایا۔

سٰکہ پہاڑوں کا فرشتہ جس کے حوالے زمین کا نظام ہے۔

سٰہ عذاب، ہلاکت یا پہاڑوں کے درمیان ان کو پیس دیا جائے۔

سٰہ اخشبین، مکہ میں دو پہاڑوں کا نام ہے۔

۵۵۹۷/۱۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ وَّشُجَّ فِيْ رَاْسِهٖ فَجَعَلَ يَسْلُتُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُوْلُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا رَاْسَ نَبِيِّهِمْ وَكَسَرُوْا رَبَاعِيَتَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکڑی شہید کر دی گئی۔ آپ کے سر اقدس میں زخم آیا تو اپنے سے خون پونچھنے لگے اور فرماتے کہ وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کر دیا اور اس کی چوکڑی شہید کر دی۔ (المسلم)

سلہ رباعیہ، را، پر زبر، باء مخفف بروزن ثمانیہ، وہ چار دانت جو ثنایا اور انیاب کے درمیان ہوتے ہیں۔ دو اوپر والے اور دو نیچے والے، دائیں نیچے والے اور ہونٹ زخمی ہو گئے یہاں دانتوں کا شکستہ ہو جانا مراد ہے، جڑ سے اکھڑ جانا مراد نہیں۔ دانتوں سے کچھ ٹکڑا جدا ہونے کی وجہ سے رخنہ پیدا ہو گیا اور یہ عتبہ بن ابی عاص کے ہاتھوں ہوا جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ اس کے اسلام لانے اور صحابی ہونے میں اختلاف ہے اس کی اولاد میں سے ہر بچہ کے دانت بوقتِ بلوغ گر جاتے تھے۔

سٰہ شج، شین پر زبر، جیم مشدد، سر میں چوٹ لگنا۔ بعض روایات میں ہے کفار نے میدان میں گڑھے کھود رکھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر پڑے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو سنبھالا تو آپ نے

فرمایا اَوْجَبَ طَلْحَۃُ (طلحہ نے اپنے لیے جنت لازم کر لی) خود کا حلقہ جو رخسار مبارک کے اندر چلا گیا تھا اسے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے نکالا جس کی وجہ سے ان کے دانت باہر آ گئے۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا خون نوش اور چوس لیا۔ آپ نے فرمایا جس نے میرا خون پیا اس کے لیے جنت لازم ہو گی علیہ

۳ھ سلت، برتن کا انگلیوں سے صاف کرنا، خاتون کا ہاتھ سے خضاب کو دور کرنا

ےلہ منقول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے خود میں پانی لائے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کپڑا جلا کر راکھ بنا کر زخم پر رکھا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب بتقاضائے بشریت آپ نے یہ بات فرمائی تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون صاف فرماتے ہوئے فرمایا اگر خون کا قطرہ زمین پر گرتا تو ان پر آسمان سے عذاب آ جاتا۔ اسی لیے دعا کی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اے اللہ انھیں معاف فرما دے یہ مجھے نہیں جانتے)

۵۵۹۸ [۱۲] وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِیِّہٖ یُشِیْرُ اِلٰی رَبَاعِیَّتِہٖ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی رَجُلٍ یَقْتُلُہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوتا ہے جو اپنے نبی کے ساتھ ایسا کرے اور حضور اپنی چوکڑی کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اللہ کا غضب سخت ہے اس شخص پر جسے رسول اللہ، اللہ کی راہ میں قتل کریں۔ (بخاری و مسلم)

لہ اس سے حداً اور قصاصاً قتل سے احتراز فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد یا اپنی ذات اقدس مراد لی یا ہر پیغمبر، کیونکہ ہر پیغمبر کا قاتل واجب القتل اور دوزخی ہوتا ہے۔

دوسری فصل

وَھٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِیْ

اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

ع لہ محفوظ روایت کا معنی یہ ہے کہ جس نے میرا خون پیا اس کو دوزخ کی آگ مس نہیں کر سکتی۔

الفصل الثالث

۵۵۹۹ عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُلْتُ يَقُوْلُوْنَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِيْ قُلْتَ لِيْ فَقَالَ لِيْ جَابِرٌ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا بِمَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِيْ هَبَطْتُ فَنُوْدِيْتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِيْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ خَلْفِيْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَرَاَيْتُ شَيْئًا فَاَتَيْتُ خَدِيْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِيْ فَدَثَّرُوْنِيْ وَصَبُّوْا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا فَنَزَلَتْ يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر[۱] کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسلمہ[۲] بن عبدالرحمٰن سے قرآن کی پہلی نازل شدہ وحی والی آیت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ہے۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ ہے تو انھوں نے کہا میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا اور میں نے ان سے اس طرح کہا جو تم نے مجھ سے کہا تو مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم کو خبر نہیں دیتا مگر اس کی جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ فرمایا تھا کہ میں نے حرا میں ایک ماہ اعتکاف کیا تو جب میں نے اپنا اعتکاف پورا کیا تو میں اتر آیا۔ پھر مجھے پکارا گیا میں نے داہنے دیکھا تو کچھ نہ دیکھا میں نے اپنے بائیں غور کیا تو کچھ نہ دیکھا اور میں نے اپنے پیچھے دیکھا تو کچھ نہ پایا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا تو ایک چیز دیکھی۔ پھر میں جناب خدیجہ کے پاس آیا میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو، کپڑا سب مجھے اوڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو تب یہ آیت اتری۔ اے کپڑے اوڑھنے والے اٹھو! ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اپنے کپڑے پاک رکھو پلیدی دور کرو، یہ واقعہ نماز فرض کیے جانے سے پہلے کا ہے۔ (بخاری ومسلم)

[۱] اعلام تابعین اور ثقات میں سے ہیں۔ علماء عابدین اور اثبات میں شامل ہیں۔ حضرت ابوایوب کا قول ہے کہ زمین پر یحییٰ بن ابی کثیر کی مثل کوئی نہیں رہ گیا۔

[۲] یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ یہ کبار تابعین، مشاہیر علماء اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔

۵۳ انھوں نے بھی مجھے یہی جواب دیا تھا جو میں دے رہا ہوں ۔
۵۴ مراد فرشتہ ہے جس نے نبوت کی خبر دی ۔
۵۵ شدت خوف و دہشت جو سرایت کر چکی تھی ۔
۵۶ جو غشی اور مدہوشی کو دور کرنے کے لیے تاثیر قوی رکھتی ہے ۔
۵۷ اس کی تفسیر فصل اول میں حدیث جابر کے تحت گزر چکی ہے ۔
۵۸ شارحین فرماتے ہیں یہاں راوی پر اشتباہ ہو گیا ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے اقراء باسم ربک الذی خلق نازل ہوا پھر وحی منقطع ہوئی پھر یا ایہا المدثر کا نزول ہوا ۔ شاید راوی نے واقعہ کو مختصر طور پر بیان کیا ہے یا اس پر معاملہ اختلاط یا نسیان کی وجہ مشتبہ ہو گیا اور حقیقت حال وہی ہے جو فصل اول میں گزری ۔

بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ

علامات نبوّت کا بیان

علامت، معلم اور علم (عین اور لام بہ فتح) اس نشان کو کہا جاتا ہے جو کسی راستہ کے سرے پر ہو ۔ یہاں وہ علامات مراد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں ۔ مثلاً صفات، اخلاق، شمائل، فضائل، افعال اور احوال جو کسی بھی عاقل کے لیے آپ کی نبوت پر استدلال کا ذریعہ بنتی ہیں ۔ سابقہ کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صفات و احوال کا تذکرہ ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے ۔ بلاشبہ تمام معجزات نبوّت کی علامات ہیں ۔ مصنف نے دو باب بنائے ایک میں علامات نبوّت اور دوسرے میں معجزات کا تذکرہ کیا ۔ اس کی وجہ واضح نہ ہو سکی ۔ حالانکہ دونوں باب خوارق سے تعلق رکھتے ہیں، شرح میں اس پر تفصیلی گفتگو آئے گی ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۶۰۰ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَهٗ فَصَرَعَهٗ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ

پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل آئے جبکہ آپ بچوں کے ساتھ مشغول تھے تو حضور کو پکڑا انھیں

عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَأَمَهُ وَأَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ يَعْنِي ظِئْرَهُ فَقَالُوا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ أَنَسٌ فَكُنْتُ أَرَى أَثَرَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

لٹایا اور ان کا دل چاک کیا تو اس میں سے پارہ گوشت نکالا پھر کہا یہ آپ میں شیطان کا حصّہ ہے۔ پھر اسے سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر اسے سی دیا اور اس کی جگہ واپس رکھ دیا۔ چند بچے حضور کی ماں کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہا کہ محمد کو قتل کر دیا گیا لوگ آپ کی طرف دوڑتے آئے آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دھاگے کا اثر آپ کے سینہ پاک میں دیکھا کرتا تھا۔

(المسلم)

ف۱ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ کے ہاں تھے۔

ف۲ جو مفاسد اور معاصی کی جڑ تھا۔

ف۳ آپ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے، باقی سونے کا استعمال دنیا میں بطور ابتلا منع ہے، آخرت میں اس کے برتن ہوں گے۔ معراج کی رات بھی ایسا ہی ملتا ہے اور اس کا تعلق عالم غیب اور اس کے احوال سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی سونا استعمال نہیں فرمایا۔

ف۴ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ آب زمزم تمام پانیوں سے افضل ہے اگرچہ وہ پانی جنّت کا ہو، کیونکہ اگر اس سے کوئی افضل ہوتا تو اس سے ہی دلِ اقدس دھویا جاتا۔

ف۵ یہاں آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔

ف۶ منتقع، قاف کی فتحہ کے ساتھ صراح میں ہے انتقاع کا معنی بیرہ کے رنگ کا بدلنا ہے۔

ف۷ مخیط کا اصلی معنی سوئی ہے۔

ف۸ واضح رہے کہ چار دفعہ شقِ صدر ہوا پہلی دفعہ بچپن میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں، دوسری دفعہ دس سال کی عمر میں، تیسری دفعہ اعلانِ نبوت کے وقت، چوتھی دفعہ معراج کی رات جب جبرئیل امین آپ کو لینے کے لیے آئے۔ شرح میں اس پر تفصیل ہے، اس میں اختلاف ہے کہ شقِ صدر اور اس کا فعل صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص ہے یا ہر پیغمبر کا ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر تابوت سکینہ کے بارے میں ہے کہ اس میں ایک ایسی طشت تھی جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا گیا تھا۔

۵۶۰۱ وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پتھر پہچانتا ہوں جو نبوت کے ظہور سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا

بُعِثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُہُ الْاٰنَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں (مسلم)۔

لہ بعض نے کہا اس سے مراد حجرِ اسود ہے لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ پتھر مراد ہے جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے راستہ میں ہے اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنی مبارک کا نشان ہے۔ اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں اہل مکہ کے سلف و خلف کا یہی معمول چلا آرہا ہے اس گلی کو "زقاق الحجر" کہا جاتا ہے۔ زقاق، زا پر پیش اور قاف بمعنی کوچہ

۵۶۰۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَھُمْ اٰیَۃً فَاَرَاھُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَیْنِ حَتّٰی رَاَوْحِرَاءً بَیْنَھُمَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کوئی معجزہ[1] دکھائیں تو حضور نے انھیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔ حتیٰ کہ انھوں نے حرا کو ان دونوں کے بیچ میں دیکھا (بخاری و مسلم)

لہ اپنے صدق اور دعویٰ نبوت پر

۵۶۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَیْنِ فِرْقَۃٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَۃٌ دُوْنَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اشْھَدُوْا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں چاند دو ٹکڑے ہو کر چرا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر جبکہ دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر گواہ رہو[1]۔ (بخاری و مسلم[2])

لہ آپ نے کفار سے فرمایا تم نے معجزہ طلب کیا تھا اس کا مشاہدہ کر لیا اب اس پر گواہ رہو۔

۲ہ واضح رہے انشقاق قمر کا معجزہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع پذیر ہوا، اسے صحابہ اور تابعین کے جم غفیر نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ان سے ائمہ حدیث کے بھی ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے۔ امام ابن سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں کہا کہ معجزہ انشقاق قمر متواتر ہے اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں متعدد طرق سے مروی ہے لہٰذا اس کے وقوع میں کوئی شبہ نہیں۔ مواہب اللدنیہ میں بھی اسی طرح ہے اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے کہ آیت مبارکہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ سے مراد یہی معجزہ ہے نہ کہ قیامت میں پیش آنے والا واقعہ اور سیاق آیت وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ بھی اسی پر دلالت کر رہی ہے۔ بعض اہل بدعت و فلسفہ نے اسے محال جانا کہ فلکیات پر خرق و التیام جائز نہیں۔ یہ جاہل یہ نہیں جانتے کہ افلاک بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کی قدرت کاملہ کے تحت ہیں۔ اسی لیے روزِ قیامت ان کو لپیٹ دیا جائے گا۔ بعض ملاحدہ کہتے ہیں کہ اگر یہ معجزہ وقوع پذیر ہوا تھا تو عوام و خواص سے منقول ہوتا اور تمام اہلِ زمین اسے دیکھتے

فقط اہلِ مکہ دیکھنے میں مخصوص نہ ہوتے اور ارباب تاریخ اسے تواتر سے نقل کرتے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سبب چند مخصوص لوگوں نے معجزہ طلب کیا تھا تو انہیں ہی دکھایا مستور رہا اور یہ رات کے ایک لمحہ میں ہوا جبکہ لوگ سوئے ہوئے تھے تو اس وقت چاند بعض منازل میں ظاہر تھا اور بعض میں ظاہر ہی نہ تھا جیسا کہ خسوف میں ہوتا ہے بعض اہلِ شہر اسے دیکھتے ہیں اور بعض نہیں دیکھتے ۔ روایات میں آیا ہے بعض علاقوں سے کچھ مسافر وہاں تھے تو انھوں نے اس واقعہ کی خبر دی اور اسے تواتر کے ساتھ بلا اشتباہ نقل کیا گیا ہے ، کتب سیر و تواریخ سے مالا مال ہیں اگر کفار و منکرین نے اسے نقل نہیں کیا تو کیا نقصان[۱]؟

۵۶۰۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْجَهْلٍ هَلْ یُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَّجْهَهٗ بَیْنَ اَظْهُرِكُمْ فَقِیْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللّٰتِ وَالْعُزّٰی لَئِنْ رَاَیْتُهٗ یَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَاَنَّ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ زَعَمَ لِیَطَاَ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ اِلَّا وَهُوَ یَنْكُصُ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَیَتَّقِیْ بِیَدَیْهِ فَقِیْلَ لَهٗ مَا لَكَ فَقَالَ اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ لَخَنْدَقًا مِّنْ نَّارٍ وَّهَوْلًا وَّاَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّیْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ابوجہل نے کہا تھا کہ محمد تمھارے سامنے اپنا چہرہ گرد آلود کرتے[۱] ہیں ۔ کہا گیا ہاں تو بولا لات و عزیٰ کی قسم اگر میں نے انھیں یہ کرتے دیکھا تو ان کی گردن روندوں گا ۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ حضور نماز پڑھ رہے تھے ارادہ کیا کہ حضور کی گردن کو روندے تو کفار کو اسی بات نے گھبراہٹ میں ڈالا کہ وہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے لوٹ رہا تھا اور اپنے ہاتھوں[۲] سے بچاؤ کر رہا تھا اس سے پوچھا گیا تجھے کیا ہوا کہنے لگا میرے اور آپ کے درمیان آگ کی خندق ہے ہیبت اور پر ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مسجد سے قریب ہوتا تو فرشتے اس کے عضو عضو کے ٹکڑے کر دیتے ۔ (المسلم)

۱؎ اس سے اس نے سجدہ مراد لیا

۲؎ محسوس ہو رہا تھا کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہے اور اس کو ہاتھوں سے دور کرنے کی کوشش میں ہے ۔

۳؎ خندق ، خاء پر زبر ا ور دال ، جو شہر کے ارد گرد کھودی جاتی ہے ۔

۵۶۰۵ وَعَنْ عَدِیِّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا آپ کی خدمت میں

[۱] تعجب ہے کیسے لوگ اس میں شک کرتے ہیں حالانکہ قرآن میں یہ مذکور ہے اور وہ متواتر ہے اس طرح اس کی تفصیل ہر دور کے لوگوں نے بیان کی ہے حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ نے بھی ۔ بلکہ وہ اسے جادو کہا کرتے ۔ (امیر علی مرحوم)

اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا اِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ اَتَاهُ
الْاٰخَرُ فَشَكَا اِلَيْهِ قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ
يَا عَدِيُّ هَلْ رَاَيْتَ الْحِيْرَةَ فَاِنْ
طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ فَلَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ
تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ
لَا تَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَلَئِنْ طَالَتْ
بِكَ حَيٰوةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوْزُ كِسْرٰى
وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ
يُخْرِجُ مِلْاَ كَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ
يَطْلُبُ مَنْ يَّقْبَلُهٗ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا
يَّقْبَلُهٗ مِنْهُ وَلَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ اَحَدُكُمْ
يَوْمَ يَلْقَاهُ وَلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ
يُّتَرْجِمُ لَهٗ فَلَيَقُوْلَنَّ اَلَمْ اَبْعَثْ
اِلَيْكَ رَسُوْلًا فَيُبَلِّغَكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى
فَيَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِكَ مَالًا وَّاُفْضِلْ عَلَيْكَ
فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا
يَرٰى اِلَّا جَهَنَّمَ وَيَنْظُرُ عَنْ يَّسَارِهٖ
اِلَّا جَهَنَّمَ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ
فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ
عَدِيٌّ فَرَاَيْتُ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ
الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ
اِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِيْمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ
كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ
بِكُمْ حَيٰوةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ
اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ
مِلْاَ كَفِّهٖ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ایک آدمی آیا ۔ اس نے آپ سے فاقہ کی شکایت کی
پھر آپ کے پاس دوسرا آیا اس نے ڈکیتی کی تو فرمایا
اے عدی ! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے اگر تمھاری زندگی
لمبی ہوئی تو تم ایک بڑھیا کو دیکھو گے کہ حیرہ سے چلے
گی حتیٰ کہ کعبہ کا طواف کرے گی خدا کے سوا کسی سے نہ
ڈرے گی اور اگر تمھاری زندگی لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے
خزانے فتح کرو گے اور اگر تمھاری زندگی لمبی ہوئی تو تم
آدمی دیکھو گے کہ لپ بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا کہ
اسے تلاش کرے گا جو اُسے قبول کرے تو ایسا ایک شخص
بھی نہ ملے گا جو اس سے قبول کر لے اور رب سے ملاقات
کے دن تم میں سے ہر ایک اپنے رب کو یوں ملے گا کہ اس
کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا جو اسے ترجمہ
کرے گا ۔ رب فرمائے گا کہ کیا میں نے تیری طرف
رسول نہ بھیجا جو تجھے تبلیغ کرے ۔ بندہ کہے گا ہاں پھر
فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تجھ پر فضل نہیں
کیا ۔ بندہ کہے گا ہاں ۔ تو وہ اپنے داہنے نہ دیکھے گا مگر
دوزخ اور اپنے بائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر دوزخ ۔
مگر دوزخ آگ سے بچو اگرچہ چھوہارے کی تلاش کے
ذریعے جو یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات کے ذریعے ۔ عدی
فرماتے ہیں کہ میں نے بڑھیا کو تو دیکھ لیا کہ وہ حیرہ سے
چلتی ہے حتیٰ کہ وہ کعبہ کا طواف کرتی ہے کہ اللہ کے
سوا کسی سے نہیں ڈرتی اور میں خود ان لوگوں میں تھا
جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے اور اگر
لوگوں کی عمر دراز ہوئی تو تم بھی دیکھ لو گے جو حضرت
ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی لپ بھر
سونا لے کر نکلے گا ۔

(البخاری)

لہ عدی بن حاتم ، حاتم مشہور جواد گزرے ۔ عدی بدر کے بعد آئے اور اسلام لائے اور صحابی ٹھہرے
۲ہ فاقہ اور احتیاجی کی شکایت کی
۳ہ جو شہروں میں ہو رہی تھیں
۴ہ حیرہ ، حاء کے نیچے کسرہ ، یاء ساکن ، کوفہ کے علاقہ میں قدیم شہر کا نام ہے اور نیشا پور میں ایک محلہ کا نام بھی ہے ۔
۵ہ حیرہ سے مکہ تک کا سفر کرے گا
۶ہ یہ اس کا جواب تھا جس نے ڈاکہ زنی کی شکایت کی تھی اور فقر و فاقہ کی شکایت کا جواب دیتے ہوئے عدی بن حاتم کو مخاطب فرمایا جو مجلس میں حاضر تھے ۔
۷ہ بادشاہ فارس کے خزانے
۸ہ عدم فقر و احتیاج کی وجہ سے ، سونا و چاندی رفع حاجت کے لیے ہوتے ہیں جب حاجت نہ ہوگی تو سیم و زر کا کیا فائدہ ؟ شارحین نے فرمایا یہ حال آخری زمانہ میں ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری ہوگی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں گزر چکی ہے ۔ بعض نے فرمایا یہ حالات حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی سامنے آئے اور یہی حدیث کا مصداق تھے ۔ امام بیہقی نے اسی معنی پر جزم کیا اور ظاہر عبارت ولئن طالت بک حیاۃ لترین بھی اسی کی تائید کرتا ہے ۔ فتدبر واللہ اعلم ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراخی و وسعت رزق کی بشارت عطا فرمائی تو ساتھ ہی روزِ قیامت کی شدت و مشقت کا بھی ذکر کیا تاکہ اس بشارت و انذار کا اجتماع ہو جائے اور یہی شانِ نبوت ہے ۔
۹ہ ترجمان ، تاء پر زبر ، جیم پر پیش یا دونوں پر زبر ، دو آدمیوں کے درمیان ترجمانی کرنے والا یہاں مفرد بیان کرنے والا مراد ہے ۔
۱۰ہ جنھوں نے تمھیں دین کے احکام اور معاملات قیامت سے آگاہ فرمایا
۱۱ہ اگرچہ شے قلیل ہو
۱۲ہ بشرطیکہ اس سے دین میں مداہنت نہ ہو
۱۳ہ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا
۱۴ہ حضرت عدی بن حاتم کا وصال سن ۶۶ ، ۶۸ یا ۶۹ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور سے پہلے ہوا ۔

۵۶۰۶ وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَلَقَدْ لَقِيْنَا

حضرت خباب[۱] بن ارت[۲] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی ۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْنَا اَلَا تَدْعُوا اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهٗ وَقَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهٗ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ فَيُجَاءُ بِمِنْشَارٍ فَيُوْضَعُ فَوْقَ رَاْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ فَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ وَعَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاللّٰهِ لَيَتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

چادر کا تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ہم نے مشرکین سے بڑی سختی جھیلی تھی تو ہم نے عرض کیا کہ حضور آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں فرماتے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے، چہرہ انور سرخ تھا فرمایا تم سے اگلوں میں سے ایک شخص کے لیے گڑھا کھودا جاتا تھا اسے اس گڑھے میں دبایا جاتا تھا پھر آرا لایا جاتا تھا وہ اس کے سر پر رکھا جاتا تھا وہ قاشیں کر کے چیر دیا جاتا تھا یہ اسے اس کے دین سے نہ روکتا اور اس کے گوشت کے نیچے ہڈیوں پٹھوں تک پہنچا کر لوہے کی کنگھیوں سے اسے کنگھی کی جاتی تھی اور یہ اسے اس کے دین سے نہ روکتا تھا۔ خدا کی قسم یہ دین پورا ہو کر رہے گا حتیٰ کہ سوار صنعاء سے حضرموت تک چلے گا کسی کو کسی سے خوف نہ کرے گا۔ ماسوائے اللہ کے۔ یا سوا بھیڑیے کے اپنی بکریوں پر۔ مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو۔ (البخاری)

۱؎ خباب، خاء پر زبر اور باء مشدد۔

۲؎ بن الارت، ہمزہ پر زبر، تاء شدد، مشہور صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں تشریف فرما ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے۔

۳؎ وسادہ، واؤ کے نیچے زیر، سرہانہ۔

۴؎ کفار و مشرکین کے خلاف۔

۵؎ یا تو کفار کے ظلم و ستم کی وجہ سے یا مسلمانوں کی شکایت اور بے صبری کی وجہ سے یہاں یہ معنی زیادہ مناسب ہے۔

۶؎ اور دشواری کے بعد آسانی آنے والی ہے۔

۷؎ ان دونوں شہروں میں کافی مسافت دوری ہے۔

۸؎ صنعاء، یمن میں ایک شہر کا نام ہے جس میں دمشق کی طرح بہت حرفت اور پانی ہے اور دمشق کے ایک دیہات کا نام ہے۔ (القاموس)

۹؎ حضرموت، ضاد ساکن، میم پر زبر یا پیش، یہ بھی یمن میں عابدین و صلحاء کا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے،

کہا گیا حضرموت نبت الاولیاء (یہ شہر اولیاء اگاتا ہے) یعنی اس شہر میں اولیاء کرام کثیر ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان ہوئی کہ حضرت صالح علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور وہاں اُن کی موت ہوئی۔ بعض نے کہا جرجیس کی موت کی وجہ سے ایسا کہا گیا۔

سلہ اس سے مقصود لوگوں کا ایک دوسرے کے ظلم سے محفوظ ہونا ہے جو کہ جاہلیت میں تھا یہ مقصد نہیں کہ گرگ کے حملہ سے امن ہو جائے گا کیونکہ یہ تو معمول کے ہی خلاف ہے۔ ہاں ایسا بھی ہو جائے گا لیکن جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی آمد کا وقت ہوگا۔

سلہ تم بے صبری کا مظاہرہ کر رہے ہو۔

۵۶۰۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَاَطْعَمَتْهُ ثُمَّ جَلَسَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهُمْ ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُكَ قَالَ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْاُوْلٰى فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتْ اُمُّ حَرَامٍ بِنِ الْبَحْرَ فِيْ زَمَنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے پاس جاتے تھے وہ حضرت عبادہ بن صامت کی بیوی تھیں ایک دن آپ ان کے پاس تشریف لے گئے انھوں نے حضور کو کچھ کھلایا پھر بیٹھ گئیں۔ آپ کے سر اقدس کو ملاحظہ کرنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہوئے پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے کہتی ہیں میں نے عرض کیا آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے یا رسول اللہ تو فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے اللہ کی راہ میں غازی جو اس سمندر کی فراخی میں سوار ہوں گے جیسے تختوں پر بادشاہ یا بادشاہوں کی طرح تختوں پر۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل فرما دے۔ آپ نے میرے لیے دعا فرمائی پھر حضور نے سر رکھا اور سو گئے۔ پھر جاگے ہنستے ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا چیز حضور کو ہنسا رہی ہے؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے اللہ کی راہ میں غازیانہ شان سے جیسا کہ پہلی بار میں فرمایا تھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھے بھی ان میں شامل فرما دے۔ فرمایا تم پہلوں میں سے ہو۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

مُعَاوِيَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

زمانہ میں ام حرام سمندر میں سوار ہوئیں۔ پھر جب سمندر سے نکلیں تو اپنی سواری سے گر گئیں اور فوت ہوگئیں۔ (بخاری و مسلم)

سلہ ام حرام بنت ملحان۔ حاء، را کے ساتھ ملحان، میم کے نیچے زیر، لام ساکن۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں، آپ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں۔ ان دونوں خواتین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رضاعی رشتہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حضور کے والدِ ماجد کی خالہ لگتی ہیں اور ان کی والدہ بنو نجار سے ہیں جو مدینہ طیبہ کا انصاری قبیلہ ہے۔

سلہ یہ کبار انصار اور نقباء میں سے ہیں، حضور ان دونوں خواتین سے محرمیت کی بناء پر ان کے ہاں قیلولہ فرمایا کرتے جیسا کہ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے گزر چکا ہے۔

سلہ اسی مفہوم کی حدیث باب فی اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزر چکی ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہاں جوئیں تلاش کرنا مراد نہیں کیونکہ آپ کا بدنِ اقدس ان سے پاک ہے ہاں برائے نظافت غبار وغیرہ کا دور کرنا ہے

سلہ ثَبَجَ، ثا اور باء دونوں پر زبر، آخر میں جیم، کاندھے اور پشت کا درمیانی حصہ، ہر چیز کا درمیان اور ٹیلہ

سلہ راوی کو شک ہے مفہوم ایک ہی ہے۔

سلہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جماعت دوسری تھی نہ کہ پہلی، یعنی باری باری لوگ جہاد کریں گے اور تم ان میں سے پہلی جماعت میں ہوں گی۔

سلہ اس سے ظاہر یہ ہورہا ہے کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت کی بات ہے۔ امام باجی اور قاضی عیاض کی یہی رائے ہے لیکن اکثریت کی رائے یہ ہے کہ بات خلافتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں امارتِ معاویہ میں وقوع پذیر ہوئی اور اس سے سن ۲۸ ہجری میں جنگِ قبرص وارد ہے۔

۵۶۰۸/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ أَزْدِ شَنُوْءَةَ وَكَانَ يَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ أَهْلِ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُوْنٌ فَقَالَ لَوْ أَنِّيْ رَأَيْتُ هٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدِيْ قَالَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ أَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے ضماد[1] مکہ آئے اور قبیلہ ازد شنوءہ سے تھے۔ اس قسم کی ہوا[2] سے جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ انھوں نے مکہ کے بیوقوف باشندوں کو کہتے ہوئے سنا محمد دیوانہ ہیں تو بولے ان کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ شاید اللہ انھیں میرے ہاتھ سے شفا دے دے۔ فرماتے ہیں میں حضور سے ملا اور کہا اور اے محمد! میں خلل والی ہوا سے جھاڑ پھونک کرتا ہوں کیا یہ آپ کو ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں ہم اسکی حمد کرتے ہیں

وَنَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَآءِ فَاَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَآءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَآءِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِ هَاتِ يَدَكَ اُبَايِعْكَ عَلَى الْاِسْلَامِ قَالَ فَبَايَعَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ بَلَغْنَا نَاعُوْسَ الْبَحْرِ وَذُكِرَ حَدِيْثَا اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ يَهْلِكُ كِسْرٰى وَالْاٰخَرُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ

اسی سے مدد مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد ضماد نے کہا اپنے یہ کلمات دوبارہ فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کلمات اس کے سامنے تین دفعہ دہرائے۔ وہ بولا میں نے کاہنوں کی باتیں، شاعروں کے قول سنے ہیں مگر میں نے ان باتوں کی مثل کبھی نہیں سنا۔ یہ تو سمندر کی تہہ کو پہنچی ہوئی ہیں، اپنا ہاتھ لائیے میں اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ فرمایا اس نے حضور کی بیعت کرلی (المسلم) مصابیح کے بعض نسخوں میں ہے کہ سمندر کی گہرائی میں پہنچ گئے ہیں اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے مروی دونوں احادیث میں ہے کہ کسریٰ ہلاک ہوجائے گا۔ دوسری کہ ایک جماعت فتح کرے گی باب الملاحم میں گزرچکی ہیں۔

۱ ضماد، ضاد کے نیچے زیر یا پیش، آخر میں دال

۲ ازدشنوءۃ، ہمزہ پر زبر، زا ساکن، دال کے نیچے زیر، شین پر زبر، ن پر پیش، آخر میں تاء، یہ یمن کے علاقہ سے ہے یہ آدمی وہاں کا رہنے والا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت وہاں ہی تھا بعض نے اسے ضمام پڑھا۔ بعض نے کہا ضمام امر ہے الاضماد اور ہے، ضمام بنو سعد بن بکر کے وفد میں تھا اور ضماد طبیب اور طالب علم تھے۔

۳ وہ بیماری جو جنات کی وجہ سے عارض ہوتی ہے جن کو نہ نظر آنے کی وجہ سے ہوا کہا جاتا ہے۔

۴ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر حمد اور میں شکر ادا کرتا ہوں اس کی نعمتوں پر اور میں اس سے اس کے ذکر، عبادت اور طاعت توفیق مانگتا ہوں۔

۵ یہ کلمات خطبات میں مشہور ہیں جیسا کہ باب جمعہ میں گزرچکا کہ یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ ونصیحت کے وقت پڑھا کرتے تھے لیکن یہاں انھی الفاظ پر اکتفا فرمایا تاکہ واضح ہو ضماد پر کہ یہ شخص تمام عقلا سے عقل مند ہے

اور اس پر جنون، آسیب وغیرہ کے توہم کا تصور نہیں ہو سکتا اور پھر ضماد کی بشارت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

سلہ قاموس، وسط دریا کہ وہ سب سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ غس، غوطہ زن اور قماس، غواص

سلہ قاموس کی جگہ ناعوس ہے۔ روایات حدیث میں یہ دوسرا لفظ زیادہ مشہور ہے۔ شیخ محی الدین نودی نے شرح مسلم میں فرمایا، یہ لفظ دونوں طرح محفوظ ہے۔ ناعوس، نون وعین ہمارے علاقہ کے اکثر نسخوں میں یہی لفظ ہے قاموس، قاف ومیم، صحیح مسلم کے علاوہ روایات میں مشہور یہی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں بعض نے ناعوس روایت کیا ہے۔ ہمارے شیخ ابوالحسن نے فرمایا ناعوس بمعنی قاموس ہے۔ امام توریشتی نے فرمایا، ناموس البحر غلط ہے اور تحریف اور راوی کا وہم ہے۔

بعض کے ہاں قاموس بقاف وعین بھی آیا ہے۔ لغت کی مشہور کتب میں ناعوس کا لفظ نہیں ملتا۔

الفصل الثانی

وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ

دوسری فصل

یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

الفصل الثالث

۵۴۰۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْسُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ قَالَ انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا بِالشَّامِ اِذْ جِيْءَ بِكِتَابٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ كَانَ دَحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهٖ فَدَفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ بُصْرٰى اِلٰى هِرَقْلَ وَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ قَالُوْا نَعَمْ فَدُعِيْتُ فِيْ نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلٰى هِرَقْلَ فَاَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ

تیسری فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے ابوسفیان ابن حرب نے منہ در منہ خبر دی کہ میں اس صلح کے زمانے میں جو میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی کہتے ہیں کہ میں شام میں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نامہ ہرقل کے پاس لایا گیا ابوسفیان نے کہا کہ یہ خط دحیہ کلبی لائے تھے اور انھوں نے بصرے کے وزیر کو دیا تھا۔ پھر بصرے کے وزیر نے ہرقل کو بھیجا یا۔ ہرقل نے کہا کہ کیا یہاں ان صاحب کی قوم کا کوئی آدمی ہے جو دعویٰ نبوت کر رہے ہیں لوگوں نے کہا ہاں۔ قریش کی ایک جماعت میں مَیں بلایا گیا تو ہم ہرقل کے پاس گئے ہم کو اس کے سامنے بٹھایا گیا اس نے کہا کہ جن صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ہے ان سے زیادہ قریبی تم میں کون ہے ابوسفیان نے کہا

فَقُلْتُ اَنَا فَاَجْلَسُوْنِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَجْلَسُوْا اَصْحَابِیْ خَلْفِیْ ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ لَهُمْ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاِنْ کَذَبَنِیْ فَکَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ وَاَیْمُ اللّٰهِ لَوْ لَا مَخَافَةُ اَنْ یُّؤْثَرَ عَلَیَّ الْکَذِبُ لَکَذَبْتُهٗ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُ کَیْفَ حَسَبُهٗ فِیْکُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِیْنَا ذُوْحَسَبٍ قَالَ فَهَلْ کَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ کُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْکَذِبِ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ وَمَنْ یَّتَّبِعُهٗ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَاءُهُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاءُهُمْ قَالَ اَیَزِیْدُوْنَ اَمْ یَنْقُصُوْنَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ یَزِیْدُوْنَ قَالَ هَلْ یَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِیْنِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهِ سَخْطَةً لَّهٗ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَکَیْفَ کَانَ قِتَالُکُمْ اِیَّاهُ قَالَ قُلْتُ یَکُوْنُ الْحَرْبُ بَیْنَنَا وَبَیْنَهٗ سِجَالًا یُصِیْبُ مِنَّا وَنُصِیْبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ یَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِیْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِیْ مَا هُوَ صَانِعٌ فِیْهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَمْکَنَنِیْ مِنْ کَلِمَةٍ اُدْخِلُ فِیْهَا شَیْئًا غَیْرَ هٰذِهٖ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ قُلْتُ لَا ثُمَّ

کہ میں نے کہا میں ہوں تو مجھے اس کے سامنے بٹھا دیا گیا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھا دیا۔ پھر اپنے مترجم کو بلایا اس نے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ان سے ان صاحب کے متعلق کچھ پوچھوں گا جو اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں تو اگر یہ مجھ سے جھوٹ کہیں تو تم انھیں جھٹلا دینا، ابوسفیان کہتے ہیں اللہ کی قسم اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ پر جھوٹ مشہور کیا جائے گا تو میں اس سے جھوٹ بول دیتا۔ پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ ان نبی کا خاندان تم میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ عالی خاندان ہیں۔ کہا کیا ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا کیا ان کے دعویٰ نبوت سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا ان کی پیروی کون کرتا ہے؟ سردار لوگ یا کمزور لوگ؟ میں نے کہا بلکہ کمزور لوگ۔ کہا یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ کہتے ہیں کہ میں نے کہا بلکہ بڑھ رہے ہیں کہا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی اپنے دین سے ناراض ہو کر پھر جاتا ہے؟ کہتے ہیں میں نے کہا نہیں کہا کیا تم نے کبھی ان سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ کہا تمھاری ان سے جنگ کیسی ہوتی ہے؟ کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ایک ڈول ہوتی ہے کبھی ہم پر وہ غالب ہوتے ہیں کبھی ان پر ہم غالب۔ کہا کیا بدعہدی کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں آج کل ہم ان سے صلح میں ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ اس میں کیا کریں گے؟ کہتے ہیں اللہ کی قسم اس بات کے سوا اور کوئی چیز شامل کرنے کا مجھے موقعہ نہیں ملا۔ اس نے کہا کیا ان سے پہلے کسی نے یہ بات کہی تھی؟

قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهٗ اِنِّیْ سَاَلْتُكَ
عَنْ حَسَبِهٖ فِيْكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ
ذُوْ حَسَبٍ وَكَذَالِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ
فِیْ اَحْسَابِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ
فِیْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا
فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ قُلْتُ
رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اٰبَائِهٖ وَسَاَلْتُكَ
عَنْ اَتْبَاعِهٖ اَضُعَفَاءُهُمْ اَمْ
اَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاءُهُمْ
وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ
كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ
اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ
لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ
الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبُ
فَيَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ
اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ
فِيْهِ سَخْطَةً لَّهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ
لَّا وَكَذَالِكَ الْاِيْمَانُ اِذَا خَالَطَ
بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَاَلْتُكَ هَلْ
يَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ
اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذَالِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى
يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَزَعَمْتَ
اَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَتَكُوْنُ الْحَرْبُ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ
وَتَنَالُوْنَ مِنْهُ وَكَذَالِكَ الرُّسُلُ
تُبْتَلٰى ثُمَّ تَكُوْنُ لَهَا الْعَاقِبَةُ
وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ

میں نے کہا نہیں پھر بادشاہ نے اپنے مترجم سے کہا کہ ان
سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے متعلق پوچھا
تو تم نے کہا کہ وہ تم میں عالی نسب ہیں۔ اسی طرح انبیاء
کرام اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں اور میں نے
تم سے پوچھا کہ کیا ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ
ہوا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں اگر ان کے
باپ دادوں میں بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ وہ صاحب
ہیں جو اپنے باپ دادوں کی ملک کے طالب ہیں۔ اور میں
نے تم سے ان کے متبعین کے متعلق پوچھا کہ معمولی لوگ
ہیں یا بڑے لوگ تو تم نے کہا بلکہ کمزور لوگ ہیں یہ ہی
کمزور لوگ نبیوں کے متبعین رہے ہیں اور میں نے تم سے
پوچھا کہ کیا ان کے اس دعویٰ سے پہلے تم انھیں جھوٹ
کا الزام دیتے تھے تم نے کہا کہ نہیں۔ میں نے پہچان لیا
کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولیں پھر اللہ
پر جھوٹ باندھنے لگیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان
میں سے کوئی اس دین میں داخل ہونے کے بعد اپنے
دین اسلام سے ناراض ہو کر پھر بھی جاتا ہے تم نے
کہا کہ نہیں۔ ایمان کا ایسا ہی حال ہے جب اس کی لذت و
فرحت دلوں میں گھل مل جاتی ہے۔ تو میں نے تم سے پوچھا
کہ مسلمان بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں تو تم نے کہا کہ وہ
بڑھ رہے ہیں ایمان کا یہی حال ہے حتیٰ کہ پورا ہو جاتا
ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم نے ان سے کبھی
جنگ کی ہے تو تم نے کہا کہ تم نے ان سے جنگ کی ہے
تو جنگ تمھارے اور ان کے درمیان ایک ڈول ہوتی ہے
کہ وہ تم سے اور تم ان سے لیتے ہو اسی طرح انبیائے کرام
آزمائے جاتے ہیں انجام انھی کے حق میں ہوتا ہے
اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا عہد شکنی کرتے ہیں

أَنَّهٗ لَا يَغْدِرُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهٗ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهٗ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ قُلْنَا يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَّكُ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَإِنَّهٗ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهٗ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهٗ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنِّيْ أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهٗ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهٗ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فَقَدْ سَبَقَ تَمَامُ الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ الْكِتَابِ إِلَى الْكُفَّارِ

تم نے کہا کہ نہیں کرتے۔ اسی طرح انبیاء کرام عہد شکنی نہیں کرتے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کسی نے ان سے پہلے یہ دعوٰی کیا ہے تم نے کہا کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات ان سے پہلے کسی نے کہی ہوتی تو میں کہتا ہوں کہ ایسے صاحب ہیں جو اپنے سے پہلے کہی ہوئی بات کی پیروی کر رہے ہیں۔ پھر کہا کہ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں ہم نے کہا کہ ہم کو نماز، زکوٰۃ، صلہ رحمی پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں اس نے کہا جو تم کہتے ہو اگر یہ سچ ہے تو وہ بھیجے ہوئے نبی ہیں میں تو جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر میرا خیال یہ نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہیں۔ اگر میں جانتا کہ ان تک پہنچ سکوں گا تو ان سے ملنا پسند کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم دھوتا اور ان کا ملک میرے قدموں کے نیچے تک پہنچ جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا پھر اسے پڑھا (مسلم و بخاری) بقیہ پوری حدیث کتاب الی الکفار کے باب میں گزر گئی ہے۔

۱ یعنی میرے اور ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

۲ اس سے صلح حدیبیہ کی مدت مراد ہے۔

۳ ہرقل۔ ہاء کے نیچے زیر، راء پر زبر، قاف ساکن، یا ہاء کے نیچے زیر، راء ساکن اور قاف کے نیچے زیر ہے۔ روم کے بادشاہ کا نام ہے۔

۴ دحیہ، دال پر زبر یا زیر، مشاہیر صحابہ میں سے ہیں، قبیلہ بنو کلب سے ان کا تعلق تھا۔

۵ بصریٰ، باء پر پیش، صاد ساکن، شام کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے۔

۶ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی اسی طرح تھا کہ تم اسے عظیم بصریٰ کو پہنچاؤ اور وہ اسے ہرقل تک پہنچائے۔

۷ تجارت کے لیے اس قوم میں سے ایک آدمی (مع جماعت) آیا ہوا ہے۔

۸ بعض روایات کے متعلق ان کی تعداد تیس اور بعض کے مطابق بیس تھی۔

۹ فاجلسنا، معروف بھی پڑھا گیا ہے یعنی اس نے ہمارے بٹھانے کا حکم دیا۔

۱۰ؔ اس شخص کے جس نے نبوت کا دعوای کیا ہے ۔

۱۱ؔ جو عربی اور رومی دونوں زبانیں جانتا تھا ۔

۱۲ؔ ابوسفیان سے ۔

۱۳ؔ اس عداوت ودشمنی کی وجہ سے جو حضور سے مجھے تھی

۱۴ؔ صحیح بخاری میں ہے "فَکَیْفَ نَسَبُہٗ فِیْکُمْ" (ان کا نسب کیسا ہے ؟) حسب سے مراد یہ ہے کہ انسان اس شرف وفضل پر فخر کرے خواہ اس کا اپنا ہو یا اس کے والدین کا ، یہ نسب کو بھی شامل ہے ۔ یہاں بنو ہاشم مراد ہیں جو تمام قریش سے افضل وبرگزیدہ تھے ۔

۱۵ؔ یعنی اعلانِ نبوت سے پہلے انھوں نے کبھی جھوٹ بولا جس کی وجہ سے ان پر جھوٹ کا الزام ہو ۔

۱۶ؔ اس سے پہلے کبھی ان کی طرف جھوٹ کی نسبت نہیں ہوئی ۔

۱۷ؔ جنھوں نے اتباع کی ہے اور ان پر ایمان لائے ہیں

۱۸ؔ یہاں اشراف سے مراد ، اہل نخوت وتکبر ہیں ورنہ اولاد ہاشم مثلاً حضرت عباس ، علی اور جعفر اور دیگر اکابر قریش مثلاً حضرت ابوبکر وعمر اور دیگر صحابہ از قریش سے بڑھ کر کون اشراف ہوسکتا ہے اور یہ تمام ہرقل کے سوال سے پہلے ایمان لا چکے تھے ۔

۱۹ؔ ابواسحاق کی روایت میں ہے کہ ان کے متبعین ضعفاء ومساکین اور بچے ہیں ۔ صاحب نسب وشرف نہیں لیکن بطور اغلب واکثر کی بات ہے ۔

۲۰ؔ کبھی ان کا ڈول پُر ہوتا اور ہمارا خالی اور کبھی ہمارا خالی اور ان کا پُر ہوتا ۔

۲۱ؔ کبھی ہم سے انھیں اور کبھی ان سے ہمیں مصیبت لاحق ہوتی ہے ۔

۲۲ؔ کبھی بے وفائی کی

۲۳ؔ یعنی اب اس مدت میں ہمارے اور ان کے درمیان صلح ہے ، اب نہیں معلوم کہ وہ اس مُدّت میں کیا کرتے ہیں اس معاہدہ کو نبھاتے ہیں یا توڑ ڈالتے ہیں ۔

۲۴ؔ سوائے اس کلمہ (کہ غدر کا احتمال ہے) کے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی عیب یا نقص کی نسبت نہیں کرسکا ۔

۲۵ؔ کسی نے اس سے پہلے دعوای نبوّت کیا ۔

۲۶ؔ ابوسفیان کو

۲۷ؔ یہی لوگ پیغمبروں کی دعوت کو جلدی قبول کرتے ہیں اور بڑے لوگ جاہ ومنصب اور تکبّر کی وجہ سے اس سعادت ومسابقت سے محروم رہ جاتے ہیں ۔ ہاں جب کوئی راستہ نہ رہے تنگ اور مجبور ہوکر اسلام کی طرف راغب ہوتے ہیں ۔

۲۸ یعنی دعوٰی نبوت سے پہلے کبھی انھوں نے کسی معاملہ میں کذب بیانی کی ہے ۔
۲۹ آپ کے دین کو ناپسند کرتے ہوئے اس نے آپ کو چھوڑا ہو ۔
۳۰ ایمان کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ دل سے نکلتا نہیں ۔
۳۱ یعنی اس کے دل میں ایمان کی حلاوت ولذت حاصل ہو اگر کوئی چھوڑتا ہے تو اس کے دل میں ایمان نے قرار پکڑا ہی نہیں ۔ اسی وجہ سے صوفیاء قدس اللہ سرہم نے فرمایا "الفانی لا یرد الی اوصافہ"
۳۲ دین وایمان کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ وہ روز بروز بڑھتا اور کامل ہوتا چلا جاتا ہے ۔
۳۳ اسی طرح تمام پیغمبر اعداء کے دین کے ساتھ برسرپیکار ہوئے اور آزمائش میں مبتلا کیے گئے ۔
۳۴ آخرکار انبیاء کو اللہ تعالٰی کی مدد ونصرت حاصل ہوتی ہے اور دین کا غلبہ ہوجاتا ہے ۔
۳۵ ہرقل کا جاننا اور آپ کا اعلانِ نبوت کرنا کتبِ قدیمہ کی خبر کی بناء پر تھا اور کہانت اور علمِ نجوم کی بنیاد پر بھی جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ ہرقل نے کہا میں نے نجوم میں نظر کی تو ملک ختان کو دیکھا تو میں نے پوچھا اس میں کون ہیں جو کریں گے تو انھوں نے کہا یہ عرب ہیں ۔
۳۶ ملک روم اور شام
۳۷ کتاب الجہاد میں
۳۸ صحیح بخاری میں ہے کہ ہرقل نے تمام سردارانِ روم کو محل میں جمع کرکے دروازہ بند کروادیا اور کہا اگر تم کامیابی اور ہدایت چاہتے ہو تو اس آخرالزماں نبی پر ایمان لے آؤ ۔ اس پر رومی وحشی گدھے کی طرح تپ اٹھے ، جب ہرقل نے ان کی وحشت ونفرت دیکھی تو ہرقل کہنے لگا تم اپنے حال پر ہی رہو میں نے تمہیں آزمایا ہے کہ اپنے دین میں کس قدر پکے اور سچے ہو ۔ اس پر انھوں نے ہرقل کو سجدہ کیا اور خوش ہوگئے ۔ یہ ہرقل کا آخری عمل تھا ۔ ہرقل کے ایمان میں اختلاف ہے ۔ واضح یہی ہے کہ وہ کفر پر ہی رہا ۔ مسند احمد میں ہے کہ تبوک سے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ کہتا ہے وہ تو نصرانی ہی ہے ۔ قصہ ہرقل سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ علم ودانش راہنمائی کے لیے کافی نہیں جب تک اللہ تعالٰی کی توفیق رفیق نہ بنے ۔ یہود کا حال بھی یہی ہوا مصرعہ

عشق کاریست کہ موقوف ہدایت باشد

یہ بھی معلوم ہوا کہ حق پانے سے دنیا اور حکومت کی محبت آڑے آجاتی ہے ۔ واللہ اعلم ۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت ہی مانگتے ہیں ۔

بَابٌ فِی الْمِعْرَاجِ

معراج کا بیان

عروج کا معنی بلندی یعنی اوپر جانا ہے، معراج بلندی کا آلہ یعنی سیڑھی ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیڑھی لگائی گئی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے۔ روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب صخرہ سے صعود فرمایا تو آپ کے لیے سیڑھی لگائی گئی جس سے اوپر تشریف لے گئے اور یہ بھی سیڑھی[1] ہے جس سے فرشتے اوپر نیچے آتے جاتے ہیں۔

اکثر اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ بعثت کے بارہویں سال معراج ربیع الاول میں ہوا۔ بعض نے ستائیس رمضان کا قول کیا ہے۔ مشہور یہی ہے کہ یہ واقعہ ستائیس رجب میں ہوا۔ اہلِ مدینہ کا عمل کہ وہ رجبیہ کو اوقات مبارکہ میں شمار کرتے ہیں، اس کی تائید کرتا ہے۔ بعض نے اسے اعلانِ نبوت کے پانچویں اور بعض نے چھٹے سال قرار دیا ہے۔ واضح رہے یہاں اسراء اور معراج دونوں کا بیان ہے۔ اسراء مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی تک اور معراج مسجدِ اقصٰی سے آسمان تک ہے۔ اسراء کا ثبوت نصِ قرآنی سے ہے جس کا منکر کافر ہے، لیکن معراج احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے۔ اس بارے میں اہلِ علم کے مختلف اقوال ہیں۔ آیا یہ واقعہ خواب کا ہے یا بیداری کا۔ یہ ایک دفعہ ہوا یا متعدد دفعہ۔ صحیح اور مختار جمہور یہی ہے کہ متعدد دفعہ ہوا ایک دفعہ بیداری میں اور بارہا خواب میں۔ خواب میں بیداری کی تیاری کے لیے ہوا تاکہ اس جہان سے انس و تعلق پیدا ہو جائے۔ جیساکہ ابتدائے نبوت میں سچی خوابوں کا سلسلہ ہوا یا بیداری میں بیت المقدس تک جسمًا اور آسمان تک روحًا معراج ہوا۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسجد حرام سے مسجد اقصٰی اور وہاں سے آسمان اور آسمان سے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا جسم کے ساتھ معراج ہوا یہی مذہب جمہور فقہاء، متکلمین اور صوفیاء کا ہے۔ احادیث صحیحہ کے ظواہر اور اخبار صریحہ از صحابہ کثرت کے ساتھ اس کے بارے میں مروی ہیں اور اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو باعثِ آزمائش اور شور و اختلاف نہ بنتا، جسم کے معراج پہ آپ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے اور یہ مقام سوائے آپ کے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تشریف و تکریم فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے اور اس کی حقیقت کا فہم خرقِ عادت کی تنگدامنی

---

[1] یہ روحانی چیز ہے اس پر سیڑھی کا اطلاق مجازًا کیا جا رہا ہے۔

گرفتار لوگوں کے ادراک سے ماوراء ہے یہاں تو ایمان لے آنا چاہیے باقی کیفیت کو علم الہٰی کے سپرد کر دینا چاہیے بلکہ تمام علوم وکمالات نبوت وحی اور معجزات عقل وقیاس کے احاطہ سے باہر ہوتے ہیں اور جو کوئی قیاس کے تابع ہو کر کہے گا کہ میں اس وقت تک نہیں مانوں گا جب تک عقل ان کا ادراک نہ کرے تو وہ دولت ایمان سے محروم ہو جائے گا۔

الفصل الاوّل

۵۶۱۰ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ ابْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شَعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَّمْلُوٍّ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ اِيْمَانًا وَّحِكْمَةً ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرَئِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ

پہلی فصل

حضرت قتادہ، وہ حضرت انس بن مالک ابن صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس رات کے متعلق خبر دی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی جب کہ میں حطیم لیٹا اوقات فرمایا کہ حجر میں تھا کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا، اس نے یہاں سے یہاں تک چیرا یعنی آپ کے گلے کی گھنڈی سے لے کر آپ کے بالوں تک پھر میرا دل نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا، جو ایمان سے بھرا تھا پھر میرا دل دھویا گیا پھر اسے بھر دیا گیا پھر لوٹا دیا گیا اور ایک روایت میں ہے پھر پیٹ دھویا گیا زمزم کے پانی سے پھر ایمان حکمت سے بھر دیا گیا۔ پھر میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا سفید رنگ تھا جسے براق کہا جاتا ہے وہ اپنی انتہائی نظر پہ ایک قدم رکھتا ہے تو میں اس پر سوار کیا گیا پھر مجھے جبریل لے چلے حتیٰ کہ وہ آسمان دنیا پر پہنچے دروازہ کھلوایا کہا گیا کون ہے فرمایا جبریل۔ کہا گیا تمھارے ساتھ کون ہے فرمایا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا انھیں بلایا گیا ہے کہا ہاں ان کی خوش آمد ہو وہ خوب آئے پھر دروازہ کھول دیا گیا جب میں داخل ہوا تو وہاں جناب آدم علیہ السلام تھے کہا گیا یہ تمھارے والد آدم علیہ السلام ہیں انھیں سلام کرو۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے جواب دیا

ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَهٰذَا عِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِيْسُ فَقَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ

پھر فرمایا صالح فرزند صالح نبی تم خوب تشریف لائے پھر مجھے جبرئیل اوپر لے گئے حتیٰ کہ دوسرے آسمان تک پہنچے دروازہ کھلوایا گیا کہا گیا کون بولے میں ہوں جبرئیل کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے کہا ہاں کہا خوش آمدید تم بہت ہی اچھا آنا آئے پھر دروازہ کھول دیا گیا تو جب میں اندر پہنچا تو اچانک وہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے وہ دونوں خالہ زاد ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ یحییٰ علیہ السلام ہیں یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں انھیں سلام کرو، میں نے سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا پھر کہا صالح بھائی صالح نبی آپ خوب آئے پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے گئے دروازہ کھلوایا گیا کہا گیا کون وہ بولے جبرئیل ہوں کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا انھیں بلایا گیا ہے کہا ہاں، کہا خوش آمدید تم خوب ہی آئے پھر دروازہ کھول دیا گیا جب میں داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے جبرئیل نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں انھیں سلام کرو۔ میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا پھر کہا صالح بھائی صالح نبی آپ خوب آئے۔ پھر مجھے اوپر لے گئے حتیٰ کہ چوتھے آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا گیا کہا گیا کون ہے؟ فرمایا میں جبرئیل ہوں کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہا گیا انھیں بلایا گیا ہے کہا ہاں۔ کہا گیا خوش آمدید اچھا آنا آپ آئے۔ دروازہ کھولا گیا جب ہم اندر داخل ہوئے تو وہاں ادریس علیہ السلام تھے جبرئیل نے کہا یہ ادریس ہیں آپ انھیں سلام کریں میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے جواب دیا

ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ اَبْكِيْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ

کہا خوش آمدید اے صالح بھائی صالح نبی۔ پھر مجھے اوپر چڑھایا گیا حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا گیا کہا گیا کون، فرمایا میں جبرئیل ہوں۔ کہا گیا تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے۔ کہا گیا خوش آمدید آپ اچھا آنا آئے۔ دروازہ کھولا گیا جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے جواب دیا پھر کہا خوش آمدید اے صالح بھائی اے صالح نبی۔ پھر مجھے اوپر لے گئے حتیٰ کہ چھٹے آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا گیا کہا گیا کون ہے کہا میں جبرئیل ہوں کہا گیا تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا انھیں بلایا گیا ہے۔ کہا ہاں۔ کہا گیا خوش آمدید آپ اچھا آنا آئے۔ دروازہ کھولا گیا جب میں اندر پہنچا تو وہاں حضرت موسیٰ تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ موسیٰ ہیں انھیں سلام کریں۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے جواب دیا پھر کہا خوش آمدید اے صالح بھائی صالح نبی۔ جب وہاں سے آگے بڑھے تو وہ رونے لگے ان سے کہا گیا کیا چیز آپ کو رلا رہی ہے؟ کہا اس لیے کہ ایک فرزند میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں جائے گی۔ پھر مجھے ساتویں آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھلوایا۔ کہا گیا کون ہے؟ کہا میں جبرئیل ہوں۔ کہا گیا تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں تو کہا گیا خوش آمدید آپ بہت اچھا آنا آئے پھر جب میں وہاں داخل ہوا

فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اِبْرَاهِيْمُ
فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ
السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ
الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ
اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ
قِلَالِ هَجَرَ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ
الْفِيْلَةِ قَالَ هٰذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا
اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ
ظَاهِرَانِ قُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ
اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا
الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ
اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِّنْ
خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ وَاِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ
فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ قَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ
عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلٰوةُ خَمْسِيْنَ
صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى
مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ
بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ
اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً
كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ
قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ
الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ
لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا
فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ
فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى
مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ
فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى

توحضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں تھے۔ جبرئیل نے کہا
یہ آپ کے والد ابراہیم ہیں آپ انھیں سلام کریں میں
نے انھیں سلام کیا انھوں نے جواب دیا پھر کہا خوب
آئے اے صالح فرزند صالح نبی۔ پھر میں سدرۃ المنتہیٰ
تک اٹھایا گیا تو اس کے بیر ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے
اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح۔ جبرئیل نے
کہا یہ سدرہ منتہیٰ ہے وہاں چار نہریں تھیں۔ دو نہریں
تو خفیہ تھیں اور دو ظاہر۔ میں نے کہا جبرئیل یہ کیا ہے
عرض کیا کہ خفیہ نہریں تو جنت کی دو نہریں ہیں لیکن ظاہری
نہریں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے
بیت المعمور لایا گیا پھر پاس ایک برتن شراب کا اور
ایک برتن دودھ کا اور ایک برتن شہد کا لایا گیا۔ میں
نے دودھ قبول کیا تو جبرئیل نے کہا یہ وہ فطرت ہے
جس پر آپ اور آپ کی امت ہے پھر مجھ پر ہر دن میں
پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر میں واپس ہوا تو موسیٰ
علیہ السلام پر گزرا تو انھوں نے کہا آپ کو کیا حکم دیا
گیا۔ میں نے کہا ہر دن پچاس نمازوں کا۔ انھوں نے
کہا کہ آپ کی امت ہر دن پچاس نمازوں کی طاقت
نہیں رکھے گی اللہ کی قسم میں نے آپ سے پہلے لوگوں
کی آزمائش کی اور بنی اسرائیل کو تو خوب آزمایا لہٰذا آپ
اپنے رب کی طرف لوٹیے اور اس سے اپنی امت کے
لیے آسانی مانگیے چنانچہ میں واپس ہوا تو اس نے مجھ سے
دس نمازیں کم دیں۔ پھر میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی
طرف لوٹا انھوں نے پھر وہی کہا میں پھر رب کی طرف
لوٹا اس نے مجھ سے دس معاف فرمادیں میں پھر جناب
موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انھوں نے پھر وہی کہا پھر
لوٹا اس نے مجھ سے دس اور معاف فرمادیں۔ میں پھر

مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّاِنِّیْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ قَالَ سَاَلْتُ رَبِّیْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّیْ اَرْضٰى وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِیْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انھوں نے پھر وہی کہا میں پھر لوٹا۔ رب نے مجھ سے دس اور معاف کر دیں پھر میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انھوں نے پھر وہی کہا میں پھر لوٹا اور مجھے ہر دن پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ میں پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انھوں نے کہا کہ آپ کو کیا حکم دیا گیا میں نے کہا ہر دن پانچ نمازیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ کی امت ہر دن پانچ نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کر لی ہے اور بنی اسرائیل کو تو میں نے اچھی طرح آزما لیا ہے۔ آپ پھر اپنے رب کی طرف لوٹیے آپ اس سے اپنی امت کے لیے کمی کا سوال کریں حضور نے کہا کہ میں نے اپنے رب سے اتنے سوال کر لیے ہیں کہ اب شرم کرتا ہوں لیکن میں راضی ہوں تسلیم کرتا ہوں فرمایا پھر جب میں آگے بڑھا تو پکارنے والے نے پکارا کہ میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ (بخاری و مسلم)

ـه۱ یہ مشاہیر تابعین میں سے ہیں۔

ـه۲ مشہور صحابی ہیں۔

ـه۳ مالک بن صعصعہ، دونوں صاد پر زبر، عین ساکن یہ بھی صحابی ہیں ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث معراج روایت کی ہے جو اس باب میں سب سے احسن اور [illegible] حدیث ہے۔

ـه۴ حجر حطیم، حاء پر زبر، حِجر حاء کے نیچے زیر، صحن کعبہ میں دو جگہوں کا نام ہے۔ اس کی تفسیر کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

ـه۵ مراد حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہیں۔

ـه۶ ثُغرہ، ثاء پر پیش، غین ساکن بمعنی درمیان ہونا، شِعرہ شین کے نیچے زیر عین ساکن

ـه۷ یہ بطور تمثیل ہے یا ان معانی کو متمثل کر دیا گیا تھا جیسے کہ روزِ قیامت برائے وزن اعمال متمثل ہو کر سامنے آئیں گے۔

۵ قامت ہیں

۹ تیز رفتاری اور روشنی و چمک کی وجہ سے بجلی کی مانند، استاذ عالم عارف سیدی شیخ عبدالوہاب متقی نے فرمایا۔ اسے براق، سواری اور دابہ کہا جائے لیکن گھوڑا نہ کہا جائے۔ جیسا کہ بعض شعراء نے کہا ہے اور فرمایا ہر پیغمبر کے مقام و مرتبہ کے مطابق ان کا براق تھا جیسا کہ آخرت میں ہر ایک مومن کا ہوگا۔ اہل تاویل کے کلام میں ہے کہ براق آپ کے نفسِ شریف کی مثال ہے اور نفس روح کی سواری اور مقامِ اعلیٰ پر وصول کا سبب و ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سرکشی کی جیسا کہ نفس کی خاصیت ہوتی ہے۔ اس کے بعد اطمینان پایا۔ یہاں سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص براق تھا۔ بعض روایات میں جو آیا کہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام یا باقی انبیاء علیہم السلام بھی سوار ہوئے، ان کی صحت میں کلام ہے۔

۱۰ اس کی توجیہہ بعض نے یہ کی ہے کہ اس کا آسمان تک پہنچنا صرف ایک قدم سے تھا کیونکہ زمین سے نظر آسمان تک اٹھتی۔ اس طرح سات آسمان سات قدموں سے طے ہو گئے۔

۱۱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا براق پر سوار ہونا محض اعانت و قدرت الٰہی ہے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو سوار جبرئیل امین نے اپنی قوت ملکوتی کی بنا پر کیا ہو اس میں بھی کوئی بُعد نہیں۔ کیونکہ حضرت جبرئیل وصول فیضِ الٰہی اور نزولِ وحیِ الٰہی کا سبب بنتے ہیں یہ بھی خدمت ہی کی صورت ہے جو خدام بادشاہوں کی بجا لاتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاکر اور خادم تھے۔ روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے رکاب تھامی اور حضرت میکائیل نے براق کی لگام ہاتھ میں لی۔

۱۲ اس حدیث میں واقعہ اسراء بیان ہوا ہے۔ اس سے بعض لوگوں نے گمان کیا کہ شاید معراج شب اسراء کے علاوہ رات میں ہوئی ہے اور اس حدیث کی دلالت ہے کہ آسمان تک آپ سواری پر تھے۔ بعض نے کہا مسجدِ اقصیٰ میں پہنچنے کے بعد سیڑھی پیش کی گئی، جس سے آپ آسمان پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل امین آپ کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ واللہ اعلم۔

۱۳ تمھارے سامنے حضور ہیں انھیں طلب فرمایا گیا ہے یا خود آئے ہیں؟

۱۴ بعض نے کہا کہ سوال سے مقصد یہ تھا کہ انھیں مبعوث کیا گیا ہے اور ان کی طرف وحی کا نزول ہوا ہے لیکن یہ محلِ نظر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا معاملہ ملکوت میں مشہور ہے۔ چہ جائیکہ اس کے بارے میں سوال کیا جائے، لیکن پہلا قول بھی ضُعف سے خالی نہیں کیونکہ یہ بات بھی واضح ہے کہ بغیر اذن اور امرِ الٰہی جبرئیل کے ساتھ کوئی نہیں جا سکتا۔ احسن قول یہ ہے کہ ان کا سوال آپ کی آمد اور قدم رنجہ اور بلندی پر بطور خوشی و تعجب کا اظہار کرنے کے لیے تھا۔ یہی قول اظہر، احسن، نہایت پسندیدہ اور قیل مرحبا کے زیادہ مناسب ہے۔

۱۵ مرحبا، فراخ جگہ پہ آنا

۱۶ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ اس پر شاہد و ناطق ہیں کہ آسمانوں کے دروازے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

وہ بیت المقدس کے مقابل و محاذی ہیں، فلاسفہ کا قول خرق و التیام کا بطلان اسے باطل کر دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تمام کو شامل ہے اور آسمان بھی دیگر اجسام کی طرح ہیں اور تمام قابل خرق و التیام ہیں جو انھوں نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں وہ تمام مدخول و معلول ہیں۔ جب آسمان کے لیے دروازے ثابت ہیں تو اس سے خرق و التیام بھی لازم نہیں آئے گا۔

۱۷ھ شارحین نے فرمایا حضرت جبرئیل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کو پہلے سلام کرنے کو کہا تو اس کی وجہ تواضع و شفقت کی تعلیم تھی۔ کیونکہ جبرئیل جو کچھ بھی کہہ رہے تھے وہ سراپا تعلیم الٰہی تھا۔ کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام و بلندی پر پہنچ رہے تھے جس سے آگے بلندی کا تصور ہی ممکن نہیں تو اس کا تقاضا یہی تھا کہ آپ تواضع کا اظہار کریں۔ یہ بھی کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزر رہے تھے اس لیے آپ قائم کے حکم میں تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے مقام پر ہونے کی وجہ سے قاعد کے حکم میں تھے اور ضابطہ یہ ہے کہ قائم قاعد کو سلام کہے خواہ وہ بزرگ ہی ہو۔

۱۸ھ تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کو صالح کہا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عظیم و رفیع مقام ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء کا یہ وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا وَكُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ (اور یہ تمام صالحین میں سے ہیں) وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ (اور ان تمام کو ہم نے صالح بنایا) لفظ صلاح فساد کی ضد ہے صالح تمام صفات کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے کیونکہ جب آدمی صالح ہو جاتا ہے تو اس کا دل تمام کمالات اور صفات جمیلہ سے مزین ہو جاتا ہے چنانچہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں صلاح بندے کا بالکلیہ اپنی ہستی وجود کو فنا کر دینا ہے کیونکہ جب تک ہستی باقی ہے فساد باقی ہے۔ جب اللہ میں فنائیت حاصل ہو گی اللہ کے ساتھ بقا بھی کامل ہو گی اور تمام میں اکمل آنحضرت سید السادات اور افضل کائنات ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائر النبیین وآل کلہ وسائر الصالحین

۱۹ھ کیونکہ حضرت مریم کی ہمشیرہ حضرت زکریا کی بیوی ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت زکریا نے حضرت مریم کی کفالت کی ذمہ داری لی تھی۔

۲۰ھ اگرچہ حضرت ادریس علیہ السلام آپ کے آباء میں سے ہیں لیکن تمام انبیاء آپس میں بھائی ہیں اور ابوت حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام مشہور ہیں۔ اس وجہ سے انبیاء نے ابن صالح کہا۔

۲۱ھ شارحین نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک امت کی فضیلت پر بطور حسد نہ تھا کیونکہ وہ مذموم ہے اور اس جہاں میں ہر مومن سے اسے دور کر دیا جائے گا تو ان میں یہ بات کیسے ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے منتخب، اس سے کلام کرنے والے اور اس کے ہم راز ہیں بلکہ اس کا سبب ان کی امت کا مخالفت کرنا اور ان کے احکام کا نہ بجا لانا ہے کیونکہ اس پر رفع درجات کا مدار تھا۔ اسی وجہ سے ان میں نقص آیا جس کی وجہ سے امت کے اجر میں کمی ہوئی اور اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اجر پر بھی اثر پڑا۔ کیونکہ پیغمبر کو

اس کے تابعین کے مطابق اجر ملتا ہے ۔ بعض نے کہا ان کا یہ رونا اپنی امت پر بطور شفقت تھا کہ انھوں نے ان کی ذات سے صحیح نفع اور فائدہ حاصل نہ کیا جس طرح کہ اس امت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے فائدہ اٹھایا ہے اسی وجہ سے ان کی کثرت اس امت کی کثرت کی طرح نہ ہوئی ۔ تحقیق یہ ہے کہ اپنی امت کے بارے میں جو رافت ، شفقت اور رحمت ہر پیغمبر کے دل میں ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کے دل میں کہاں ؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس موقعہ پر بصورت گریہ اپنی امت سے رافت و رحمت کا اظہار کیا کیونکہ یہ نہایت فضل وکرم کا وقت تھا ۔ اللہ تعالیٰ اس گھڑی کی برکت سے شاید رحم فرمادے ۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ ان کا رونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی دلانے کے لیے تھا کہ آپ کی امت دوسرے انبیاء کی امت کی بہ نسبت زیادہ جنت میں جائے گی باقی ان کا یہ قول کہ میرے بعد اس نوجوان کو مبعوث کیا گیا الخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص یا حقارت کے لیے ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے عظیم کرم کا تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھی اس قدر نہیں مگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا اس قدر کرم ہے کہ آپ کی امت کو دیگر تمام انبیاء کی امتوں پر کثرت حاصل ہے ۔ بعض اوقات لفظ غلام بول کر طاقت ور اور نوجوان مراد لیا جاتا ہے اگرچہ عمر بڑھاپے کی ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوجوان کہتے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بوڑھا ۔ حالانکہ وہ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے تھے ۔

۲۲ھ سدرۃ المنتہیٰ ، ایک درخت کا نام ہے جو ساتویں آسمان پر ہے اور اس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں ، لغت میں بیری کے درخت کو کہا جاتا ہے ۔ منتہیٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تمام مخلوق ملائکہ وغیرہ کے علوم وہاں تک ہی ہیں وہاں سے آگے سوائے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں گیا ۔ شعر

چناں گرم در تیہ قربت براند کہ در سدرہ جبرئیل ازو بازماند

۲۳ھ نبق ، باء پر زبر یا زیر ، بیری کا پھل ، قِلال ، قاف کے نیچے زیر قلہ کی جمع بمعنی بڑے ہجر ، ہاء اور جیم دونوں پر زبر ۔ مدینہ طیبہ کے پاس جگہ کا نام ہے وہاں کے کوزے بڑے ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے ۔

۲۴ھ فِیَلَۃ ، فاء کے نیچے زیر یاء پر زبر فیل کی جمع ۔ جیسا کہ دیک کی جمع دکیہ ہے باقی یہ لفظ سمجھانے کے لیے تشبیہ ہے ورنہ اس کی بڑائی حد حصر سے باہر ہے ۔

۲۵ھ یا تو آپ کو آگاہ کرنا مقصود تھا اور اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ آپ اس مقام رفیع پر تشریف فرما ہوئے ہیں جو عقل و علوم خلائق کی انتہا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت و صحبت سے جدائی پر معذرت کی تھی

بگفتا فراتر مجالم نماند بماندم کہ نیروے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

(اگر میں ایک بال کی مانند آگے بڑھتا ہوں تو انوار و تجلیات سے میں جل جاؤں گا)

۲۶ امام طیبی کہتے ہیں ایک سلسبیل اور دوسری کو ثر ہے۔ شرح میں فرشتے نے کہا کہ ایک کوثر ہے اور جنتی نہر، اسے باطن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنت میں ہی رواں ہے نہ کہ باہر۔ بعض نے وجہ یہ بیان کی کہ اس کی حقیقت کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔

۲۷ ظاہر یہی ہے کہ اس سے مصر کی نیل اور فرات کو مراد ہے۔ حدیث کی بناء پر یہ پانچوں سدرہ سے نکلتے ہیں اور زمین پر رواں ہوتے ہیں۔ مجمع الجوامع میں امام سیوطی نے نیل و فرات کے بارے میں جو احادیث ذکر کی ہیں وہ بہت سے ایسے عجائب و غرائب پر مشتمل ہیں کہ عقل ان میں حیران رہ جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ از قبیلِ تشبیہ ہے کہ ان کا پانی لطافت، مٹھاس اور منافع میں آبِ بہشت کی طرح ہے یا موافقت فقط ناموں میں ہے کہ یہ دو نہریں دنیا کی جنتی دو نہروں کے ہم نام ہیں۔ (شرح ابن الملک)

۲۸ یہ ساتویں آسمان میں خانہ کعبہ کے مقابل ہے۔ اگر بالفرض وہاں سے کوئی چیز سیدھی نیچے پھینکی جائے تو وہ کعبہ کی چھت پر ہی آئے گی۔ اس کا تذکرہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

۲۹ تاکہ میں ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر سکوں۔

۳۰ یعنی دین اسلام جس پر مخلوق کی تخلیق ہوتی ہے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ لبن اس جہان میں دین و علم کی مثال بنتا ہے حتیٰ کہ کوئی خواب میں دودھ پیتا ہے تو تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اسے علم حاصل ہوگا۔ ان میں مناسبت یہ ہے کہ ابتداءً انسان کی غذا دودھ ہی بنتا ہے، صفا، لطافت اور مٹھاس بھی وجہ مناسبت ہے۔

۳۱ خمر، یہ توام الخبائث یعنی شر و فساد کی اصل ہے دوسری حدیث میں ہے جبرئیل امین نے کہا اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں فساد آجاتا۔ اگرچہ اس وقت شراب مباح تھی خصوصًا شراب جنت۔ مگر اس کی اس جہان میں تعبیر یہی ہے۔ رہا عسل تو اگرچہ اس کی مٹھاس اور اس میں شفا ہے مگر دودھ کی لطافت و گودائی اس سے زیادہ ہے۔ اگلی حدیث میں عسل کا ذکر نہیں صرف خمر اور لبن کا ذکر ہی آیا ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں کا ملنا آسمان کے اوپر تھا جبکہ آئندہ حدیث میں ہے کہ یہ مسجد اقصیٰ کے پاس ہوا تھا۔ ظاہر یہی ہے کہ دونوں مقامات پر ہوا۔ بیت المقدس میں دو خمر و لبن اور آسمان کے اوپر تین خمر، لبن اور عسل پیش کیے گئے۔

۳۲ میں نے دیکھا ہے لوگوں پر یہ شاق ہوگا۔

۳۳ آپ کی امت چالیس ادا نہ کر سکے گی میں نے امت کو آزمایا ہوا ہے۔

۳۴ حیا کی وجہ سے میں اب نہیں جاؤں گا۔

۳۵ میں نے اسے تسلیم کر لیا اور امت کا معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کی توفیق کے سپرد کر دیا ہے۔

۵۶۱۱ وَعَنْ ثَابِتٍ نِ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ

حضرت ثابت البنانی سے وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا۔ سفید دراز جانور ہے گدھے

الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ يَقَعُ حَافِرُهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ فَرَكِبْتُهٗ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَرَبَطْتُهٗ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ تَرْبِطُ بِهَا الْاَنْبِيَآءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَآءَنِيْ جِبْرِيْلُ بِاِنَآءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَآءٍ مِّنَ اللَّبَنِ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا اِلَى السَّمَآءِ وَسَاقَ مِثْلَ مَعْنَاهُ قَالَ فَاِذَا اَنَا بِاٰدَمَ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ وَقَالَ فِي السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ فَاِذَا اَنَا بِيُوْسُفَ اِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ بُكَآءَ مُوْسٰى وَقَالَ فِي السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِيْمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاِذَا هُوَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِيْ اِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا وَرَقُهَا كَاٰذَانِ الْفِيَلَةِ وَاِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا وَاَوْحٰى اِلَيَّ مَا اَوْحٰى فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى

اونچا، خچر سے نیچا اپنی ٹاپ اپنی نگاہ کی حد پر رکھتا ہے میں اس پر سوار ہو گیا حتیٰ کہ میں بیت المقدس[1] میں آیا تو میں نے اسے اس کڑے[2] سے باندھا جس سے حضرات انبیاء باندھا کرتے تھے فرمایا پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو اس میں دو رکعتیں پڑھیں پھر میں نکلا تو جبریل میرے پاس ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دودھ کا لائے تو میں نے دودھ اختیار کیا تو جبریل بولے کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا پھر ہم کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا اور پچھلی حدیث کے معنی بیان کیے فرمایا کہ ہم جناب آدم علیہ السلام کے پاس تھے انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور مجھے دعائے خیر دی پھر تیسرے آسمان میں پہنچے تو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تھا انھیں آدھا حسن[3] دیا گیا ہے انھوں نے مجھے مرحبا کہا میرے لیے دعائے خیر کی اور جناب موسیٰ علیہ السلام کا رونا ذکر نہیں کیا اور فرمایا کہ ساتویں آسمان پر پہنچے تو ہم جناب ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھے جو بیت المعمور[5] سے پیٹھ لگائے تھے اس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو پھر کبھی وہاں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس لے گئے تو اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح تو جب اسے اللہ کے حکم سے ملا نورانیت[6] چھا گئی تو سدرہ ایک دم بدل گیا اللہ کی مخلوق میں کوئی نہیں جو اس کی خوش نمائی بیان کر سکے۔ رب نے میری طرف جو وحی کی وہ کی پھر مجھ پر پانچ نمازیں ہر دن و رات[7] میں فرض فرمائیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام تک اتر کر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا۔ میں نے کہا ہر دن و رات میں پچاس نمازیں انھوں نے کہا

رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَالِكَ فَاِنِّيْ بَلَوْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَبِّيْ فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَحَطَّ عَنِّيْ خَمْسًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّيْ خَمْسًا قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَالِكَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ قَالَ فَلَمْ اَزَلْ اَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّيْ وَبَيْنَ مُوْسٰى حَتّٰى قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرٌ فَذَالِكَ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهٗ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ لَهٗ شَيْئًا فَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهٗ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً قَالَ فَنَزَلْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ اِلٰى رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ

(رواہ مسلم)

اپنے رب کی طرف لوٹیے اس سے ہلکا کرنے کی درخواست کیجیے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی۔ میں تو بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ ان پر تجربہ کر لیا ہے فرمایا پھر میں اپنے رب کی طرف لوٹا میں نے عرض کیا یا رب میری امت پر تخفیف فرما تو اس نے پانچ نمازیں کم کر دیں پھر میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا۔ میں نے کہا کہ مجھ سے پانچ کم کر دیں انھوں نے کہا کہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں اس سے کمی کا سوال کریں۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان دورہ کرتا رہا حتی کہ فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ ہر نماز کا دس گنا ثواب تو یہ پچاس نمازیں ہی ہوئیں۔ جو کوئی کسی نیکی کا ارادہ کرے پھر وہ کرے نہیں تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جائے گی پھر اگر وہ یہ کر بھی لے تو اس کے لیے دس لکھوں گا اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں تو اس کے لیے کچھ نہیں لکھوں گا۔ پھر اگر وہ کرے تو اس کے لیے ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف اترا میں نے انھیں یہ خبر دی تو انھوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس ہو جائیے اس سے کمی کا سوال کریں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف اتنا لوٹ چکا کہ اب میں اس سے شرم کرتا ہوں (مسلم)

لہ ثابت البنانی، باء پر پیش، نون مخففہ مشہور تابعی ہیں۔ بصرہ کے نامور علماء اور فقہاء میں سے ہیں لباس فاخرہ پہنا کرتے تھے۔ چالیس سال تک حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے۔ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ہر شے کے لیے قفل ہوتا ہے۔ لیکن ثابت خیر کی چابیوں میں سے ہے۔

۲؎ بیت المقدس، میم پر زبر، قاف ساکن، دال کے نیچے زیر، یا میم پر پیش، قاف پر زبر، دال پر فتحہ اور مشدد

۳؎ حلقہ، لام ساکن یا مفتوحہ یَرْبِطُ بِھَا ضمیر حلقہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اکثر میں مذکر ضمیر معنی کے اعتبار سے ہے۔ یہاں راوی نے امامت انبیاء کا ذکر نہیں کیا۔ بوجہ اختصار یا بوجہ ذہول جیسا کہ پہلی حدیث میں بیت المقدس کا ذکر رہ گیا ہے۔

۴؎ واضح رہے کہ شطر بمعنی نصف یا کسی شئے کا جزء خواہ وہ اس کا نصف ہو یا کم بمعنی جہت اور طرف بھی آتا ہے۔ یہاں بمعنی جزء ہے اگر بمعنی جہت عل لیں تو بھی معنی درست ہے کہ انھیں حسن کی بڑی طرف دی گئی ہے۔ الغرض حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وصباحت کی شان میں جو کچھ وارد ہے اس سے ذہن میں آتا ہے کہ اس باب میں انھیں حظ عظیم دیا گیا ہے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز ہیں۔ قصہ معراج میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسے شخص کے پاس پہنچا جو اللہ کی مخلوق میں سب سے حسین اور حسن میں مخلوق سے افزوں تر تھے جیسا کہ چاند کو دوسرے ستاروں پر فوقیت حاصل ہے۔ پھر امام ترمذی اپنی جامع میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو حسن اور خوش آوازی عطا فرمائی لیکن تمھارے پیغمبر ان میں زیادہ حسین اور خوش آواز ہیں۔ لہٰذا حدیث معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مخلوق کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ بعض نے کہا متکلم عموم خطاب میں شامل نہیں ہوتا۔ شیخ ابن حجر مکی شرح شمائل میں فرماتے ہیں ایمان کے اتمام میں سے یہ اعتقاد بھی ہے کہ ظاہری صورت میں جو حسن ولطافت آپ کو حاصل ہے وہ دوسرے میں نہیں۔ جیسا کہ باطن سیرت میں فضل و کمال کی جامع شخصیت آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں کیونکہ ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف وتعریف کا تقاضا بطریہ ہے کہ مرتبہ الوہیت کے علاوہ جو بھی فضل وکمال ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے اس میں آپ سے کامل تو کجا آپ کے مساوی کوئی نہیں۔ اشعار

کسے بحسن و ملاحت بیار ما نرسد   ترا دریں سخن انکار کار ما نرسد

(حسن وملاحت میں ہمارے یار کا مقابلہ نہیں اور تمھیں ان باتوں کے انکار کا حق نہیں پہنچتا)

ہزار سکہ بیازار کائنات زدند   یکے بخوبی صاحب عیار ما نرسد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمقدار حسنہ وجمالہ وفضلہ وکمالہ

۵؎ وہاں ہر روز ستر ہزار دوسرے فرشتے آتے ہیں۔ حدیث سابق کی شرح سے معلوم ہوا کہ بیت المعمور خانہ کعبہ کے مقابل ہے۔ منقول ہے کہ یہ وہی بیت المعمور ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے نیچے لایا گیا اور پھر دوبارہ اٹھا لیا گیا۔

۶؎ وہ انوار الٰہیہ میں پوشیدہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ پروانوں کی طرح ہے جو شمع پر گرتے ہیں اور یہ سونے سے بنی ہوئی ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں یہ فرشتوں کے پروں کے انوار ہیں۔

۵۷ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا، احوط اور اقرب صواب یہی ہے کہ اسے مبہم اور مجمل ہی رہنے دیا گیا اس کی تفصیل اور تفسیر بیان کی گئی۔

۵۸ بعض نسخوں میں ہر دن رات کا بھی تذکرہ ہے۔

۵۹ ہر دفعہ پانچ کم ہوتی گئیں۔ حتیٰ کہ پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔

۶۰ اس حدیث سے پتہ چل رہا ہے کہ کمی پانچ پانچ کی ہوتی رہی تو اس طرح نو بار جانا ہوا۔ سابق حدیث سے دس دس کی کمی معلوم ہوتی ہے۔ آئندہ حدیث میں شطر شطر کی کمی کا تذکرہ ہے اور شطر کا معنی نصف ہے ان روایات کے درمیان موافقت یوں ہے کہ نصف کی کمی عام ہے خواہ ایک ہی بار ہو یا متعدد دفعہ۔ اس طرح جب پانچ پانچ کم ہوئیں تو دو دفعہ دس ہوگئیں اور پانچ دفعہ پچیس۔ امام کرمانی کہتے ہیں پہلی دفعہ پچیس کی کمی ہوئی دوسری دفعہ تیرہ اور تیسری دفعہ سات کی کمی ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک پر اس کا ثواب بطور فضل عطا فرما دیا۔

۶۱ یہ کم از کم کا ذکر ہے ورنہ دیگر احادیث میں ستر تک بلکہ صدق و اخلاص کی بناء پر اس سے زائد ثواب کا ذکر ملتا ہے۔

۶۲ محدثین فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ و قصد میں ہے۔ لیکن عزم مصمم کا مرتبہ ارادہ سے بالا تر ہوتا ہے اور دل کا عمل ہے جس پر مواخذہ ہے جیسا کہ دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے۔

۵۶۱۲/۳ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنِّيْ سَقْفُ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهٗ فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعُرِجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ

ابن شہاب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جناب ابوذر خبر دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی جب کہ میں مکہ میں تھا پھر جناب جبرئیل اترے انھوں نے میرا سینہ کھولا پھر اسے آبِ زمزم سے دھویا پھر سونے کا ایک طشت لائے حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا اسے میرے سینے میں ڈال دیا پھر اسے سی دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا تو مجھے آسمان کی طرف لے گئے تو جب میں دنیاوی آسمان تک پہنچا تو جبرئیل نے آسمان کے خزانچی سے کہا کھولو۔ اس نے کہا کون ہے انھوں نے کہا جبرئیل ہیں۔ کہا گیا تمھارے ساتھ کوئی ہے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس نے کہا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ جب کھولا تو ہم

عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا إِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰى يَمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرَئِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى حَتّٰى عُرِجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُ قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَاِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ اَنَّهٗ ذَكَرَ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ

ہم دنیا کے آسمان میں چڑھ گئے وہاں ایک صاحب بیٹھے تھے جن کے داہنے کچھ جماعتیں تھیں اور ان کے بائیں کچھ جماعتیں تھیں تو جب اپنے داہنے دیکھتے تو ہنستے تھے اور جب بائیں دیکھتے تو روتے تھے۔ انھوں نے کہا نبی صالح فرزند صالح خوب آئے۔ میں نے جبرئیل سے کہا کہ یہ کون ہیں انھوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ جماعتیں جو ان کے دائیں بائیں ہیں وہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ داہنے والے ان میں سے جنتی ہیں اور وہ جماعتیں جو ان کے بائیں طرف ہیں وہ دوزخی لوگ ہیں۔ جب وہ اپنے داہنے دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب اپنے بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے پھر اس کے خزانچی سے کہا کھولو۔ ان سے خزانچی نے اس طرح کہا جو پہلے نے کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ادریس، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو پایا یہ یاد نہ رہا کہ ان کے مقامات کیسے تھے بجز اس کے کہ انھوں نے ذکر کیا کہ انھوں نے پہلے آسمان سے آدم علیہ السلام کو اور چھٹے آسمان پر ابراہیم علیہ السلام کو پایا۔ ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چڑھایا گیا حتیٰ کہ میں ایک میدان میں پہنچا جس میں قلموں کی چرچراہٹ سنتا تھا اور ابن حزم اور انس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ تو میں یہ لے کر واپس ہوا

حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰہُ لَکَ عَلٰی اُمَّتِکَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ فَرَاجَعَنِیْ فَوَضَعَ شَطْرَھَا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقُلْتُ وَضَعَ شَطْرَھَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُہٗ فَوَضَعَ شَطْرَھَا فَرَجَعْتُ اِلَیْہِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ فَرَجَعْتُہٗ فَقَالَ ھِیَ خَمْسٌ وَّھِیَ خَمْسُوْنَ لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَقُلْتُ اسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَّبِّیْ ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ حَتّٰی انْتَھٰی بِیْ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَغَشِیَھَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِیْ مَا ھِیَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَا فِیْھَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُھَا الْمِسْکُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے آپ کی امت پر کیا فرض کیا۔ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کیں۔ انھوں نے کہا اپنے رب کی طرف لوٹ جائیے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی۔ انھوں نے مجھے واپس کر دیا۔ رب نے آدھی نمازیں معاف فرما دیں۔ میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو میں نے کہا کہ اس نے آدھی معاف فرما دیں۔ انھوں نے کہا آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پھر میں واپس ہوا اس کی آدھی معاف فرما دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انھوں نے کہا رب کی طرف لوٹ جائیے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی۔ پھر میں واپس گیا تو رب نے فرمایا کہ نمازیں پانچ ہیں وہ حقیقت میں پچاس ہیں ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انھوں نے کہا اپنے رب کی طرف واپس لوٹیے میں نے کہا میں اپنے رب سے شرم کرتا ہوں پھر مجھے لے گئے حتیٰ کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا اور اس پر مختلف رنگ چھا گئے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتی کی عمارتیں تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی

(بخاری و مسلم)

سلہ فرج، مجہول تخفیف اور تشدید دونوں طرح ہے۔ مقامِ اسراء کی تعیین کے بارے میں روایات مختلف ہیں بعض میں حطیم بعض میں حجر جیسا کہ حدیث اول میں آیا۔ بعض میں عند البیت بعض میں شعب ابی طالب اور بعض میں بیت ام ہانی یہ مشہور تر ہے۔ ان اقوال کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فتح الباری میں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر تھے اسے آپ نے اپنا گھر قرار دیا کیونکہ رات وہاں بسر کی تھی اور وہ شعب ابی طالب میں ہی تھا وہاں سے فرشتہ کعبہ کے پاس سے آیا وہاں مسجد اقصیٰ کی طرف روانگی ہوئی۔

۲؎ فرج۔ یہاں یہ لفظ معروف اور مخفف ہی ہے۔

۳؎ اس کی شرح فصل اول میں گزر چکی لیکن ظاہر یہی ہے طشت سونے کی تھی اس کے بعد قلب انور کو علم و ایمان سے پر کیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے قلب اقدس کو آب زمزم سے دھویا گیا۔ اس کے بعد حکمت و ایمان سے پرتھال لایا گیا اور آپ کے سینہ اقدس میں ڈال دیا گیا۔

۴؎ یہاں سواری براق اور مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر نہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا کہ معراج، اسراء کی رات نہیں ہوا بلکہ کسی دوسری رات میں ہوا۔ کیونکہ براق کی سواری اسراء میں ہے۔

۵؎ اسودہ، ہمزہ پر زبر، سین ساکن اور نیچے زیر، سوار کی جمع، انسان کی ذات کو کہتے ہیں۔ فتح الباری میں ہے کہ چیز کے تشخص کو سوار کہا جاتا ہے۔

۶؎ یہ بطور تمثل تھے۔ نسم نون اور سین پر زبر بمعنی نفس، روح، بدن، بمعنی انسان بھی آتا ہے

۷؎ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین اولاد کی پریشانی میں پریشان ہوتے ہیں خواہ اولاد نیک ہو یا بد۔

۸؎ حدیث اول میں گزرا حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر تھے یہ اقویٰ واثبت ہے۔ کیونکہ حدیث جماعت میں ہے کہ آپ نے انھیں دیکھا کہ وہ بیت المعمور کے ساتھ تکیہ لگا کر تشریف فرما ہیں۔ بالجملہ آسمانوں کی تعیین اور وہاں انبیاء سے ملاقات کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے یہ یا تو روایات میں اشتباہ کی وجہ سے ہے یا ممکن ہے دونوں آسمانوں پر ملاقات ہوئی ہو

۹؎ ابن حزم، حا اور زاء

۱۰؎ اباحبّۃ، باء، حاء مشدد، بعض نے نون لیکن باء مشہور ہے یہ صحابی ہیں۔

۱۱؎ جن کے ساتھ فرشتے احکام الٰہی اور تقادیر لکھتے ہیں اور لوح محفوظ سے منتقل کرتے ہیں۔ ان قلموں کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے نقوش اور حروف سامنے آتے ہیں۔

فلاسفہ کے ایک گروہ نے اس کی ظاہر سے تاویل کی ہے لیکن طریقہ اسلام یہ ہے کہ اسے ظاہر پر ہی رکھتے ہوئے اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی حقیقت علم الٰہی کے حوالے کر دی جائے واللہ اعلم۔

۱۲؎ مراجع میں ہے رجوع واپس ہونا اور مراجعت واپس کرنا ہوتا ہے۔

۱۳؎ بعض نسخوں میں فراجعت ہے اور یہی ظاہر ہے۔

۱۴؎ عملاً پانچ مگر ثواب میں پچاس ہیں۔

۱۵؎ عدم تبدیل سے مراد پانچ کی فرضیت اور اس حکم کا دائمی ہونا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ یہ پانچ، پچاس کے حکم میں ہیں اس دائمی قاعدہ کے تحت کہ ایک نیکی کا ثواب دس ملتا ہے۔

۱۶؎ یہ دونوں مجہول ہیں

۱۷؎ ان رنگوں کی حقیقت کیا ہے۔؟

۱۸ھ جنابذ، جنبذہ کی جمع ہے، جیم پر پیش، نون ساکن آخر میں ذال گول گول عمارت جیسے قبہ عام، باء پر فتحہ پڑھتے ہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ گنبد سے معرب ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے جنت کی سیر کی وہاں نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے قبے تھے۔

۱۹ھ مثل مشک یا اس کی حقیقت مشک تھی۔

۵۶۱۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا اُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهٰى بِهٖ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ اِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يَعْرُجُ بِهٖ مِنَ الْاَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَاِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى قَالَ فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا اُعْطِيَ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ وَاُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ مِنْ اُمَّتِهٖ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پہلے جایا گیا۔ یہ چھٹے آسمان میں ہے جو چیزیں زمین سے اوپر اٹھائی جاتی ہیں وہ وہاں تک ہی پہنچتی ہیں پھر وہاں سے لے لی جاتی ہیں اور جو چیزیں اوپر سے اتاری جاتی ہیں وہ وہاں تک ہی پہنچتی ہیں پھر وہاں سے لے لی جاتی ہیں۔ فرمایا اچانک سدرہ پر چھا گئی جو چھا گئی فرمایا وہ سونے کے پتنگے تھے۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں۔ آپ کو پانچ نمازیں دی گئیں، اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں اور آپ کی امت میں سے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ان کے گناہ بخشے گئے۔

۱ھ حدیث مالک بن صعصعہ میں گزرا کہ سدرہ ساتویں آسمان پر ہے۔ موافقت یوں بیان کی گئی ہے کہ اس کی جڑیں چھٹے آسمان میں اور شاخیں ساتویں پر ہیں۔

۲ھ اعمال و علوم۔

۳ھ قدرت الٰہی سے ملائکہ اس سے اوپر نہیں جا سکتے۔

۴ھ اللہ تعالیٰ کے احکام و اوامر۔

۵ھ ملائکہ وہاں کھڑے ہوتے ہیں اور وہاں سے احکام حاصل کرتے ہیں۔ یہ جگہ علوم خلق اور عروج ملائکہ کی انتہا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی اس سے اوپر نہیں گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہاں تک تشریف لے گئے جہاں کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ اشعار

برداشت از طبیعت امکاں کہ آں	اسریٰ بعبدہ است من المسجد الحرام
تا عرصہ وجوب کہ اقصائے عالم ست	کانجا نہ جاست و نہ جہت و نہ نشان
سرے ست بس شگرف و انجا ہیچ ناں	از آشنائے عالم جان ہم بس ازیں مقام

(وہاں نہ جگہ ہے نہ سمت نہ نشان اور نہ نام، وہ راز ہے
اس مقام کے حوالے سے کسی آشنا عالم سے پوچھ)

۵۶ حضور نے فرمایا یا ابنِ مسعود نے اپنے قول کی تائید میں

۵۷ ایسی چیز ہے جس کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا کہ وہ کون سی اور کیسی ہے۔ مقصود اس کی تعظیم و تکثیر ہے۔ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی "لا ادری" کا مفہوم بھی یہی ہو نہ کہ حقیقتِ عدم علم و درایت، دوسری حدیث میں ہے کہ اس کے ہر جگہ پر فرشتہ تھا جو تسبیح کہہ رہا تھا اور وہاں ذی روح سبز رنگ میں یعنی ارواحِ انبیاء و اولیاء تھیں۔

۵۸ عالمِ ملکوتی سے نازل انوار کو فراش کے ساتھ تشبیہ دی۔ فراش۔ فاء پر زبر پروانے جو شمع کے ارد گرد ہوتے ہیں یہاں نورِ اقدس رب تعالیٰ کے ساتھ محبت، شوق مستی اور سرگردانی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ایک روایت میں جرار مکڑی کا ذکر ہے۔ یہ بھی بطور تشبیہ و تمثیل، کیونکہ یہ درختوں پر آتے اور بیٹھتے ہیں۔ ذہب سے مراد صفائی و ضیاء ہے۔ حقیقۃً ذہب بھی مراد ہو سکتا ہے اور قدرت ان چیزوں کو شامل ہے۔

۵۹ وہ تین چیزیں کون سی تھیں؟ المواہب میں ہے کہ ان سے مراد وہ علم، عمل اور انوار و فیوض و برکات کی عطا ہے جو حد و گنتی سے ماوراء ہیں۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان تین چیزوں کا تعلق شرف کرامت میں امت کے ساتھ ہے۔

۶۰ جن میں اس امت پر اللہ تعالیٰ کے کمالِ رحمت، اس کے لیے آسانیاں، عفو و مغفرت اور ان کے کفار پر مدد و نصرت کا تذکرہ ہے۔

۶۱ اتمام، سختی سے ڈالنا یعنی اس امت کے عاصی لوگوں کو بہشت میں داخل کیا جائے گا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

فَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِیْ

یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۶۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ یَسْاَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَاَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَکُرِبْتُ کُرْبًا مَا کُرِبْتُ مِثْلَهٗ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا۔ قریش مجھ سے میرے سفرِ معراج کے متعلق سوالات کر رہے تھے تو انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی چیزوں کے متعلق

لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ مَا یَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَأْتُھُمْ وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَۃٍ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِذَا مُوْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ کَاَنَّہٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَۃَ وَاِذَا عِیْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَقْرَبُ النَّاسِ بِہٖ شَبَھًا عُرْوَۃُ ابْنُ مَسْعُوْدِ الثَّقَفِیُّ وَاِذَا اِبْرَاھِیْمُ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَشْبَہُ النَّاسِ بِہٖ صَاحِبُکُمْ یَعْنِیْ نَفْسَہٗ فَحَانَتِ الصَّلٰوۃُ فَاَمَمْتُھُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوۃِ قَالَ لِیْ قَائِلٌ یَا مُحَمَّدُ ھٰذَا مَالِکٌ خَازِنُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ فَالْتَفَتُّ اِلَیْہِ فَبَدَأَنِیْ بِالسَّلَامِ
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

سوالات کیے جب مجھے یاد نہ رہی تھیں[3] تو میں اتنا غمگین ہوا جتنا کبھی نہ ہوا تھا تو اللہ نے میرے سامنے اسے کردیا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا[4] کسی چیز کے متعلق مجھ سے نہ پوچھتے تھے مگر میں انھیں بتا دیتا تھا اور میں نے اپنے کو نبیوں کی جماعت میں دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے وہ درمیانے قد، گھونگھریالے[5] بال والے ہیں۔ گویا وہ شنوءہ[6] کے لوگوں میں سے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ ان سے قریبًا ہم شکل عروہ[7] بن مسعود ثقفی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے سب میں زیادہ ان کے مشابہ تمھارے صاحب یعنی میں ہوں پھر نماز کا وقت[8] ہوگیا تو میں نے ان کی امامت[9] کی پھر جب نماز سے میں فارغ ہوگیا تو مجھ سے کسی کہنے والے نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آگ کے خزانچی مالک ہیں۔ انھیں سلام کیجیے۔ میں نے ان کی طرف توجہ کی تو انھوں نے مجھے سلام کرنے سے ابتداء کی۔
(مسلم)

۱؎ حجر، حا کے نیچے زیر، جیم ساکن، کعبہ کے سامنے والی جگہ جس میں کعبہ کا پرنالہ ہے۔
۲؎ بیت المقدس کی علامات اور نشانیاں
۳؎ ان کے سوالات کے وقت بوجہ لحوق نسیان[علہ]
۴؎ حجابات اٹھا دیئے اور میں نے اسے اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھا
۵؎ جعودت کے دو معانی ہیں بعض اوقات بالوں کا گھنگھرالا ہونا۔ بعض اوقات جسم کے بارے میں بھی آتا ہے۔
۶؎ شنوءۃ قبیلہ کا نام ہے
۷؎ ایک صحابی کا نام ہے کتاب بدأ الخلق میں گزر چکا ہے کہ وہ سرخ، سفید اور نرم تھے۔ گویا ان کے چہرے سے ابھی پانی ٹپک اٹھے گا۔

علہ ظاہر یہی ہے کہ بوجہ عدم توجہ۔ مثلاً اس کے کتنے دروازے ہیں

ے اگر سوال یہ ہو کہ اس جہان میں نماز کی ادائیگی کا معنی کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی اور دنیاوی ہی ہوتی ہے۔ جب وہ زندہ ہی ہیں تو ممکن ہے مکلف بھی ہوں اور یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ وہاں نماز وغیرہ کا لزوم و وجوب نہیں رہتا۔ باقی وجود و ثبوت تو ہو سکتا ہے

ۓ یہ امامت انبیاء بیت المقدس میں تھی۔ اس کے بعد وہ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ یا آسمانوں پر ان کی ارواح متمثل ہوئیں۔ مگر حضرت عیسٰی اور حضرت ادریس علیہما السلام ان کے آسمانوں پر اجسام بھی تھے۔

نلہ میرے سلام کرنے سے پہلے اس نے سلام کہا بوجہ آپ کے غلبہ شوکت و رحمت نار اور اس کے خازن پر ظاہر یہی ہے کہ یہ آسمانوں پر ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں بھی انبیاء کو جماعت کروائی ہو۔ لیکن سیاقِ حدیث یہی واضح کر رہا ہے کہ یہ بیت المقدس میں ہوا۔

۵۶۱۵ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بیت المقدس ظاہر فرما دیا تو میں انھیں وہاں کی خبر دینے لگا حالانکہ میں انھیں دیکھ رہا تھا۔ (مسلم، بخاری)

ے واقعہ اسراء کے بارے میں انھوں نے بیت المقدس کی علامات پوچھیں۔

ے یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیت المقدس کو اٹھا کر دارِ عقیل کے پاس رکھ دیا گیا یہ معجزہ کے اعتبار سے اغلب ہے جیسا کہ بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آ گیا تھا۔

ے یہاں کوئی ایسی روایت نہیں آئی جس میں رویت باری کا تذکرہ ہو۔ صحابہ اور تابعین کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے۔ مختار قول یہی ہے کہ دیدار باری تعالیٰ حاصل ہوا۔ بعض نے کہا دل کے ساتھ۔ لیکن دل کا جاننا اور ہے اور دیکھنا اور ہے۔ اس پر تحقیقی بیان کتاب الجنۃ کے باب رویۃ اللہ میں گزر چکا ہے۔

بَابٌ فِی الْمُعْجِزَاتِ

۲۶۱ معجزات کا بیان

معجزہ، اعجاز سے مشتق ہے بمعنی عاجز کر دینا۔ یہ اس امر کو کہتے ہیں جو دعوی نبوت کے بعد خلاف عادت واقع ہو۔ ایسی چیز اگر اعلانِ نبوت سے پہلے ہو تو اسے ارہاص کہا جاتا ہے۔ مٹی اور پتھر کے ساتھ بنیاد کو مضبوط کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے بھی عمارتِ نبوت کو مستحکم کیا جاتا ہے۔

خلافِ عادت امور کی چار اقسام ہیں اگر ان کا صدور کفار و فساق سے ہو تو استدراج، اگر مسلمانوں سے صدور ہو تو معونت، اگر اولیاء سے ہو تو کرامت، دعوی نبوت کی قید سے یہ تمام خارج ہو گئے سو خلافِ عادت نہیں بلکہ اس کا ظہور اسباب کی بناء پر ہوتا ہے اور جو بھی چیز اسباب عادیہ کی بناء پر ظاہر ہو وہ خلافِ عادت نہیں ہوتی جیسا کہ ادویہ سے شفا، جس نے بھی اسے خلاف عادت کہا اس نے ظاہر کا اعتبار کیا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۶۱۶ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقَ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُءُوْسِنَا وَنَحْنُ فِى الْغَارِ[1] فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمِهٖ اَبْصَرَنَا[2] فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سروں کے اوپر مشرکین کے قدم دیکھے جب کہ ہم غار میں تھے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان میں سے ایک اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو ہم کو دیکھ لے۔ فرمایا اے ابوبکر ! تمہارا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

[1] ہجرت کا واقعہ اور غار میں پہنچنے اور وہاں کفار کے پہنچنے کا بیان کرتے ہوئے۔

[2] اس غار کی صورت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص اس کے دروازے پر اس طرح کھڑا ہو کہ اس کی نظر اندر غار کی طرف ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں پر ہوگی اور جس کی نظر وہاں پاؤں پر ہو وہ دیکھ لے گا کہ اندرون غار کیا ہے

؎۵ یعنی اللہ تعالیٰ جن کی مدد فرمارہا ہو۔ اس واقعہ میں معجزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس غار میں تلاش و اوراس میں دیکھنے اورجھانکنے سے کفار کارخ ہی موڑدیا۔ حالانکہ انھیں اس بات کا یقین تھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اورحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ اس میں ہیں۔

۵۶۱۶ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ حَدِّثْنِیْ کَیْفَ صَنَعْتُمَا حِیْنَ سَرَیْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرَیْنَا لَیْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰی قَامَ قَائِمُ الظَّهِیْرَةِ وَخَلَا الطَّرِیْقُ لَا یَمُرُّ فِیْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِیْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَیْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا وَسَوَّیْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَکَانًا بِیَدِیْ یَنَامُ عَلَیْهِ وَبَسَطْتُ عَلَیْهِ فَرْوَةً وَّقُلْتُ نَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهٗ وَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُّقْبِلٍ قُلْتُ اَفِیْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلِبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَحَلَبَ فِیْ قَعْبٍ کُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ وَّمَعِیْ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْتَوِیْ فِیْهَا یَشْرَبُ وَیَتَوَضَّاُ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ فَوَافَقْتُهٗ حَتّٰی اسْتَیْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَی اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُهٗ فَقُلْتُ اشْرَبْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ یَاْنِ لِلرَّحِیْلِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَارْتَحَلْنَا

حضرت براء بن عازب سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوبکر! تم مجھے بتاؤ کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے تو تم نے کیا کیا تھا۔ فرمایا ہم ساری رات چلتے رہے اور اگلی رات بھی حتیٰ کہ دوپہری کا ٹھہرنے والا ٹھہر گیا اور راستہ خالی ہوگیا کہ اس میں کوئی نہیں گزرتا تھا تو ہم کو ایک لمبا پتھر ظاہر ہوا جس کا سایہ تھا اس پر دھوپ نہیں آتی تھی۔ ہم اس کے پاس اتر گئے تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جگہ اپنے ہاتھ سے ہموار کردی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوئیں اور اس پر پوستین بچھادی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو جائیے میں آپ کے اردگرد پہرہ دوں گا۔ چنانچہ آپ سو گئے اور میں آپ کے اردگرد پہرہ دینے لگا تو میں نے ایک چرواہا سامنے سے آتا دیکھا۔ میں نے کہا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ وہ بولا ہاں۔ میں نے کہا کیا دودھ دے گا؟ بولا ہاں تو اس نے ایک بکری پکڑی۔ ایک پیالہ میں تھوڑا سا دودھ دوہا۔ میرے ساتھ برتن تھا جو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لایا تھا جس میں آپ سیراب ہوتے تھے پیتے تھے اور وضو کرتے تھے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے آپ کو جگانا پسند نہیں کیا تو میں نے انتظار کیا حتیٰ کہ آپ بیدار ہوگئے پھر میں نے دودھ پر پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کا تلہ بھی ٹھنڈا ہوگیا میں نے عرض کیا

بَعْدَ مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَتْنَا سُرَاقَةُ ابْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ أُتِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ إِلٰى بَطْنِهَا فِيْ جَلَدٍ مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ إِنِّيْ أَرَاكُمَا دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِيْ فَاللّٰهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَا يَلْقٰى أَحَدًا إِلَّا قَالَ كُفِيْتُمْ مَا هٰهُنَا فَلَا يَلْقٰى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهٗ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور پئیں آپ نے پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا پھر فرمایا کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا پھر ہم سورج ڈھلنے کے بعد چلیں اور سراقہ بن مالک ہمارے پیچھے پہنچ گئے فرمایا غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر ان کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ ان کا گھوڑا ان کے ساتھ پیٹ تک دھنس گیا سخت زمین میں۔ سراقہ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ دونوں صاحبوں نے مجھ پر بددعا کی ہے آپ دونوں کو اللہ ضامن دیتا ہوں کہ میں تم دونوں سے تلاش کرنے والوں کو دور کر دوں گا چنانچہ ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی وہ چھوٹ گئے پھر وہ یہ کرنے لگے کہ کسی سے نہیں ملتے تھے۔ مگر کہتے تھے تم کفایت کیے گئے ادھر وہ نہیں ہیں کسی سے نہ ملتے مگر اسے واپس کر دیتے۔ (بخاری ومسلم)

سلہ جس دن آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

سلہ۲ یہاں قیام کا معنی توقف، ظہیرہ کا معنی نیم روز، قائم ظہیرہ آفتاب سے مراد اس کا نیم روز میں اس طرح کھڑا ہونا ہے کہ وہ حرکت نہیں کرتا۔

سلہ۳ میں ہر طرف نگاہ رکھتا ہوں، نگہبانی اور پاسبانی کا کام کرتا ہوں، ہر جانب کی خبر رکھوں گا۔ نفض، فاء و ضاد، ہر طرف نظر کرنا اور جو کچھ اس میں ہو اسے نگاہ میں رکھنا۔ نفضہ، تین حروف پر فتحہ اس جماعت کو کہا جاتا ہے جسے جاسوسی کے لیے روانہ کیا گیا ہو۔

سلہ۴ قعب، قاف پر زبر، عین ساکن، پیالہ جس سے آدمی سیر ہو جائے۔ کثبہ، کاف پر پیش ثاء ساکن دودھ دھونا۔

سلہ۵ میں بھی سو گیا۔ وافقتہ، قاف فاء پر مقدم بھی پڑھا گیا ہے۔ میں نے صبر کیا ہے۔ توقف کرتے ہوئے آپ کو بیدار نہ کر سکا۔

سلہ۶ میں نے پانی زیادہ ڈالا تاکہ دودھ ٹھنڈا ہو جائے۔ اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ دودھ میں ٹھنڈا پانی ملا کر پیتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ دودھ کی حرارت کو دور کر دیتا ہے۔

سلہ۷ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ محب کی خوشی اور خوش دلی محبوب کے آرام و آسائش میں ہوتی ہے۔ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر دودھ کیوں حاصل کیا؟ جواب یہ ہے کہ یہ بکریاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

دوست کی بھیں اور انھوں نے ان کی رضا پر اعتماد کیا۔ اہلِ مکہ کی یہ بھی عادت و معمول تھا کہ انھوں نے اپنے چرواہوں کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ اگر کوئی بھوکا پیاسا ہو تو اسے دودھ دے دیا کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر نے وہ دودھ خریدا ہو۔

۸ بوقت زوال

۹ اہلِ مکہ نے اسے اور ایک جماعت کو ہمارے لیے مقرر کیا کہ وہ حضور کو پکڑ لائیں تو انھیں سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ یہی سراقہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔

۱۰ بعض اہلِ معرفت نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قول کے درمیان فرق ہے انھوں نے کہا تھا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَہْدِیْنِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے کرم پر ہوئی اور اس کے بعد اپنی ذات کا ذکر کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر پہلے اپنی ذات پر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف تو پہلی صورت پس اوّل کا شہود اتم واکمل ہے اور یہ مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ (میں نے کسی شے کو نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھا) اور دوسری صورت مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ مَعَہٗ اَوْ بَعْدَہٗ (میں نے کسی شے کو نہیں دیکھا مگر اس کے ساتھ یا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا) کے مطابق ہے۔ پہلی حالت اہلِ جذب و مشاہدہ کی ہے جبکہ دوسری اہلِ استدلال و برہان کی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "معنا" فرمایا تاکہ امت کے فقراء کو بھی حصہ نصیب ہو۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے "معی" کہا جو حرف ان کی اپنی ذات کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔ ایسے ہی ادنی (مجھے دکھا) اور اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ (ہمیں اشیاء کے حقائق کا مشاہدہ عطا فرما) میں بھی فرق ہے۔

۱۱ جلد، جیم و لام دونوں پر زبر، سخت زمین۔

۱۲ ایک روایت میں تین مرتبہ کا ذکر ہے۔

۱۳ میں نے انھیں تلاش کیا نہیں پائے اور تم یہاں ان کی تلاش نہ کرو۔

۵۶۱۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ اَرْضٍ یَخْتَرِفُ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُکَ عَنْ ثَلٰثٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا نَبِیٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَمَا یَنْزِعُ الْوَلَدَ اِلٰی اَبِیْہِ اَوْ اِلٰی اُمِّہٖ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنی، حالانکہ وہ ایک زمین میں کام کر رہے تھے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ میں آپ سے تین ایسی چیزیں پوچھتا ہوں جنھیں نبی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے اور بچے کو کون سی چیز اس کے باپ یا اس کی ماں کی طرف کھینچتی ہے

قَالَ اَخْبَرَنِیْ بِهِنَّ جِبْرِیْلُ اٰنِفًا اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ یَاْکُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِیَادَةُ کَبِدِ حُوْتٍ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْیَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ وَّاِنَّهُمْ اِنْ یَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَسْاَلَهُمْ یَبْهَتُوْنِیْ فَجَاءَتْ یَهُوْدُ فَقَالَ اَیُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ فِیْکُمْ قَالُوْا اِنَّهٗ خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا وَسَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا فَقَالَ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوْهُ قَالَ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُ اَخَافُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

راوی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی مجھے ان کی خبر جبرئیل نے دی۔ قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک پہنچا دے گی اور پہلا وہ کھانا جسے جنتی لوگ کھائیں گے وہ مچھلی کی کلیجی کا کنارہ ہے اور جب مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہو جائے تو مرد بچہ کو کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی غالب ہو جائے تو وہ کھینچ لیتی ہے عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود بہتان لگانے والی قوم ہے اگر آپ کی پوچھ گچھ سے پہلے وہ میرے اسلام کو جان لیں تو مجھے بہتان لگا دیں گے چنانچہ یہود آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں عبداللہ کیسے شخص ہیں وہ بولے کہ ہم میں بہترین ہیں اور ہمارے بہترین کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے ہیں۔ فرمایا بتاؤ تو اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہو جائیں تو بولے انھیں اللہ اس سے پناہ دے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نکلے بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہود بولے کہ وہ ہمارے بدترین ہیں اور ہمارے بدترین کے بیٹے ہیں ان کی بہت برائی کی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ یہ ہی وہ چیز ہے جس سے میں ڈرتا تھا (بخاری)

[1] یہ یہود کے عظیم اور نامور عالم ہیں۔

[2] اپنے باغ میں درختوں سے پھل چن رہے تھے۔ اس سے مقصود بیان واقعہ ہے یا ان کا حضور کے پاس جلدی آنے میں مبالغہ ہے کہ باوجود تنگیٔ فرصت کے وہ آپ کے پاس آتے انھوں نے تورات میں آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پڑھی تھیں اور وہ ظہورِ نبوت کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے وہ پہلے دن ہی ایمان لے آئے۔ شعر

مدتے بود کہ مشتاق لقایت بودم لاجرم روئے ترا دیدم و از جا رفتم

(مدت سے تیری ملاقات کا اشتیاق تھا جب تیرا چہرہ دیکھا تو میں زمین پر نہ رہا)

۳؎ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور نبوت پر بطور علامت

۴؎ اولاد کبھی باپ کے اور کبھی ماں کے مشابہ ہوتی ہے اس کا سبب کیا ہے؟

۵؎ اس سے اسے متوجہ کرنا تھا کہ گوش ہوش سے سنو اس لیے وحی اور نزولِ جبرئیل کا ذکر فرمایا۔

۶؎ مچھلی کا یہ حصہ گوشت نہایت ہی لذیذ ہوتا ہے۔ اس کا بیان باب صفۃ الجنۃ والنار میں گزر چکا ہے

۷؎ یعنی والد کا نطفہ رحم میں پہلے چلا جائے تو بیٹا اس کی مانند ہوتا ہے۔

۸؎ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کی مشابہت مرد وعورت کی منی کی سبقت کی بناء پر ہوتی ہے۔ کتاب الطہارت کے باب الغسل کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منی کے غلبہ کے سبب یا سبقت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے تو سبقت کو دو معانی پر مشتمل و منقسم قرار دیا جاسکتا ہے۔

۹؎ بُھت، کسی پر بہتان باندھنا بہت۔ بارہا دونوں مفہوم یا ہاء ساکن بُھُوت کی جمع۔ بروزنِ فعول مبالغہ کے لیے ہے۔

۱۰؎ حضرت عبداللہ ان سے مخفی تھے

۱۱؎ حضرت عبداللہ اولاد حضرت یوسف علیہ السلام میں سے تھے۔

۱۲؎ تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے؟

۱۳؎ یعنی اسلام لانے سے۔

۱۴؎ ان کے اس بہتان سے میں ڈر رہا تھا۔

۵۶۱۹ وَعَنْہُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِیْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ اَبِیْ سُفْیَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُّخِیْضَہَا الْبَحْرَ لَاَخَضْنَاہَا وَلَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّضْرِبَ اَکْبَادَہَا اِلٰی بَرْکِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

انھیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ اس وقت کیا جب ہم کو ابو سفیان کی آمد کی خبر پہنچی اور سعد ابن عبادہ کھڑے ہوئے بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر آپ ہم کو حکم دیں کہ ہم گھوڑے سمندر میں ڈالیں تو ہم ضرور ڈال دیں اور اگر آپ ہم کو حکم دیں کہ ہم ان کے سینے برک غماد تک ماریں تو ہم ایسا ضرور کریں۔ راوی نے فرمایا

وَسَلَّمَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی نَزَلُوْا بَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَّیَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَّوْضَعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کے لیے بلایا تو لوگ چلے حتیٰ کہ بدر میں اُترے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے اور اپنا ہاتھ زمین پر اِدھر اُدھر رکھتے تھے راوی نے کہا کہ ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی جگہ سے نہ ہٹا۔ (مسلم)

سلہ شام سے مکہ کی طرف ابوسفیان کا قافلہ آیا یہ غزوہ بدر کے مقدمہ کا تذکرہ ہے کہ ابوسفیان اموی تجارت کے لیے شام گیا اور بہت سا سامان لایا اس کے ساتھ چالیس سوار بھی تھے جب مسلمانوں کو اس کی خبر ملی تو انھوں نے اس قافلہ کو روکنے کا ارادہ کیا۔ جب یہ خبر مکہ پہنچی تو ابوجہل بالائے کعبہ پر آیا اور لوگوں کو جمع کیا نکلنے کے لیے حالانکہ قافلہ والے ساحل کا راستہ اختیار کر کے نکل چکے تھے لوگوں نے اسے بتایا مگر وہ نہ مانا۔ اس نے کہا ہم بہرصورت مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں گے۔ پھر وہی کچھ ہوا جو کتب میں مسطور ہے۔ اس حدیث سے مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک معجزہ کا بیان ہے کہ آپ نے مشرکین کے قتل کی جو خبر دی اور جو جگہ ان کے قتل کی مقدر کی اسی کے مطابق ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ لیا۔

سلہ یہ انصار کے بڑے راہنما اور ان کے نقباء میں سے تھے۔

سلہ یعنی زمین کیا چیز ہے؟ آپ حکم دیں تو ہم دریا میں کود جائیں گے۔ خوض، پانی میں داخل ہونا افاضہ اس میں کود جانا۔

سلہ برک الغماد، باء کے نیچے زیر یا زبر، راء ساکن، غماد، غین کے نیچے زیر یا اس پر پیش، بعض نے زبر بھی پڑھی ہے۔ یہ یمن کے شہروں میں سے ایک شہر ہے یا ہجر کا آخری یا معمورہ کا آخری قریہ ہے۔ ہم گھوڑوں کی جگہ ماردیں گے سے مراد ان کی تیز رفتاری ہے، کیونکہ ان کے دوڑتے وقت سوار ان کے مقام جگہ پر پاؤں مارتے ہیں۔

سلہ بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان مشہور جگہ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ پر کتاب الجہاد میں گفتگو گزر چکی ہے۔

سلہ وحی آسمانی اور غیب کی خبروں پر مطلع ہونے کی وجہ سے۔

سلہ ان میں سے ہر بدبخت کا نام لے لے کر فرمایا

سلہ ماط، دور ہونا اور دور کرنا

۵۶۲۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَھُوَ فِیْ قُبَّۃٍ یَوْمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپ

بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدُ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَثِبُ فِى الدِّرْعِ وَهُوَ يَقُوْلُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

بدر کے دن ایک قبہ میں تھے ۔ الٰہی میں تجھ سے تیرا عہد و وعدہ مانگتا ہوں یعنی اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے تب جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا ۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے رب پر زاری کافی کر لی تو آپ اس طرح نکلے کہ آپ درہ میں چل رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہ مجمع کفار بھگا دیا جائے گا پیٹھیں پھیر دی جائیں گی ۔ (بخاری)

ـــــــــــــــــ

سلہ جو تم نے دشمن پر فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا ۔ انشد ہمزہ پر زبر شین پر پیش نشدہ ونشدان بالکسر ۔ گم شدہ کو ڈھونڈھنا ، انشاد ، گم شدہ کی تعریف کرنا ، گویا وہ دل سے گم ہو گیا تھا اور اسے یاد کیا آپ نے یہ بھی عرض کیا ۔

سلہ۲ روئے زمین پر کوئی آدمی تیری پرستش نہیں کرے گا یعنی اگر مسلمانوں کی اس جماعت کو تو ہلاک فرمادے گا تو کون دوسرا تیری پرستش کرے گا ۔ یہ بات صریح الفاظ میں بھی روایت میں ہے یہ بھی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر مناجات وزاری کی کہ آپ کی چادر نیچے گر پڑی ۔

سلہ۳ یہ کافی ہے جو آپ نے عرض کر دیا ہے ۔

سلہ۴ آپ نے دعا میں اس لیے خوب آہ وزاری فرمائی تاکہ مسلمانوں میں جرأت و ثابت قدمی پیدا ہو کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے مواقع پر دعا مقبول ہوتی ہے ۔ خصوصاً جب آپ دعا میں تضرع سے کام لیں ۔

سلہ۵ غایت فرح و خوشی کی وجہ سے

سلہ۶ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ میں امید و بیم کی کیفیت میں تھے ۔ جب حضرت ابوبکر نے جانب رجاء کے یقین و طمانیت کے راجح ہونے کا اظہار کیا تو غنچہ دل نسیم امید سے کھل اٹھا اور تشریف لا کر یہ خبر دی کہ مشرکین کو شکست اور اہل ایمان کی مدد کی جائے گی یہ بطریق معجزہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیبی خبر کے ذریعہ مطلع فرما دیا تھا ۔ شارحین نے فرمایا کوئی گمان نہ کرے بلکہ گمان کی جگہ بھی نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا ۔ حاشا وکلا ایسی بات ہرگز نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر اس قدر تضرع و الحاح کی وجہ اپنے صحابہ کے دلوں کی تقویت اور ان پر شفقت تھی کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ میں یہ اولین معرکہ تھا ۔ لہٰذا آپ نے ان کے نفوس کی تسکین اور ان کے دلوں کی تقویت کے لیے خوب تضرع سے کام لیا ۔ جب حضرت ابوبکر نے یقین و طمانیت کا اظہار کر دیا

تو آپ کو یہ دل جمعی حاصل ہو گئی کہ صحابہ کی پریشانی دور ہو گئی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال اللہ تعالیٰ کی صفات غنا پر وسیع وکامل نظر کی وجہ سے اکمل واتم ہے اور آپ کی نظر بارگاہِ خداوندی کی سطوت وجلال پر تھی اور حضرت ابو بکر کی نظر ظاہر وعدہ اور اس کے صدق پر تھی۔ یہ اور تحقیق ہے جسے ہم نے تسلیۃ المصائب میں بعض تحقیق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ شرح میں بھی ان سے کچھ چیزیں مذکور ہیں۔

۵۶۲۱ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

انھیں سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہیں ان پر جنگ کے ہتھیار ہیں۔ (بخاری)

سلہ جنگ کی تیاری کے لیے

سلہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے بدر کے دن حضرت جبرئیل امین کو اپنے ہمراہ جنگ میں شریک دیکھا۔

۵۶۲۲ وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ يَّشْتَدُّ فِيْ اَثَرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اَمَامَهٗ اِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهٗ وَصَوْتَ الْفَارِسِ يَقُوْلُ اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ اِذْ نَظَرَ اِلَى الْمُشْرِكِ اَمَامَهٗ خَرَّ مُسْتَلْقِيًا فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ اَنْفُهٗ وَشُقَّ وَجْهُهٗ كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذٰلِكَ اَجْمَعُ فَجَآءَ الْاَنْصَارِيُّ فَحَدَّثَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقْتَ ذٰلِكَ مِنْ مَّدَدِ السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ فَقَتَلُوْا يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ وَاَسَرُوْا سَبْعِيْنَ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انھیں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اسی درمیان کہ ایک مسلمان آدمی اس دن ایک مشرک آدمی کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا کہ ناگاہ اس نے اس کافر کے اوپر کوڑے کی مار اور سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے حیزوم آگے بڑھ کر اس نے سامنے اس مشرک کو دیکھا جو مرا پڑا تھا اس نے اس مشرک میں غور کیا تو اس کی ناک پر نشان لگ گیا تھا اور اس کا چہرہ چر گیا تھا کوڑے کی مار کی طرح وہ سارا کا سارا سبز ہو گیا تھا پھر انصاری آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کی مدد میں سے ہے۔ چنانچہ اس دن غازیوں نے ستر کافروں کو قتل کیا ستر کو قید کیا۔ (مسلم)

سلہ اقدام، جنگ میں آگے بڑھنا اور بہادری کا اظہار کرنا۔ یا اے حیزوم آگے بڑھ۔ اول معنی میں اقدام، ہمزہ پر زبر، قاف ساکن، دال کے نیچے زیر، دوسرے معنی کی صورت میں ہمزہ اور دال دونوں پر پیش ہے

حیزوم، حاء پر زبر، یاء ساکن، زاء پر پیش، جبرئیل امین کے گھوڑے کا نام ہے (القاموس) بعض نے کہا کہ یہ کسی ایک فرشتہ کے گھوڑے کا نام ہے۔

۲ خطام، خاء کے نیچے زیر، گھوڑے کی ناک پر نشان، تحقیق سے ثابت ہے کہ بدر کے دن ولید بن مغیرہ کی ناک پر زخم لگا اور وہ اس پر قائم رہا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کا یہی مفہوم ہے سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ

۳ جیسا کہ ضرب کا اثر سبز و سیاہ باقی رہتا ہے۔

۴ وہ مرد مسلم جس نے مشرک کو اس حال میں دیکھا۔

۵ مشرک پر کوڑا بر سنے کی آواز اور اس پر زمین پر گرنا وغیرہ

۵۶۲۳ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ رَاَیْتُ عَنْ یَّمِیْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِہٖ یَوْمَ اُحُدٍ رَجُلَیْنِ عَلَیْھِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ یُقَاتِلَانِ کَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَاَیْتُھُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ یَعْنِیْ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے بائیں احد کے دن دو شخصوں کو دیکھا جن پر سفید کپڑے تھے جو سخت جنگ کر رہے تھے میں نے ان دونوں کو نہ تو پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھا یعنی جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام (مسلم بخاری)

۱ وہ جبرئیل و میکائیل تھے۔ دو مردوں کی حضرت سعد کے یہ تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع اور خبر کی بناء پر ہی ہو سکتی ہے۔

۵۶۲۴ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَھْطًا اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ عَتِیْکٍ بَیْتَہٗ لَیْلًا وَّھُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَہٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَتِیْکٍ فَوَضَعْتُ السَّیْفَ فِیْ بَطْنِہٖ حَتّٰی اَخَذَ فِیْ ظَھْرِہٖ فَعَرَفْتُ اَنِّیْ قَتَلْتُہٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ حَتَّی انْتَھَیْتُ اِلٰی دَرَجَۃٍ فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ فَوَقَعْتُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّقْمِرَۃٍ فَانْکَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُھَا بِعِمَامَۃٍ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی

حضرت براء سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع کی طرف ایک جماعت بھیجی تو اس پر عبداللہ بن عتیک رات میں اس کے گھر گھس گئے وہ سو رہا تھا آپ نے اسے قتل کر دیا عبداللہ ابن عتیک کہتے ہیں کہ میں نے اس کے پیٹ میں تلوار رکھی حتیٰ کہ وہ اس کی پیٹھ میں گزر گئی میں سمجھ گیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں دروازے کھولنے لگا حتیٰ کہ میں آخری سیڑھی تک پہنچ گیا میں نے اپنا پاؤں رکھا تو میں چاندنی رات میں گر گیا۔ میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے پگڑی سے اس کی پٹی باندھ دی۔ پھر میں اپنے

اَصْحَابِیْ فَانْتَهَيْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ساتھیوں کی طرف چلا۔ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو میں نے آپ کو خبر دی تو فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو گویا میں نے کبھی اس کی شکایت نہ کی تھی

(بخاری)

۱؎ ابورافع یہودی ہے اس کی کنیت ابوالحقیق حاء پر پیش، پہلے قاف پر زبر، یاء ساکن۔ یہ حضور کے بدترین دشمنوں میں سے تھا، بدعہدی کرتا، فتنہ برپا کرتا اور اپنے قلعہ میں داخل ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو اس پر مقرر فرمایا تاکہ فساد کی جڑ اکھیڑی جائے۔

۲؎ عبداللہ بن عتیک، عین پر زبر، تاء کے نیچے زیر، بر وزن عتیق، مشاہیر انصاری صحابہ میں سے ہیں

۳؎ تاکہ باہر جو جماعت صحابہ کھڑی تھی اندر آجائے اور ان کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اس کی تفصیل کتب سیر میں موجود ہے۔ صحیح بخاری میں بھی کتاب المغازی کے اوائل میں غزوۂ بدر کے بعد اس حدیث کا ذکر ہے اور غایت درجہ عجیب ہے۔

۴؎ شکایت، گلہ کرنا اور درد و بیماری کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

۵۶۲۵ / ۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِی الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَّلَبِثْنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ فَانْكَفَاْتُ اِلَى امْرَاَتِیْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ فَاِنِّیْ رَاَيْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا فَاَخْرَجَتْ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ وَّلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم خندق کے دن کھدائی کر رہے تھے کہ ایک سخت پتھر سامنے آگیا تو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ یہ پتھر خندق میں پیش آگیا ہے تو فرمایا ہم اتریں گے۔ حضور اُٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ پتھر سے بندھا ہوا تھا ہم تین دن تک اس طرح رہے تھے کہ کوئی چکھنے کی چیز نہیں چکھی تھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لی پتھر پر ماری تو پتھر ریگ رواں بن گیا۔ پھر میں اپنی بیوی کی طرف گیا میں نے کہا کہ تمہارے پاس کچھ ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بھوک دیکھی ہے تو انہوں نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کی پٹھیا تھی۔ میں نے اسے ذبح کیا۔ میری بیوی نے جو پیسے۔ حتیٰ کہ ہم نے گوشت

فِی الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تُخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْءَ وَجَاءَ فَاَخْرَجْتُ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ اُدْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہانڈی میں ڈالا پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا میں نے آپ سے چپکے سے سرگوشی کی۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اپنا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں حضور سرکار آپ اور آپ کے ساتھ چھوٹی سی جماعت تشریف لائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ اے خندق والو! جابر نے کھانا تیار کیا ہے چلو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی ہانڈی نہ اتارنا اور اپنے آٹے کی روٹی پکانا شروع نہ کرنا حتیٰ کہ میں آجاؤں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضور کے سامنے آٹا پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ پھر ہماری ہانڈی کی طرف توجہ فرمائی اس میں لعاب ڈالا پھر فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہانڈی سے شوربا نکالو اور اسے نہ اتارو، مجاہدین ایک ہزار تھے میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ان سب نے کھایا حتیٰ کہ کھانا چھوڑ دیا اور لوٹ گئے حالانکہ ہماری ہانڈی جیسی تھی ویسی ہی جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا پکایا جا رہا تھا جیسا کہ تھا۔

(مسلم، بخاری)

۱؎ اس سے مراد غزوۂ احزاب ہے، خندق معرب کندہ ہے شہر کے اردگرد دفاع کے لیے زمین کو کھودنا۔

۲؎ کدیہ، کاف پر پیش، دال ساکن، پہاڑوں کے درمیان سخت جگہ جہاں کدال وغیرہ کام نہ دے۔

۳؎ ذوق، ذال پر زبر، ماکولات اور مشروبات کا چکھنا یعنی ہم تین دن تک بھوکے پیاسے رہے اور کھانا پینا نہ چکھا۔

۴؎ معول، میم کے نیچے زیر، عین ساکن کدال جس کے ساتھ پہاڑ کو توڑا جاتا ہے، کثیب، کاف پر زبر، ثاء کے نیچے زیر، ریت کے ذرات ٹیلہ، اَھْیَل بروزن افعل اڑنے والی ریت۔

۵ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کے اثرات دیکھے تو میں اپنی اہلیہ کے پاس گیا۔ جن کا نام حضرت سہلہ بنت معوذ انصاریہ ہے۔

۶ کوئی کھانے کی چیز ہے

۷ خمص، خاء پر زبر، میم ساکن یا مفتوح، بھوک، بھوک کی وجہ سے لاغر و کمزور پیٹ والے کو مخمصہ، خمیص اور خمصان کہا جاتا ہے۔

۸ جراب، جیم کے زیر یا زبر، چمڑے سے بنا ہوا پیمانہ

۹ بَہْمَۃ، باء پر زبر، ہاء ساکن بھیڑ کا بچہ، صراح میں ہے بعض نسخوں میں الْبُہَیْمَۃ تصغیر ہے، داجن جیم کے ساتھ وہ حیوان جسے محبت سے گھر لایا ہو۔

۱۰ بعض نسخوں میں تحتنث تاء کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ یعنی میں نے جَو کو پیسا۔

۱۱ بُرمہ، باء پر پیش، راء ساکن، پتھر کی دیگ یہ اب بھی حرمین شریفین میں متعارف ہے۔ ایسی برمہ (دیگ) ہی کہتے ہیں۔ قدر (ہانڈی) کم ہی کہتے ہیں۔

۱۲ نفر، نون اور فاء دونوں پر زبر، دس سے کم افراد کا گروہ۔

۱۳ سُور، سین پر پیش، واؤ ساکن، وہ کھانا جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے یہ فارسی کا لفظ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے جن فارسی الفاظ کو شرف ملا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

۱۴ ولا تنزلن، تاء پر پیش، لام پر پیش یا سکون، تخبزن، تاء پر زبر واؤ پر پیش، دونوں جمع کے صیغے ہیں۔

۱۵ غط، دیگ کا جوش مارنا (ہکذا فی کلام الشارحین)

۱۶ یہ تمام اس سید السادات اور منبع البرکات صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات ہیں جن کی برکات وانعامات سے زمین و آسمان اور ظاہر و باطن چل رہے ہیں۔ ذرا تصور تو کیجیے وہاں کے حاضرین کے دلوں کو اس کھانے سے کس قدر ذوق و سرور حاصل ہوا ہوگا ان کے باطن کس قدر خوش قسمت ہیں جنہیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ اس فقیر نے صفا و مروہ کے پاس بازار میں ترنجبین والے کو دیکھا وہ اپنی تروں پر پانی چھینکتے ہوئے کہہ رہا تھا یَابَرَکَۃَ النَّبِیِّ تَعَالٰی وَانْزِلِیْ ثُمَّ لَا تَرْتَحِلِیْ (اے برکت والے نبی میرے پاس آ میرے پاس جلوہ فگن ہوا اور پھر واپس نہ جا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وبارك وکرم علی سیدنا ومولانا وبرکتنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین

اشعار

زمہجوری برآمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

(اے آقا آپ کے ہجر کی وجہ سے جان جا رہی ہے اے اللہ کے نبی ضرور رحم فرمائیے)

(آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں، آپ محروموں سے بے خبر بھی نہیں)

۵۶۲۶ [۱۱] وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِیْنَ یَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ یَمْسَحُ رَاْسَہٗ وَیَقُوْلُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَیَّۃَ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمار سے کہا جبکہ وہ خندق کھود رہے تھے تو آپ ان کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگے اور کہتے اے ابن سمیہ کی سختی اہم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ (مسلم)

لہ ان کے سر سے گرد کو دور فرمایا

ل۲ سمیہ سین پر پیش، میم پہ زبر و مشدد، حضرت عمار کی والدہ کا نام جو مکہ میں مسلمان ہوئی تھیں جس کی وجہ سے شدید عذاب و تکلیف میں مبتلا کی گئیں۔ ابوجہل نے ان کی فرج میں خنجر مارا تھا جس سے وہ شہید ہو گئی تھیں، حضور نے ان کی تکلیف کو یاد فرمایا اور عمار کو آواز دی

ل۳ اس سے مراد معاویہ اور ان کی قوم ہے کیونکہ حضرت عمار جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جو ان کی امارت کے حق ہونے کی بھی دلیل ہے، اس واقعہ میں آیا ہے کہ عمرو بن عاص نے معاویہ کے پاس آکر کہا تھا کہ بہت عجیب اور پریشان کن کام ہوا ہے کہ عمار ہمارے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں معاویہ نے کہا تو اس میں پریشانی کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا میں نے رسول خدا سے سنا فرمایا عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ معاویہ نے کہا اسے ہم نے قتل نہیں کیا اسے علی نے قتل کیا کیونکہ وہ اسے جنگ میں لائے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا تو عجیب آدمی ہے۔

واللہ اعلم اس حدیث کے کثیر طرق ہیں اور یہ مرتبہ و شہرت و تواتر کو پہنچی ہوئی ہے جیسا کہ ہم نے اسے رسالہ تعمیم البشارہ میں ذکر کیا ہے یہ بطور معجزہ اخبار بالغیب ہے، کیونکہ اس میں حضرت عمار کے قتل کے بارے میں خصوصی خبر ہے۔

۵۶۲۷ [۱۲] وَعَنْ سُلَیْمَانَ ابْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُجْلِیَ الْاَحْزَابُ عَنْہُ اَلْاٰنَ نَغْزُوْھُمْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِیْرُ اِلَیْھِمْ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت سلیمان ابن صرد سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ احزاب آپ سے دور کیے گئے کہ ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ نہ کریں گے ہم ان کی طرف جائیں گے۔ (بخاری)

لہ سلیمان بن صرد، صرد صاد پہ پیش، راء پہ زبر، ابوالمطرف خزاعی کوفی صحابی ہیں۔ بہت بڑے فاضل عابد اور اپنی قوم میں بلند مرتبت تھے۔ ان لوگوں کے سربراہ تھے جنھوں نے امام شہید حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا بدلہ لیا خلق کثیر کو اس پر جمع کیا اور اسی حال میں شہید ہو گئے۔ ۹۳ سال انھوں نے عمر پائی۔

ے۲ غزوہ خندق کو ہی غزوہ احزاب کہا جاتا ہے کیونکہ تمام مشرک یہود اور تمام کفار نے مل کر یہ حملہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہواؤں اور فرشتوں کے لشکر بھیجے جنھوں نے تمام کو درہم برہم کر دیا ۔ جیسا کہ کتب حدیث و سیر میں مذکور ہے، اجلی، مجہول و معروف دونوں طرح مروی ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبی خبر دیتے ہوئے فرمایا

ے۳ اسی طرح ہی ہوا کہ اس غزوہ کے بعد کافر مدینہ طیبہ میں جنگ کے لیے نہیں آسکے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی ۔

۵۶۲۸ — ۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهٗ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهٗ اُخْرُجْ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ فَاَشَارَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَ اَنَسٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِيْ زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے لوٹے اور ہتھیار رکھ دیئے اور غسل فرمایا تو آپ کے پاس حضرت جبرئیل اپنا سر غبار سے جھاڑتے ہوئے آئے، بولے آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے ۔ خدا کی قسم میں نے نہیں اتارے ان کی طرف جائیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہاں ۔ جبرئیل نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے، اور بخاری میں روایت ہے کہ جناب انس نے فرمایا گویا میں بنی غنم کی گلیوں میں غبار پھیلا ہوا دیکھ رہا ہوں ۔ حضرت جبرئیل کے سواروں سے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف چلے ۔

ے۱ کفار کی شکست کے بعد

ے۲ فراغت جنگ کی وجہ سے

ے۳ بعض روایات میں ہے کہ ابھی پورا غسل نہیں فرمایا تھا بلکہ ابھی سر اقدس کا ایک حصہ دھویا تھا ۔

ے۴ جو غزوۂ خندق میں ان پر پڑی تھی

ے۵ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں

ے۶ اس سے مراد یہود ہیں یہ مدینہ طیبہ میں تین چار میل کے فاصلہ پر تھے اور ان کا قلعہ تھا جس کے نشان اب بھی باقی ہیں ۔ محاصرہ کے دنوں میں جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور نمازیں ادا کیں اس جگہ مسجد بنو قریظہ بنی جو مشہور ہے اور یہ شمالی مدینہ کی جانب ہے ۔

ے۷ بنی غنم، غین پر پیش، نون ساکن یا مفتوح، انصار کے ایک قبیلہ کا نام ہے زقاق، زاد پر پیش

ے۸ بعض روایات میں "من کوکب" ہے اور یہی ظاہر ہے ۔ مرکب، کاف کے نیچے زیر پیادہ سواروں کی

جماعت (القاموس) نہایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے سواروں کا گروہ جو آہستہ چلتے ہوں۔
۵ معجزہ اس میں یہ ہے کہ جبرئیل آمین ہتھیار سمیٹے ہوئے آئے۔ ان کے ساتھ گروہ بھی تھا، ان کے بدن پر جنگ کا غبار بھی تھا۔ حضور نے انھیں دیکھا حالانکہ وہ دکھائی نہیں دیتے۔

۵۶۳۹/۱۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ قَالُوْا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهِ وَنَشْرَبُ إِلَّا مَا فِيْ رَكْوَتِكَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِيْلَ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ کے دن پیاسے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ڈول تھا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ پھر لوگ اس طرف دوڑ پڑے بولے ہمارے پاس پانی نہیں جس سے ہم وضو کریں اور پئیں سوائے اس پانی کے جو آپ کے ڈول میں ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس ڈول میں رکھا تو پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا۔ فرمایا کہ ہم نے پیا اور وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم کتنے تھے۔ فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم کو کافی ہوتا۔ ہم پندرہ سو تھے۔ (مسلم، بخاری)

۱ حدیبیہ۔ دال مشدد و مخفف دونوں طرح ہے۔
۲ رکوۃ، راء پر زبر، چمڑے کا وہ برتن جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو۔
۳ ہم چند تھے مگر پانی اس قدر تھا کہ اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تب بھی پانی کافی ہو جاتا۔
۴ مقصود کثرت کا بیان ہے۔ باقی اہل حدیبیہ الگ الگ دستوں میں تھے اور ہر دستہ تین صد افراد پر مشتمل تھا۔

۵۶۴۰/۱۵ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عَشَرَةَ مِائَةً يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس کا پانی نکال ڈالا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر آئے اس کے کنارے پر بیٹھے پھر پانی کا برتن منگوایا وضو کیا اور پھر کلی کی اور

وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا ثُمَّ قَالَ دَعُوهَا سَاعَةً فَأَرْوَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتَّى ارْتَحَلُوا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

دعا فرمائی پھر وہ پانی کنویں میں ڈال دیا پھر فرمایا اسے گھڑی بھر چھوڑ دو۔ پھر لوگ اپنے آپ کو اور اپنی سواریوں کو سیراب کرتے رہے حتیٰ کہ وہاں سے کوچ کیا۔ (بخاری)

۱؎ حضرت جابر کی روایت میں چودہ سو کا ذکر ہے۔ موافقت دیتے ہوئے بعض نے کہا کہ تعداد چودہ صد سے زیادہ تھی جس نے کسر کا خیال کیا اس نے پندرہ صد کہہ دیا اور جس نے کسر کو ترک کر دیا اس نے چودہ صد کہا یا گروہ در گروہ آتے رہے ایک وقت میں چودہ صد اور دوسرے وقت میں پندرہ صد تھے یا پندرہ صد ہی تھے مگر بطور ظن و تخمین چودہ صد کہہ دیا۔

۲؎ یہ مکۃ المکرمہ سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۳؎ تاکہ بھر جائے۔

۴؎ یعنی جب تک وہاں قیام پذیر رہے خود بھی سیراب ہوتے رہے وضو و غسل کرتے اور ان کی سواریاں بھی پانی پیتیں رہیں۔ اور وہاں مسلمانوں کا قیام بیس روز رہا۔

۵۶۲۱/۱۶ وَعَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيهِ أَبُو رَجَاءٍ وَنَسِيَهُ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيحَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ فَجَاءَا بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنْزَلُوهَا عَنْ بَعِيرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِيهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ وَنُودِيَ فِي النَّاسِ اسْقُوا فَاسْتَقَوْا قَالَ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا أَرْبَعِينَ رَجُلًا حَتَّى رَوِينَا فَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَإِدَاوَةٍ

حضرت عوف ابو رجاء سے اور وہ عمران ابن حصین سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پیاس کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور فلاں کو بلایا۔ ابو رجاء جس شخص کا نام لیتے تھے اسے عوف بھول گئے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر فرمایا تم دونوں جاؤ پانی تلاش کرو وہ چلے تو دونوں ایک عورت سے ملے جو دو بڑے یا چھوٹے توشوں کے درمیان تھی تو بڑے پانی سے بھرے تھے وہ دونوں اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے انہوں نے اس کو اونٹ سے اتارا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگایا پھر ان توشوں کے منہ سے اس میں پانی انڈیلا، اور لوگوں میں آواز دی گئی کہ پی لو۔ چنانچہ لوگوں نے خوب پیا فرمایا کہ ہم چالیس پیاسے آدمیوں نے پیا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر ہم نے اپنے ساتھ والے مشکیزے اور برتن بھر لیے

وَاَیْمُ اللّٰہِ لَقَدْ اُقْلِعَ عَنْھَا وَاِنَّہٗ لَیُخَیَّلُ اِلَیْنَا اَنَّھَا اَشَدُّ مِلْئَۃً مِّنْھَا حِیْنَ اِبْتَدَأَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اللہ کی قسم ان سے پانی لینا جب بند کیا گیا تو ہم کو خیال ہوتا تھا کہ وہ ابتداء کے مقابلے میں اب زیادہ پُر ہیں۔ (مُسلم، بخاری)

لہ یہ تابعی ہیں۔

ٹہ ابورجاء، عطاردی، کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہی ہوئی لیکن زیارت کا شرف نہ ملا۔ ایک سو بیس سال سے زیادہ عمر پائی۔ بہت بڑے قاری، عامل و عالم عظیم تھے۔ سن ڈیڑھ سو میں وفات پائی۔

سہ مشہور صحابی ہیں۔

کہ ابورجاء نے نام لیا تھا مگر عرف صحابی کا نام بھول گئے۔

ھہ مزادہ، میم پر زبر، زاء مخفف بمعنی توشہ دان، بعض کے مطابق پانی دلانے والے برتن کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دو چمڑوں سے بنا ہوتا ہے بعض اوقات اس کے ساتھ تیسرا چمڑہ بھی لگا دیا جاتا ہے تاکہ کشادہ ہو جائے (القاموس) فتح الباری میں ہے اس بڑی مشک کو مزادہ کہا جاتا ہے جس میں ایک اور چمڑے کا اضافہ ہو، سطیحہ سین پر زبر، طاء کے نیچے زیر بمعنی مزادہ یا اس کی ایک قسم ہے کہ جو چمڑوں کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔

ٹہ خاتون کو یا مشکیزہ کو اونٹ سے اتارا، پہلا مفہوم ظاہر تر ہے۔

ٹہ استواء، ہمزہ پر زبر یا زیر لیکن زیر افصح ہے۔

ٹہ روَیا، راء پر زبر اور واؤ کے نیچے زیر

ٹہ یعنی ہر برتن جو ہمارے پاس تھا

نلہ یعنی تمام پانی پیا، برتن بھر لیے اور وہ مشکیزہ پہلے کی طرح ہی پُر رہا۔ اُقْلِعَ ہمزہ پر پیش مجہول ہے یُخَیَّلُ مضارع مجہول از تخییل مِلْئَۃً میم کے نیچے زیر، سکون لام اُبْتُدِئَ یہ بھی مجہول ہے۔

۵۶۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی نَزَلْنَا وَادِیًا اَفْیَحَ فَذَھَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْضِیْ حَاجَتَہٗ فَلَمْ یَرَ شَیْئًا یَسْتَتِرُ بِہٖ وَاِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِیْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اِحْدٰھُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِھَا فَقَالَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حتیٰ کہ ہم ایک وسیع جنگل میں اترے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاءِ حاجت (استنجاء) کے لیے گئے تو ایسی کوئی چیز نہ پائی جس سے آڑ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل کے کناروں میں دو درخت دیکھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کی طرف گئے۔ ان کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی۔ فرمایا

اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَانْقَادَتْ مَعَہٗ کَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُصَانِعُ قَائِدَہٗ حَتّٰی اَتَی الشَّجَرَۃَ الْاُخْرٰی فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِہَا فَقَالَ انْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَانْقَادَتْ مَعَہٗ کَذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالْمَنْصَفِ بَیْنَہُمَا قَالَ الْتَئِمَا عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَالْتَأَمَتَا فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ فَحَانَتْ مِنِّیْ لَفْتَۃٌ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَاِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا عَلٰی سَاقٍ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اللہ کے حکم سے میری اطاعت کرو کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مہار والے اونٹ کی طرح چلے جو اپنے چلانے والے کی اطاعت کرتا ہے حتیٰ کہ آپ دوسرے درخت کے پاس پہنچے تو اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی۔ فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر۔ وہ بھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا کہ جب ان دونوں کے بیچ میں ہوئے تو فرمایا اللہ کے حکم سے مجھ پر مل جاؤ۔ وہ دونوں مل گئے۔ میں بیٹھ گیا اپنے دل میں کچھ سوچتا تھا میرا اور طرف دھیان گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا اور درختوں کو دیکھا کہ جدا ہو گئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی پنڈلی پر کھڑا ہو گیا تھا (مسلم)

۵۱ افیح، فاء اور حاء فراخ۔

۵۲ ایک روایت شجرتان سے یعنی زیادہ ظاہر ہے۔

۵۳ خشاش، خاء کے نیچے زیر، وہ لکڑی جو اونٹ کی ناک میں تیز رفتاری کے لیے ڈالتے ہیں۔ مصانعت، رشوت دینا، مداہنت اختیار کرنا، یہاں طاعت و فرمانبرداری مراد ہے۔

۵۴ منصف، میم پر زبر، نون ساکن، صاد پر زبر، دو جگہوں کے درمیان جگہ

۵۵ التیام، متفق و اکٹھا کرنا

۵۶ یعنی یہ کس قدر اعلیٰ منظر و واقعہ ہے جو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ کیا ہے؟ کیسے ہو رہا ہے۔ جس طرح انسان کی عادت ہے کہ اپنے آپ سے بات چیت کرتا ہے۔ اس کو حدیث نفس کہا جاتا ہے

۵۷ میں اپنے سامنے ہی مشغول تھا کسی اور طرف میری توجہ نہ تھی۔

۵۸ جیسے کہ وہ اپنی پہلی حالت پر تھے۔

۵۶۲۳ وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ رَاَیْتُ اَثَرَ ضَرْبَۃٍ فِیْ سَاقِ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ فَقُلْتُ یَا اَبَا مُسْلِمٍ مَا ہٰذِہِ الضَّرْبَۃُ قَالَ ضَرْبَۃٌ اَصَابَتْنِیْ یَوْمَ

حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی میں ایک چوٹ کا اثر دیکھا تو میں نے کہا اے ابو مسلم یہ چوٹ کیسی ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ چوٹ ہے جو مجھے خیبر کے

خَیْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِیْبَ سَلَمَۃُ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِیْہِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَکَیْتُہَا حَتَّی السَّاعَۃِ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

دن لگی تھی کہ لوگوں نے کہا کہ سلمہ شہید ہو گئے۔ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دم فرمایا تو میں اس وقت تک تکلیف میں گرفتار نہیں ہوا۔ (بخاری)

لے یزید بن ابی عبید، عین پر پیش، باء پر زبر تابعی حضرت سلمہ بن اکوع کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
ﷺ یہ سلمہ کی کنیت ہے۔
ﷺ یعنی ضرب اس قدر شدید تھی کہ لوگوں نے کہا سلمہ فوت ہو گئے۔

۵۶۳۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَۃَ النَّاسَ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَہُمْ خَبَرُہُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَۃَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یَعْنِیْ خَالِدَ بْنَ وَلِیْدٍ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات زید، جعفر اور ابن رواحہ کی خبر موت لوگوں کو سنائی۔ ان کی خبر آنے سے پہلے تو فرمایا کہ جھنڈا زید نے لیا وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ حتی کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا یعنی خالد بن ولید نے حتی کہ اللہ نے ان پر فتح دی۔ (بخاری)

لے یہ تینوں صحابی غزوہ موتہ (میم پر پیش) میں شریک تھے۔ یہ شام کا شہر ہے۔ یہ آٹھ ہجری کا واقعہ ہے یہ مسلمان وہاں تین ہزار اور رومی ایک لاکھ تھے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ کتب سیر میں موجود ہے۔
ﷺ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کی صورت حال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
ﷺ منقول ہے کہ اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دس تلواریں ٹوٹیں۔
ﷺ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں پر فتح عطا فرمادی اور وہ محفوظ ہو گئے۔

۵۶۳۵ وَعَنْ عَبَّاسٍ قَالَ شَہِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ فَلَمَّا الْتَقَی الْمُسْلِمُوْنَ وَالْکُفَّارُ وَلَّی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْکُضُ بَغْلَتَہٗ قِبَلَ الْکُفَّارِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا تو جب مسلمان و کفار بھڑ پڑے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی طرف اپنے خچر کو ایڑھ مار رہے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے تھا

بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُفُّهَا إِرَادَةَ أَنْ لَّا تُسْرِعَ وَأَبُوْسُفْيَانَ ابْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ فَقَالَ عَبَّاسٌ وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا فَقُلْتُ بِاَعْلٰى صَوْتِيْ اَيْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَانَتْ عَطْفَتُهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِيْ عَطْفَةَ الْبَقَرِ عَلٰى اَوْلَادِهَا فَقَالُوْا يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ قَالَ فَاقْتَتَلُوْا وَالْكُفَّارَ وَالدَّعْوَةُ فِي الْاَنْصَارِ يَقُوْلُوْنَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالَ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا اِلٰى قِتَالِهِمْ فَقَالَ هٰذَا حِيْنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ ثُمَّ اَخَذَ حَصَيَاتٍ فَرَمٰى بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ انْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهٖ فَمَا زِلْتُ اَرٰى حَدَّهُمْ كَلِيْلًا وَّاَمْرَهُمْ مُدْبِرًا

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اسے روک رہا تھا کہ کہیں تیز نہ چل پڑے اور ابوسفیان ابن حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عباس! بیعت رضوان والوں کو پکارو تو جناب عباس نے کہا اور وہ تھے بہت بلند آواز۔ آپ نے اپنی بلند آواز سے پکارا کہ بیعتِ رضوان والے کہاں ہیں؟ فرمایا اللہ کی قسم گویا جب انھوں نے میری آواز سنی تو میں نے انھیں ایسے پھیر لیا جیسے گائے اپنے بچوں پر مڑتی ہے وہ بولے ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفار سے جنگ کرو۔ انصار کے متعلق پکار یہ تھی کہ کہتے تھے اے گروہ انصار اے گروہ انصار۔ راوی نے فرمایا کہ پھر بنی حارث ابن خزرج پر بلاوا محدود ہو گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر دوڑائی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر تھے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جہادِ کفار کے منتظر تھے تو فرمایا یہ لڑائی گرم ہونے کا وقت ہے۔ پھر چند کنکریاں لیں وہ کفار کے منہ کی طرف پھینکیں پھر فرمایا قسم ہے رب محمد کی یہ بھاگ نکلے تو خدا کی قسم کچھ نہ ہوا اس کے سوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کنکریاں پھینکیں میں دیکھتا رہا ان کی دھار کند اور ان کا معاملہ ذلت والا۔

(مسلم)

سلہ یہ فتح مکہ کے بعد ہوا۔ حنین، حاء پر پیش، یاء ساکن، عرفات کی پچھلی طرف مکہ اور طائف کے درمیان مقام کا نام ہے۔

سلہ درحقیقت یہ شکست نہ تھی بلکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آنا تھا۔ تاکہ آپ کی مدد سے آگے بڑھا جائے۔ الغرض مسلمانوں میں کھلبلی سی ہوئی۔

سلہ جس کا نام دلال تھا۔ قبل قاف کے نیچے زیر، باء پر زبر، یہ غایت جرأت و شجاعت کا جہان ہے

۳؎ یہ رسول اللہ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ قریش کے نوجوان اور عرب کے بہادر لوگوں میں سے ہیں۔ رکاب پکڑنے کی وجہ یہ تھی کہ سواری نہ دوڑے۔

۴؎ سمرہ، سین پر زبر، میم پر پیش، اس درخت کا نام ہے جس کے نیچے حدیبیہ کے دن بیعت ہوئی اسے بیعت الرضوان کہا جاتا ہے۔

۵؎ صیّت، صاد پہ زبر، یاء مشدد مکسور، بلند آواز والے کو صائت کہا جاتا ہے۔

۶؎ اصحابِ سمرہ کہاں ہیں؟

۷؎ جو تیز رفتار اور محبت وشوق میں بھاگے چلے آتے ہیں۔

۸؎ اظہارِ خدمت واطاعت اور حکم کی بجا آوری کے طور پر کہنے لگے۔

۹؎ یہ دو بھائی تھے اوس اور خزرج۔ بنو حارث خزرج کی اولاد میں سے تھے۔

۱۰؎ صحابہ جنگ کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر ان کو ملاحظہ فرمایا۔

۱۱؎ وطیس، واؤ پر زبر، طاء کے نیچے زیر، تنور یہاں جنگ مراد ہے۔ الصراح میں وطیس لوہے کا تنور، منقول ہے کہ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہیں سنے تھے۔

۵۶۳۶ وَعَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِّلْبَرَاءِ یَا اَبَا عُمَارَۃَ فَرَرْتُمْ یَوْمَ حُنَیْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰہِ مَا وَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِہٖ لَیْسَ عَلَیْھِمْ کَثِیْرُ سِلَاحٍ فَلَقُوْا قَوْمًا رُمَاۃً لَا یَکَادُ یَسْقُطُ لَھُمْ سَھْمٌ فَرَشَقُوْھُمْ رَشْقًا مَا یَکَادُوْنَ یُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا ھُنَاکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَغْلَتِہِ الْبَیْضَاءِ وَاَبُوْ سُفْیَانَ ابْنُ الْحَارِثِ یَقُوْدُہٗ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّھُمْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِیِّ مَعْنَاہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا قَالَ الْبَرَاءُ کُنَّا

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابو عمارہ تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے تو فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوان صحابہ اس طرح گئے تھے کہ ان کے پاس بہت سے ہتھیار نہ تھے تو وہ تیر انداز قوم سے ملے۔ کوئی تیر زمین پر نہ گرتا تھا تو انھوں نے مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔ ان کے تیر خطا نہیں کرتے تھے تب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر تھے اور ابو سفیان ابن حارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کو کھینچ رہے تھے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُترے فتح کی دعا کی اور فرمایا میں جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ پھر مسلمانوں کی صفیں بنائیں مسلم اور بخاری کی روایت ہے

وَاللّٰهِ اِذَا احْمَرَّ الْبَاْسُ نَتَّقِیْ بِهٖ وَاِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِیْ یُحَاذِیْ بِهٖ یَعْنِیْ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اس کے معنی ہیں ان دونوں کی روایت میں ہے کہ براء کہتے ہیں خدا کی قسم جب سخت جنگ ہوتی تھی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیتے تھے اور ہم میں بہادر وہ تھا جو ان کے یعنی رسول کے پاس کھڑا ہوتا۔

سلہ ان کا نام عمرو بن عبیداللہ بیہقی، سین پہ زبر، باء کے نیچے زیر، یاء ساکن ۔ سبیع کی طرف نسبت ہے ۔ یہ مشاہیر تابعین سے ہیں ۔ کثیر الروایہ اور ثقہ ہیں ۔ ۳۸ صحابہ کے شاگرد ہیں ۔

سلہ۲ یہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں ۔

سلہ۳ یہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے ۔

سلہ۴ یعنی ان کے تیر نشانہ پر لگ رہے تھے ۔

سلہ۵ جیسا کہ نمازیوں کا معمول ہوتا ہے کہ اظہار قوت وشجاعت اور مضبوط سہارا کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

سلہ۶ جو شرف وعزت اور کرم میں معروف ہیں ۔

سلہ۷ یہ الفاظ مسلم کے ہیں ۔

سلہ۸ سرخ ہونے سے مراد سخت مرحلہ ہے ۔ وقایہ کا معنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ حاصل کرنا ۔

سلہ۹ یہاں معجزہ یہ ہے کہ سنگریزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست سے دوچار کر دیا ۔ جیسا کہ حدیث اول میں آیا ۔ حدیث ثانی کا ذکر قصہ حنین کے اتمام کے لیے ہے ۔ بعض نے کہا کہ ایسے مراحل میں بہادری کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ ڈھونڈنا معجزہ ہے اور یہ معمول کے خلاف ہے ۔

۵۶۳۷ / ۲۲ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُنَیْنًا فَوَلّٰی صَحَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَاَ عَیْنَیْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَقَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَهُمْ

حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی پیٹھیں پھر گئیں ۔ پھر جب کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اتر کر پھر زمین سے مٹی کی مٹھی لی پھر اسے کفار کے چہروں کے سامنے کیا پھر فرمایا بگڑ گئے یہ چہرے تو ان میں سے اللہ نے کوئی انسان پیدا نہ فرمایا مگر اللہ نے اس کی آنکھیں اس مٹھی کی مٹی سے بھر دیں پھر وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے ۔ اللہ نے انھیں شکست دے دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی غنیمتیں

بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں۔ (مسلم)

لے غشوا، غین پر زبر، شین پر پیش اور مشدد۔

ٹے جب کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ کیا۔

ٹے ان کے چہرے یا ان کی ذاتیں

ٹے یعنی ہر آدمی کی دونوں آنکھیں مٹی سے آلودہ ہوگئیں تھیں۔

ٹے غنیمت وہ مال ہے جو حالت جنگ میں کفار سے حاصل ہوتا ہے۔

۵۶۲۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهٗ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الَّذِيْ تُحَدِّثُ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ وَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ يَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ والوں میں سے ایک شخص کے متعلق فرمایا جو دعوٰی اسلام کرتا ہے کہ یہ دوزخ والوں میں سے ہے تو جب جنگ کا وقت آیا تو اس شخص نے سخت جہاد کیا اور اس کو زخم بہت آئے تو وہ آیا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غور تو فرمائیے کہ جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ دوزخی ہے اس نے تو اللہ کی راہ میں سخت جہاد کیا۔ حتیٰ کہ اس کو بہت زخم پہنچے تو فرمایا آگاہ ہو وہ ہے دوزخی۔ قریب تھا کہ بعض لوگ تردد کر جائیں تو جب وہ اسی حال میں تھا کہ اس نے زخم کی تکلیف بہت محسوس کی تو اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا ایک تیر نکالا اس سے اپنے کو ذبح کر لیا تو کچھ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ نے آپ کی بات سچی کر دی فلاں شخص نے اپنے کو ذبح کر لیا اور خودکشی کر لی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول ہوں اے بلال اٹھو! اور اعلان کرو کہ جنت میں نہ جائے گا مگر مومن اور اللہ تعالیٰ اس دین کو

بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

فاسق آدمی سے بھی قوت دے گا۔
(بخاری)

لے مواہب لدنیہ میں غزوہ خیبر کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری میں اسی طرح ہے۔
ل۲ اس پر کفر و نفاق کی کوئی علامت نہ تھی۔
ل۳ جراحت بالکسر خستگی، زخمی ہونا، جراح بالکسر جماعت
ل۴ اس قدر جنگ میں جدوجہد کر رہا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا کہ یہ دوزخی ہے۔
ل۵ اکثر روایات بخاری میں "اسہم" جمع ہے۔
ل۶ صحیح البخاری کی دوسری روایت میں ہے اس آدمی نے تلوار زمین پر رکھی اور اپنا سینہ تلوار کی دھار پر رکھ دیا اور زور لگایا تاکہ قتل ہو جائے۔ تیر چلانے اور اس میں منافات نہیں کیونکہ دونوں ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے پہلے تیر استعمال کیا ہو اس سے کام نہ ہوا تو پھر تلوار کو بروئے کار لایا گیا۔
ل۷ آپ نے فرمایا یہ اہل نار میں ہے۔
ل۸ کہیں کہیں جب معجزہ کا اظہار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رسالت پر گواہی کا اعلان کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر تازہ یقین پیدا ہوتا تو لوگوں کو بطور تنبیہ و تلقین کرنے کے لیے ایسا کرتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ل۹ اور اس کے جہاد و قتال کی بناء پر بھی دین کو تقویت نہیں دیتا علہ
ل۱۰ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ خودکشی کرنے والا دوزخی ہوتا ہے۔ مذہب یہ ہے کہ اگر مومن اور تصدیق ایمانی رکھتا ہو تو پھر دائمی دوزخی نہ ہوگا۔ یہی حکم عمداً قاتل مومن کا ہے۔ اپنے نفس کا قاتل بھی مومن کے قاتل کی طرح ہی ہے۔ قرآن مجید میں قاتل مومن کا جو حکم دائمی دوزخی ہونے کا ہے۔ اس میں علماء نے تاویل کی ہے۔ اہل ظاہر محدثین کہتے ہیں اگرچہ وہ مومن ہے لیکن مومن کی یہ قسم دائمی دوزخی ہوگی۔ یہ لوگ خلود نار کو کافر کے ساتھ مخصوص نہیں رکھتے۔ لیکن یہ قول مذہب اہل سنت وجماعت کے اجماع کے مخالف ہے۔ مذکورہ حدیث میں جس آدمی کا ذکر ہے وہ منافق تھا جیسا کہ خطیب بغدادی نے کہا واقع میں وہ منافق تھا اگرچہ نفاق کا اظہار نہیں کرتا تھا۔

۵۶۳۹/۲۴ وعن عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِنَّهٗ لَيُخَيَّلُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا۔ حتی کہ

علہ لا یوید، صرف نفی ہے۔ ترجمہ میں بھی نفی ہی نہیں ہے ممکن ہے طبع کرنے والے نے ایسی تحریف کر دی ہے ورنہ بخاری کی صحیح روایت میں لام تاکید کے لیے لیوید ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تقویت دیتا ہے الخ یعنی اگرچہ یہ آدمی فاسق و فاجر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں دین کو تقویت دی۔ امیر علی مرحوم

إِلَيْهِ فَعَلَ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ حَتّٰى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ عِنْدِي دَعَا اللّٰهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ أَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ جَاءَنِي رَجُلَانِ جَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلِي ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ الْيَهُودِيُّ قَالَ فِيمَا ذَا قَالَ فِي مُشْطٍ وَّمُشَاطَةٍ وَّجُفِّ طَلْعَةِ ذَكَرٍ قَالَ فَأَيْنَ هُوَ قَالَ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ إِلَى الْبِئْرِ فَقَالَ هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ فَاسْتَخْرَجَهُ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال[1] ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ کیا نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ جب ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے تو اللہ سے دعا کی پھر دعا کی[2] پھر فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تمھیں خبر ہے کہ اللہ نے مجھے وہ بات بتا دی جو میں نے اس سے پوچھی تھی۔ میرے پاس دو شخص آئے ان میں سے ایک تو میرے سر کے پاس بیٹھا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان صاحب کو کیا بیماری ہے۔ اس نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ وہ بولا کس نے جادو[3] کیا ہے۔ لبید بن اعصم یہودی[4] نے کہا کہ وہ جادو کس چیز میں کیا گیا ہے کہا کنگھی[5] اور بالوں میں اور نر کھجور کے غلاف شگوفہ[6] میں بولا تو وہ سامان کہاں ہے کہا ذروان کنوئیں[7] میں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس کنوئیں تک گئے۔ فرمایا یہی وہ کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا ہے اس کے پانی مہندی کے نچوڑ[8] کی طرح ہے۔ گویا اس کے درخت شیاطین[9] سانپوں کے سر ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نکلوا دیا[10] (بخاری و مسلم)

[1] دوسری روایت میں ہے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ میں فلاں اہلیہ کے پاس آیا حالانکہ آئے نہ ہوتے۔ آپ بطور نشاط و فرحت ظاہر کرتے کہ میں اہلیہ کے ساتھ ہم بستری پر قادر ہوں مگر اس پر قدرت نہ رکھتے۔ واضح رہے کہ ملاحد، جادو اور دیگر اسی طرح دیگر امراض کا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو عارض ہونے کا انکار کرتے ہیں اور یہ وہم کرتے ہیں کہ اس تقدیر پر آپ کی شریعت، اقوال اور افعال پر اعتماد نہیں رہے گا اور اس میں شک اور اشتباہ واقع ہو سکتا ہے کہ شاید اس کا تعلق اسی قبیل سے ہے لیکن یہ وہم زائل و باطل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و ثبوت نبوت دلائل قطعیہ یقینیہ سے ہے۔ سحر بھی ایک بیماری ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کو عارض و لاحق ہو سکتی ہے جیسا کہ دیگر امراض۔ اگر بالفرض علّت مرض کی وجہ سے آپ کے افعال میں

خلل واقع بھی ہو تو وہ باقی تمام افعال میں خلل کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ حصولِ صحت اور زوالِ مرض کے بعد اس کا کوئی دخل نہیں رہتا جیسا کہ باقی لوگوں میں ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام پر عوارضاتِ بشری مثلاً آفات، تغیرات و آلام و بیماری کا عارضہ ہوتا ہے اور حد بشریت و جبلت کی مد میں ان کے ظواہر و اجسام تک ہی محدود رہتا ہے۔ رہا ان کے ارواح اور بواطن کا معاملہ تو وہ ان سے محفوظ و مامون اور ملاءِ اعلیٰ سے متعلق رہتے ہیں اور وہاں سے علم و وحی حاصل کرتے ہیں۔ ان کے اجسامِ ارضی اور ارواحِ سماوی محاورہ کا یہی مفہوم ہے۔ کبھی حکمت کی بناء پر بطریقِ معجزہ اور خلافِ عادت برائے اظہارِ شرف و کمال اور دیگر بشروں سے امتیاز کی بناء پر آفاتِ بشری اور احکامِ جبلی سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ یہودی عورت کے زہر وغیرہ سے آپ کو محفوظ رکھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودی عورت کے زہر سے زندہ رہنا ابنِ عاصم کے سحر سے کم تر نہیں۔ سحر کی تاثیر (جسمِ نبوی میں) کی حکمت تاثیرِ سحر کی حقانیت اور مشیتِ الٰہی کا اجراء ہے کہ سحر حق ہے اور اس سے اظہارِ نبوت اس کا ثبوت ہے کیونکہ سحر، ساحر میں تاثیر نہیں کرتا چونکہ کفار تو آپ کو ساحر کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر سحر کی تاثیر کو ظاہر فرما کر واضح کر دیا کہ آپ ساحر نہیں، رہا معاملہ کسی فعل کا خیال کرنا اور عدم قدرت پر جماع جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے اور آنکھوں کی بینائی کی کمزوری جیسا کہ دیگر روایات میں ہے۔ تبلیغ شریعت میں فعل اور آپ کے صدق میں رکاوٹ نہیں کیونکہ ابلاغِ شریعت پر آپ کی عصمت و طہارت پر قطعی دلائل موجود ہیں۔ بعض ان میں سے امور دنیویہ ہیں جنکی خاطر آپ کی بعثت نہیں ہوئی اور نہ ان کو فضیلت دی گئی۔ کسی حدیث یا روایت میں یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا فعل یا قول سرزد ہوا ہو جو آپ کے ابلاغ کے خلاف ہو یا نفس الامر کے خلاف ہو جو کچھ مذکور ہے یہ تو خواطر و تخیلات ہیں اور انھیں آپ صادق تصور نہیں فرماتے اور نہ ہی ان کا اثبات فرماتے۔ آپ کے تمام اعتقادات بطریق صدق و صواب ہیں اور آپ کے مبارک اقوال بھی بطریق صحت اور عدم فساد ہیں اور اگر ضعف بصری ظاہر بھی ہوا ہو تو یہ عقل و تمیز میں مخل نہیں فافھم وباللہ التوفیق۔ واقعہ جادو حدیبیہ سے واپسی پر ملو ذوالحج میں وقوع پذیر ہوا اور اسکی مدت بقا چالیس روز یا چھ ماہ یا ایک سال رہی۔ ان میں تطبیق کچھ یوں ہے کہ چالیس روز تک غلبہ رہا پھر کچھ آثار شش ماہ تک اور کچھ ایک سال تک رہے۔ واللہ اعلم

سے۲ مکرر دعا فرمائی اس میں اس پر دلیل ہے۔ نزولِ بلاء اور حصول مکروہ کے وقت دعا مستحب و سنت ہے۔ شارحین کہتے ہیں کہ خواص اس وقت دعا کرتے ہیں کہ وہ حبِ اجابت کو پہنچتی ہے اور دیگر لوگ دعا کو چھوڑتے ہیں اور اپنے وقت میں مستجاب ہوتی ہے۔

سے۳ طب، سحر و جادو، طب کا ایک معنی سحر ہے۔

سے۴ منقول ہے کہ اس کی بیٹیوں نے اس کی شرکت سے کیا۔

سے۵ مشط، میم پر پیش، شین ساکن یا مضموم دیگر طریقوں پر بھی اس کا ضبط ہے۔ مشاطہ میم پر پیش وہ بال جو کنگھی سے جھڑتے ہیں۔

۵۶ جف، جیم پر پیش، فاء مشدد، شگوفہ کا غلاف، طلعہ، طاء پر زبر، لام ساکن شگوفہ یہ نر اور مادہ دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ جہاں شگوفہ نر ہوگا وہاں اس کی خصوصیت ظاہر ہے اور جف کی جگہ جب باء کے ساتھ بھی منقول ہے اور دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

۵۷ ذروان۔ ذال پر زبر، راء ساکن، کنوئیں کا نام ہے۔ بعض روایات میں اروان ہے۔ ہمزہ پر زبر دونوں صحیح اور مشہور ہیں۔ اول اصح اور زیادہ مشہور ہے۔

۵۸ حناء، حاء کے نیچے زیر، نون مشدد، وہ گھاس جو خوشبو میں مشہور ہو۔

۵۹ شیخ توربشتی فرماتے ہیں کبھی ذہن اس طرف جاتا ہے کہ آپ کے اس ارشادِ گرامی سے مراد وہ درخت ہیں، جو اس کنوئیں میں تھے انھیں منظرِ قبیح کے اعتبار سے رؤس الشیاطین سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن مراد کھجور کے وہ شگوفے جو کنوئیں میں دفن تھے، عرب سب سے بدمنظر کو رؤس شیاطین سے تعبیر کرتے تھے۔ بعض نے کہا اس سے مراد خبیث سانپ ہیں ان کو شیاطین کا نام دیا گیا ہے۔

۶۰ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما نے ذروان کنوئیں پر سحر نکالنے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے جب نکالا تو دیکھا کھجور کے شگوفوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موم سے بنی ہوئی صورت تھی اور اس میں ہر طرف سے سوئیاں چبھی ہوئی تھیں اور اس پر گرہیں تھیں۔ اسی وقت جبرئیل امین معوذتین سورتیں لے کر نازل ہوئے۔ ہر آیت پر ایک گرہ کھل جاتی تھی اور سوئی باہر آجاتی تھی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین ونصیب ہوئی۔ ممکن ہے آپ بھی تشریف لے گئے ہوں مگر کنوئیں کے اندر اترنے کا حکم حضرت علی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کو فرمایا ہو تا کہ وہ اسے نکال لائیں۔ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو کچھ نہ فرمایا اور نہ ہی انتقام لیا بلکہ فرمایا میں فتنہ برپا کرنے کو پسند ہی نہیں کرتا۔

۵۴۳۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْسِمُ قَسْمًا اَتَاہُ ذُوالْخُوَیْصَرَۃِ وَھُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِعْدِلْ فَقَالَ وَیْلَکَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ اِئْذَنْ لِّیْ اَنْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خویصرہ کو کھ والا ایک شخص آیا جو بنی تمیم سے تھا بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون کریگا اگر میں انصاف نہ کروں تو تو خائب وخاسر ہو جاوے تو جناب عمر نے کہا مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی

اَضْرِبْ عُنُقَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا يَحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهٗ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَنْظُرُ اِلٰى نَصْلِهٖ اِلٰى رِصَافِهٖ اِلٰى نَضِيِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ اِلٰى قُذَذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰى عَضُدَيْهِ مِثْلَ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلَ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰى خَيْرِ فِرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِيَ بِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اتَّقِ اللّٰهَ فَقَالَ فَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُهٗ فَيَاْمَنُنِيَ اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ وَلَا تَاْمَنُوْنِيْ فَسَاَلَ رَجُلٌ قَتْلَهٗ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ اِنَّ مِنْ

گردن مار دوں فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نماز ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے۔ قرآن ان کے گلوں کے نیچے نہ اُترے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک، اس کے پر اس کی قدح یعنی لکڑی، اس کی نوک کے پیچھے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پایا جاتا ہے حالانکہ وہ گوبر اور خون میں سے گزرا ہے۔ اس کی نشانی ایک کالا آدمی ہے جس کے بازوؤں میں سے ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کی بوٹی کی طرح جو ہلتا ہو۔ یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے حضرت ابو سعید نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب علی بن ابی طالب نے ان لوگوں پر جہاد کیا۔ میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے اس شخص کے متعلق حکم دیا وہ ڈھونڈا گیا اسے لایا گیا حتیٰ کہ میں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی علامت پر دیکھا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں ابھری ہوئی پیشانی گھنی داڑھی اونچی کنپٹی والا سر منڈا ہوا وہ بولا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے ڈرو تو فرمایا کہ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہ جانو ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت مانگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا جب وہ چلا گیا تو حضور صلی اللہ

ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی پشت [۸] سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی قرآن انکے گلے سے نیچے نہ اترے گا وہ اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے وہ مسلمانوں سے قتال کریں گے اور بت پرستوں [۹] کو چھوڑیں گے اگر میں انھیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کروں۔ (بخاری مسلم)

[۱] قسم، قاف پر زبر، بمعنی مقسوم، قسم، قاف کے نیچے زیر، بمعنی حصہ ونصیب وبخشش، یہ مال غنیمت حنین سے حاصل ہوا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام جعرانہ پر تقسیم فرمایا

[۲] ذوالخویصرہ، خاء پر پیش، واؤ پر زبر یاء ساکن، صاد کے نیچے زیر

[۳] تمام کو برابر دے

[۴] کیونکہ تیری سود مندی اور امید برآری میرے انصاف کی وجہ سے ہے اور مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور اقامتِ عدل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اگر میں عدل نہ کروں تو تمھارے پاس سوائے ناامیدی اور زیاں کاری کے کچھ نہ ہو۔

[۵] یہ ظاہری، نماز و روزہ میں تمھارے نماز و روزہ سے قوی ہیں اور نمازیوں کے قتل سے اسلام نے منع کر رکھا ہے اگرچہ ان کا نماز روزہ درجہ قبلیت نہیں پاتا۔ اگرچہ وہ بغاوت کی وجہ سے واجب القتل ہو چکے ہیں۔

[۶] اس سے مراد قرآن کا درجہ قبول اور محل انابت پر نہ پہنچنا ہے۔

[۷] رصاف، راء پر پیش یا زیر، تیر کے اوپر جو پیوست ہوتا ہے۔

[۸] ئضئی، نون پر زبر، ضاد کے نیچے زیر یاء مشدد

[۹] قدح، قاف کے نیچے زیر، دال ساکن، تیر کی لکڑی، یہ وادی کی تفسیر ہے۔

[۱۰] قذذہ، قاف پر پیش، ذال پر زبر، تیر کے پَر

[۱۱] یہ فرقہ دین سے اس طرح دور ہے کہ جس طرح وہ تیر جو شکار سے اس قدر تیزی سے گزرا کہ اس پر گوشت وغیرہ کا کوئی اثر نہ تھا۔ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جنھوں نے خوارج کی تکفیر کی ہے خطابی کہتے ہیں کہ یہاں دین سے مراد اطاعت امام ہے، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے نقل کیا کہ یہ فرقہ دین سے اس طرح باہر ہے جیسے تیر شکار سے باہر جاتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشابہتِ ایمان کی وجہ سے خوارج کی تکفیر میں توقف فرمایا امام مالک رضی اللہ عنہ سے اہلِ اہوا کی تکفیر کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کافر ہیں۔ انھوں نے فرمایا وہ کفر سے بھاگتے ہیں۔ ایسی ہی بات امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خوارج کے بارے میں منقول ہے۔

۱۲؎ تدردر، تا اور دال پر زبر، را ساکن اصل میں تتدردر بروزن تتدحرج یعنی وہ حرکت کرے گا آگے جائے گا۔ اس وجہ سے اسے ذوالثدیہ کہا گیا ہے۔ تا پر پیش، دال پر زبر اور رشدد، یہ خوارج کا سربراہ تھا

۱۳؎ یہاں بہتر گروہ سے مراد حضرت علی اور ان کے ساتھی ہیں رضی اللہ عنہم۔

۱۴؎ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

۱۵؎ قتل شدہ افراد کے درمیان اس کی تلاش کی۔

۱۶؎ حدیث کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

۱۷؎ غور کا اصلاً معنی پانی کا زمین کے نیچے جانا۔

۱۸؎ وجنۃ واؤ پر تینوں حرکات کے ساتھ ہے۔

۱۹؎ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ذوالخویصرہ کی علامات تھیں۔ ذوالثدیہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا وہ اسی قوم میں سے تھا۔ دونوں کو ایک قرار دینا فقط وہم ہے۔

۲۰؎ یہ بدشکل کہنے لگا

۲۱؎ خدا کی اطاعت کرتے ہوئے عدل سے کام لو

۲۲؎ یعنی میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والا ہوں تو مجھے اطاعت کی تاکید کر رہا ہے۔

۲۳؎ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں ان کے درمیان عدل کروں۔

۲۴؎ لیکن تو مجھ پر اعتماد نہیں کر رہا۔

۲۵؎ اس کی اس بے ادبی پر ایک صحابی نے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ سابق حدیث میں گزرا، یہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔

۲۶؎ ضِئْضِئ دونوں ضاد کے نیچے زیر اور دو ہمزے، بمعنی اصل یہاں مراد مذہب ہے نہ کہ اولاد ہونا کیونکہ خوارج ذوالخویصرہ کی اولاد میں سے نہ تھے۔

۲۷؎ بت پرستوں کے ساتھ ان کی جنگ نہ ہوگی۔

۲۸؎ قتل عاد سے مراد ان کا جڑ سے کاٹ دینا ہے۔ باقی مشاکلت کی بناء پر تعبیر ہے کیونکہ قوم عاد قتل نہیں ہوئی بلکہ ہوا نے انھیں ہلاک کیا۔

۵۶۴۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّيْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِيْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا وہ مشرکہ تھی ایک دن میں نے اسے دعوت دی تو اس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ باتیں سنائیں

أَكْرَهُ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أُدْعُ اللهَ أَنْ يَهْدِيَ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صِرْتُ إِلَى الْبَابِ فَإِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ أُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللهَ وَقَالَ خَيْرًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جو میں ناپسند[1] کرتا ہوں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتا[2] ہوا گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے تو میں خوشی خوشی نکلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے۔ تو جب میں دروازے پر پہنچا تو وہ بند تھا۔ میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ[3] سنی تو بولیں[4] اے ابوہریرہ[5] وہاں ہی رہو اور میں نے پانی کی چھلک[6] سنی۔ انھوں نے غسل کیا پھر اپنی قمیص پہنی اور اپنے دوپٹہ سے جلدی[7] کی۔ دروازہ کھولا پھر بولیں اے ابوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا میں خوشی سے رو رہا[8] تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دعائے[9] خیر کی۔ (مسلم)

[1] میں نے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی گفتگو سنی جس کا ذکر کرنا مجھے پسند نہیں ظاہر یہ ہے کہ ذکر سے قطع نظر دل سے برا جاتا۔

[2] اپنی ماں کے حال پر روتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا

[3] خشف، خاء اور شین کے ساتھ قدموں کی آہٹ

[4] ابھی مکان میں داخل نہ ہونا اے ابوہریرہ

[5] اپنے نام کی تصریح ان کے حال کے اہتمام اور ان کی قبولیت و رضا کی وجہ سے ہے۔

[6] میں نے غسل کرنے کی آواز سنی، خضخضہ، دو خاء اور دو ضاد۔ پانی کا ٹپکنا

[7] جلدی سے لباس پہنا اور اوڑھنی سر پر لی

[8] کبھی رونا غم کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی خوشی کی بناء پر۔ بعض خوش طبع نے کہا خوشی خوشی پر رونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ غم گریہ کی صورت میں باہر نکل آتا ہے۔

۵ یہ حکم نیکی، دعا کو متضمن ہے یہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر معجزہ کا اظہار ہے کہ باوجود سخت مخالف ہونے کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل پر تصرف فرمایا اور ان کے کفر کو اسلام سے بدل ڈالا۔

۵۶۴۲ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ مِنَ الْاَسْوَاقِ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَءًا مِّسْكِيْنًا اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْئِ بَطْنِيْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعُهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَّقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَتِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انھیں سے روایت ہے فرمایا تم کہتے ہو کہ ابوہریرہ[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات زیادہ کرتے ہیں اور اللہ وعدہ والا ہے[۲] میرے مہاجر بھائیوں کو بازار میں چیخ و پکار[۳] مشغول رکھتی تھی اور میرے انصاری[۴] بھائیوں کو ان کے مالوں میں کام کاج مشغول رکھتا تھا۔ میں ایک مسکین آدمی[۵] تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن دل بھر کے پکڑے رہتا تھا۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم میں سے کوئی اپنا کپڑا پھیلادے حتیٰ کہ میں اپنا یہ کلام پورا کرلوں[۶] پھر وہ اپنے سینے سے لگالے[۷] پھر کبھی نہ میرا کوئی کلام بھول جاوے چنانچہ میں نے کمبل[۸] پھیلادیا۔ پھر مجھ پر اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا کرلیا پھر میں نے وہ کمبل اپنے سینے سے لگا لیا تو اس کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا میں اپنے اس دن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان نہ بھولا۔ (بخاری، مسلم)

⁂

۱ یعنی اگر میں احادیث میں کمی بیشی کروں تو روز قیامت اللہ تعالیٰ مجھے سزا دے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

۲ اس کے بعد کثرت کے ساتھ احادیث روایت کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا

۳ اس سے مراد بیع وشرا ہے کیونکہ بائع ومشتری ہی اصحاب تجارت ہونے کی وجہ سے ایک ہاتھ دوسرے پر مارتے ہیں۔

۴ اہل مدینہ کے مال سے مراد ان کے باغات اور ان کا کھیتی باڑی کرنا ہے۔ جیسا کہ اہل مکہ کے ہاں اونٹ اور بکریاں، انصاری لوگ باغات اور زراعت کے مالک تھے۔

ــ۵ جو مل جاتا اُس پر قناعت کر لیتا نہ میرا کاروبار تھا اور نہ زراعت کہ میں ان میں مشغول ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت میں رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اقوال کو دیکھتا اور سنتا رہتا۔

ــ۶ اس میں اُس دعا کی طرف اشارہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے حفظ، حفاظت اور آپ کی احادیث کو سن کر یاد کرنے کے بارے میں کی تھی۔

ــ۷ میں دعا کروں گا جس نے بھی جھولی پھیلا دی اس دعا کی برکت سے جب وہ اپنی چادر اپنے اوپر اوڑھے گا تو جو اس نے جو احادیث حاصل کی تھیں وہ اسے کبھی نہیں بھولیں گی۔

ــ۸ نمرہ، نون پر زبر، میم کے نیچے زیر وہ کمبل جس میں سیاہی و سفیدی ہو۔

۵۶۴۳ وَعَنْ جَرِيْرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلٰى وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ وَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ يَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِيْ بَعْدُ فَانْطَلَقَ فِيْ مِائَةٍ وَّخَمْسِيْنَ فَارِسًا مِّنْ اَحْمَسَ فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَّرَهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جریر[۱] ابن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم مجھ کو ذوالخلصہ[۲] سے راحت نہ دو گے۔ میں نے عرض کیا ہاں اور میں گھوڑے پر ٹھہر نہ سکتا تھا۔ میں نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینہ[۳] پر لگا دیا حتیٰ کہ میں نے آپ کے ہاتھ کا اثر اپنے سینہ میں پایا اور فرمایا الٰہی[۴] اسے ثابت رکھ، اسے ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ[۵] بنا دے۔ فرمایا اس کے بعد اپنے گھوڑے سے نہ گرا۔[۶] پھر وہ ڈیڑھ سو سواروں میں گئے جو قبیلہ احمس[۷] سے تھے۔ ذی الخلصہ کو آگ میں جلا دیا اور اسے ڈھا دیا۔ (بخاری مسلم)

ــ۱ حضرت جریر ابن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ، یہ عزت و شرف، حسن صورت و سیرت میں بے مثل تھے

ــ۲ ذوالخلصہ، خاء پر زبر، لام دونوں پر ضمہ بھی جائز، بت خانہ کا نام ہے اسے کعبۃ اللہ الیمانیہ کہتے ہیں۔ قبیلہ خثعم کا اس میں بت تھا اس کا نام خلصہ تھا۔ خلصہ اصلاً درخت کا نام ہے جس سے خوشبو آتی ہو۔

ــ۳ تقویت ثابت اور مضبوطی کے لیے

ــ۴ اسے تمام احوال اور افعال میں ثابت رکھ

ــ۵ یہاں سے معلوم ہوتا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیں اور قوت عطا کریں وہ کمزور و ناتواں نہیں ہو سکتا اے اللہ ہمیں بھی عطا فرما۔ ؎ تو مرا دل دہ و دلیری بین + روبہ خویش خوان و شیری بین
تو مجھے دل عطا فرما پھر جرات دیکھ تو ہمیں لومڑی ہی قرار دے دے پھر ہمیں شیر دیکھ

وَمَنْ يَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

(جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت حاصل ہو جائے اس کے سامنے شیر بھی کمزور ہوتا ہے)

یہ فقیر جب مکہ معظمہ میں اقامت پذیر تھا تو الحاج نظر بدخشی (جو کہ راہ کے مرد اور طریقت کے شہسوار تھے) کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے میری پشت پر ہاتھ پھیرا اور دو دفعہ فرمایا اے اللہ اسے استقامت عطا فرما میں کامل طور پر امیدوار ہوں کہ بندہ حق اور دین پر قائم اور راسخ رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۶ احمس، حاء، سین بروزن احمر، قریش کے قبائل کا نام ہے، شجاعت، سختی اور دلیری کی وجہ سے یہ نام تھا، حماسہ کا معنی شجاعت ہوتی ہے۔

۵۶۴۴ / ۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَقْبَلُهٗ فَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَّهٗ اَتَى الْاَرْضَ الَّتِيْ مَاتَ فِيْهَا فَوَجَدَهٗ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَا شَانُ هٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْاَرْضُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کاتب[۱] وحی تھا وہ اسلام سے پھر گیا اور مشرکین[۲] سے جا ملا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے زمین قبول نہیں کرے گی۔ مجھے ابو طلحہ[۳] نے خبر دی کہ وہ اس زمین میں گئے جہاں وہ مرا تھا اسے باہر پھینکا ہوا پایا پوچھا اس میت کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو بارہا دفن کیا اسے زمین نے قبول نہ کیا۔ (مسلم، بخاری)

۱ وحی یا اس کے علاوہ کوئی چیز

۲ یہ شخص نصرانی تھا مسلمان ہوا پھر اس نے نصرانیت اختیار کر لی۔

۳ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں اور حضرت اُمِّ انس رضی اللہ عنہما کے خاوند ہیں۔

۵۶۴۵ / ۳۰ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا قَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ایوب[۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے سورج ڈوب چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنی[۲] فرمایا یہود اپنی قبروں میں عذاب دیے جا رہے ہیں۔ (مسلم، بخاری)

۱ یہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ ہجرت کے وقت سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے مہمان بنے۔

۲ یہ آواز یہود کی فریاد کی بھی ہو سکتی ہے یا عذاب کے واقع ہونے کی یا عذاب دینے والے فرشتوں کی۔

اوّل ظاہر ہے، طبرانی کی روایت اس پر شاہد ہے۔

۵۶۴۶/۲۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِيْنَةِ هَاجَتْ رِيْحٌ تَكَادُ اَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا عَظِيْمٌ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ قَدْمَاتَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس ہوئے توجب مدینہ سے قریب ہوئے تو ایک ہوا چلی جو سوار کو دفن[1] کیے دیتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت پر[2] بھیجی گئی ہے۔ پھر مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں کا ایک سردار مرچکا تھا۔ (مسلم)

لہ جو قریب تھا کہ سوار کو ہلاک کردیتی۔

۲ منافق کی موت کے وقت سخت طوفان کا آنا، وحشت و پریشانی لاحق ہونا اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے مرنے پر لوگوں کو راحت ہوتی ہے۔

۵۶۴۷/۲۲ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَدِمْنَا عُسْفَانَ فَاَقَامَ بِهَا لَيَالِيَ فَقَالَ النَّاسُ مَا نَحْنُ هٰهُنَا فِيْ شَيْءٍ وَّاِنَّ عِيَالَنَا لَخُلُوْفٌ مَا نَاْمَنُ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا فِي الْمَدِيْنَةِ شِعْبٌ وَّلَا نَقْبٌ اِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتّٰى تَقْدَمُوْا اِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ ارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا وَاَقْبَلْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَوَالَّذِيْ يُحْلَفُ بِهٖ مَا وَضَعْنَا رِحَالَنَا حِيْنَ دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ حَتّٰى اَغَارَ عَلَيْنَا بَنُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَطْفَانَ وَمَا يُهَيِّجُهُمْ قَبْلَ ذٰلِكَ شَيْءٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ عسفان[1] پہنچے وہاں چند شب قیام فرمایا لوگ کہتے کہ ہم یہاں کسی کام میں تو ہیں نہیں اور ہمارے بال بچے اکیلے[2] ہم سے غائب ہیں ہم ان پر مطمئن نہیں۔ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ میں نہ کوئی گھاٹی[3] ہے نہ کوئی راستہ مگر اس پر دو فرشتے ہیں جو اس کی حفاظت کر رہے ہیں حتیٰ کہ ہم لوگ وہاں پہنچے پھر فرمایا کوچ کرو ہم نے کوچ کیا اور مدینہ پہنچ گئے۔ اس کی قسم کھائی[4] جاتی ہے کہ جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو ابھی ہم نے سامان نہ اتارے تھے کہ ہم پر بنی عبداللہ بن غطفان[5] نے حملہ کردیا حالانکہ اس سے پہلے انہیں کوئی چیز نہیں بھڑکاتی[6] تھی۔ (مسلم)

لہ عسفان، عین پر پیش، سین ساکن اور فاء، مکہ معظمہ سے دو مراحل پر ہے۔

۲ خلوف، خاء پر پیش، خلف یا خالف کی جمع، اس کا اطلاق موجود و غائب دونوں پر ہوتا ہے۔

نہایۃ میں ہے خالف کہتے ہیں جب سفر کی وجہ سے غائب اور خواتین گھروں میں مقیم رہیں۔
۳؎ شِعب، شین کے نیچے زیر، پہاڑوں کے درمیان راستہ۔ نقب، نون پر زبر، قاف ساکن، یہ بھی اسی طرح کے راستہ کے معنی میں آتا ہے لیکن یہاں دو شہری کوچہ کے دو محلوں کے درمیان مراد ہے۔ جیساکہ دوسری احادیث میں کہ آفتاب مدینہ پر فرشتے مقرر ہیں اور وہاں طاعون اور دجّال کا داخلہ نہ ہوگا۔
۴؎ حلف صرف اللہ تعالیٰ کے نام کا ہی اٹھایا جاسکتا ہے۔
۵؎ غطفان۔ غین اور طاء قبیلہ کا نام ہے۔
۶؎ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اطلاع سچی ثابت ہوئی کہ مدینہ کی حفاظت کفار سے باہر رہنے کی صورت میں فرشتے کرتے ہیں۔

۵۶۴۸ / ۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِيُّ اَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَآءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيْرُ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو سخت قحط سالی۱؎ پہنچی تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے جمعہ کے دن کہ ایک دیہاتی اٹھا بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال۲؎ برباد ہوگیا اور بچے بھوکے ہوگئے آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے ہم آسمان میں بادل نہیں دیکھتے تھے تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نیچے نہ کیے حتی کہ بادل پہاڑوں۳؎ کی طرح اٹھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر سے نہ اترے حتی کہ میں نے آپ کی داڑھی پر بارش ٹپکتے دیکھی پھر ہم پر آج اور کل اور پرسوں ہوتی رہی دوسرے جمعہ تک اور یہی بدوی یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمارتیں گر گئیں، مال ڈوب گئے، آپ اللہ سے دعا۴؎ کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا الٰہی ہمارے آس۵؎ پاس برسا ہم پر نہ برسا۔ پھر آپ بادل۶؎ کے کسی گوشہ کی طرف اشارہ فرماتے مگر وہ چلا جاتا اور مدینہ تالاب کی طرح

الْوَادِیْ قَنَاۃُ شَھْرًا وَلَمْ یَجِیْٔ اَحَدٌ مِّنْ نَّاحِیَۃٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَاَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ہوگیا اور وادئ قنات ایک مہینہ تک بہتی رہی ۔ کسی طرف سے کوئی نہ آیا مگر اس نے بارش کی خبردی اور ایک روایت میں ہے کہ انھیں ہم پر نہ برسا ہمارے آس پاس برسا الٰہی ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور جنگلوں کے اندرون پر اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسا، فرمایا تو بارش رک گئی اور ہم دھوپ میں چلنے لگے۔ (بخاری، مسلم)

لہ سنہ، سال کے معنی دیتا ہے لیکن پھر سال قحط کا معنی اس پر غالب آچکا ہے ۔

لہ مال سے مراد باغ وزراعت اور چوپائے جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے پریشان اور عیال تنگی معاش کی وجہ سے ۔

لہ قزع، قاف پر زبر، بادل کے ٹکڑے، قزعہ کی جمع ہے ۔

لہ جامع الاصول میں ہے، ابھی ہاتھ مبارک نیچے نہیں آئے تھے اور یہی ظاہر ہے ۔

لہ منبر سے نیچے آتے اور مسجد سے باہر نکلتے ہی بارش شروع ہوگئی ۔ حدود کا معنی اوپر سے نیچے آنا ہے یہ صعود کی ضد ہے ۔

لہ بارش رکنے کی دعا فرمائیے ۔

لہ ہمارے اردگرد سے مراد کھیتیاں اور باغات ہیں ۔ حوالیہ لام پر زبر نہ کہ زیر حول اور احوال کا ایک ہی معنی ہے ، تکرار و تعدد کی وجہ سے لفظ تثنیہ ذکر کیا گیا ہے ۔

لہ بعض روایات میں من السحاب کی جگہ من السماء ہے ۔

لہ یعنی تمام اطرافِ مدینہ میں بارش جاری رہی مگر شہر مدینہ میں بارش رک گئی ۔ جوبہ جیم پہ زبر، واؤ ساکن ۔

قاموس میں ہے جوبت بھرا اور جوبہ گڑھا، دوسری روایت میں جوبہ کے بجائے اکلیل ہے یعنی شہر مدینہ کا بالائی حصہ تاج کی مانند ہوگیا ۔

لہ قناۃ، منصوب و مرفوع دونوں طرح ہے پہاڑ کی ایک طرف نالہ کا نام ہے، یعنی وہ نالہ ایک ماہ تک جاری رہا جس کا نام قناۃ ہے، یہ روایت بخاری کے موافق ہے، کیونکہ اس میں ہے وادی قناۃ جاری رہا اس صورت میں لفظ قناۃ تنوین کے بغیر مفتوح ہوگا ۔

لہ جود، جیم پر زبر، واؤ ساکن، کثیر بارش یا ایسی بارش جس سے بڑھ کر نہ ہو ۔

لہ اکام، اکمہ، الف، کاف اور میم تینوں پر زبر، وہ سخت و بلند جگہ جو ابھی پتھر نہ بنی ہو ۔

۱۳ ظِراب، ظاء کے نیچے زیر، ظَرِبٌ بروزن کتف، فراخ پہاڑ یا چھوٹا پہاڑ
۱۴ راوی سے مراد حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔

۵۶۴۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ اسْتَنَدَ إِلَى جِذْعِ نَخْلَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوَى عَلَيْهِ صَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک ڈنڈے[۱] سے ٹیک لگا لیتے تھے جو مسجد کے ستونوں[۲] میں سے تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر بنا دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ گر ہوئے تو جس ڈنڈا کے پاس آپ خطبہ پڑھتے تھے وہ چیخ پڑا حتیٰ کہ قریب تھا کہ چر جاوے[۳] نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے حتیٰ کہ اسے پکڑا، اپنے سے چپٹایا تو وہ سسکیاں بھرنے لگا۔ اس بچے کی سسکیوں کی طرح جسے چپایا[۴] جاوے۔ حتیٰ[۵] کہ قرار پکڑ گیا۔ راوی نے کہا کہ وہ اس ذکر الٰہی پر رو دیا جو وہ سنا[۶] کرتا تھا۔ (بخاری)

۱ جذع، جیم کے نیچے زیر، ذال ساکن
۲ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں مسجد کے ستون کھجور کے تھے۔ منبر بننے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستون کے ساتھ ہی ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے۔
۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے
۴ یسکت، کاف مشدد
۵ بعض روایات میں اونٹنی کے بچے کی طرح رونے کا ذکر ہے۔ حنین بمعنی شوق و محبت یہاں وہ آواز مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق پر دلالت کر رہی ہے۔
۶ کھجور کے تنے والی حدیث صحابہ کی پوری جماعت سے کثیر طرق سے مروی ہے کہ اس میں کسی شبہ اور شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ مواہب لدنیہ میں شیخ علامہ تاج الدین سبکی سے ہے کہ اکابر مشاہیر علماء شوافع کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حدیث کھجور متواتر ہے۔ حافظ ابن حجر، فتح الباری میں کہتے ہیں۔ کھجور اور شق چاند کا واقعہ مشہور طریقہ سے مروی ہے اور ہر اس کو یقین کا فائدہ دے گا جو حدیث کے طرق سے مطلع ہوگا۔ قاضی عیاض مشارق میں کہتے ہیں کھجور والی حدیث مشہور ہے اور اس کے بارے میں خبر متواتر ہے۔ تمام اہل صحیح نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ امام حسن بصری جب حدیث بیان کرتے رو پڑتے اور فرماتے اے اللہ کے

بندو! خشک لکڑی شوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق میں تمہارا رونا زیادہ لائق ومناسب ہے کیونکہ تم لکڑی سے کم نہیں ہو۔ شعر

وہ پتھر اور گھاس جس میں خصوصیت ہے وہ اس آدمی سے بہتر ہیں جس میں معرفت نہیں۔

۵۶۵۰/۲۵ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کھا وہ بولا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ فرمایا اب طاقت نہ رکھے گا اسے صرف تکبر نے اس سے منع کیا۔ راوی نے فرمایا کہ وہ پھر یہ ہاتھ اپنے منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم)

ؔ۱ بطور تکبر نہ کہ بطور عجز و کمزوری، اس میں اس وہم کا ازالہ ہے کہ عدم استطاعت کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف دعا نہ فرماتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس رحمۃ للعالمین ہے۔

۵۶۵۱/۲۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ بَطِيْئًا وَكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار اہل مدینہ گھبرا گئے ۱ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ کے سست گھوڑے پر سوار ہوگئے اور وہ اڑتا بھی تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے تو فرمایا کہ ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو دریا ۲ پایا۔ پھر اس کے بعد وہ گھوڑا انہیں مقابلہ کیا جاتا ۳ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے بعد کبھی پیچھے ۴ نہ رہا۔ (بخاری)

ؔ۱ چوروں یا دشمنوں کی وجہ سے

ؔ۲ یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ تیز رفتار ہو اور دریا کی طرح روکا نہ جا سکے۔

ؔ۳ یجاری، جیم مجہول ہے، مجارات سے مشتق ہے بمعنی معارضہ ومباہات۔ اصل میں ایک دوسرے کے ساتھ چلنے کے معنی میں آتا ہے۔ دوسری روایت میں لا یحاذی، حاء اور ذال، محاذات کا معنی مقابل ہے۔ بعض روایات میں یہ ہے۔

ؔ۴ اس کے بعد کوئی اس پر سبقت نہ لے جاتا۔

۵۶۵۲/۲۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ تُوُفِّيَ اَبِيْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَرَضْتُ عَلٰى غُرَمَائِهٖ اَنْ يَّاْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَاَبَوْا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے والد کی وفات ہوئی ان پر قرض تھا میں نے ان کے قرض خواہوں سے درخواست کی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَّاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاۤءُ فَقَالَ لِيَ اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ طَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِيْ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَّالِدِيْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَتَهٗ وَالِدِيْ وَلَا اَرْجِعُ اِلٰى اَخَوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتّٰى اَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وہ اپنے قرض کے عوض موجودہ چھوارے[۱] لے لیں انہوں نے انکار کیا[۲] تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ میرے والد اُحد کے دن شہید ہو گئے اور بہت سا قرض چھوڑ گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھیں[۳] فرمایا جاؤ ہر قسم کے چھواروں کا ایک ایک طرف ڈھیر لگا دو۔ میں نے یہ کام کر دیا پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ جب قرض خواہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو شاید وہ اس گھڑی مجھ پر بھڑک[۴] گئے پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا یہ عمل دیکھا تو ان میں سے بڑے ڈھیر کے آس پاس تین چکر گھومے پھر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا اپنے قرضخواہوں[۵] کو ہمارے سامنے بلاؤ پھر آپ ناپ کر اُتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا سارا قرض ادا کر دیا۔ میں اس پر راضی تھا کہ اللہ میرے والد کا قرض ادا کر دے۔ میں اپنی بہنوں[۶] کو ایک چھوارا بھی نہ پہنچاؤں مگر اللہ نے سارے ڈھیر سلامت رکھے اور حتیٰ کہ میں اس ڈھیر کو دیکھتا تھا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ گویا اس میں سے ایک چھوارا بھی کم نہیں ہوا۔ (بخاری)

۱؎ جو میرے باغ سے حاصل ہوئی تھیں

۲؎ کیونکہ وہ قرض سے کم تھیں

۳؎ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قرض میں کمی کر دیں یا بطور معجزہ کھجوریں قرض کے مطابق ہو جائیں۔

۴؎ اغروا، ہمزہ پر پیش، غین پر سکون، را پر پیش۔ صراح میں ہے غرا چھلی کا تڑپنا

۵؎ اپنے قرض خواہوں کو

۶؎ یہ حضرت جابر کے والد کی بیٹیاں تھیں جنھیں وہ اپنی بہنیں کہہ رہے ہیں۔ الغرض میرے والد کا قرض پورا ادا ہو جائے خواہ میں اپنی بہنوں کے لیے کچھ بھی نہ لے جاؤں۔

۸؎ تمر پہ رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ڈھیر پہ تشریف فرما ہوئے اور وہاں سے پیمانہ کے ساتھ قرض ادا فرمایا تو اس ڈھیر سے کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۵۶۵۲ / ۲۸ وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ مَالِكٍ كَانَتْ تُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا فَيَأْتِيْهَا بَنُوْهَا فَيَسْأَلُوْنَ الْأُدُمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ شَيْءٌ فَتَعْمِدُ إِلَى الَّذِيْ كَانَتْ تُهْدِيْ فِيْهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجِدُ فِيْهِ سَمْنًا فَمَا زَالَ يُقِيْمُ لَهَا أُدُمَ بَيْتِهَا حَتّٰى عَصَرَتْهُ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَصَرْتِيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَوْ تَرَكْتِيْهَا مَا زَالَ قَائِمًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انھی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ام مالک[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ڈبہ میں گھی کا ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ ان کے پاس ان کے بچے آتے ان سے سالن مانگتے حالانکہ ان کے پاس[۲] کچھ نہ ہوتا تو وہ اس ڈبے کی طرف جاتیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا کرتی تھیں تو اس میں گھی پاتی تھیں[۳]۔ ان کے لیے ان کے گھر کا سالن رہا۔ حتیٰ کہ انھوں نے اسے نچوڑ لیا پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں فرمایا کیا تم نے اسے نچوڑ لیا۔ عرض کیا ہاں! فرمایا اگر تم اسے چھوڑ دیتیں تو وہ باقی رہتا۔ (مسلم)

۱؎ ام مالک یہ صحابیات میں سے ہیں۔ عکہ، عین پر پیش کاف مشدد وہ برتن جس میں تیل اور شہد ڈالا جاتا ہے۔ ہاں تیل کے لیے یہ زیادہ مخصوص ہوتا ہے۔

۲؎ کیونکہ جو روغن تھا وہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ اُدم ہمزہ پر پیش دال ساکن، ادام ہمزہ کے نیچے زیر کھانے کے لیے روٹی۔

۳؎ یعنی ام مالک اس میں سے ہمیشہ روغن حاصل کرتیں اور وہ ختم نہ ہوتا۔

۵۶۵۴ / ۲۹ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا أَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ أَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِيْ وَلَاثَتْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِيْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم[۱] سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کمزور سنی ہے جس میں بھوک محسوس کرتا ہوں۔ کیا تمھارے پاس کوئی چیز ہے وہ بولیں ہاں چنانچہ انھوں نے جو کی چند ٹکیاں نکالیں پھر اپنا دوپٹہ نکالا تو اس کے بعض سے روٹیاں لپیٹیں پھر اسے میرے ہاتھ سے چھپا دیا اور بعض حصہ لپیٹ[۲] دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو میں وہ لے گیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْطَلْحَةَ مَعَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّيْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَنَّهٗ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَدَخَلُوْا فَقَالَ كُلُوْا وَسَمُّوا اللّٰهَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگ تھے میں نے انھیں سلام کیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کھانا دے کر۔ میں نے کہا ہاں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس والوں سے کہا اٹھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور میں ان کے سامنے چلا حتیٰ کہ میں ابوطلحہ کے پاس آیا تو میں نے انھیں یہ خبر دی ابوطلحہ نے کہا اے ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر تشریف لے آئے ہمارے پاس کھانا نہیں جو انھیں کھلائیں وہ بولیں اللہ اور رسول ہی جانیں۔ ابوطلحہ چلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابوطلحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے لاؤ چنانچہ یہ ہی روٹیاں لائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا وہ توڑ دی گئیں۔ ام سلیم نے ڈبہ نچوڑا اسے سالن بنا دیا پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پڑھا جس کا پڑھنا اللہ نے چاہا پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو انھیں بلایا گیا انھوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر چلے گئے پھر فرمایا اور دس کو بلاؤ پھر اور دس کو تو ساری قوم نے کھا لیا اور سیر ہو گئے قوم کل ستر یا اسی آدمی تھے (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ دس کو بلاؤ وہ آئے فرمایا کھاؤ بسم اللہ پڑھ کر انھوں نے کھایا حتیٰ کہ یہی معاملہ اسی آدمیوں سے کیا گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

وَاَهْلُ الْبَیْتِ وَتَرَكَ سُؤْرًا وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ قَالَ اَدْخِلْ عَلَیَّ عَشَرَةً حَتّٰی عَدَّ اَرْبَعِیْنَ ثُمَّ اَكَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَیْئٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ ثُمَّ اَخَذَ مَابَقِیَ فَجَمَعَهٗ ثُمَّ دَعَا فِیْهِ بِالْبَرَكَةِ فَعَادَ كَمَا كَانَ فَقَالَ دُوْنَكُمْ هٰذَا۔

گھر والوں نے کھایا اور بقیہ چھوڑ بھی دیا اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا کہ میرے پاس دس آدمی لاؤ حتیٰ کہ چالیس آدمی گنائے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا تو میں دیکھنے لگا کہ کیا اس میں سے کچھ کم ہوا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر بقیہ لیا اسے جمع کیا۔ فرمایا پھر اس میں برکت کی دعا کی تو وہ جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا تو فرمایا اسے لو۔

۱؎ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں

۲؎ لاثت۔ لوث سے ہے دستار باندھنا، حضرت انس رضی اللہ عنہ ان دنوں آٹھ سال کے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے۔

۳؎ منقول ہے کہ یہاں وہ جگہ مراد ہے جو نماز کے لیے بنائی گئی تھی اور یہ واقعہ غزوۂ خندق کا ہے جیسا کہ واقعہ حضرت جابر میں ہے۔

۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مطلع ہوئے کہ حضرت انس کے پاس چند روٹیاں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا دو تین صحابہ کے ساتھ تناول فرمانا مناسب نہ جانا اور معجزہ کا ظہور بھی باعث بنا۔ آپ بھی چلے اور صحابہ کو بھی چلنے کا حکم دیا۔

۵؎ تمام کے آنے کی حکمت وہ خوب جانتے ہیں گویا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سمجھ گئی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برائے اظہار معجزہ تشریف لا رہے ہیں اور نہایت ہی عقل مند خواتین میں شمار ہوتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے بھی آگاہ تھیں۔
اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ پہلے کا ہو تو اس پر قیاس کرتے ہوئے فراست سے انھیں اس کا علم ہوگیا تھا۔

۶؎ فت، فاء پر زبر تاء مشدد، روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

۷؎ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

۸؎ ابوطلحہ کو فرمایا یا کسی اور صحابی کو جو موجود تھے۔

۹؎ دس دس طلب کرنے میں حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ جگہ تنگ تھی اور وہ برتن جس میں کھانا تھا اس کا حلقہ دس آدمیوں کا ہی تھا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حکمت یہ تھی کہ تمام کو بلالیا جاتا اور ان کی نظر قلیل طعام پر پڑتی تو ان کی کھانے میں حرص زیادہ ہوتی کیونکہ وہ یہ گمان کرتے کہ کھانا پورا نہ ہوگا۔ حرص اور عدم کفایت کا وہم برکت کے زوال کا سبب ہوتا۔

سنلہ حضرت ابوطلحہ کے خاندان نے

سللہ میں نے دیکھا کہ کھانا کم تو نہیں ہوگیا۔ یہ روایت اسی افراد کے منافی نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس افراد کے بعد کھانا تناول فرمایا اور بقیہ چالیس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تناول کیا

۵۶۵۵ وَعَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِي الْإِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِأَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثُ مِائَةٍ أَوْ زُهَاءَ ثَلٰثِ مِائَةٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انھیں سے روایت ہے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا آپ زوراء میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں سے پھوٹنے لگا۔ قوم نے وضو کر لیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے کہا کہ تم کتنے تھے؟ فرمایا تین سو یا چار سو کے قریب (مسلم، بخاری)

سلہ زوراء، زاء پر زبر، یہ بازار میں معروف جگہ کا نام ہے۔

سلہ ینبع، یاء اور باء

۵۶۵۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَأَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِإِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَأَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے، فرماتے ہیں ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم انھیں ڈر کی چیز سمجھتے ہو ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو پانی کم ہوگیا فرمایا کچھ بچا ہوا پانی تلاش کرو لوگ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا پھر فرمایا آؤ برکت والے پاک پانی اور اللہ کی برکت پر۔ میں نے پانی کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا ہے اور یقیناً ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے حالانکہ وہ کھایا جا رہا تھا۔ (بخاری)

سلہ ہم اصحاب رسول ان آیات کو اپنے دلوں میں نور حاصل کرنے کا سبب سمجھتے تھے۔

سلہ کفار کے لیے جو ان کے منکر ہیں، آیات سے مراد یا تو قرآنی آیات ہیں جو آسمان سے پہنچے آئیں یا معجزات ہیں جن کا ظہور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا، معجزات کا مراد لینا زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ سیاق حدیث سے واضح ہے۔ یعنی آیات اگرچہ کفار اور منکرین کے لیے خوف کا سبب ہیں لیکن اہل ایمان کے دلوں میں نور و برکت کا

ذریعہ ہیں۔ کیونکہ ان سے محبت اور عقیدت رکھنے والے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دورِ صحابہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا تذکرہ بطور برکت وتبرک کیا جاتا ہو تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو جائے کیونکہ اس وقت ان کا منکر اور مخالف کوئی موجود نہ تھا جنہیں ڈرانا مقصد ہو۔ بخلاف ہمارے دور کے اب لوگ ان میں شک اور انکار کرنے لگے ہیں لہذا ان کے ذکر میں مقصد ان کو خوف دلانا بھی ہوگا۔ اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کا تذکرہ کیا۔

سے یعنی وہ برتن جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔

سے اس حدیث کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبل رہے تھے۔ جمہور علماء کی یہی رائے ہے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس پانی کو اس پانی پر ترجیح دی ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے پتھر سے جاری ہوا تھا۔ ہم اس قول کی طرف توجہ ہی نہیں کریں جس میں کہ پانی خود زیادہ ہو گیا تھا اور اس نے جوش مارا تو انگلیوں کے درمیان تک پہنچ گیا۔ ہم نہیں جانتے کہ اس قائل کو یہ تاویل کیوں کرنا پڑی؟ اب رہا یہ معاملہ کہ اس میں کیا راز تھا کہ تھوڑا سا پانی منگوایا حالانکہ اس کے بغیر بھی پانی موجود ہو سکتا تھا۔ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیدا کرنے والے ہیں کیونکہ ایجاد اللہ عزوجل کی طرف سے ہے لیکن یہ بات محلِ نظر ہے کہ پانی کا اضافہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی سے ہے۔ اس لیے فرمایا برکت اللہ کی طرف سے ہے۔ بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین (اسے اللہ تعالیٰ برکت ویقین کی دولت عطا فرمائے) کہتا ہے کہ اس طرح کا معجزہ کثرت طعام وشراب اور باقی مقامات پر بھی ہوا کہ وہاں برکت کی وجہ سے اضافہ ہو۔ کیا ہم اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے اس برتن اور کھانے کو ڈھانپے رکھو اور اس کو دیکھنا نہیں حتیٰ کہ اگر دیکھا تو اثر معجزہ ختم ہو جاتا ہے۔ اہلِ علم نے اس کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال سے زیادہ آگاہ ہے۔ اس کے بعد حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ دوسرا معجزہ بیان کرتے ہیں۔

۵۸۶۸ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكُمْ تَسِيْرُوْنَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَاْتُوْنَ الْمَاۤءَ اِنْ شَاۤءَ اللّٰهُ غَدًا فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَا يَلْوِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ فَبَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ فَمَالَ عَلَى الطَّرِيْقِ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوْا عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا فَكَانَ

حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو فرمایا تم اپنی رات بھر اور کل تک چلتے رہو گے اور انشاء اللہ کل پانی تک پہنچو گے تو لوگ چلے اس طرح کہ کوئی کسی پر توجہ نہیں کرتا تھا۔ ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے حتیٰ کہ رات آدھی ہو گئی تو آپ راستہ سے ہٹ گئے آپ نے اپنا سر مبارک رکھا پھر فرمایا کہ ہم پر ہماری نماز کی حفاظت کرنا

اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِيْ ظَهْرِهٖ ثُمَّ قَالَ ارْكَبُوْا فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيْضَاءَةٍ كَانَتْ مَعِيَ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا وُضُوْءً دُوْنَ وُضُوْءٍ قَالَ وَبَقِيَ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ ثُمَّ قَالَ احْفَظْ عَلَيْنَا مِيْضَاءَتَكَ فَسَيَكُوْنُ لَهَا نَبَاٌ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ وَرَكِبَ وَرَكِبْنَا مَعَهٗ فَانْتَهَيْنَا اِلَى النَّاسِ حِيْنَ امْتَدَّ النَّهَارُ وَحَمِيَ كُلُّ شَيْءٍ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْنَا وَعَطِشْنَا فَقَالَ لَا هُلْكَ عَلَيْكُمْ وَدَعَا بِالْمِيْضَاةِ فَجَعَلَ يَصُبُّ وَاَبُوْ قَتَادَةَ يَسْقِيْهِمْ فَلَمْ يَعْدُ اَنْ رَاَى النَّاسُ مَاءً فِي الْمِيْضَاةِ تَكَابُّوْا عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسِنُوا الْمَلَاَ كُلُّكُمْ سَيَرْوٰى قَالَ فَفَعَلُوْا فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَاَسْقِيْهِمْ حَتّٰى مَا بَقِيَ غَيْرِيْ وَغَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ فَقَالَ لِيْ اشْرَبْ فَقُلْتُ لَا اَشْرَبُ حَتّٰى تَشْرَبَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ سَاقِيَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ قَالَ فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ قَالَ فَاَتَى النَّاسُ الْمَاءَ جَامِّيْنَ

تو پہلے جو صاحب جاگے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب کہ دھوپ آپ کی پشت شریف میں تھی۔ پھر فرمایا سوار ہو چنانچہ ہم سوار ہوئے پھر چلے حتیٰ کہ جب سورج چڑھ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اترے پھر وضو کا برتن منگایا جو میرے پاس تھا جس میں کچھ پانی تھا تو اس سے وضو کیا ہلکا وضو کیا عام وضوؤں سے کم فرمایا کہ کچھ پانی باقی رہ گیا، فرمایا اس برتن کو میرے لیے سنبھال کے رکھنا کہ اس سے ایک قابل حکایت معجزہ ہوگا۔ پھر جناب بلال نے نماز کی اذان کہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر فجر کے فرض پڑھے اور سوار ہو گئے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہوئے تو ہم لوگوں تک اس وقت پہنچے جب دن چڑھ گیا اور ہر چیز گرم ہو گئی لوگ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہلاک ہو گئے ہم پیاسے ہو گئے تو فرمایا تم پر ہلاکت نہ آئے گی اور وضو کا برتن منگایا تو آپ انڈیلنے لگے اور ابوقتادہ لوگوں کو پلانے لگے دیر نہ ہوئی تھی کہ لوگوں نے برتن میں پانی دیکھ لیا لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخلاق اچھے رکھو تم سب سیر ہو جاؤ گے۔ راوی نے فرمایا کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انڈیلنے لگے اور میں پلانے لگا حتیٰ کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی باقی نہ رہا پھر انڈیلا مجھ سے فرمایا پیو میں نے عرض کیا میں نہیں پیوں گا حتیٰ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پی لیں تو فرمایا قوم کو پلانے والا آخر میں ہوتا ہے فرمایا تو پی لے ام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا فرمایا راوی نے کہ لوگ پانی پر پہنچے خوب سیر ہو کر راحت پاتے۔ ان کی

رِوَايَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا فِيْ صَحِيْحِهٖ وَكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَجَامِعِ الْاُصُوْلِ وَزَادَ فِي الْمَصَابِيْحِ بَعْدَ قَوْلِهٖ اٰخِرُهُمْ لَفْظَةَ شُرْبًا ۔

صحیح میں یوں ہی ہے اور ایسے ہی ہے کتاب حمیدی اور جامع الاصول میں اور زیادہ مصابیح میں آخرھم کے بعد لفظ شربا زیادہ فرمایا

لہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔

ٹہ عشیہ، زوال کے بعد کا وقت

ٹہ اس پانی کی طرف اشارہ ہے جو بطور معجزہ ظہور پذیر ہوگا اور اس کا تذکرہ آخر حدیث میں آرہا ہے۔

کہ ہر کوئی رواں دواں ہے مگر پانی کی طرف کسی کا التفات اور اہتمام نہیں تھا۔

ھہ بَهَارٌ ہر وہ چیز جسے درمیان کے ساتھ ملا دیا گیا ہو، اہاو، ہمزہ کے نیچے زیر، بروزن احمار۔

لہ آرام کرنے کے لیے۔

کہ بیدار رہنا تاکہ نماز صبح قضا نہ ہو جائے۔ لیکن تمام سو گئے اور کوئی بھی نماز کے لیے بیدار نہ ہو سکا۔

شہ میضاہ، میم کے نیچے زیر، یاء ساکن، ضاد کے بعد ہمزہ، بڑا کوزہ

ہہ قلت پانی کی وجہ سے میانہ وضو فرمایا

نلہ ظہور معجزہ کی وجہ سے اس کی شان دیکھنے والی ہوگی۔

للہ فجر کی دو سنتیں

ٹلہ یا تو صحابہ کے پاس پانی تھا جس سے انھوں نے وضو کیا یا انھوں نے تیمم کیا تھا۔ حدیث میں صراحۃً ذکر نہیں۔

ٹلہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ چکے تھے۔

کلہ یہ پانی ظاہر ہونے کی بشارت ہے۔

ھلہ حضرت ابوقتادہ سے

للہ جب کوزے میں پانی دیکھا تو صحابہ وہاں رکھتے ہوں گے تاکہ پانی حاصل کریں۔ کبہ، کاف پر زبر اور معنی میں، ازدحام ہونا، لوگوں کی جماعت، لوگوں کے علاوہ کے لیے بھی یہ لفظ آتا ہے۔ صراح میں ہے سواروں کی جماعت کو کبہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ کبکبہ

کلہ مَلَأٌ، میم پر زبر، لام اور ہمزہ، خلق اور اشراف قوم کو بھی کہا جاتا ہے بلکہ خلق بھی آدمی میں اکرم و اشراف ہوتا ہے۔

شلہ یَرْوٰی واؤ پر زبر، بمعنی سیرابی برعکس رَوِیَ یَرْوٰی از روایت

ولہ یعنی پانی پلانے میں ادب یہی ہے کہ پہلے تمام کو پلائے اور اس کے بعد خود پیئے یہ تو حقیقت کے اعتبار سے ہے

ورنہ ساقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ ہاں ابوقتادہ واسطہ تھے۔

۲۰؎ جام، جیم کے نیچے زیر عل۵، راحت، رِوا، مُرَّوی کی جمع بمعنی سیراب ہونے والے۔

۵۶۵۸/۴۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَۃٌ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰہَ لَهُمْ عَلَیْهَا بِالْبَرَکَۃِ فَقَالَ نَعَمْ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبُسِطَ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِکَفِّ ذُرَّۃٍ وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِکَفِّ تَمْرٍ وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِکِسْرَۃٍ حَتّٰی اجْتَمَعَ عَلَی النِّطَعِ شَیْءٌ یَسِیْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَکَۃِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِکُمْ فَاَخَذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِهِمْ حَتّٰی مَا تَرَکُوْا فِی الْعَسْکَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَؤُوْهُ قَالَ فَاَکَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا وَفَضَلَتْ فَضْلَۃٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا یَلْقَی اللّٰہَ بِهِمَا عَبْدٌ غَیْرُ شَاکٍّ فَیُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّۃِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ جب غزوہ تبوک ۱؎ کا دن ہوا تو لوگوں کو بھوک ۲؎ نے گھیر لیا جناب عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشے منگوائیے ۳؎ پھر ان کے لیے اللہ سے اس کھانے پر برکت کی دعا کیجیے۔ فرمایا ہاں چنانچہ دسترخوان ۴؎ منگوایا اسے بچھایا پھر ان کے بچے ہوئے توشے منگوائے تو کوئی شخص ایک مٹھی جوار ۵؎ لانے لگا اور کوئی ایک مٹھی چھوہارے اور کوئی دوسرا روٹی کا ٹکڑا ۶؎ حتی کہ دسترخوان پر تھوڑی سی چیز جمع ہوگئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا کہ اسے اپنے برتنوں میں لے لو۔ چنانچہ لوگوں نے اپنے برتنوں میں لے لیا حتی کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا مگر اسے بھر لیا پھر کھایا حتی کہ سیر ہوگئے اور باقی بچ رہا ۷؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ کوئی بندہ اس گواہی کو لے کر اللہ سے نہ ملے گا جب کہ شک نہ کرے پھر وہ جنت سے حجاب میں رہے (مسلم)

۱؎ یہ نویں ہجری رجب کا واقعہ ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا۔ تبوک، شام اور مدینہ کے درمیان جگہ کا نام ہے۔

۲؎ مجاعۃ، میم پر زبر، لوگوں کا بھوکا ہونا

۳؎ حکم فرمائیں تاکہ ہر کوئی اپنے توشہ میں سے بچا ہوا یہاں لائے۔

عل۵ یہ کاتب کی غلطی ہے جیم پر زبر ہے۔

سکہ نِطَعٌ، نون پر زبر، طاء کے نیچے زیر یا طا پر زبر یا سکون، افصح یہ ہے کہ نون کے نیچے زیر اور طاء پر زبر ہو۔

۵ ذرہ، ذال پر پیش، را مخففہ، دانہ مشہور کا نام ہے صراح میں ہے ذرہ ارزن۔

۶ کسرہ، کاف کے نیچے زیر، سین ساکن

ے فضلت، ضاد پر زبر یا ماضی ہے۔ فَضْلَۃٌ، فاء پر زبر، ضاد ساکن۔ غزوۂ تبوک کے بارے میں منقول ہے کہ وہاں لشکر کی تعداد ایک لاکھ تھی۔

۵۶۵۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرُوْسًا بِزَيْنَبَ فَعَمَدَتْ اُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى تَمْرٍ وَّسَمْنٍ وَّ اَقِطٍ فَصَنَعَتْ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَنَسُ اِذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ بَعَثَتْ بِهٰذَا اِلَيْكَ اُمِّيْ وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَهَبْتُ فَقُلْتُ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَادْعُ لِيْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا رِجَالًا سَمَّاهُمْ وَادْعُ مَنْ لَّقِيْتَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَمَنْ لَقِيْتُ فَرَجَعْتُ فَاِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِاَهْلِهٖ قِيْلَ لِاَنَسٍ عَدَدُكُمْ كَمْ كَانُوْا قَالَ زُهَاءَ ثَلٰثِمِائَةٍ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُوْ عَشَرَةً عَشَرَةً يَّاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَقُوْلُ لَهُمْ اُذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلْيَاْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِّمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب زینب[۱] کے نکاح میں نوشاہ تھے۔ میری ماں ام سلیم[۲] نے کچھ چھوارے گھی اور پنیر کا ارادہ کیا اس سے حلوہ[۳] بنایا اسے ایک پیالہ[۴] میں ڈالا۔ بولیں اے انس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ عرض کرو کہ میری ماں نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ یہ آپ کے لیے ہماری طرف سے تھوڑا سا ہدیہ ہے اے اللہ کے رسول۔ چنانچہ میں گیا اور میں نے یہ کہا فرمایا اسے رکھ دو۔ پھر فرمایا جاؤ ہمارے پاس فلاں فلاں کو اور فلاں کو بلا لاؤ جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا اور جس سے تم لو ہمارے پاس بلا لاؤ۔ میں انہیں بھی بلا لایا جن کا نام لیا تھا اور انہیں بھی جس سے میں ملا۔ پھر میں لوٹا تو گھر حاضرین سے بھرا[۵] ہوا تھا چنانچہ انس سے کہا گیا کہ کتنے شمار کے لوگ تھے فرمایا قریبًا تین[۶] سو۔ پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس حلوہ پر ہاتھ رکھا اور جو اللہ نے چاہا پڑھا[۷]۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس دس کو بلانے لگے وہ اس سے کھانے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے تھے کہ اللہ کا نام لو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے[۸]۔ فرمایا کہ

شَبِعُوْا فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتّٰى اَكَلُوْا كُلُّهُمْ قَالَ لِيْ يَا اَنَسُ ارْفَعْ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِيْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرَ مَا حِيْنَ رَفَعْتُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لوگوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے ایک ٹولہ نکلتا تھا، دوسرا ٹولہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ سب نے کھالیا پھر مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اٹھا لو! میں نے اٹھا لیا جب اٹھایا تو مجھے پتہ نہیں کہ جب رکھا گیا تھا جب زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا ۹ھ (مسلم، بخاری)

۱ھ زینب بنت جحش، جیم پر زبر، حاء ساکن، صراح میں ہے زن ومرد دلہن اور دولہا۔

۲ھ ام سلیم سین پر پیش، سمن سین پہ زبر، میم ساکن، اقط ہمزہ پر زبر اور قاف کے نیچے زیر۔

۳ھ حیس، حاء پر زبر وہ کھانا جو کھجور و مکھن اور پنیر سے تیار ہوتا ہے کبھی پنیر کی جگہ ستو یا گندم کا آٹا اس میں ڈال لیا جاتا ہے۔

۴ھ تور، تاء پر زبر، واؤ ساکن پیالہ کی طرح کا وہ برتن جس میں پانی لیا جائے۔

۵ھ غاص، غین غص بمعنی پُر ہونا۔ تنگی، غصہ اس سے ہے کہ راہ نفس کو تنگ اور پُر کر دیتا ہے۔ صراح میں ہے منزل غاص، کثیر انبوہ۔

۶ھ زہاء، زاء پر پیش بمعنی تعداد۔

۷ھ برکت کے لیے دعا فرمائی۔

۸ھ یہ کھانے میں کمی ادب ہے یہاں بطور اہتمام ذکر فرمایا تاکہ اضطراب وغیرہ ختم ہو جائے جو قلت طعام کی وجہ سے پیدا ہو سکتا ہے اور وہ برکت ختم نہ ہو جائے جو معجزہ کی وجہ سے پیدا ہوئی یا اس وجہ سے کہ اس سے مزید برکت پیدا ہو جائے۔

۹ھ ظاہر حدیث ہی بتا رہی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ اسی کھانے سے ہوا جو حضرت ام سلیم نے بھجوایا تھا۔ روایات میں مشہور یہ ہے کہ ولیمہ میں روٹی اور گوشت تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ان کا ولیمہ ایک بکری سے کیا گیا اور ہزار آدمی کو روٹی اور گوشت پورا ہو گیا۔ حیس کھانا جزو لحم کے ساتھ تھا تو ہو (کذا فی شرح الشروح)

۵۶۶۰-۴۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى نَاضِحٍ قَدْ اَعْيٰى فَلَا يَكَادُ يَسِيْرُ فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِبَعِيْرِكَ قُلْتُ قَدْ عَيِيَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد کیا میں اونٹنی پر تھا جو تھک گئی تھی اور چل نہ سکتی تھی مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اونٹ کو کیا ہوا، میں نے کہا کہ تھک گیا ہے تب رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهٗ فَدَعَا لَهٗ فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْاِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ فَقَالَ لِيْ كَيْفَ تَرٰى بَعِيْرَكَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ اَفَتَبِيْعُنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ فَبِعْتُهٗ عَلٰى اَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ وَرَدَّهٗ عَلَيَّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے چلے اونٹ کو ڈانٹا[۲] پھر اس کے لیے دعا[۳] کی تو وہ دوسرے اونٹ کے آگے چلنے لگا پھر مجھ سے فرمایا اپنے اونٹ کو کیسا دیکھتے ہو میں نے کہا خیریت سے ہے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت پہنچ گئی فرمایا تو کیا تم اسے ایک اوقیہ[۴] میں میرے ہاتھ فروخت کرو گے میں نے اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دیا کہ مجھے مدینہ تک اس کی پشت پر[۵] سواری کا حق ہو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے میں صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے[۶] گیا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت بھی دی اور اونٹ بھی لوٹا دیا

(مسلم، بخاری)

[۱] ناضح، پانی کھینچنے والے اونٹ کو کہا جاتا ہے۔

[۲] دوسری روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی چھڑی اسے لگائی۔

[۳] اس کی تیزروی کے لیے دعا فرمائی۔

[۴] وقیہ، واؤ پر زبر، قاف کے نیچے زیر یا مشدد، اوقیہ ہمزہ پر پیش اور واؤ ساکن بھی آیا ہے بمعنی چالیس درہم۔

[۵] فقار، قاف پر زبر، پشت کی ہڈیاں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے ایسی شرط بیع میں لگانا جائز ہے جس میں بائع کا نفع ہو لیکن شاید یہ حدیث منسوخ ہو یا یہ شرط مقصد کا حصہ نہ ہو بلکہ محض مقصد کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت تھی یا حضرت جابر کی التماس تھی۔ اگرچہ ظاہر عبارت کے یہ خلاف ہے۔

[۶] میں نے وہ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔

$\frac{5761}{26}$ وَعَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ نِ السَّاعِدِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَاَتَيْنَا وَادِيَ الْقُرٰى عَلٰى حَدِيْقَةٍ لِاِمْرَاَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُخْرُصُوْهَا فَخَرَصْنَاهَا وَخَرَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ وَقَالَ

ابو حمید[۱] ساعدی سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے تو وادی[۲] قریٰ میں ایک عورت کے باغ[۳] میں پہنچے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس باغ میں پھلوں کا اندازہ لگاؤ[۴] ہم نے لگایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق[۵] اندازہ لگایا اور اس عورت سے کہا

اَحْصِيْهَا حَتّٰى نَرْجِعَ اِلَيْكِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَانْطَلَقْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا تَبُوْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَهُبُّ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَلَا يَقُمْ فِيْهَا اَحَدٌ فَمَنْ كَانَ لَهٗ بَعِيْرٌ فَلْيَشُدَّ عِقَالَهٗ فَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْهُ الرِّيْحُ حَتّٰى اَلْقَتْهُ بِجَبَلَيْ طَيٍّ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا وَادِيَ الْقُرٰى فَسَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ عَنْ حَدِيْقَتِهَا كَمْ بَلَغَ ثَمَرُهَا فَقَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ اس کے وزن کا خیال رکھنا حتیٰ کہ ہم تجھ تک ان شاء اللہ واپس ہوں ہم چلے گئے حتیٰ کہ تبوک پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات تم پر سخت ہوا چلے گی تو اس میں کوئی کھڑا نہ ہو جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی رسی مضبوط باندھ دے چنانچہ بہت سخت ہوا چلی ایک شخص کھڑا ہو گیا اسے ہوا نے اٹھا لیا حتیٰ کہ اسے طے[6] کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ پھر ہم آئے حتیٰ کہ وادی قریٰ پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس کے باغ کے متعلق پوچھا کہ اس کے پھل کس حد تک پہنچے وہ بولی دس وسق۔

(مسلم بخاری)

[1] ابوحمید، حاء پر پیش، میم پر زبر از بنو ساعدہ، صحابہ کے درمیان انھوں نے کہا تھا۔ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں تم سے زیادہ واقف ہوں جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے۔

[2] وادی القریٰ، یہ جگہ کا نام ہے۔ یہ مدینہ طیبہ سے جانب شام تین دن کی منزل پر ہیں۔

[3] صراح ہے سبزہ باغ

[4] اخرصوا، ہمزہ پہ پیش اور راء۔ امر ہے، خرص، خاء واؤ صاد۔ درخت کے پھل کا کھیتی کی زمین پر اندازہ کرنا۔

[5] وسق، واو پہ زبر، سین ساکن، ساٹھ صاع یا اونٹ کا مہار

[6] کوہ طی، یہ حاتم طائی کا علاقہ تھا۔ طی طاء پہ زبر یا مکسور مشدد، آخر میں ہمزہ۔

۵۶۶۲ — ۴۷

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِيَ اَرْضٌ يُسَمّٰى فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰى اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهَا ذِمَّةً وَّرَحِمًا اَوْ قَالَ ذِمَّةً وَّصِهْرًا وَاِذَا رَاَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ فِيْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا قَالَ فَرَاَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ حَسَنَةَ وَاَخَاهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم مصر فتح کرو گے وہ وہ جگہ ہے جس میں قیراط[1] کا بہت نام لیا جاتا ہے تو جب تم اسے فتح کرو گے تو اس کے باشندوں سے بھلائی[2] کرنا کیونکہ اس کا احترام ہے اور قرابت[3] داری ہے یا فرمایا کہ سسرالی رشتہ[4] ہے پھر جب تم دو شخصوں کو اینٹ[5] بھر جگہ میں جھگڑتے دیکھو تو وہاں سے نکل جانا[6]۔ راوی نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن شرحبیل[7] ابن حسنہ اور

رَبِيْعَةَ يَخْتَصِمَانِ فِيْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجْتُ مِنْهَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور ان کے بھائی ربیعہ کو دیکھا کہ وہ ایک ایک اینٹ بھر جگہ میں جھگڑ رہے تھے تو میں وہاں سے نکل گیا ۔ (مسلم)

سلہ اہلِ مصر کا اپنے معاملات میں اکثر قیراط کا ذکر کیا جاتا ہے یہ ان کے قلت مروّت اور عدم مصالحت کی دلیل ہے یہ اس کے منافی نہیں کہ اہل دیہات و شہر ذکر قیراط میں منافی نہیں ۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اہل کرم کی زبان پر حقیر خسیس شے کا ذکر نہیں آتا ۔ بعض علماء (رحمہم اللہ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جس کی زبان پر واثق اور قیراط جاری نہیں ہوتے اس کا محل اور بھی ہے جو امام تورپشتی نے ذکر کیا ہے ۔ اس کا ذکر میں نے شرح میں کیا ہے قیراط کا وزن مختلف شہروں میں مختلف ہے ۔ مکہ معظمہ میں دینار کا ربع سدس یعنی چوبیس کا ایک جزء ہے ۔ عراق میں نسف عشر ہے ۔ یعنی بیس کا ایک حصہ، اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مصر کے حقوق کی رعایت کی تعلیم دی

سلہ اہلِ مصر کی یہ حرمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے ہے کہ ان کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا انھیں میں سے تھیں ۔

سلہ رحم، واؤ پر زبر، حا کے نیچے، قرابت از جانب، حضرت ہاجرہ والدہ اسمٰعیل علیہما السلام کیونکہ وہ بھی ان میں سے تھیں ۔

سلہ صہرا، صاد کے نیچے زیر، ہا ساکن، یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خصائص ذکر فرمائے ۔

سلہ لبنہ، لام پہ زبر، باء کے نیچے زیر

سلہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خطاب کی وجہ ان پر کمال شفقت ہے یہ بھی احتمال ہے کہ یہ خطاب عام ہو، تحقیق سے ثابت ہے کہ ان کی طرف سے کئی فتنے پیدا ہوئے مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور اس کے بعد محمد بن ابی بکر کا واقعہ

سلہ شرحبیل، شین پہ پیش، ابن حسنہ، تینوں پہ زبر، صحابی ہیں ۔ مہاجرین حبشہ میں شامل ہیں ۔ عبدالرحمٰن اور ربیعہ دونوں شرحبیل کے بیٹے ہیں ۔ عبدالرحمٰن کے لیے ولایت ثابت ہے ۔ ان سے جماعت صحابہ نے روایت کی ہے، حضرت ربیعہ بھی صحابی ہیں ۔

۵۶۶۴ وَعَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اَصْحَابِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ وَفِيْ اُمَّتِيْ اِثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدُوْنَ رِيْحَهَا حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا میرے ساتھیوں میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس کی خوشبو پائیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل

ثَمَانِيَةٌ مِّنْهُمْ تَكْفِيهِمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِّنْ نَّارٍ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى تَنْجُمَ فِي صُدُوْرِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا فِي مَنَاقِبِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَحَدِيْثَ جَابِرٍ مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ فِي جَامِعِ الْمَنَاقِبِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ہو جاوے۔ ان میں سے آٹھ وہ ہیں جنھیں ایک پھوڑا ہی کافی ہوگا۔ آگ کا شعلہ جو اُن کے کندھوں میں ظاہر ہوگا حتیٰ کہ ان کے سینوں میں پار ہو جائے گا (مسلم) ہم سہل ابن سعد کی حدیث کہ میں یہ جھنڈا کل دوں گا، جناب علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ذکر کریں گے اور حضرت جابر کی حدیث کہ جو اس گھاٹی پر چڑھ جاوے ان شاء اللہ جامع المناقب باب میں ہم ذکر کریں گے۔

۱؎ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار صحابی ہیں۔ انھیں منافقین کا علم حاصل تھا۔

۲؎ بہشت میں داخل ہونا تو کجا

۳؎ سم بسین پر زبر یا پیش، سوراخ، خیاط، سوئی یہ مبالغہ ہے بتانا یہ ہے کہ یہ محال ہے جیساکہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ واضح رہے کہ امت کا اطلاق اہلِ نفاق پہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ امت دعوت ہیں۔ ہاں صحابی کا اطلاق ان کے ظاہر کی وجہ سے ہی ہوگا۔ ان کا پردہ صحابہ کے درمیان کلمہ پڑھنے کی وجہ سے تھا۔ اس وجہ سے انھیں امت اجابت بھی کہا جا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض خواص اور مقربین کو ان کے احوال پر مطلع فرما دیا تھا تاکہ ان کے شر و مکر سے محفوظ رہا جا سکے۔ عقبہ کی رات جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے لوٹے تھے۔ اس موقع پر بھی ان کا مکر و فریب سامنے آیا تھا جیساکہ کتب سیرت میں ہے۔ امام طیبی نے بھی امام تورپشتی سے نقل کیا ہے۔

۴؎ دُبیلہ، دال پر پیش، یاء ساکنہ وہ پھوڑا جو آدمی کے پیٹ میں پیدا ہو جاتا ہے۔ قاموس میں دبیل بمعنی طاعون ہے بمعنی حادثہ اور سختی بھی آتا ہے۔

۵؎ مصابیح میں ان دو احادیث کا تذکرہ باب معجزات میں ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۶۶۴ عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ خَرَجَ أَبُوْ طَالِبٍ إِلَى الشَّامِ وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْيَاخٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَلَمَّا أَشْرَفُوْا عَلَى الرَّاهِبِ هَبَطُوْا فَحَلُّوْا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ الرَّاهِبُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابو طالب شام کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے سرداروں کی جماعت میں تشریف لے گئے جب وہ اس راہب پر پہنچے تو اترے اپنی سواریاں کھولیں۔ ان کے پاس وہ راہب آیا حالانکہ

وَكَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ يَمُرُّوْنَ بِهٖ فَلَا يَخْرُجُ اِلَيْهِمْ قَالَ فَهُمْ يَحُلُّوْنَ رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتّٰى جَآءَ فَاَخَذَ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فَقَالَ لَهٗ اَشْيَاخٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مَا عَلْمُكَ فَقَالَ اِنَّكُمْ حِيْنَ اَشْرَفْتُمْ مِّنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَّلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَّلَا يَسْجُدَانِ اِلَّا لِنَبِيٍّ وَّاِنِّيْ اَعْرِفُهٗ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ اَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوْفِ كَتِفِهٖ مِثْلُ التُّفَّاحَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا اَتَاهُمْ بِهٖ وَكَانَ هُوَ فِيْ رِعْيَةِ الْاِبِلِ فَقَالُوْا اَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاَقْبَلَ وَعَلَيْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهٗ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوْهُ اِلٰى فَيْئِ شَجَرَةٍ فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَيْئُ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ فَقَالَ انْظُرُوْا اِلٰى فَيْئِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ فَقَالَ اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ اَيُّكُمْ وَلِيُّهٗ قَالُوْا اَبُوْ طَالِبٍ فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهٗ حَتّٰى رَدَّهٗ اَبُوْ طَالِبٍ وَبَعَثَ مَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ بِلَالًا وَّزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ وَالزَّيْتِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اس سے پہلے یہ لوگ اس پر گزرتے تھے۔ وہ ان کے پاس نہ آتا تھا فرمایا کہ یہ لوگ اپنا سامان کھول رہے تھے راہب ان لوگوں کے درمیان گھسنے لگا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر بولا یہ تمام نبیوں کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ اللہ انہیں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا، تو سرداران قریش نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے علم ہوا وہ بولا کہ تم جب اس گھاٹی سے سامنے آئے تو کوئی درخت پتھر نہ رہا مگر وہ سجدے میں گر گیا۔ یہ مخلوق نبی کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتی اور میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سیب[۴] کی طرح ہے پھر وہ لوٹ گیا ان لوگوں کے لیے کھانا تیار کیا جب ان لوگوں کے پاس کھانا لایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرانے میں مشغول تھے تو بولا انہیں بلا بھیجو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے آپ پر بادل تھا جو سایہ کر رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوم سے قریب ہوئے تو ان کو درخت کے سایہ میں پہلے پہنچا ہوا پایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گیا۔[۵] وہ بولا دیکھو درخت کا سایہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گیا۔ پھر بولا میں تم کو اللہ کی قسم[۶] دیتا ہوں ان کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابوطالب ہیں وہ انہیں قسمیں[۷] دیتا رہا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب نے لوٹا دیا[۸] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر نے بلال کو بھیجا۔ اس راہب نے آپ کو بسکٹ اور زیتون کا توشہ دیا[۹] (ترمذی)

لہ تجارت کے لیے جیسا کہ اہل مکہ کی عادت تھی

۲ لہ ان کے ساتھ قریش کے عمر رسیدہ لوگ بھی تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال تھی

۵۳ جن کا نام بحیرا تھا۔ باء پر زبر اور یاء ساکنہ، یعنی اس کی جگہ تک پہنچے جو بلادِ شام میں بصریٰ کے مقام پر تھی۔

۵۴ دوسری روایت میں ہے کہ راہب اٹھا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال وصفات مثلاً آپ کا کھانا، سونا وغیرہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے اسی طرح پایا جو اس کی کتاب میں تھا۔

۵۵ اگرچہ بادل کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز وامتیاز کی وجہ سے سایہ وارد ہو گیا۔ بادل کا سایہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے لیکن یہ دائمی نہ تھا بلکہ کبھی ضرورت کے وقت ہوتا تھا۔

۵۶ انشد، ہمزہ پر زبر اور شین پر پیش

۵۷ حضرت ابو طالب کو قسم دے کر کہا کہ اسے مکہ واپس لے جاؤ اور یہود و نصاریٰ سے اس کی حفاظت کرو۔

۵۸ راہب کو یہ خوف تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روم نہ لے جائیں اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا جائے۔ امام ترمذی اور امام حاکم نے ذکر کیا کہ اس سفر میں روم سے سات آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے نکلے تھے۔ بحیرا سے ملاقات ہوئی پوچھا تم ادھر کیسے؟ کہنے لگے اس ماہ پیغمبر نے ادھر سفر کرنا ہے اور انھوں نے ہر راستہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے کا انتظام کر رکھا تھا۔ بحیرا نے کہا تم نے مجھے بتایا اگر خدا کو منظور ہوا۔

۵۹ اس سفر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ساتھ بھیجنا کیا ہے؟ کیونکہ ابھی تو ان کی ولادت نہ ہوئی تھی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ابھی چھوٹے تھے کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اڑھائی سال چھوٹے ہیں اور ان دنوں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو خریدا بھی نہ تھا۔ لہذا امام ذہبی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے بعض نے اسے باطل کہا۔ حافظ ابن حجر، اصابہ میں کہتے ہیں اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں ہاں اس کے الفاظ منکر ہیں تو ممکن ہے وہم کی وجہ سے دوسری روایت کے الفاظ کو اس میں شامل کر دیا گیا ہو۔ امام جزری کہتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال بخاری و مسلم کے رجال ہیں لیکن ذکر سیدنا ابو بکر و بلال رضی اللہ عنہما غیر محفوظ ہے۔ انھوں نے وہم کی بنا پر انھیں ذکر کر دیا ہے اور شاید حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان دنوں پیدا بھی نہ ہوئے ہوں۔

۵۶۶۵ / ۵۰ وَعَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا ہم اس کے بعض اطراف میں گئے تو کوئی درخت پتھر آپ کے سامنے نہ آیا مگر وہ کہتا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو۔ (ترمذی و دارمی)

سلہ ظاہر یہی ہے کہ یہ سلام سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود بھی سنا۔ ہاں یہ بھی احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آگاہ فرمایا ہو۔

۵۶۶۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ مُلْجَمًا مُسْرَجًا فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ اَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ فَارْفَضَّ عَرَقًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس رات جس رات میں معراج کرائی گئی براق لایا گیا۔ لگام وزین دیا ہوا تو آپ پر اس نے سرکشی کی تو اس سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو یہ کرتا ہے ان سے زیادہ اللہ کے نزدیک عزت والا تجھ پر[1] کوئی نہیں سوار ہوا فرمایا وہ پسینہ سے نچوڑ گیا (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے۔

سلہ اس عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ اس براق پر دیگر انبیاء علیہم السلام بھی سوار ہوئے اس کے آخری سوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ باب المعراج میں اس پر گفتگو ہوئی ہے۔

۵۶۶۷ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ جِبْرِيْلُ بِاِصْبَعِهٖ فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ فَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت بریدہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہم بیت المقدس تک پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا جس سے پتھر چر گیا، اس سے براق باندھا[2] (ترمذی)

سلہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ

سلہ باب المعراج میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ براق کو وہاں ہی باندھا گیا یہاں دیگر انبیاء کی سواریاں باندھی گئی تھیں۔ گویا حلقہ سے مراد اس کی جگہ ہے شاید وہ بند ہو گیا تھا جبرئیل امین نے اسے کھول دیا۔

۵۶۶۸ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِيِّ قَالَ ثَلٰثَةُ اَشْيَاءَ رَاَيْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَهٗ اِذْ مَرَرْنَا بِبَعِيْرٍ يُسْنٰى عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰهُ الْبَعِيْرُ جَرْجَرَ فَوَضَعَ جِرَانَهٗ فَوَقَفَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ صَاحِبُ هٰذَا الْبَعِيْرِ فَجَاءَهٗ

حضرت یعلی[1] ابن مرہ ثقفی[2] سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزیں دیکھیں جبکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے کہ ہم ایک اونٹ پر گزرے جس پر پانی[3] دیا جارہا تھا تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چیخا[4] اپنی گردن رکھ دی اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے فرمایا اس اونٹ کا مالک کہاں ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ

فَقَالَ بِعْنِيْهِ فَقَالَ بَلْ نَهَبُهُ لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّهُ لِاَهْلِ بَيْتٍ مَا لَهُمْ مَعِيْشَةٌ غَيْرُهُ قَالَ اَمَّا اِذَا ذَكَرْتَ هٰذَا مِنْ اَمْرِهِ فَاِنَّهُ شَكٰى كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ الْعَلَفِ فَاَحْسِنُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا مَنْزِلًا فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْاَرْضَ حَتّٰى غَشِيَتْهُ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَكَانِهَا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ هِيَ شَجَرَةٌ اِسْتَاْذَنَتْ رَبَّهَا فِيْ اَنْ تُسَلِّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ لَهَا ثُمَّ قَالَ سِرْنَا فَمَرَرْنَا بِمَاءٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ بِابْنٍ لَهَا بِهٖ جِنَّةٌ فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْخَرِهٖ ثُمَّ قَالَ اُخْرُجْ فَاِنِّيْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ سِرْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مَرَرْنَا بِذٰلِكَ الْمَاءِ فَسَاَلَهَا عَنِ الصَّبِيِّ فَقَالَتْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَاَيْنَا مِنْهُ رَيْبًا بَعْدَكَ

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

وسلم کے پاس آیا فرمایا اسے میرے ہاتھ بیچ دے۔ اس نے کہا یارسول اللہ ہم یہ حضور کو ہبہ[6] کرتے ہیں۔ یہ ایسے گھر والوں کا ہے جن کے پاس اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ فرمایا جب تم نے اس کا یہ حال بیان کیا تو اس نے زیادتی کام اور چارہ کی کمی کی شکایت کی تم اس سے اچھا سلوک کرو۔ پھر ہم چلے حتیٰ کہ ایک منزل میں اُترے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر لیا پھر اپنی جگہ لوٹ گیا پھر جب بیدار ہوئے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا۔ فرمایا یہ وہ درخت ہے جس نے اپنے رب سے یہ اجازت چاہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرے تو اسے اجازت دے دی۔ راوی نے کہا کہ پھر ہم ایک گھاٹ پر گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت بچہ لائی جسے دیوانگی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ناک پکڑا پھر فرمایا کہ نکل میں محمد رسول اللہ ہوں۔ پھر ہم چلے تو جب لوٹے تو اس گھاٹ پر گزرے اس سے بچہ کے متعلق پوچھا۔ وہ بولی اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ کے بعد ہم نے اس سے کوئی شبہ کی چیز نہ دیکھی۔

[1] حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ، یاء پر زبر، عین ساکن، مرہ میم پر پیش، را مشدد

[2] الثقفی، ثقیف کی طرف نسبت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے تھے یہ صحابی ہیں حدیبیہ، خیبر، حنین اور طائف میں حاضر تھے۔

[3] سانیہ، سین اور نون، پانی کھینچنے والا اونٹ

[4] جرجر، اونٹ کا گلے سے آواز نکالنا۔ یہاں زیادہ کرنا مراد ہے

[5] جران، جیم کے نیچے زیر اور راء مخفف، گردن کا اگلا حصہ ناک تک، یعنی اونٹ نے گردن زمین پہ رکھ دی۔

[6] بیچنا کیا ہے، ہم وہ تمھیں ہبہ کرتے ہیں۔

ک یہ تیسرا معجزہ تھا۔

ش منخر، میم پر زبر، خاء کے نیچے زیر، میم کے نیچے زیر بھی آیا ہے۔

ف كَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ ۔ وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ
تمہارا ہاتھ لگنے سے کتنوں کو شفا ہو گئی ۔ تمہارے لمس سے کتنے قید سے آزاد ہو گئے

۵۶۶۹ / ۵۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ بِابْنٍ لَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ بِهٖ جُنُوْنٌ وَاِنَّهٗ لَيَاْخُذُهٗ عِنْدَ غَدَائِنَا وَعَشَائِنَا فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَدْرِهٖ وَدَعَا فَثَعَّ ثَعَّةً وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجِرْوِ الْاَسْوَدِ يَسْعٰى (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی بولی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس بچہ کو دیوانگی ہے اور اسے جنون شام سویرے پکڑتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، اسے قے ہوئی اور اس کے پیٹ سے کالا سا پلا نکلا جو چلتا تھا۔ (دارمی)

ل ثع، ثا، عین مشدد، قے

ل صراح میں ہے جرو، جیم کے نیچے زیر، راء ساکن، درندہ کا بچہ، مثلاً کتا، چیتا، خرس وغیرہ

۵۶۷۰ / ۵۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ حَزِيْنٌ قَدْ تَخَضَّبَ بِالدَّمِ مِنْ فِعْلِ اَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ تُحِبُّ اَنْ نُرِيَكَ اٰيَةً قَالَ نَعَمْ فَنَظَرَ اِلٰى شَجَرَةٍ مِّنْ وَّرَائِهٖ فَقَالَ ادْعُ بِهَا فَدَعَا بِهَا فَجَاءَتْ فَقَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ مُرْهَا فَلْتَرْجِعْ فَاَمَرَهَا فَرَجَعَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبِيْ حَسْبِيْ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین بیٹھے تھے مکہ والوں کی ایذاء رسانی کی وجہ سے خون سے رنگین تھے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو ایک نشان دکھائیں فرمایا ہاں انہوں نے آپ کے پیچھے ایک درخت کی طرف دیکھا عرض کیا اسے بلائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا وہ آگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر عرض کیا اسے حکم دیجیے کہ لوٹ جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا وہ لوٹ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کافی ہے۔ مجھے کافی ہے (دارمی)

له اس سے مراد اُحد کا دن ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک اور رخسار مبارک زخمی ہو گئے تھے۔

۵۲ یہ برائے تسلی اور رفع حُزن تھا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معجزہ کا اظہار اس پر دلالت کر رہا ہے۔ خلافِ عادت واقعہ حصولِ یقین اور رفع غم و حزن کے لیے مؤثر ہوتا ہے تو وہ صبر سے کام لے، کیونکہ بقدر محنت و مشقت اجر ملتا ہے۔

۵۶۷۱/۵۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَى قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلٰثًا وَشَهِدَتْ ثَلٰثًا اِنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مُنْبَتِهَا (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک بدوی آیا جب قریب ہوا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ بولا جو آپ کہتے ہیں اس پر گواہی کون دیتا ہے فرمایا درخت خاردار[۱] اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا وہ جنگل کے کنارہ پر تھا وہ زمین چیرتا[۲] ہوا آیا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تین بار گواہی لی، اس نے تین بار گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ویسے ہی ہیں جیسے انہوں نے فرمایا پھر اپنی جھاڑی کی طرف لوٹ گیا۔ (دارمی)

۱ سلمہ، سین پر زبر اور لام بلند خاردار درخت

۲ خد، خاء پر زبر، دال مشدد، زمین پھاڑنا

۵۳ شعر جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً تَمْشِيْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ

آپ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے آئے اور وہ بلا قدم چل کر آتے۔

۵۶۷۲/۵۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا میں کیسے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں۔ فرمایا اگر میں اس خوشہ[۱] کو اس درخت سے بلاؤں تو وہ گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا وہ کھجور کے درخت سے اترنے لگا

حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گر گیا۔ پھر فرمایا لوٹ جاؤ، وہ لوٹ گیا یہ دیہاتی مسلمان ہو گیا (ترمذی)

۱؎ ان، ہمزہ پر زبر اور زیر دونوں طرح ہے، عذق، عین کے زیر ، ذال اور قاف خوشا خرما جیسا کہ خوشہ انگور (صراح)

۵۷۶۲ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰى رَاعِىْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً وَطَلَبَهُ الرَّاعِىْ حَتّٰى انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰى تَلٍّ فَاَقْعٰى وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰى رِزْقٍ رَزَقَنِيْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهُ ثُمَّ انْتَزَعْتَهُ مِنِّىْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِى النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا اَمَارَاتٌ بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ قَدْ اَوْشَكَ الرَّجُلُ اَنْ يَخْرُجَ فَلَا يَرْجِعُ حَتّٰى يُحَدِّثَهُ نَعْلَاهُ وَسَوْطُهُ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهُ بَعْدَهُ (رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا کسی بکریوں کے چرواہے کی طرف گیا ان میں سے ایک بکری پکڑی اسے چرواہے نے تلاش کیا حتیٰ کہ بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ فرمایا کہ بھیڑیا ٹیلہ پر چڑھ گیا وہاں بیٹھ[1] گیا اور دم دبالی[2] اور بولا کہ میں نے اس روزی کا ارادہ[3] کیا جو مجھے اللہ نے دی میں نے اسے لیا پھر تو نے وہ مجھ سے چھین لی تو یہ شخص بولا اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا۔ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب تو یہ ہے کہ ایک صاحب[4] پہاڑوں کے بیچ کھجوروں کے جھنڈ میں تم کو گذشتہ اور آنے والی باتوں کی خبر دے رہے تھے۔ وہ شخص یہودی تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو یہ خبر دی اور مسلمان ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قیامت کے آگے نشانیاں ہیں قریب ہے کہ ایک شخص نکلے گا تو نہ لوٹے گا حتیٰ کہ اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اسے ان باتوں کی خبر دیں گے جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کیں۔ (شرح السنۃ)

۱؎ اس نے رانیں زمین پر رکھیں اور پاؤں کو کھڑا کیا۔ صراح میں ہے اقعاء، کتے کا بیٹھنا
۲؎ تثفر، ثاء اور فاء، کتے کا دم کو پاؤں کے درمیان رکھنا
۳؎ عمدت، تاء پر پیش یا زیر یعنی صیغہ متکلم اور خطاب اور یہ خطاب چرواہے کے ساتھ ہے

ے یعنی مدینہ طیبہ، ذات سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔

۵۶۷۴/۵۹ وَعَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتّٰى اللَّيْلِ يَقُوْمُ عَشَرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تَمُدُّ قَالَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تَمُدُّ اِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى السَّمَاءِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ابوالعلاء[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ سمرہ ابن جندب سے راوی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ[2] سے صبح سے رات تک باری باری کھاتے رہتے تھے کہ دس اٹھتے اور دس بیٹھتے تھے ہم نے کہا کہ کہاں سے بڑھتا تھا۔ فرمایا تم کس چیز سے تعجب کرتے ہو وہ نہ بڑھتا تھا مگر وہاں سے اور اپنے ہاتھ سے آسمان[3] کی طرف اشارہ کیا۔ (ترمذی، دارمی)

لے حضرت ابوالعلاء تابعین میں سے ہیں۔

ٹے بوقت ظہور معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (قصعہ، قاف پر زبر، صاد ساکن بڑا کاسہ

ٹے کہ وہاں سے برکات کا نزول ہو رہا تھا یہ قول یا تو حضرت سمرہ کا ہے اور سائل ابوالعلاء ہیں یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور سائل صحابہ تھے۔

۵۶۷۵/۶۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي ثَلٰثِ مِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ فَانْقَلَبُوْا وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوْا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن تین سو پندرہ حضرات[1] کی جماعت میں تشریف لے گئے عرض کیا الٰہی یہ ننگے پاؤں ہیں انہیں سواریاں دے۔ الٰہی یہ ننگے بدن ہیں انہیں لباس دے الٰہی یہ بھوکے ہیں انہیں سیر فرما دے اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی ساری فوج میں کوئی شخص نہ تھا مگر وہ ایک یا دو اونٹ[2] لے کر لوٹا انہیں کپڑا بھی ملا اور وہ سیر ہوئے (ابوداؤد)

لے مشہور یہ ہے کہ تین سو سترہ صحابی تھے ستتر (۷۷) مہاجرین میں سے تھے اور دو سو چھتیس (۲۳۶) انصار میں سے تھے۔

ٹے اس وجہ سے کہ مشرکین سے خوب مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں۔ یہاں سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ اجابت دعا از قبیل خارق عادت ہے خصوصًا اس قدر سرعت اور ان تمام خصوصیات کے ساتھ۔

۵۶۷۶/۶۱ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَنْصُوْرُوْنَ وَمُصِيْبُوْنَ وَمَفْتُوْحٌ لَكُمْ فَمَنْ اَدْرَكَ ذَالِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ تمھاری مدد کی جاوے گی[۱] اور تم غنیمتیں پانے والے ہو تم کو فتح دی جاوے گی[۲] تو جو تم میں سے یہ پائے وہ اللہ سے ڈرے بھلائیوں کا حکم دے برائیوں سے روکے۔ (ابوداؤد)

[۱] اللہ تعالیٰ کی طرف سے

[۲] تم شہروں اور علاقوں کو فتح کروگے۔ یہ مستقبل کے حوالے سے صحابہ کو اطلاع و بشارت دی جا رہی ہے۔

[۳] اعتدال کی راہ پر چلیں، تکبر و غرور اور اسراف کا راستہ نہ اپنانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس مبارک ارشاد کی طرف اشارہ ہے اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (ان لوگوں کو اگر ہم زمین پر تمکن عطا کریں تو وہ نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرتے ہیں)۔

۵۶۷۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِّنْ اَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَّصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَاَكَلَ رَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ هٰذِهٖ فِيْ يَدِيْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُعَاقِبْهَا وَتُوُفِّيَ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر والوں میں سے ایک یہودیہ عورت[۱] نے بھنی بکری میں زہر ملا دیا پھر اس نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ[۲] کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستی لی اس میں کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت نے کھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ اٹھا لو[۳] اور یہودی عورت کے پاس کسی کو بھیجا اسے بلایا فرمایا کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ وہ بولی آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے اس دستی نے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے وہ بولی ہاں۔ میں نے کہا کہ اگر وہ سچے نبی ہیں تو انھیں نقصان نہ دے[۴] گا اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہم ان سے راحت پا جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا اسے سزا نہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن صحابہ نے اس بکری سے کچھ کھایا تھا

وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كَاهِلِهٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِيْ اَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ اَبُوْهِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِيْ بَيَاضَةَ مِنَ الْاَنْصَارِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

وہ وفات پا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کندھوں پر پچھنے لگوائے اس وجہ سے کہ آپ نے بکری سے کچھ کھایا تھا۔ ابو ہند نے پچھنے لگوائے سنگی اور چھری سے، وہ بیاضہ انصاری کے غلام تھے۔ (ابوداؤد، دارمی)

لے اس کا نام زینب تھا، یہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ مصلیہ، میم پر زبر، صاد ساکن، لام مکسور یاء مشدد از صلی بمعنی بھوننا۔

ے منقول یہ ہے کہ اس عورت نے پوچھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم گوشت کا کون سا حصہ پسند فرماتے ہیں صحابہ نے فرمایا دستی کا گوشت اس نے بکری ذبح کی اس میں زہر ملایا۔ دستی اور کاندھے کے حصہ میں زیادہ ملایا اور پکا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے سامنے رکھ دیا۔

ے کھانا نہ کھاؤ

ے اس وجہ سے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی موت میں زہر اثر نہیں کرتا یا اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دعوت اور اکمال دین سے پہلے موت متوقع نہیں۔ پہلے احتمال میں خلجان ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ فوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتاثیر زہر تھی جو خیبر میں کھایا لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کیا ہر سال وہ زہر آپ پر اثر کرتا ہے جو خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا تو فرمایا نہیں مگر وہ ہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

ے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم لطیف اس کی کثافت سے پاک ہو جائے۔

ے بنو بیاضہ، ضاد، انصاری قبیلہ کا نام ہے۔

ے اہل روایت کا اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بطور سزا قتل کروا دیا یا چھوڑ دیا اور کچھ نہ کہا۔ امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا اور کچھ نہ کہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سزا نہ دی۔ امام زہری کہتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ امام بیہقی کہتے ہیں کہ پہلے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا لیکن صحابی بشر بن براء رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو پھر اسے ان کے قصاص میں قتل کروا دیا۔ لیکن یہاں خلجان یہ ہے کہ حضرت بشر کی موت اور ان کے قصاص کی تخصیص کیوں؟ حالانکہ دیگر صحابہ بھی تو شہید ہوئے تھے۔ ہاں یہ امکان ہے کہ حضرت بشر رضی اللہ عنہ کا انتقال فی الفور ہو گیا ہو اور اسے قصاص میں قتل کر دیا گیا ہو اور دیگر کا وصال بعد میں ہوا ہو۔ واللہ اعلم۔

۵۶۷۸ / ۶۳ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حَنْظَلِيَّةَ اَنَّهُمْ

حضرت سہل ابن حنظلیہ سے روایت ہے

سَارُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ حُنَيْنٍ فَاَطْنَبُوا السَّيْرَ حَتّٰى كَانَ عَشِيَّةً
فَجَآءَ فَارِسٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ
طَلَعْتُ عَلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا اَنَا
بِهَوَازِنَ عَلٰى بَكْرَةِ اَبِيْهِمْ بِظُعُنِهِمْ
وَنَعَمِهِمْ اِجْتَمَعُوْا اِلٰى حُنَيْنٍ فَتَبَسَّمَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
تِلْكَ غَنِيْمَةُ الْمُسْلِمِيْنَ غَدًا اِنْ شَآءَ
اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ قَالَ
اَنَسُ بْنُ اَبِىْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِىُّ اَنَا يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهٗ فَقَالَ
اسْتَقْبِلْ هٰذَا الشِّعْبَ حَتّٰى تَكُوْنَ فِىْ
اَعْلَاهُ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مُصَلَّاهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ
ثُمَّ قَالَ هَلْ حَسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ فَقَالَ
رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَسَسْنَا فَثُوِّبَ
بِالصَّلٰوةِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّىْ يَلْتَفِتُ اِلَى الشِّعْبِ
حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اَبْشِرُوْا
فَقَدْ جَآءَ فَارِسُكُمْ فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ
اِلٰى خِلَالِ الشَّجَرِ فِى الشِّعْبِ فَاِذَا هُوَ قَدْ جَآءَ
وَقَفَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ اِنِّىْ انْطَلَقْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِىْ اَعْلٰى هٰذَا
الشِّعْبِ حَيْثُ اَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ طَلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ
كِلَيْهِمَا فَلَمْ اَرَ اَحَدًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ قَالَ

کہ لوگ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ چلے تو انھوں نے بہت دراز سفر کیا حتیٰ کہ شام
ہوگئی تو ایک سوار آیا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں نے ہوازن
کو دیکھا جو سارے کا سارا قبیلہ اپنی عورتوں جانوروں کے
ساتھ حنین میں جمع ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ انشاء اللہ یہ سب کچھ کل
مسلمانوں کی غنیمت بنے گی۔ پھر فرمایا کہ آج رات ہماری
حفاظت کون کرے گا۔ انس ابن مرثد غنوی بولے
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کر دوں گا۔ فرمایا سوار ہو
جاؤ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ فرمایا اس
گھاٹی کے سامنے جاؤ حتیٰ کہ اس کی بلندی پہ پہنچ جاؤ
پھر جب ہم نے سویرا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے مصلے پر تشریف لائے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا کہ
کیا تم نے اپنے سوار کو محسوس کیا۔ ایک صاحب نے
کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو محسوس نہ کیا
پھر نماز کی تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز
پڑھتے ہوئے گھاٹی کی طرف کن انکھیوں سے دیکھنے لگے
حتیٰ کہ جب نماز پوری فرمائی تو فرمایا خوش ہو جاؤ تمھارا
سوار آپہنچا تو ہم گھاٹی میں درختوں کی طرف دیکھنے لگے
تو ناگاہ وہ آرہا تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے آکھڑا ہوا تو عرض کیا میں چلا حتیٰ کہ میں اس
گھاٹی کی چوٹی پر پہنچ گیا جہاں کا مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ پھر جب میں نے سویرا کیا تو
میں ان دونوں گھاٹیوں (پہاڑوں) پر چڑھ گیا تو میں
نے کسی ایک کو نہ دیکھا۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس رات نیچے اترے عرض کیا

لَا اِلَّا مُصَلِّیًا اَوْ قَاضِیَ حَاجَۃٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا عَلَیْكَ اَنْ لَّا تَعْمَلَ بَعْدَھَا (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

نہیں سوائے نماز کے یا ادائے حاجت کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد کوئی عمل نہ کرنا تم کو مضر نہیں[۱۱]۔ (ابوداؤد)

[۱] حضرت سہل بن حنظلیہ، حاء پر زبر، نون ساکن، ظاء پر زبر، لام مکسور اور یاء مشدد انصاری صحابی ہیں۔ اوّل بیعت رضوان سے فاضل ہیں۔ خلوت گزیں ہوں گے کثرت کے ساتھ نماز و ذکر کا ان کا معمول تھا، حنظلیہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

[۲] طلعت اکثر نسخوں میں لام پر زبر ہاں زیر کو بھی صحیح قرار دیا گیا ہے۔

[۳] ہوازن، ھاء پر زبر، ناء کے نیچے زیر، عربوں کی ایک قوم

[۴] یہ عبارت محاورہ ہے کہ اس قوم میں تمام کے جانے کا نقارہ بج گیا تاکہ کوئی پیچھے نہ رہ جائے بکرہ، جوان اونٹ اس کی اصل یہ ہے کہ عربوں کی قوم کسی جگہ ڈیرہ ڈالتی اور وہاں سے کوچ کرتی تو جو شخص یہاں سے اونٹ پکڑتا اس پر سوار ہو جاتا حالانکہ وہ اونٹ ان سے نہ ہوتا ہاں ان کے والد سے ہوتا۔

[۵] ظعن، ظا، عین پر پیش یا ساکن ظعینہ کی جمع ہے۔ عورت کا ہودج میں ہونا یا وہ عورت جو ہودج میں ہو۔ کبھی اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر ہودج ہو۔

[۶] مرثد غنوی، میم پر زبر، راء ساکن، ثاء پر زبر، غین اور نون دونوں پر فتحہ، صحابی ہیں۔ فتح مکہ اور حنین میں شامل تھے۔

[۷] وہ جگہ جو غار کے لیے بنائی گئی تھی۔

[۸] اس سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں۔

[۹] اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ضرورت کے تحت فجر کی سنتوں کے بعد گفتگو کی جا سکتی ہے، اور کتاب الصلوٰۃ میں گزرا۔

[۱۰] اس سے مصلحت دینیہ کی خاطر نماز میں التفات کا جواز واضح ہو جاتا کہ یہ دو عبادات کو جمع کرنا ہے

[۱۱] یعنی نوافل، جرات، محنت اور جدوجہد کیونکر تھے، آج اس قدر ثواب اور فضیلت نصیب ہو گئی ہے جو کافی ہے اور تیرے گناہوں کی اس سے مغفرت و بخشش ہو جائے گی۔ یہ اس عمل کی تحسین میں مبالغہ اور مغفرت کی بشارت ہے، بعض شارحین کی رائے ہے کہ یہاں مراد جہاد سے اور یہی ظاہر تر ہے۔

۵۶۷۹ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ فِیْھِنَّ بِالْبَرَکَۃِ فَضَمَّھُنَّ ثُمَّ دَعَا لِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ چھوارے[۱] لایا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں برکت کی دعا فرما دیں تو انہیں حضور

فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ قَالَ خُذْهُنَّ فَاجْعَلْهُنَّ فِيْ مِزْوَدِكَ كُلَّمَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَاَدْخِلْ فِيْهِ يَدَكَ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَكُنَّا نَاْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حَقْوِيْ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ قُتِلَ عُثْمَانُ فَاِنَّهٗ اِنْقَطَعَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ملا دیا پھر ان میں میرے لیے برکت کی دعا کی، فرمایا انھیں لے لو اسے اپنے توشہ دان[2] میں ڈال لو جب اس میں سے کچھ لینا چاہو تو اس میں اپنا ہاتھ ڈال دو اس میں سے لے لو اور کبھی جھاڑنا مت۔ میں نے ان چھواروں میں سے اتنے وسق[3] اللہ کی راہ میں خیرات کیے ہم ان میں سے کھاتے کھلاتے رہے یہ میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوئے تھے، حتیٰ کہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا دن ہوا تو وہ مجھ سے گر گیا[4]

[1] منقول ہے کہ وہ اکیس تھیں۔
[2] صراح میں ہے مِزْوَدٌ، میم کے نیچے زیر، توشہ دان
[3] وسق ساٹھ پیمانہ یا اونٹ کا بوجھ
[4] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگوں کے درمیان افتراق و انتشار بڑھ جائے تو برکت اٹھ جاتی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے لوگوں کو اس دن ایک غم تھا اور مجھے دو غم تھے۔ ایک تو اس تھیلی کے گم ہونے کا اور دوسرا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۶۸۰ / ۲۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ تَشَاوَرَتْ قُرَيْشٌ لَيْلَةً بِمَكَّةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا اَصْبَحَ فَاَثْبِتُوْهُ بِالْوَثَاقِ يُرِيْدُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلِ اقْتُلُوْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ اَخْرِجُوْهُ فَاَطْلَعَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ فَبَاتَ عَلِيٌّ عَلٰى فِرَاشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَحِقَ بِالْغَارِ وَبَاتَ الْمُشْرِكُوْنَ يَحْرُسُوْنَ عَلِيًّا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک رات مکہ میں قریش نے مشورہ کیا بعض نے کہا کہ جب سویرا ہو تو انھیں رسیوں[1] سے باندھ دو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، بعض دوسرے بولے بلکہ انھیں قتل کر دو، بعض بولے بلکہ انھیں نکال دو، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کر دیا[2] تو جناب علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر رات گزاری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، حتیٰ کہ غار[3] پر پہنچ گئے اور مشرکین رات بھر جناب علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی کرتے رہے

يَحْسَبُوْنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحُوْا ثَارُوْا عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاَوْا عَلِيًّا رَدَّ اللّٰهُ مَكْرَهُمْ فَقَالُوْا اَيْنَ صَاحِبُكَ هٰذَا قَالَ لَا اَدْرِيْ فَاقْتَصُّوْا اَثَرَهٗ فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ اخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ فَمَرُّوْا بِالْغَارِ فَرَاَوْا عَلٰى بَابِهٖ نَسْجَ الْعَنْكَبُوْتِ عَلٰى بَابِهٖ فَمَكَثَ فِيْهِ ثَلٰثَ لَيَالٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر جب[۶] صبح پائی تو ان پر دوڑ پڑے پھر جب جناب علی کو دیکھا تو اللہ نے ان کے فریب رد کر دیئے بولے تمھارے وہ ساتھی[۷] کہاں ہیں آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا چنانچہ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم پر کھوج[۸] لگاتے چلے جب پہاڑ پر پہنچے تو ان پر غار مشتبہ ہو گیا[۹] وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اس غار پر پہنچے اس کے دروازے پر مکڑی کا جالا[۱۰] دیکھا[۱۱] تو بولے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں گھسے ہوتے تو اس کے دروازے پر جالا نہ ہوتا حضور نے اس میں تین شب[۱۲] قیام فرمایا۔ (احمد)

[۱] یعنی بعض مشرکین نے یہ مشورہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر دیا جائے وثاق کسرہ و فتحہ دونوں طرح ہے بمعنی بند کرنا۔

[۲] فاطلع ، ہمزہ پر زبر، طاء ساکن مخفف۔

[۳] جیسا کہ سورۂ انفال میں مذکور ہے۔

[۴] چند راتیں غار میں گزاریں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف فرما تھے۔ مشرکین اس کے دہانے تک پہنچے لیکن مطلع نہ ہو سکے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو بھی فرمائی۔ یہ بہت بڑا معجزہ اور واقعہ ہے۔ میں نے اسے شرح اور تاریخ مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ ہجرت کے تذکرہ میں بھی اس کی تفصیل آئے گی۔

[۵] حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر رہے اور مشرکین باہر کھڑے رہے۔

[۶] وہ یہی خیال کرتے رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر آرام فرما رہے ہیں جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئیں گے ان کا کام تمام کر دیں گے حالانکہ اب وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

[۷] اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ ھذا کے ساتھ تحقیر و تصغیر کی طرف اشارہ ہے

[۸] تبس، قاف اور دو صاد، کسی کے پیچھے جانا

[۹] اس کا نام جبل ثور ہے تو راہ پاؤں کے نشان نقش ہو گئے۔

[۱۰] جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں داخل ہونے کے بعد اس نے بنا تھا جس کا عرض ایک بالشت اور طول ایک ہاتھ تھا۔

[۱۱] اور کبوتری کا وہاں انڈے دینا اس حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں۔

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

شعر:۔ (انھوں نے یہی گمان کیا کہ کبوتر اور عنکبوت ، ساری مخلوق سے افضل شخص پر کیسے تانا بنا سکتے ہیں اگر وہ یہاں داخل ہوئے ہیں)

۱۲ سوموار کو داخل ہوئے اور جمعرات کو وہاں سے نکلے ۔

۵۶۸۱ وعن ابي هريرة قال لما فتحت خيبر اهديت لرسول الله صلى الله عليه وسلم شاة فيها سم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجمعوا لي من كان ههنا من اليهود فجمعوا له فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم اني سائلكم عن شيء فهل انتم مصدقي عنه قالوا نعم يا ابا القاسم فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم من ابوكم قالوا فلان قال كذبتم بل ابوكم فلان قالوا صدقت وبررت قال فهل انتم مصدقي عن شيء ان سالتكم عنه قالوا نعم يا ابا القاسم ان كذبناك عرفت كما عرفته في ابينا فقال لهم من اهل النار قالوا نكون فيها يسيرا ثم تخلفونا فيها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اخسئوا فيها والله لا نخلفكم فيها ابدا ثم قال هل انتم مصدقي عن شيء ان سالتكم عنه فقالوا نعم يا ابا القاسم قال هل جعلتم في هذه الشاة سما قالوا نعم قال فما حملكم على ذالك قالوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ کی گئی جس میں زہر[1] تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے یہودی یہاں ہیں انھیں ہمارے پاس جمع کرو وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اکٹھے ہوئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے متعلق پوچھتا ہوں کیا تم مجھ سے سچ بولو گے[2] ۔ انھوں نے کہا ہاں ابوالقاسم[3] ، تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا باپ کون[4] ہے ۔ وہ بولے فلاں فرمایا تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمھارا باپ فلاں[5] ہے وہ بولے آپ نے سچ کہا اور درست کہا ۔ فرمایا تو کیا اب تم مجھ سے سچ کہو گے جس چیز کے متعلق اگر میں تم سے پوچھوں ۔ وہ بولے ہاں اے ابوالقاسم اور اگر ہم آپ سے جھوٹ بولیں تو آپ پہچان لیں گے جیسے ہمارے باپ کے متعلق پہچان لیا ۔ تو ان سے فرمایا کہ آگ والے کون ہیں وہ بولے کچھ دن ہم اس میں[6] رہیں گے پھر اس میں ہمارے نائب[7] اور آپ لوگ ہوں گے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دور ہو[8] اس میں رہو اللہ کی قسم ہم اس میں تمھارے نائب کبھی نہیں بنیں گے ۔ پھر فرمایا کیا اب مجھ سے سچ بولو گے اس چیز کے متعلق جو تم سے پوچھوں وہ بولے ہاں اے ابوالقاسم فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ڈالا ہے ؟ وہ بولے ہاں فرمایا تم کو اس چیز پر کس چیز نے جرات دی وہ بولے ہم نے

اَرَدْنَا اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا اَنْ نَسْتَرِیْحَ مِنْكَ وَاِنْ کُنْتَ صَادِقًا لَمْ یَضُرَّكَ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

چاہا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے راحت پا جائیں اور اگر سچے ہیں تو آپ کو نقصان نہ دیں۔ (بخاری)

۱؎ ہم، سین پر زبر یا پیش، بعض نے زیر بھی پڑھی ہے۔

۲؎ میں سوال کے ذریعے تمھیں آزمانا چاہتا ہوں کہ تم سچ بولتے ہو یا جھوٹ، جیسا کہ سیاقِ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ مصدقی، میم پر پیش، صاد پر زبر، دال مشدد مکسور، قاف مکسور اور یاء مشدد

۳؎ بعض یہود کا طریقہ تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کا تذکرہ کرتے، نام نہ لیتے کیونکہ اس کا تذکرہ تورات و انجیل میں مشہور تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت نبوت کی دلیل تھا۔

۴؎ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پدرکلاں کا پوچھا کیونکہ قبیلہ کا پدر تمام کا باپ ہوتا ہے۔

۵؎ بلکہ تمھارا پدر تو فلاں ہے جو تم نے نام لیا وہ نہیں

۶؎ کذبا، ذال مخفف ہے۔

۷؎ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ان کا قول منقول ہے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً

۸؎ پھر ہماری جگہ مسلمانوں کو دائمی طور پر داخل کر دیا جائے گا۔ تخلفونا، نون مشدد، مخفف بھی مروی ہے جو قاعدہ نحوی کے مطابق ہے۔

۹؎ اِخْسَئُوْا کا معنی کتے کو دھتکارنا ہوتا ہے یعنی اگر تم اس جہان سے کفر پر فوت ہوئے تو تم ہمیشہ دوزخ میں رہو گے۔

۱۰؎ اب ان سے کہا جا سکتا ہے کہ اب جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق ظاہر ہو گیا تو اب تم ایمان کیوں نہیں لاتے۔

۵۶۸۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز فجر پڑھائی اور منبر پہ چڑھے ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا پھر اترے پھر نماز پڑھی پھر منبر پہ چڑھے تو ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا پھر اترے پھر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا تو ہم کو ان تمام چیزوں کی خبر دی جو قیامت کے دن تک ہونے والا ہے فرمایا کہ ہم میں زیادہ جاننے والا وہ تھا جو ہم میں زیادہ حافظ تھا (مسلم)

لہ حضرت عمرو بن الخطاب خلد کیساتھ انصاری ہیں اور انھیں ابو زید المرج کہا جاتا ہے۔ منقول ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ غزوات میں شریک ہوئے۔ ان کے سر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مس فرمایا اور دعا دی اب ان کا حال یہ تھا کہ عمر سو سال کو پہنچ گئی مگر سر اور داڑھی کے چند بال ہی سفید ہوئے۔

۵۶۸۳ وَعَنْ مَّعْنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ اَبِیْ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَّنْ اٰذَنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَیْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْكَ یَعْنِیْ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت معن[1] ابن عبد الرحمٰن[2] رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا فرمایا میں نے مسروق[3] سے پوچھا کہ جس رات جنات نے قرآن سنا ہے تو جنات کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے دی انھوں نے کہا کہ مجھے تمھارے والد[4] یعنی عبد الرحمٰن ابن مسعود نے بتایا کہ ان کی خبر ایک درخت[5] نے دی۔ (بخاری، مسلم)

لہ معن، میم پر زبر، عین ساکن

۲ بن عبد الرحمٰن، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔ نہایت ثقہ اور جامع علوم ہیں اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے والد کی نسبت سے ہی حضرت ابن مسعود کو ابو عبد الرحمٰن کہا جاتا ہے اور اپنے بھائی قاسم بن عبد الرحمٰن سے بھی روایت کرتے ہیں اور ان سے امام ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔

۳ مسروق، کبار تابعین میں سے ہیں

۴ مراد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

۵ درخت نے عرض کیا یا رسول اللہ جنات آئے ہیں تاکہ وہ قرآن سنیں اور ایمان لائیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے جنات سے ملاقات فرمائی اور انھیں قرآن سنایا۔

۵۶۸۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَتَرَاءَیْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلًا حَدِیْدَ الْبَصَرِ فَرَاَیْتُهٗ وَلَیْسَ اَحَدٌ یَزْعَمُ اَنَّهٗ رَاٰهُ غَیْرِیْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لِعُمَرَ اَمَا تَرَاهُ فَجَعَلَ لَا یَرَاهُ قَالَ یَقُوْلُ عُمَرُ سَاَرَاهُ وَاَنَا مُسْتَلْقٍ عَلٰی فِرَاشِیْ ثُمَّ اَنْشَاَ یُحَدِّثُنَا عَنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُرِیْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم مکہ مدینہ کے درمیان جناب عمر کے ساتھ تھے تو ہم چاند ایک دوسرے کو دکھانے لگے۔ میں تیز نظر تھا تو میں نے[1] دیکھ لیا۔ میرے سوا کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے چاند دیکھا ہے جناب عمر سے کہنے لگا کہ کیا آپ دیکھتے[2] نہیں۔ آپ اسے نہ دیکھ سکے۔ کہتے ہیں میں اسے عنقریب اپنے بستر پر لیٹے ہوئے دیکھوں گا پھر ہم کو بدر والوں کی خبر[3] دینے لگے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ایک دن پہلے کفار کی قتل گاہ[4] دکھاتے

وَيَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَأُوا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجُعِلُوْا فِيْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِمْ فَقَالَ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تھے، فرماتے تھے کہ ان شاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی اور ان شاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی[۶] جناب عمر فرماتے ہیں کہ اس کی قسم جس نے انھیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ ان حدود سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھیں بالکل نہ ہٹے پھر وہ اوپر تلے ایک کنوئیں میں ڈال دیے گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حتیٰ کہ ان تک پہنچ گئے فرمایا اے فلاں ابن فلاں اے ابن فلاں کیا تم نے وہ سب باتیں درست پائیں جن کا تم سے اللہ نے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا کیونکہ میں نے وہ درست پایا جو اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ جناب عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان جسموں سے کیسے کلام کرتے ہیں جن میں جان نہیں تو فرمایا بات تم ان سے زیادہ نہیں سنتے[۷] بجز اس کے کہ وہ مجھے کچھ جواب نہیں دے سکتے[۸]۔ (مسلم)

۱؎ میرے علاوہ کسی نے نہ کہا کہ میں نے چاند دیکھا۔

۲؎ میں انھیں دکھاتا رہا لیکن انھیں نظر نہیں آرہا تھا۔

۳؎ حاجت نہیں کہ اب میں چاند دیکھنے میں مشقت اٹھاؤں جب ایک دن کے بعد یہ نمایاں ہو جائے گا یعنی جب ضرورت اور حاجت نہ ہو تو اس کام میں مشقت لایعنی ہوتی ہے۔

۴؎ یا مراد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا یا حضرت انس رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

۵؎ ان کے مرنے سے پہلے ایک دن خبر دے دی کہ فلاں بدبخت کہاں مرے گا۔

۶؎ ہر ایک کے مرنے کی جگہ الگ الگ متعین کر دی۔

۷؎ یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں یا سننے میں تمھارے برابر ہیں۔

۸؎ کتاب الجہاد میں اس کی تفصیل ہے۔

۵۶۸۵ وَعَنْ اُنَيْسَةَ بِنْتِ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنْ اَبِيْهَا[۱] اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى زَيْدٍ يَعُوْدُهٗ مِنْ مَّرَضٍ

حضرت انیسہ[۱] بنت زید ابن[۲] ارقم سے روایت ہے وہ اپنے والد سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب زید کے پاس ایک مرض میں مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے

کَانَ رَبِّ ـ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْ مَرَضِكَ بَأْسٌ وَّلٰكِنْ كَيْفَ لَكَ إِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِيْ فَعَمِيْتَ قَالَ اَحْتَسِبُ وَاَصْبِرُ قَالَ إِذًا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَتْ فَعَمِيَ بَعْدَ مَا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهٗ ثُمَّ مَاتَ

فرمایا اس بیماری سے تم پر کوئی خطرہ نہیں مگر تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم کو میرے بعد دراز عمر ملے گی تو تم نابینا ہو جاؤ گے ـ عرض کیا میں صبر اور طلب اجر کروں گا ـ فرمایا تو جنت میں بے حساب جاؤ گے ـ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ نابینا ہو گئے پھر اللہ نے ان کی نظر لوٹا دی پھر وہ فوت ہو گئے ـ

[1] انیسہ، ہمزہ پر پیش، نون پر زبر

[2] بنت زید بن ارقم، یہ تابعیہ ہیں ان کی نسبت سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو ابو انیسہ کہا جاتا ہے انہیں ابو سعید بھی کہتے ہیں بلکہ مشہور ان کی یہی کنیت ہے ـ

۵۶۸۶/۱۱ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ أَنَّهٗ بَعَثَ رَجُلًا فَكَذَبَ عَلَيْهِ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوُجِدَ مَيِّتًا وَقَدِ انْشَقَّ بَطْنُهٗ وَلَمْ تَقْبَلْهُ الْأَرْضُ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھ پر وہ بات تھوپے[1] جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے یہ اس طرح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بددعا کر دی تو وہ مردہ پایا گیا کہ اس کا پیٹ چر گیا تھا اسے زمین نے قبول[2] نہ کیا ـ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیں ـ

[1] تقول، تا، ق پر زبر، واو مشدد، کسی کی طرف جھوٹا منسوب کرنا ـ

[2] یہ دوزخی ہونے کی علامت ہے ـ

۵۶۸۷/۱۲ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهٗ رَجُلٌ يَسْتَطْعِمُهٗ فَأَطْعَمَهٗ شَطْرَ وَسْقِ شَعِيْرٍ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَأْكُلُ مِنْهُ وَامْرَأَتُهٗ وَضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهٗ فَفَنِيَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کھانا مانگنے آیا ـ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جو کا آدھا وسق عطا فرمایا ـ وہ شخص اس کی بیوی اور اس کا مہمان اس سے کھاتے رہے حتی کہ اس نے ناپ لیا تو ختم ہو گیا پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ـ فرمایا اگر وہ

فَقَالَ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اسے نہ ناپتی تو تم سب اس سے کھاتے رہتے تو وہ تمہارے پاس رہتا (مسلم)

۵۶۸۸ وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْحَافِرَ يَقُولُ أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَتِهِ فَأَجَابَ وَنَحْنُ مَعَهُ فَجِيءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَأَكَلُوا فَنَظَرْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوكُ لُقْمَةً فِي فِيهِ ثُمَّ قَالَ أَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ أُخِذَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا فَأَرْسَلَتِ الْمَرْأَةُ تَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى النَّقِيعِ وَهُوَ مَوْضِعٌ يُبَاعُ فِيهِ الْغَنَمُ لِيَشْتَرِيَ شَاةً فَلَمْ تُوجَدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى جَارٍ لِي قَدِ اشْتَرَى شَاةً أَنْ يُرْسِلَ بِهَا إِلَيَّ بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوجَدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعِمِي هٰذَا الطَّعَامَ الْأَسْرٰى (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

حضرت عاصم ابن کلیبؓ سے وہ اپنے والد سے وہ ایک انصاری صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر تشریف فرما تھے کھودنے والے کو سمجھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس کے پاؤں کی طرف فراخ کرو اس کے سر کی طرف فراخ کرو، پھر جب واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی بیوی کی طرف سے بلانے والا آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا ہم آپ کے ساتھ تھے کھانا لایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ رکھا پھر قوم نے کھا سب کھانے لگے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ میں لقمہ پھرا رہے ہیں پھر فرمایا میں ایسی بکری کا گوشت محسوس کرتا ہوں جو اس کے مالک کے بغیر لی گئی ہے۔ اس عورت نے کہلا بھیجا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نقیع کی طرف سے بھیجا تھا یہ وہ جگہ تھی جہاں بکریاں فروخت کی جاتی تھیں تاکہ میرے لیے بکری خریدے بکری نہ ملی تو میں نے اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا جس نے بکری خریدی تھی یہ کہ وہ مجھے بکری قیمتاً دے دے وہ ملا نہیں تو میں نے اس کی بیوی کے پاس بھیجا اس نے وہ میرے پاس بھیج دی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو (ابوداؤد، بیہقی، دلائل النبوۃ)

ﻠﻪ عاصم بن کلیب، کاف پر پیش، لام پر زبر، ثقہ اور اپنے دور کے بڑے فاضل اور عابد ہیں حضرت

سفیان ثوری اور حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہما نے ان سے روایت لی ۔ بعض نے کہا ان کا تعلق قبیلہ جرم سے ہے ۔

۲ کلیب، تابعی ہیں

۳ ہم بطور طفیلی چلے گئے یا جماعت کی بھی دعوت تھی ۔

۴ یہ مقام نقیع وادی عقیق کی طرف ہے اور مدینہ سے بیس میل پر ہے ۔ یہ لفظ بقیع نہیں وہ تو مدینہ طیبہ کا قبرستان ہے ۔ امام خطابی کہتے ہیں اسے باء کے ساتھ پڑھنے والے خطا پر ہیں ۔ لیکن جنھوں نے باء کے ساتھ پڑھا ان کا کہنا ہے کہ بقیع بازار ہوتا ہے ۔

۵ کیونکہ قیدی کافر تھے اور وہ مکلف نہیں ۔ ظاہر یہی ہے کہ صاحب بکری نہ ملا ورنہ ان سے بات ہوجاتی ۔

۵۶۸۹ وَعَنْ حِزَامِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ حُبَيْشِ بْنِ خَالِدٍ وَّهُوَ اَخُ اُمِّ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُخْرِجَ مِنْ مَّكَّةَ خَرَجَ مُهَاجِرًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ هُوَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّمَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَدَلِيْلُهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ اللَّيْثِيُّ مَرُّوْا عَلٰى خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدٍ فَسَاَلُوْهَا لَحْمًا وَّتَمْرًا لِيَشْتَرُوْا مِنْهَا فَلَمْ يُصِيْبُوْا عِنْدَهَا شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ وَكَانَ الْقَوْمُ مُرْمِلِيْنَ مُسْنِتِيْنَ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى شَاةٍ فِيْ كِسْرِ الْخَيْمَةِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الشَّاةُ يَا اُمَّ مَعْبَدٍ قَالَتْ شَاةٌ خَلَّفَهَا الْجَهْدُ عَنِ الْغَنَمِ قَالَ هَلْ بِهَا مِنْ لَّبَنٍ قَالَتْ هِيَ اَجْهَدُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اَتَاْذَنِيْنَ لِيْ اَنْ اَحْلُبَهَا قَالَتْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنْ رَاَيْتَ حَلَبًا فَاحْلُبْهَا فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت حزام ابن ہشام سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے حُبیش ابن خالد سے روایت کرتے ہیں وہ ام معبد کے بھائی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے باہر کیے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرکے روانہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق اور ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ اور ان کے رہبر عبداللہ لیثی اُمِّ معبد کے خیمے پر گزرے انھوں نے آپ سے گوشت چھوہارے مانگے تاکہ ان سے خریدیں ۔ انھوں نے کوئی چیز اُمِّ معبد کے پاس نہ پائی ۔ یہ حضرات بے توشہ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری دیکھی، جو خیمے کے کنارے میں تھی فرمایا اے اُمِّ معبد یہ بکری کیسی ہے انھوں نے عرض کیا کہ یہ ایسی بکری ہے جسے دُبلے پن نے بکریوں سے پیچھے کردیا ہے ۔ فرمایا کیا اس میں دودھ ہے وہ بولیں کہ وہ اس سے بہت دُور ہے فرمایا کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ اسے دوھ لوں بولیں آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اگر آپ اس میں دودھ دیکھیں تو دوہ لیں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَمَسَحَ بِيَدِهٖ ضَرْعَهَا وَسَمَّى اللهَ تَعَالٰى وَدَعَالَهَا فِيْ شَاتِهَا فَتَفَاجَّتْ عَلَيْهِ وَدَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِاِنَاءٍ يُرْبِضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيْهِ ثَجًّا حَتّٰى عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰى رَوِيَتْ وَسَقٰى اَصْحَابَهٗ حَتّٰى رَوُوْا ثُمَّ شَرِبَ اٰخِرَهُمْ ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتّٰى مَلَاَ الْاِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهٗ عِنْدَهَا وَبَايَعَهَا وَارْتَحَلُوْا عَنْهَا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْاِسْتِيْعَابِ وَابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ كِتَابِ الْوَفَاءِ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ۔

بلایا اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور ان کے لیے ان کی بکری میں دعا کی تو اس نے ٹانگیں[۸] چیر دیں اور دودھ اتار لائی جگالی کرنے[۹] لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا برتن منگایا جو ایک جماعت کو سیر[۱۰] کر دے اس میں دوہا، چھلکتا ہوا[۱۱] حتیٰ کہ جھاگ اوپر آگئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد کو پلایا حتیٰ کہ وہ سیر[۱۲] ہوگئیں اور اپنے ساتھیوں کو پلایا حتیٰ کہ وہ بھی سیر ہو گئے۔ پھر ان کے آخر میں خود پیا[۱۳] پھر اس میں پہلی بار کے بعد دوہا حتیٰ کہ برتن بھر دیا یہ اُم معبد کے پاس چھوڑ دیا اور ان سے بیعت[۱۴] لی اور وہاں سے ان سب نے کوچ کر دیا[۱۵] (شرح السنہ)

[۱] حزام، حاء کے نیچے زیر

[۲] حبیش بن خالد، حاء پر پیش

[۳] اُم معبد، میم پر زبر، عین ساکن، باء پر زبر، ان کا اسم گرامی عاتکہ بنت خالد خزاعیہ ہے یہ وہی خاتون ہیں کہ ہجرت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ اپنے صحن میں بیٹھتیں اور فقراء و مساکین کو پانی و کھانا پیش کرتیں۔

[۴] عامر بن فہیرہ، فاء پر پیش، ہاء پر زبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں تشریف لانے سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا۔

[۵] یہ چار افراد تھے جو مدینہ طیبہ پہنچے۔

[۶] کسر، کاف کے نیچے زیر، سین ساکن یا زبر، خیمہ کی طرف و جانب

[۷] یہ دودھ نہیں دیتی آپ کیا دھوئیں گے۔ حلب، لام ساکن، دودھ دھونا۔ زیر بھی پڑھی گئی ہے۔

[۸] تفاجّت، جیم مشدد

[۹] جیسا کہ دودھ دھوتے وقت جانور کی عادت ہوتی ہے

[۱۰] جِرّۃ، جیم کے نیچے زیر، را مشدد

[۱۱] صراح میں ہے ربض، یُربِض یاء پر پیش، باء کے نیچے زیر، از ارباض، محبوب سیراب کرنا۔ دھونا قوم کا گروہ۔

۱۳ ثج ، ثاء ، جیم مشدد ، پانی کا رواں ہونا
۱۳ حتی رو بلی ، واؤ پر پیش
۱۴ خود فرمایا کہ قوم کا ساقی آخر میں پیتا ہے ۔
۱۵ اُمِّ معبد اسلام لے آئیں
۱۶ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو اہلِ مکہ نہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ ایک جن جبلِ ابوقبیس پر آیا اور اس نے اشعار کہے ان میں سے دو یہ ہیں۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهٖ ۔۔۔ رَفِيْقَيْنِ حَلَّا خَيْمَةَ اُمِّ مَعْبَدِ
هُمَا نَزَلَا بِالْبِرِّ ثُمَّ تَرَحَّلَا ۔۔۔ فَاَفْلَحَ مَنْ اَمْسٰى رَفِيْقَ مُحَمَّدِ

(اللہ تعالیٰ جو رب الناس ہے انھیں جزا دے جو خیمہ ام معبد میں آپ کے رفیق تھے وہ وہاں بخوشی اترے اور بخیر و خوبی وہاں سے روانہ ہوئے وہ کامیاب ہوئے جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی)

احادیث میں یہ بھی آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوگئے۔ اُمِّ معبد کے خاوند ابومعبد آئے اپنے گھر میں دودھ دیکھ کر حیران ہوئے پوچھا تو حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و سراپا بڑی ہی وضاحت سے بیان کیا۔ ابومعبد نے کہا یہی وہ صاحب قریش ہیں۔ میں نے یہی صفات ان کی مکہ میں سنی تھیں۔ اللہ کی قسم میں بھی بوقت فرصت ان کی صحبت میں جاؤں گا۔

بَابُ الْكَرَامَاتِ

کرامات کا بیان

تمام اہلِ حق اولیاء سے کرامات کے جواز کے قائل ہیں۔ ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو بقدر طاقت بشری اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہو، ہمیشہ طاعت بجالائے اور منع کردہ لذات و شہوات سے روکنے والا ہو۔ تقویٰ اور اتباع میں بحسب مراتب کامل ہوتا ہے۔ وقوع کرامت پر کتاب و سنت اور صحابہ کی اخبار تواتر سے ہیں اور یہ تواتر معنوی ہے انصاف اور ترک عناد کی صورت میں ان کے انکار کی مجال نہیں ہوسکتی خصوصًا اکابر مشائخ طریقت اور ان کے سادات مثلاً غوث الثقلین سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اور ان کے علاوہ

دیگر بزرگ لوگوں کی کرامات اس قدر ہیں کہ وہ ان گنت ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کے اور ان کے بزرگوں کا بیان ہے کہ آپ کی کرامات موتیوں کی لڑی کی طرح ہے جو پے در پے ہیں ۔ اگر کوئی ہم سے اس بارے میں پوچھے تو ہم تو ایک ہی مجلس کی اس قدر کرامات بیان کر دیں ۔ امام عبداللہ یافعی کہتے ہیں آپ کی کرامات میں کوئی شبہ اور شک نہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کرامات میں شیوع عالم آفاق کا آپ مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ معتزلہ اور ان کے متبعین کرامات کا انکار کرتے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ ولی کے قصد واختیار سے کرامات صادر نہیں ہوتی اگر صادر ہو تو بھی بلا قصد ہوتی ہے ۔ بعض نے کہا کرامت کا تعلق جنس معجزہ سے نہیں ۔ مثلاً قلیل طعام کا کثیر ہونا، انگلیوں سے پانی جاری ہونا، کرامت کا وقوع خواہ بالقصد ہو یا بلا قصد از جنس معجزہ ہو یا نہ ہو اس پر تفصیلی گفتگو اور اس پر شبہات کا جواب علم کلام میں ہے تو مشاہدہ کے بعد بیان کی ضرورت نہیں رہتی ۔

الفصل الاول

۵۶۹۰ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ لَّهُمَا حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِيْ لَيْلَةٍ شَدِيْدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقَلِبَانِ وَبِيَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَاَضَاءَتْ عَصَا اَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتّٰى مَشِيَا فِيْ ضَوْئِهَا حَتّٰى اِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيْقُ اَضَاءَتْ لِلْاٰخَرِ عَصَاهُ فَمَشٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِيْ ضَوْءِ عَصَاهُ حَتّٰى بَلَغَ اَهْلَهٗ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد ابن بشر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے کاموں کے متعلق بات چیت کرتے رہے حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا ۔ یہ واقعہ سخت اندھیری رات میں ہوا پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپسی کے لیے نکلے ۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس چھوٹی لاٹھی تھی ان میں سے ایک کی لاٹھی چمک گئی حتیٰ کہ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلے ۔ حتیٰ کہ جب ان کو راستہ نے علیحدہ کیا تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی تو ان میں سے ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلا حتیٰ کہ اپنے گھر پہنچ گیا ۔[۵] (بخاری)

[۱] اُسَید، ہمزہ پر پیش، سین پر زبر ۔
[۲] بن حُضَیر ۔ حاء پر پیش، ضاد پر زبر ۔
[۳] عَبّاد، عین پر زبر، باء مشدد ۔
[۴] بن بشر، باء کے نیچے زیر شین ساکن، یہ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں ۔
[۵] اپنے گھر کی طرف ۔

۶؎ آگے راستہ جدا جدا تھے۔

۷؎ بخاری میں کتاب الصلوٰۃ کی روایت میں ہے کہ دو صحابی تاریک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس ہوئے۔ ان کے پاس چراغ کی مانند دو چیزیں تھیں۔ جب جدا ہوئے تو جدا جدا ان کے پاس چراغ تھا حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

۵۶۹۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ اُحُدٌ دَعَانِیْ اَبِیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ مَا اُرَانِیْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِیْ اَوَّلِ مَنْ یُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِیْ اَعَزَّ عَلَیَّ مِنْكَ غَیْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ عَلَیَّ دَیْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ خَیْرًا فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ وَّدَفَنْتُهٗ مَعَ اٰخَرَ فِیْ قَبْرٍ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ اُحد ہوا تو رات میں مجھے میرے باپ نے بلایا کہا کہ میں اپنے متعلق خیال کرتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں پہلا شہید میں ہوں گا اور میں اپنے نزدیک تم سے زیادہ پیارا کسی کو نہیں چھوڑتا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے اور مجھ پر قرض ہے تم ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے لیے بھلائی کی وصیت قبول کرو ہم نے سویرا پایا تو پہلے شہید وہ ہی تھے اور میں نے انہیں دوسرے کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا ۲؎ (بخاری)

۱؎ اس سے واضح ہو رہا ہے اگر ولی بطریق کرامت خبر دے تو وہ بطریق ظن دیتا ہے۔ بخلاف نبی کے وہ وحی کی وجہ سے خبر دیتے ہیں۔

۲؎ شہداءِ اُحد کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم تھا کہ متعدد کو ایک قبر میں دفن کرو ان کے ساتھ دوسرے حضرت عمرو بن جموح تھے جو ان کے دوست اور ان کی ہمشیرہ کے شوہر تھے۔

۵۶۹۲ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ اِنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَّمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْ سَادِسٍ وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلٰثَةٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ فَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صُلِّیَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صفہ والے مسکین لوگ ۱؎ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو یا چھٹے کو لے جائے ۲؎ اور حضرت ابوبکر تین شخص لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس حضرات لائے۔ ابوبکر صدیق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کا کھانا کھایا پھر کچھ ٹھہرے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی آپ پھر لوٹ گئے پھر کچھ ٹھہرے حتیٰ کہ

تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ قَالَ أَوَمَا عَشَّيْتِيهِمْ قَالَتْ أَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ فَغَضِبَ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ أَنْ لَا تَطْعَمَهُ وَحَلَفَ الْأَضْيَافُ أَنْ لَا يَطْعَمُوْهُ وَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ كَانَ هٰذَا مِنَ الشَّيْطٰنِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلَ وَأَكَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَتْ مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا أُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ وَقُرَّةِ عَيْنِيْ إِنَّهَا الْآنَ لَأَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَأَكَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ فِي الْمُعْجِزَاتِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا کھانا کھالیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اس کے بعد رات کا مشیت الٰہی کے بقدر حصہ گزر گیا۔ ان سے ان کی بیوی نے کہا کہ تمھیں تمھارے مہمانوں سے کس نے روکا۔ آپ نے کہا کیا تم نے انھیں کھانا نہیں کھلایا۔ بولیں کہ انھوں نے تمھارے آنے تک کھانے سے انکار کیا آپ ناراض ہوئے اور بولے خدا کی قسم میں یہ کبھی نہ کھاؤں گا۔ آپ کی بیوی نے قسم کھالی کہ وہ بھی نہ کھائیں گی اور مہمانوں نے قسم کھالی کہ وہ بھی نہ کھائیں گے۔ جناب صدیق نے کہا کہ یہ قسم شیطان کی طرف سے ہوگئی۔ آپ نے کھانا منگوایا پھر کھایا پھر ان سب نے کھایا تو وہ لوگ کوئی لقمہ نہ اٹھاتے تھے مگر اس کے نیچے سے زیادہ بڑھتا تھا۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ اے بنی فراس کی بہن کیا وہ بولیں میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ ان سب نے یہ کھانا کھایا اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں سے کھایا (مسلم بخاری) اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کہ ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے

لہ عبدالرحمٰن، یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام حضرت ام رومان ہے اور یہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی والدہ ہیں، حدیبیہ کے سال ایمان لائے ان کا نام عبدالکعبہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔

۲ صفہ، یہ مسجد کی ایک جانب چھتی ہوئی جگہ تھی یہاں طلبہ صحابہ رہتے تھے۔ یہ گھر، اہل، مال و متاع نہ رکھتے تھے۔

۳ او کا کلمہ تخفیف کے لیے ہے بعض کو بیان کردیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔

۴ یہ تکرار ہے تاکہ واقعہ از سر نو بیان ہو۔ یہ بھی ہے کہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھانے کا بیان پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کا تذکرہ آیا۔ اس وقت میں حضرت ابوبکر کے اہل و عیال اور مہمان انتظار میں رہے

۵۵ آپ نے دیر کر دی اور مہمان انتظار میں رہ گئے۔

۵۶ یہ میرا غصہ اور قسم اٹھانا شیطان کی طرف سے تھا ہم اس سے باز آتے ہیں۔

۵۷ آپ کی قسم یا تو مقید تھی کہ اس وقت نہیں کھاؤں گا یا اس جہت سے نہیں کھاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک فرمان ہے کوئی آدمی خیر کے خلاف قسم اٹھالے تو وہ قسم توڑ دے، کفارہ ادا کرے اور وہ نیکی کا کام بھی کر لے۔

۵۸ بنی فراس، فاء کے نیچے زیر۔ یہ قبیلہ کا نام ہے اس خاتون کا اسم گرامی ام رومان ہے۔

۵۹ یہاں مراد سیدنا ابو بکر ہیں۔ بعض نے کہا مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ قرۃ العین سے خوشی اور محبوب کا دیکھنا مراد ہے کیونکہ یہ یا تو قُرّۃ بالضم بمعنی ٹھنڈک یا قر بالفتح بمعنی محبوب کو دیکھنے سے آنکھ کا ٹھنڈک پانا مراد ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۶۹۳ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ[۱] كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرَى عَلَى قَبْرِهِ نُورٌ[۲]

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب نجاشی[۱] نے وفات پائی تو ہم سوچا کرتے تھے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا رہتا ہے

(ابوداؤد)

۱ نجاشی، جیم مخفف، یاء ساکنہ، حبشہ کا بادشاہ، نصرانی تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ حبشہ میں ہی فوت ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

۲ ظاہر یہی ہے کہ اس سے نور حسی مراد ہے جیسے نور چراغ یا مادہ آفتاب یا مشاہدہ قبر اور اس کی زیارت سے جو دلوں میں نور و اطمینان پیدا ہوتا ہے وہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔

۵۶۹۴ وَعَنْهَا قَالَتْ لَمَّا أَرَادُوْا غُسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لَا نَدْرِيْ أَنُجَرِّدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا أَمْ نَغْسِلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ فَلَمَّا اخْتَلَفُوْا أَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتّٰى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَذَقْنُهُ فِيْ صَدْرِهِ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ

انہی سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو بولے ہم کو خبر نہیں کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اتار دیں جیسے کہ ہم اپنے مُردوں کو برہنہ کرتے ہیں یا ہم اسی طرح آپ کو غسل دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑے ہوں جب ان میں اختلاف[۱] ہوا تو اللہ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ حتیٰ کہ ان میں کوئی شخص نہ تھا مگر اس کی ٹھوڑی اس کے سینے میں تھی پھر گھر کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دراصل معجزہ ہوتی ہیں (کما قالوا)

۵۶۹۷ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لَمَّا كَانَ اَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت سعید[1] ابن العزیز سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب جنگ حرہ[2] کا زمانہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تین دن نہ اذان کی گئی نہ تکبیر کہی گئی[3] اور سعید ابن مسیب[4] مسجد سے نہ ہٹے وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایک گنگناہٹ[5] سے جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔ (دارمی)

[1] یہ امام اوزاعی (جو کہ اہل شام کے امام تھے) کے اور وہیں فقیہ اہل شام تھے۔ امام احمد کا قول ہے کہ شام میں اوزاعی اور ان سے بڑھ کر حدیث میں صحیح تر کوئی نہیں اور یہ دونوں برابر ہیں اور میرے نزدیک ثقہ ثبت اور تبع تابعین میں سے ہیں۔

[2] حرہ، حاء پر زبر، را مشدد، سخت زمین، اس سے مراد زمین مدینہ ہے۔ واقعہ حرہ سے مراد وہ واقعہ ہے جب یزید نے مدینہ طیبہ پر لشکر کشی کی تھی۔ اس کی شناعت اس قدر ہے کہ اس کا بیان ہی مناسب نہیں۔ ہاں اس کا کچھ حصہ تاریخ مدینہ میں بیان ہوا ہے اس کی برائیوں میں سے ایک یہ ہے۔

[3] تین دن تک کوئی نمازی مسجد نبوی میں نہ آسکا۔

[4] سعید بن مسیب، کبار تابعین میں سے ہیں

[5] ھاء اور میم مکرر بروزن دحرجۃ وہ آواز جو سمجھ نہ آئے۔ صراح میں اس کا معنی ہے سینہ کے اندر آواز۔

۵۶۹۸ وَعَنْ اَبِي خَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي الْعَالِيَةِ سَمِعَ اَنَسٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهُ عَشْرَ سِنِينَ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِي كُلِّ سَنَةٍ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيهَا رَيْحَانٌ يَجِيءُ مِنْهُ رِيحُ الْمِسْكِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ)

حضرت ابو خلدہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ[2] سے کہا کہ کیا حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے فرمایا انھوں نے دس[3] سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے ان کا ایک باغ تھا جو ہر سال میں دو بار میوہ[4] دیتا تھا اور اس باغ میں ایک گھاس تھی جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی (ترمذی، اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے)۔

۱؎ ابوالخلدہ، خاء پر زبر، لام ساکن، ان کا اسم گرامی خالد بن دینار ہے یہ تابعی ہیں۔
۲؎ ابوالعالیہ، کبار تابعین میں سے ہیں
۳؎ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی، ان کی والدہ ماجدہ انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور وہ تا وصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔
۴؎ یہ بھی منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عمر مال اور اولاد میں برکت کی دعا کی تو ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی، ان کی اولاد ایک سو اور ستر ہوئی۔ ان کے بیٹے تین اور ستائیس بیٹیاں تھیں۔ مال میں وہ برکت ہوئی جس کا ذکر روایت میں ہے اور اس کا ذکر اس لیے کر دیا کہ خرق عادت میں واضح تھا۔
یہ تمام کرامات سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہیں یہ ساری برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہوئی۔

الفصل الثالث

۵۶۹۹ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰى بِنْتُ اَوْسٍ اِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَادَّعَتْ اَنَّهٗ اَخَذَ شَيْئًا مِّنْ اَرْضِهَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ اللّٰهُ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ لَا اَسْئَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا قَالَ فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ اَرْضِهَا

تیسری فصل

حضرت عروہ[۱] بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعید[۲] ابن زید ابن عمرو ابن نفیل سے اروی[۳] بنت اوس[۴] نے مروان[۵] ابن حکم کی کچہری میں جھگڑا (مقدمہ) کیا اور دعوٰی کیا کہ انھوں نے اس کی زمین کا ایک حصہ لے لیا ہے تو سعید نے کہا کہ کیا میں اس کی زمین کا کچھ حصہ لے سکتا ہوں اس کے بعد کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں۔ مروان نے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے لے تو سات زمین تک کی زمین گلے میں طوق ڈال دی جائے گی ان سے مروان نے کہا کہ اس کے بعد میں تم سے کوئی دلیل[۶] نہیں مانگتا تو سعید نے کہا انھیں اگر یہ جھوٹی ہو اس کی آنکھیں اندھی کر دے اور اسے اس کی زمین میں مار دے راوی نے فرمایا کہ وہ نہ مری حتیٰ کہ اس کی آنکھیں جاتی رہیں اور جب وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ وہ ایک

اِذْ وَقَعَتْ فِیْ حُفْرَۃٍ فَمَا تَتْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاہُ وَاِنَّہٗ رَاٰھَا عَمْیَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ اَصَابَتْنِیْ دَعْوَۃُ سَعِیْدٍ وَّاِنَّھَا مَرَّتْ عَلٰی بِئْرٍ فِی الدَّارِ الَّتِیْ خَاصَمَتْہُ فِیْھَا فَوَقَعَتْ فِیْھَا فَکَانَتْ قَبْرَھَا

گڑھے میں گر کر مر گئی (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں محمد[7] ابن زید ابن عبداللہ ابن عمرو سے اس کے معنی[8] مروی ہیں کہ انھوں نے اسے اندھا دیکھا جو دیواریں ٹٹولتی تھی کہ مجھے سعید کی دعا لگ گئی اور وہ اس کنوئیں پر گزری جو اس گھر میں تھا جس کے بارے میں اس نے سعید سے جھگڑا کیا تھا تو وہ اس میں گر گئی تھی وہ ہی اس کی قبر بن گئی۔

[1] عروہ، کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

[2] سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، نون پر پیش، فا پر زبر، سعید بن زید بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ فاطمہ کے شوہر ہیں مستجاب الدعوات تھے۔

[3] اروی۔ ہمزہ پر زبر، را ساکن، واو پر زبر۔

[4] بنت اوس، ہمزہ پر زبر، واو ساکن مشکوٰۃ کے نسخوں میں اس طرح ہے اور جامع الاصول میں ہے کہ مجھے یہ نہیں ملیں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں۔

[5] مروان۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ طیبہ کے گورنر تھے۔

[6] آپ پر قسم لازم آرہی تھی لیکن میں اس حدیث کی بناء پر تمھیں سچا مانتا ہوں۔ یمین کے بجائے یہاں ذکر گواہوں کا ہے۔ مراد یہ ہے کہ میں تم سے گواہ طلب نہیں کرتا۔

[7] محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر، تابعی مدنی صدوق ہیں۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا یہ اپنے دادا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے بیٹے اور اعمش اور معمر نے روایت لی ہے۔

[8] مفہوم ایک ہی ہے ہاں الفاظ مختلف ہیں۔

۵۷۰۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَیْشًا وَّاَمَّرَ عَلَیْھِمْ رَجُلًا یُّدْعٰی سَارِیَۃَ فَبَیْنَمَا عُمَرُ یَخْطُبُ فَجَعَلَ یَصِیْحُ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَیْشِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَقِیْنَا عَدُوَّنَا فَھَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَائِحٍ یَّصِیْحُ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ فَاَسْنَدْنَا ظُھُوْرَنَا اِلَی الْجَبَلِ فَھَزَمَھُمْ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب عمر نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر ایک شخص کو امیر بنایا جنھیں ساریہ کہا جاتا تھا تو جبکہ جناب عمر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک چیخنے لگے۔ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ پھر لشکر سے ایک قاصد آیا بولا اے امیر المؤمنین ہم کو ہمارا دشمن ملا انھوں نے ہم کو بھگا دیا تو کوئی چیخنے والا بولا اے ساریہ پہاڑ کو لو تو ہم نے اپنی پیٹھیں پہاڑ کی طرف لگائیں

اللّٰہ تَعَالٰی
(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ)

تب انھیں اللہ تعالیٰ نے بھٹکا دیا۔
(بیہقی دلائل النبوۃ)

لہ بعض روایات میں جبل کا لفظ مکرر ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ سے کشف ہوا حالانکہ حضرت ساریہ نہاوند میں تھے۔

۵۰۱/۱۲ وَعَنْ نُبَیْہَۃَ بْنِ وَہْبٍ اَنَّ کَعْبًا دَخَلَ عَلٰی عَائِشَۃَ فَذَکَرُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَعْبٌ مَا مِنْ یَوْمٍ یَطْلُعُ اِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰئِکَۃِ حَتّٰی یَحُفُّوْا بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضْرِبُوْنَ بِاَجْنِحَتِہِمْ وَیُصَلُّوْنَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا اَمْسَوْا عَرَجُوْا وَہَبَطَ مِثْلُہُمْ فَصَنَعُوْا مِثْلَ ذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا انْشَقَّتْ عَنْہُ الْاَرْضُ خَرَجَ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰئِکَۃِ یَزِفُّوْنَ
(رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

حضرت نبیہہ[1] ابن وہب[2] سے روایت ہے کہ کعب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئے سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو جناب کعب بولے نہیں ہے کوئی دن مگر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب شام پاتے ہیں تو وہ چڑھ جاتے ہیں اور ان کی مثل[3] اترتے ہیں وہ بھی اسی طرح کرتے[4] ہیں حتیٰ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین کھلے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں میں نکلیں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائیں گے (دارمی)

لہ نبیہۃ، نون پر پیش، باء پر زبر، مشکوٰۃ کے نسخوں میں اسی طرح ہے۔ اسماء رجال کی کتب میں بغیر تاء کے ہے اور یہی صواب ہے۔

لہ بن وہب، واؤ پر زبر، ہاء ساکن تابعی ہیں یہ شیبہ بن عثمان حجبی کے بھتیجے ہیں۔ ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔ بعض نے ان کے بارے لا باس کہا ہے (ان میں کوئی حرج نہیں)

لہ ستر ہزار فرشتے۔

لہ برائے طواف مزار عالی، اپنے پروں کو مس کرنا اور درود شریف بھیجنا۔

لہ زفاف، جلدی چلنا اور دلہن کا شوہر کے گھر جانا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے زاء کے نیچے زیر ہے۔ ثانی معنی کی بناء پر پیش ہے۔ اس سے مراد محبوب کا حبیب کی طرف جانا ہے۔ گویا حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرشتوں کو دیکھا۔ ہوسکتا ہے سابقہ کتب سماویہ سے منقول ہو تب کرامت نہ ہوگی۔

باب

اکثر نسخے اسی طرح ہیں۔ بغیر عنوان کے باب ہے کچھ نسخوں میں باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ اولیٰ واظہر ہے، کیونکہ مولف کی عادت یہ ہے کہ ذکر موافق اور متمات ابواب کے لیے مطلقاً باب کا ذکر کر دیتے ہیں۔ یہاں معاملہ یہ نہیں بلکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے متعلق مباحث ہیں۔ لہذا مناسب یہی تھا کہ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم قائم کرتے پھر بعد میں مطلقاً باب کا تذکرہ بھی ہے۔ پس ظاہر یہی ہے کہ یہ باب عنوان کے ساتھ ہوتا اور آئندہ باب بغیر عنوان کے ساتھ ہوتا۔

واضح رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء ایسے ہوئی۔ صفر کی آخری راتوں میں سر درد شروع ہوا صفر کی ایک رات رہتی تھی یا دو راتیں۔ بعض نے کہا مرض کی ابتداء ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو ہوئی۔ امام ابن جوزی نے الوفاء میں کہا کہ ابتدائے مرض صفر کے آخر میں ہوئی اور ابھی صفر کی دو راتیں رہتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بارہ ربیع الاول کو ہوا۔ شیخ سلیمان تیمی (جو ثقہ ہیں)، ان کا جزم ہے کہ مرض کی ابتداء بروز شنبہ ہوئی اور اس دن صفر کی بائیس تاریخ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بروز سوموار دو ربیع الاول کو ہوا۔ واللہ اعلم۔ اسی قول کو اہل علم نے ترجیح دی ہے۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال تین رمضان کو ہوا اور اس پر اتفاق ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقط چھ ماہ زندہ رہیں۔ اس کے بعد سر درد اور بخار میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب فراش ہو گئے اور فرمایا ہم انبیاء کے گروہ سے بڑھ کر کسی پر سخت آزمائش نہیں آتی لہذا ہمارا اجر بھی زیادہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ یا گیارہ دن (کیونکہ ابتداء مرض میں اختلاف ہے) بیمار رہے دوران مرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس غلام آزاد فرمائے۔ تین دن کے علاوہ باقی نمازیں صحابہ کے ساتھ ادا کیں بعض سے منقول ہے کہ سترہ نمازوں میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا وہ صحابہ کو جماعت کروائیں۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے نماز ادا کی اور فرمایا میں تمہیں الوداع کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر رہا ہوں تم پر میرے بعد اللہ تعالیٰ ہے۔ میری طرف سے یہ نصیحت ہے کہ اس کا تقویٰ اختیار کرو اور اسی طرح اطاعت کرو جس طرح میں نے زندگی میں کی ہے اور اب میں تم سے جدا ہو رہا ہوں۔ اس بارے میں روایات متعارض ہیں کہ اس نماز میں ابوبکر امام تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی امتی کے پیچھے نماز ادا نہیں کی۔ ہاں دوران سفر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے ایک رکعت ادا فرمائی۔ مرض وصال میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جب جمعرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض زیادہ بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو فرمایا بکری کے کندھے کی ہڈی یا تختی لاؤ تاکہ ابوبکر کے بارے میں تحریر کر دوں جب وہ لینے جانے لگے تو فرمایا نہ لاؤ ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ اہلِ ایمان ابوبکر کے بارے میں اختلاف کریں۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی سے فرمایا۔ میں جانتا ہوں پسران عبدالمطلب کا رویہ موت کے وقت کیا ہوتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے نہیں اٹھیں گے۔ تم جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تمھیں علم نہیں اگر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیا تو لوگ کہیں گے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیا تو پھر وہ کبھی نہیں دیں گے لہذا میں ہرگز مطالبہ نہیں کروں گا۔ مرض میں یہ واقعہ بھی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار تھے وہ بھی صدقہ کر دیئے تاکہ کوئی چیز باقی نہ رہے۔ مرض کے دوران جس بارے میں زیادہ اور بار بار وصیت فرمائی وہ نماز کا اہتمام اور ملازمین کا احسان تھا۔ امام دمیری نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا شک گزرا تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے کیونکہ مہر نبوت اٹھا لی گئی ہے ایک روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے میں نے وصال کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا مجھ پر کئی جمعے گزر رہے میں کھانا بھی کھاتی ہوں ہاتھ دھوتی بھی ہوں مگر میرے ہاتھ سے خوشبو نہیں گئی۔ شواہد النبوۃ میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی قوت حفظ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پلکوں میں پانی جمع تھا میں نے اسے زبان سے چوس لیا اس کی برکت سے مجھے یہ قوت حفظ نصیب ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روئی کے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ صحیح وہی ہے جو حدیث عائشہ ہے لیکن قول عائشہ کہ اس میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا تین کپڑوں سے مراد چادر قمیص اور عمامہ ہے کہ کل پانچ کپڑے تھے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کفن میں قمیص اور عمامہ نہ تھے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کی یہی رائے ہے۔ حنابلہ فرماتے ہیں کہ تین کپڑوں سے زائد کفن مکروہ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے مگر مستحب نہیں۔ مالکیہ کے نزدیک مردوں کے لیے مستحب اور خواتین کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ حنفیہ کے نزدیک کفن تین کپڑے قبہ بند، قمیص اور لفافہ ہے۔ متاخرین احناف کے ہاں علماء کے لیے عمامہ مستحب ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تنہا تنہا ادا کی گئی کسی نے اس کی امامت نہیں کرائی۔ گروہ در گروہ لوگ حاضری دیتے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزارِ عالی میں رکھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم شقران نے قطیفہ نجرانیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا اور کہا میں نہیں چاہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسے کوئی اوڑھے۔ یہ وہ کپڑا تھا جو خیبر کے دن حاصل ہوا اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کبھی اوپر اوڑھتے اور کبھی نیچے بچھایا کرتے۔

کچی اینٹوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تیار کی گئی۔ شارحین فرماتے ہیں کہ مجموعہ کا مجموعہ اینٹ نہ تھی جب اینٹیں رکھ چکے تو قطیفہ کو باہر نکال لیا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قطیفہ وغیرہ میت کے نیچے رکھا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سطوح صورت میں بنائی گئی اور اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ مشہور یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور مسنّم (اونٹ کی کوہان کی مانند) بنائی گئی۔ اس لیے قبر کو کوہان کی شکل میں بنانا مستحب ہے۔ آئمہ اربعہ اور دیگر اہلِ علم کی یہی رائے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک سوموار کو ہوا اور تدفین بدھ کی رات ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ آفتاب ڈوبنے کے بعد منگل کی رات ہوئی لیکن اول قول صحیح تر ہے۔ اہلِ بیت اور صحابہ روئے اور مرثیہ کہے۔ میں نے مرض، وصال اور تدفین کے تفصیلی حالات ایک مستقل رسالہ میں بیان کیے ہیں جس کا نام "ما ثبت فی السُّنَّةِ مِنْ اَحْكَامِ السَّنَةِ" یہاں اسی قدر کافی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۷۰۲ عَنِ الْبَرَآءِ ابْنِ عَازِبٍ[1] قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَجَعَلَ يُقْرِئَانِنَا الْقُرْاٰنَ ثُمَّ جَآءَ عَمَّارٌ وَّبِلَالٌ وَسَعْدٌ ثُمَّ جَآءَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فِيْ عِشْرِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْتُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَآءَ حَتّٰى قَرَاْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فِيْ سُوَرٍ مِّثْلِهَا مِنَ الْمُفَصَّلِ

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

پہلی فصل

حضرت براء ابن عازب[1] رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جو پہلے ہمارے پاس پہنچے وہ مصعب ابن عمیر اور ابن ام مکتوم[2] تھے وہ دونوں ہم کو قرآن پڑھانے لگے پھر جناب عمار و بلال اور سعد آ گئے۔ پھر حضرت عمر ابن خطاب بیس صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں آ پہنچے پھر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس تشریف لائے تو میں نے مدینہ والوں کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی چیز سے خوش ہوئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے خوش ہوئے۔ حتیٰ کہ میں نے بچیوں اور بچوں کو کہتے سنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے پھر آپ نہ آئے حتیٰ کہ سبح اسم ربک الاعلیٰ جیسی مفصل سورتوں کے درمیان میں پڑھ چکا تھا۔

(بخاری)

[1] براء بن عازب یہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے پہلے چھوٹے تھے انھوں نے رَے اور قزوین فتح کیے۔ جنگِ جمل، صفین اور نہروان میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

ساتھ شریک ہوئے۔ کوفہ میں مُصعب بن زبیر کے دور میں ان کا وصال ہوا وہ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی جانب سے وہاں سے حاکم تھے۔

۲؎ مکہ سے مدینہ یعنی انصار کے پاس آنے والے یہی دو صحابہ تھے۔ حدیث میں ہے کہ انصار کی درخواست پر مدینہ طیبہ میں تعلیم قرآن و احکام دین اور دیگر مصالح کے لیے ان دو جلیل القدر صحابہ کو روانہ فرمایا تھا۔

۳؎ ولائد، ولیدہ کی جمع ہے تاء کے ساتھ دختر اور بغیر تاء کے بیٹا

۴؎ یہ سورت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے سیکھی تھی۔

۵؎ مفصّل کی تعریف کتاب الصلوٰۃ کے باب القراۃ میں آچکی ہے۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ مذکورہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور یہ بات محلِ نظر ہے جس کا ذکر میں نے شرح میں کیا ہے۔

۵۷۰۲ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ قَالَ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهُ فَقَالَ النَّاسُ انْظُرُوا إِلَى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ وَهُوَ يَقُولُ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا کہ ایک بندے کو اللہ نے اس کا اختیار دیا کہ اسے دنیا کی تروتازگی اتنی عطا کرے جتنی وہ چاہے اور وہ نعمتیں جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اللہ کے پاس کی نعمتیں اختیار کرلیں حضرت ابوبکر رونے لگے عرض کیا آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہم نے ان پر تعجب کیا لوگ بولے ان بزرگ کو تو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں جسے اللہ نے اختیار دیا کہ اسے دنیا کی سرسبزی دے اور وہ جو اس کے پاس ہے وہ دے اور آپ کہتے ہیں کہ آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں۔ پھر پتہ لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اختیار دیئے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق ہم سب میں زیادہ علم والے تھے۔ (متفق علیہ)

۱؎ وصال سے پانچ دن پہلے

۲؎ بندہ سے مراد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔

۵۷۰۴ وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَتْلِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر آٹھ سال کے

اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاَنَا فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اِنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بعد نماز پڑھی۔ زندہ مردوں کو رخصت فرمانے والوں کی طرح۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے فرمایا کہ میں تمھارے آگے پیش رو ہوں اور میں تمھارا نگران گواہ ہوں اور تمھارے وعدہ کی جگہ حوض ہے اور میں اسے اپنی جگہ دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ میں تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کروگے لیکن میں تم پر دنیا کا خوف کرتا ہوں کہ تم اس میں رغبت کرجاؤ اور بعض نے یہ زیادتی کی پھر تم جنگ کرو تو اسی طرح ہلاک ہو جاؤ جیسے تم سے پہلے والے ہلاک ہوئے۔ (مسلم، بخاری)

۱؎ عقبہ بن عامر مشہور صحابی ہیں، ان کے احوال متعدد جگہ بیان ہو چکے ہیں۔

۲؎ زندوں سے الوداع دنیا سے رحلت کی وجہ سے ہے اور مردوں سے انقطاع دعا اور استغفار کی وجہ سے ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دنوں کا واقعہ ہے اور نماز سے مراد نمازِ جنازہ ہے یہ مذہب احناف کی تائید ہے کیونکہ وہ شہداء پر جنازہ کے قائل ہیں۔ شوافع چونکہ قائل نہیں اس لیے وہ اس سے دعا مراد لیتے ہیں اس کی تفصیل شرح سفر السعادۃ میں ہے اس شرح میں بھی اپنے مقام پر بحث گزری ہے۔

۳؎ فرط سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو منزل پر پہلے جائے اور وہاں کنواں وغیرہ پر رسی اور ڈول کا انتظام کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دارِ آخرت میں پہلے تشریف لے جانا اس لیے تھا کہ وہاں امت کے لیے نجات و شفاعت کا انتظام فرمائیں۔

۴؎ قبول دین وطاعت پر۔

۵؎ میری اور تمھاری ملاقات حوضِ کوثر پر ہوگی۔

۶؎ اس میں امت کے خزائن ملوک ماضیہ اور دیگر خزائن۔ کے مالک بننے کی طرف اشارہ ہے اور خزائن معنوی سے مراد آسمان، زمین، ملک اور ملکوت کی چابیاں مراد ہوں گی پھر زمین کیساتھ تخصیص نہ ہوگی تنافس، نفیس چیز میں رغبت کرنا اور منافست کسی اعلیٰ چیز میں بطور مقابلہ و رغبت کرنا۔

۵۷۰۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ پر اللہ کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں[۱] اور میرے ان میں اور میرے گلے اور سینے کے درمیان وفات پائی

وَاَنَّ اللّٰہَ جَمَعَ بَیْنَ رِیْقِیْ وَرِیْقِہٖ عِنْدَ مَوْتِہٖ دَخَلَ عَلَیَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ وَبِیَدِہٖ سِوَاکٌ وَاَنَا مُسْنِدَۃٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَأَیْتُہٗ یَنْظُرُ اِلَیْہِ وَعَرَفْتُ اَنَّہٗ یُحِبُّ السِّوَاکَ فَقُلْتُ اٰخُذُہٗ لَکَ فَاَشَارَ بِرَأْسِہٖ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُہٗ فَاشْتَدَّ عَلَیْہِ وَقُلْتُ اُلَیِّنُہٗ لَکَ فَاَشَارَ بِرَأْسِہٖ اَنْ نَعَمْ فَلَیَّنْتُہٗ فَاَمَرَّہٗ وَبَیْنَ یَدَیْہِ رَکْوَۃٌ فِیْہَا مَاءٌ فَجَعَلَ یُدْخِلُ یَدَیْہِ فِی الْمَاءِ فَیَمْسَحُ بِہِمَا وَجْہَہٗ وَیَقُوْلُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ یَدَہٗ فَجَعَلَ یَقُوْلُ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی حَتّٰی قُبِضَ وَمَالَتْ یَدُہٗ

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

اور اللہ نے میرے تھوک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جمع فرمایا[4] کہ میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق آئے کہ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ دیئے بیٹھی تھی میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ عبدالرحمٰن کی طرف دیکھ رہے ہیں میں پہچان گئی کہ آپ مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا میں اسے آپ کے لیے لے دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے اشارہ فرمایا کہ ہاں تو میں نے وہ لے لی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسواک سخت ہوئی۔ میں نے کہا کہ کیا اسے آپ کے لیے نرم کر دوں؟ تو سر مبارک سے اشارہ فرمایا ہاں۔ چنانچہ میں نے نرم کر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے دانتوں پر پھیرا اور آپ کے سامنے برتن تھا جس میں پانی تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے۔ پھر انھیں منہ پر پھیرنے لگے فرماتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کی بہت سختیاں ہیں۔ پھر اپنا ہاتھ کھڑا کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ اوپر والے ساتھیوں میں حتیٰ کہ جان شریف قبض کر لی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جھک گیا (بخاری)

[1] کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال کے دن بغیر ازواج مطہرات کی اجازت کے سیدہ عائشہ کے ہاں ہی بسر فرمائے۔

[2] اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے تمام دن سیدہ عائشہ کے ہاں بسر کیے۔ مگر وصال کا دن بھی انھی کا دن تھا۔

[3] سحر، سین پر زبر، حاء ساکن، سینہ اور ناک کا درمیانی حصہ۔ کیونکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ کے ساتھ تکیہ لگایا ہوا تھا۔

[4] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ لعاب جمع ہوا۔ ایسا عمل ہر مرتبہ نعمت ہے خصوصاً وصال کے وقت کیونکہ اس وقت برکات کی انتہا تھی یا یہ بیان واقع ہے کہ اس وقت یہ نعمت حاصل ہوئی۔

۵۵ عبدالرحمٰن کی طرف یا مسواک کی طرف
۵۶ میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ سے مسواک لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی۔
۵۷ رکوہ، را پر زبر، پانی کا کوزہ
۵۸ سکرۃ۔ سین اور کاف پر زبر، شدت، غم اور غشی یہ سکر سے ہے جس کا معنی مستی کے ہیں۔ یہاں سے یہ معلوم ہوا سکرات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی محسوس ہوئی جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے اسے ٹھنڈا فرمارہے تھے۔ مخلوق پر بھی شدائد آتے ہیں مگر سب سے زیادہ شدت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی جو آپ کے حال کے مطابق تھی۔ سیدہ عائشہ کہا کرتیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے لمحات میں شدت دیکھ کر کبھی بھی آسان موت پر رشک نہیں کرتی۔
۵۹ ایک روایت میں ہے اِخْتَرْتُ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (میں رفیقِ اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں)
۶۰ رفیقِ اعلیٰ سے کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا اس سے مراد انبیاء ہیں جو اعلیٰ علیین میں بارگاہِ اقدس میں ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا کے الفاظ ہیں۔ رفیق اسمِ جنس ہے یہ ایک یا زیادہ پر بولا جاتا ہے یا مراد ملاءِ اعلیٰ اور ملکوت ہے۔ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ رب العزت کی ذات اقدس ہے اور اس پر رفیق کا اطلاق آیا ہے۔ حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ (اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور معاملہ میں رفق کو پسند کرتا ہے) بعض روایات اس کی تائید کرتی ہیں جن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مشتاق ہے وہ آپ کو اختیار دے رہا ہے دنیا کا یا اس کے پاس جانے کا اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِخْتَرْتُ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (میں رفیقِ اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں) واللہ اعلم۔ بعض نے رفیقِ اعلیٰ سے مراد جنت لیا ہے۔ رفق کا معنی نرم کرنا اور نفع حاصل کرنا بھی آیا ہے تو پھر رفق سے مراد نرم جگہ ہوگی۔

۵۷۰۶ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ نَّبِیٍّ یَمْرَضُ اِلَّا خُیِّرَ بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ فِیْ شَكْوَاهُ الَّذِیْ قُبِضَ اَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِیْدَةٌ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ خُیِّرَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

انھیں سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں بیمار ہوتے کوئی نبی مگر انھیں دنیا و آخرت میں اختیار دیا جاتا ہے کہ آپ اپنے اس مرض میں تھے جس میں وفات دیے گئے تو آپ کو سخت غراٹے نے پکڑ لیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ ان لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا یعنی انبیاء و صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ تو میں نے جان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دے دیا گیا ہے (مسلم، بخاری)

سلہ ان کو اختیار دے دیا گیا خواہ وہ دنیا میں رہیں یا آخرت کو پسند کر لیں۔
سلہ بعض نسخوں میں قبض فیہ کے الفاظ بھی ہیں۔
سلہ بُحّۃ سین پر پیش، حاء مشدد، آواز کی سختی، صراح میں گلہ پکڑ جانا کے معنی ہیں۔
سلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمانے کو پسند فرمالیا ہے۔

۵۷۰۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَا كَرْبَ اَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا اَبَتَاهُ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ يَا اَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے چینی چھانے لگی۔ جناب فاطمہ بولیں ہائے اباجان کی تکلیف تو فرمایا کہ آج کے بعد تمھارے باپ کو اب کبھی تکلیف نہ ہوگی پھر جب وفات پائی تو فاطمہ بولیں ہائے ابا جان آپ نے اپنے رب کا بلاوا قبول کر لیا۔ ہائے ابا جان آپ کا مقام تو جنت الفردوس ہو گیا۔ ہائے ابا جان ہم جبرئیل کو تعزیت دیتے تو جناب فاطمہ بولیں کہ اے انس کیا تمھارے دلوں نے گوارہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو (بخاری)

سلہ محنت، شدت اور مرض کی وجہ سے اس حال میں تھے۔
سلہ یہ دنیا میں ہے ورنہ آخرت میں سرور ہی سرور ہے۔
سلہ نَعْیٌ، نون پر فتحہ، عین ساکن، کسی کی موت کی خبر پہنچانا۔
سلہ متون مصححہ اس طرح ہیں نسخہ شیخ میں التراب کا لفظ نہیں۔ حثی کسی پر مٹی ڈالنا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۷۰۸ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ بِحِرَابِهِمْ فَرَحًا لِقُدُوْمِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ الدَّارِمِيِّ قَالَ مَا رَاَيْتُ يَوْمًا قَطُّ كَانَ اَحْسَنَ وَلَا اَضْوَءَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَا فِيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حبشی بچے اپنے نیزوں سے کھیلتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں یوں ہے کہ میں نے کوئی دن اس دن سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ روشن نہ دیکھا جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور نہ بہت تاریک دیکھا اس دن سے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا رَاَیْتُ یَوْمًا کَانَ اَقْبَحَ وَلَا اَظْلَمَ مِنْ یَّوْمٍ مَاتَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ لَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ دَخَلَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ اَضَاءَ مِنْھَا کُلُّ شَیْئٍ فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ اَظْلَمَ مِنْھَا کُلُّ شَیْئٍ وَمَا نَفَضْنَا اَیْدِیَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِیْ دَفْنِہٖ حَتّٰی اَنْکَرْنَا قُلُوْبَنَا۔

جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی[۴] اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب وہ دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ کی ہر چیز چمک گئی ۔ پھر جب وہ دن ہوا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی اور ہم نے مٹی سے اپنے ہاتھ نہ جھاڑے حالانکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں مشغول تھے کہ ہم نے اپنے دلوں[۴] کو غیر پایا

[۱] تمام لوگوں نے خوب خوشی کا اظہار کیا ۔

[۲] جیسا کہ حبشیوں کا معمول تھا ۔ حراب، حاء کے نیچے زیر حربہ کی جمع، چھوٹا نیزہ ۔ صراح میں ہے حربہ دستی کی لکڑی اور تازیانہ، حراب، جماعت ۔

[۳] بوجہ اندوہ، مصیبت، وحشت وقلوب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت، کمالیت اور نورانیت سے محرومی کی وجہ سے ہوا ۔

[۴] یہ اس نور وصفائی کی طرف اشارہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدۂ وزیارت سے حاصل ہوتا ہے یا اس تفاوت کی طرف اشارہ ہے جو حضور و غیبت اور انقطاع وحی اور فقدان نورانیت کی وجہ سے ہوا ۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ مرج البحرین میں کی ہے ۔

۵۷۰۹ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِیْ دَفْنِہٖ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّدْفَنَ فِیْہِ اُدْفُنُوْہُ فِیْ مَوْضِعِ فِرَاشِہٖ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں لوگوں نے اختلاف[۱] کیا تو ابوبکر صدیق نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی کہ اللہ نے کسی نبی کو وفات نہیں دی مگر اس جگہ جہاں ان کا دفن کیا جانا پسند تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کی جگہ میں ہی دفن کرو ۔ (ترمذی)

[۱] جب صحابہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے تدفین میں اختلاف ہوا بعض نے مکہ معظمہ، بعض نے مدینہ طیبہ، بعض نے بقیع بیت المقدس کے بارے میں کہا، کیونکہ وہاں دیگر انبیاء کے بھی مزارات ہیں ۔

الفصل الثالث

۵۷۱۰
۹
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اَنَّهٗ لَنْ يُّقْبَضَ نَبِيٌّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهٖ وَرَاْسُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهٗ اِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى قُلْتُ اِذَنْ لَا يَخْتَارُنَا قَالَتْ وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهٖ وَهُوَ صَحِيْحٌ فِيْ قَوْلِهٖ اَنَّهٗ لَنْ يُّقْبَضَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَ اٰخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تندرستی میں فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو وفات نہیں دیتا حتی کہ انھیں ان کا جنتی[1] مقام دکھا دیا جائے پھر انھیں اختیار دے دیا جاتا ہے[2]۔ جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع[3] طاری ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری ران پر تھا تو آپ پر غشی آگئی ۔ پھر افاقہ ہوا تو اپنی نظر چھت کی طرف اٹھائی[4] پھر فرمایا الٰہی میں نے اوپر والے ساتھی کو قبول کیا ۔ میں بولی کہ اب حضور ہمیں اختیار نہیں کریں گے ۔ فرماتی ہیں کہ میں پہچان گئی کہ یہ وہ ہی حدیث ہے جس کی حضور اپنی تندرستی میں خبر دیتے تھے اس فرمان کے متعلق کہ کوئی نبی وفات نہیں دیا جاتا حتی کہ اس کو اس کا جنتی مقام دکھا دیا جاتا ہے ۔ پھر اختیار دیا جاتا ہے جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ آخری بات جو حضور نے کی وہ یہ ہی تھی کہ میں نے اوپر کے ساتھی قبول کیے ۔ (مسلم، بخاری)

[1] یُری۔ یاء پر زبر بھی آتی ہے یعنی پیغمبر جنت میں اپنے مقام کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

[2] خواہ وہ دنیا کو اختیار کریں یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کو یہ اختیار ان کے شرف عزت کے اظہار جو انھیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاصل ہے ورنہ حکم تو اٹل ہے اور انبیاء بھی اسے ہی اختیار کرتے ہیں ۔

[3] نزل، نون پر پیش، زا کے نیچے زیر، دونوں پر فتحہ بھی ہے ۔ ایک روایت میں نزلت ہے، یعنی موت کا نزول ۔

[4] یہ جنت کی طرف دیکھنا تھا اور اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى کا جملہ اختیار پر جواب دینا تھا ۔ اس سے رفیق اعلیٰ سے بہشت مراد ہونے پر تائید لائی جا سکتی ہے ۔

۵۷۱۱
۱۰
وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ

انھیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مرض میں فرماتے تھے جس میں

مَاتَ فِيْهِ يَا عَائِشَةُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَهٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ اِنْقِطَاعَ اَبْهَرِيْ مِنْ ذَالِكَ السَّمِّ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وفات پائی کہ اے عائشہ میں اس کھانے کا اثر پاتا رہتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ وہ وقت ہے کہ میں اپنے دل کی رگ کا ٹوٹنا اس زہر سے محسوس کر رہا ہوں ۔ (بخاری)

لے بکری کا گوشت جس میں زہر ملایا گیا تھا ۔ اگرچہ ظہور معجزہ کی وجہ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید نہ کر سکا مگر گاہے گاہے اس کی تکلیف کا اظہار ہوتا ۔

لے ابہر ، ہمزہ پر زبر ، باء ساکن ، ہاء پر زبر رگ دل ۔ صراح ، قاموس میں ہے کہ ابہر سے مراد پشت اور گردن کی رگیں ہیں چونکہ ان کا تعلق دل سے ہوتا ہے اس لیے انھیں دل کی رگیں بھی کہا جاتا ہے ۔ ظاہرا حکمت الٰہی یہی تھی کہ بوقت وصال زہر کا اثر ظاہر ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرتبہ شہادت حاصل ہو جائے جیسا کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شہادت اس زہر سے ہوئی تھی ، جو سانپ نے انھیں غار ثور میں کاٹا تھا ۔

۵۷۱۲ / ۱۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا عَنِّيْ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَالِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ ابْنِ اَبِيْ مُسْلِمٍ

ابن عباس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات قریب آیا اور گھر میں کچھ لوگ تھے ۔ جن میں حضرت عمر ابن خطاب بھی تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ میں تمہارے لیے ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی نہ بہکو گے تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے تم کو اللہ کی کتاب کافی ہے گھر والے اختلاف کر بیٹھے جھگڑنے لگے بعض کہتے تھے کہ پیش کر دو تاکہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر لکھ دیں ۔ بعض وہ ہی کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا پھر جب انھوں نے شور اور اختلاف زیادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ ۔ عبیداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ پوری مصیبت وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تحریر فرمانے کے درمیان حائل ہو گئی ان کے اختلاف اور ان کے شور کی وجہ سے اور سلیمان بن ابی مسلم

الْاَحْوَلِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصٰى قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِكَتِفٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَا شَانُهُ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْنِيْ ذَرُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ فَاَمَرَهُمْ بِثَلٰثٍ فَقَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَهَا فَنَسِيْتُهَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

احول کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہائے جمعرات[1] کا دن اور کیا ہی تھا جمعرات کا دن پھر آپ روئے حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں نے کنکر تر کردیئے میں نے کہا اے ابن عباس جمعرات کا دن کیا ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو فرمایا کہ میرے پاس کندھے کی ہڈی لاؤ میں تمہارے لیے ایسی تحریر لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی بہکو گے نہیں مگر لوگ جھگڑ پڑے۔ نبی کے پاس جھگڑا نہیں چاہیے[2] تو لوگ بولے کہ حضور کا خیال مبارک کیا ہے۔ کیا آپ پریشان[3] باتیں کر رہے ہیں۔ آپ سے پوچھ لو جنا نچہ وہ آپ سے بار بار پوچھنے لگے تو فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو جس میں میں مشغول ہوں وہ اس[4] سے اچھا ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ پھر ان کو تین چیزوں کا حکم دیا مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکالو[5] وفود کو ان کا حق دو جیسا کہ ہم انہیں دیا کرتے تھے اور تیسری[6] سے خاموشی فرمائی یا حضور نے وہ بات کہی مگر بھول گیا۔ سفیان کہتے ہیں کہ یہ سلیمان کا قول ہے۔

[1] اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وصال کے ایام ہیں اور یہ جمعرات کا روز تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال سوموار کو ہوا۔

[2] سنت بھی اس کے تابع اور اس کی تفسیر ہے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے حوالے سے کسی ایک صحابی کا تعین چاہا تھا تاکہ صحابہ کے درمیان اختلاف نہ ہو۔ بعض نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمات احکام کی تفصیل و تلخیص لکھوانا چاہتے تھے تاکہ منصوص پر اتفاق رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف و درد کا احساس کرتے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور لازم و فرض نہیں بلکہ برائے مصلحت صحابہ ہے اگر کرلیں تو بہتر ورنہ ان کی مرضی کہ۔ اور یہ معمول تھا کہ اگر حکم لازم نہ ہوتا تو صحابہ کو اس میں اجازت دی جاتی اور اگر حکم لازمی ہوتا تو پھر انہیں اجازت نہ دی جاتی بلکہ انہیں پابند کر دیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ محسوس کیا کہ شاید یہ معاملہ صحابہ پر شاق و سخت ہو اور ان کے لیے کہیں موجب امتحان و آزمائش نہ ہو۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا اس کا ترک ہی اولیٰ ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے ترک فرما دیا

اس کی مثال وہی ہے جو ابتداءً کتاب میں گزری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا جاؤ اعلان کر دو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے انھیں روک دیا لوگ اسی پر تکیہ کر کے عمل میں سستی کریں گے ۔ ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ یہ امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً نہیں فرمایا تھا بلکہ بعض صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا تھا کہ تحریر فرمادیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات پر فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کچھ لوگ اس طرف راغب نہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک فرمادیا تھا۔ قاضی عیاض نے شفا میں اسی طرح بیان فرمایا۔ واللہ اعلم ۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہ نے اہلِ علم سے نقل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لکھ دی جائے ۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ اہلِ ایمان زیادتی نہیں کریں گے چنانچہ فرمایا یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ (اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان ابوبکر کے علاوہ ہر ایک کا انکار کریں گے) جیسا کہ فصل ثالث میں حدیثِ بخاری میں آرہا ہے۔ شیعہ کا یہ کہنا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت لکھ کر دینا تھا تناقض و تضاد سے خالی نہیں کیونکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ غدیر خم کے مقام پر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ کے لیے خلیفہ نصِ صریح کے ساتھ بنا دیا گیا تھا تو اب دوبارہ لکھنے کی کیا ضرورت ؟ اس پر تفصیلی بحث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں آئے گی

سے اسباب کتابت لاؤ تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحریر فرمادیں ۔

سے لغط، لام پر زبر، غین پہ زبر، ساکن بھی آیا ہے ۔ طاء، آواز یا ایسی آواز جو سمجھ نہ آرہی ہو۔

ھ کاش یہ اختلاف وشور نہ ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرمادیتے اور امت میں اختلاف نہ ہوتا۔ از برہ بروزن خطیئۃ مصیبت از راہ جماعت

ت جو کہ ثقہ ہیں اور امام ہیں انھوں نے حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت کیا۔

ے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اس دن ہوا تھا۔

ث ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ابن سلیمان احول ہیں لیکن ایسا نہیں بلکہ یہ قائل حضرت ابن سعید بن جبیر ہیں جن سے سلیمان احول نے روایت کی اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں ۔ جیسا کہ کلام بخاری کے سیاق سے واضح ہے ۔

۹ شارحین کہتے ہیں کہ یہ عبارت بتا رہی ہے کہ اس سے مراد تفصیلی احکام تھے ۔

نلہ یہ الفاظ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہیں جو بطور ادراج ہیں ۔ بعض کی رائے کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہی ہیں۔

لہ بعض صحابہ کرام نے کہا آپ کا کیا حال ہے؟ اور آپکو کیا ہوا ہے؟ کیا آپکا کلام مخلوط ہے ؟ کیا آپ کا کلام بیماری کی وجہ سے مخلوط ہوگیا ہے؟ یہ ان حضرات کا انکار ہے جو کہتے تھے نہ لکھو، یعنی آپ لکھنے سے کیوں منع کرتے ہیں؟ کیا آپ کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

کلام مخلط ہو چکا ہے ہمیں عقیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہیں رکھا جا سکتا۔ ھجر کا معنی فحش اور ہذیان بھی آیا ہے۔ یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محال ہے لہٰذا آپ کو لکھنے دیں۔ یہ کلام استفہام انکاری پر محمول ہے۔ اگر بعض روایات میں حرف استفہام مذکور نہ ہو تو مقدر ہے۔

۱۱ حق کی طرف مراقبہ اور اس کی ملاقات کی طرف متوجہ ہونا، اس تمھارے معاملہ سے کہیں بہتر ہے۔

۱۲ سفراء کو تنگ نہ کرنا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔

۱۳ وہ تیسرا لشکر اسامہ کا معاملہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیار فرما رہے تھے اور ان دنوں مرض شروع ہو گیا یا قبر پرستی کا معاملہ تھا جیسا کہ فرمایا میری قبر کی پوجا نہ کرنا۔

۵۷۱۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ[۱] نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَيْنَا[۲] اِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا مَا يُبْكِيْكِ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اَنِّيْ لَا اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اَبْكِيْ اِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر نے جناب عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فرمایا کہ ہم کو ام ایمن[۱] کے پاس لے چلو ہم ان کی ملاقات کریں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات فرماتے تھے تو جب ہم ان تک پہنچے[۲] تو وہ رونے لگیں۔ ان سے ابو بکر صدیق نے کہا کہ آپ کو کیا چیز رلاتی ہے؟ کیا آپ نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہتر ہیں وہ بولیں کہ میں اس لیے نہیں روتی کہ میں یہ نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہتر ہیں مگر میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنا بند ہو گئی انھوں نے ان دونوں کو بھی رونے پر بھڑکا دیا وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

۱ ام ایمن، ہمزہ پر زبر، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد شدہ خادمہ تھیں جو والد ماجد کی طرف سے آپ کو بطور ورثہ ملی تھیں۔ یہ زید بن حارثہ کی بیوی اور اسامہ بن زید کی والدہ ہیں۔

۲ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ بعض نسخوں میں تنبیہ کا لفظ ہے پھر دو حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہی مراد ہوں گے۔

۳ درجات و ثواب

۵۷۱۳ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ[۳] عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مرض میں

فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَنَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ عَاصِبًا رَأْسَہٗ بِخِرْقَۃٍ حَتّٰی اَھْوٰی نَحْوَ الْمِنْبَرِ فَاسْتَوٰی عَلَیْہِ وَاتَّبَعْنَاہُ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَّقَامِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَیْہِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُھَا فَاخْتَارَ الْاٰخِرَۃَ قَالَ فَلَمْ یَفْطِنْ لَھَا اَحَدٌ غَیْرُ اَبِیْ بَکْرٍ فَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَبَکٰی ثُمَّ قَالَ بَلْ نَفْدِیْکَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ثُمَّ ھَبَطَ فَمَا قَامَ عَلَیْہِ حَتَّی السَّاعَۃِ۔

(رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

ہمارے سامنے آئے جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ ہم لوگ مسجد میں تھے۔ آپ ایک کپڑے[1] سے پٹی باندھے آئے حتیٰ کہ منبر کی طرف تشریف لے گئے۔ اس پر جلوہ گر ہوئے ہم حضور کے پیچھے ہو گئے۔ فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ میں اپنی اس جگہ سے حوض دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا کہ ایک بندہ پر دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی تو اس نے آخرت کو اختیار کر لیا۔ فرماتے ہیں کہ یہ بات سوائے ابو بکر کے کوئی نہیں سمجھا[3] تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں پھر عرض کیا ہم آپ پر اپنے ماں باپ اپنی جانیں اپنے مال[4] فدا کریں گے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے پھر منبر پر اس گھڑی[5] تک نہ کھڑے ہوئے۔ (دارمی)

[1] عصب، سر پہ کپڑا باندھنا، عصابہ، سربند، کپڑے کا ٹکڑا
[2] بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل امین آئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم دنیا چاہو تو ہم دنیا کو تمہارے سپرد کرتے ہیں اور پہاڑ سونے اور چاندی کے بنا دیتے ہیں اور تمہارے ثواب و درجات میں بھی کمی نہیں آئے گی اور اگر چاہو تو میرے پاس آجاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس نیچے جھکا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم نے عرض کیا حضور چند روز یہاں اور زیادہ ٹھہر جائیں تاکہ آپ کی بدولت ہم نفع حاصل کر لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کی طرف دیکھا اور سمجھ گئے کہ مقصود کیا ہے۔ فرمایا میں یہی چاہتا کہ وہاں ہی چلا جاؤں حب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا۔
[3] یفطن، یاء پر زبر، فا ساکن از فطنت، دانا ہونا، زیرکی اور کلام غیر کا سمجھنا۔
[4] پھر جمال محمدی کے عاشق صادق نے کہا
[5] یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منبر شریف پر آخری تشریف آوری تھی۔

۵۷۱۵ / ۱۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃَ قَالَ نُعِیَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ فَبَکَتْ قَالَ لَا تَبْکِیْ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب آیت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ الخ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو بلایا فرمایا مجھے اپنی موت کی خبر دے[1] دی گئی ہے وہ روئیں[2] تو فرمایا مت روؤ

فَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِيْ لَاحِقٌ بِيْ فَضَحِكَتْ فَرَاٰهَا بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ يَا فَاطِمَةُ رَاَيْنَاكِ بَكَيْتِ ثُمَّ ضَحِكْتِ قَالَتْ اِنَّهٗ اَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ قَدْ نُعِيَتْ اِلَيْهِ نَفْسُهٗ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لَا تَبْكِيْ فَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِيْ لَاحِقٌ بِيْ فَضَحِكْتُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاۗءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَجَاۗءَ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

کیونکہ میرے گھروالوں میں سے پہلے مجھ سے تم ملوگی[۳] آپ ہنس پڑیں۔ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں[۴] نے دیکھ لیا وہ بولیں اے فاطمہ ہم نے تم کو دیکھا کہ تم روئیں پھر ہنس پڑیں۔ آپ بولیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ آپ کو آپ کی وفات کی خبر دی گئی تو میں رونے لگی تو فرمایا مت روؤ کیونکہ تم میرے سب گھر والوں سے پہلے مجھے[۵] ملوگی تو میں ہنس پڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِذَا جَاۗءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ الخ اور یمن[۶] والے آئے وہ دلوں کے نرم[۷] ہیں، ایمان[۸] تو یمن والوں کا ہے اور حکمت یمن[۹] والوں کی۔ دارمی)

[۱] اس سورت نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوں گے اور مجھے تسبیح تحمید اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے جو بتا رہا ہے کہ دعوت کا کام مکمل اور آخرت کی طرف رجوع کی تیاری ہے۔

[۲] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے۔

[۳] سب سے پہلے تیرا وصال ہوگا اور تم مجھ سے ملوگی لہٰذا تمھارا تکلیف کا دور بہت کم ہے۔ اسی طرح ہوا، سیدہ کا وصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بقول صحیح چھ ماہ بعد ہوگیا۔ ایک قول میں آٹھ ماہ، دوسرے میں تین ماہ اور دو ماہ کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ بعض نے ستر روز بھی کہا ہے۔

[۴] یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ بعض روایات میں ان کا نام موجود ہے۔ اس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ متعدد تھیں۔

[۵] بعض میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہیں بتاتی تھیں۔ فرمایا کرتیں یہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہے۔ ہاں آپ کے وصال کے بعد انھوں نے بتایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں مخفی طور پر بتایا تھا۔

[۶] اہل یمن سے مراد حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کے ساتھی، مقصود اللہ تعالیٰ کے فرمان وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کی تفسیر ہے کہ ناس سے مراد اہل یمن ہیں۔ اس کے بعد اہل یمن کی مدح فرمائی۔

[۷] اجابت و قبول احکام اور تذکرۂ مواعظ میں وہ نرم دل ہیں۔

[۸] یہ اہل یمن کے کمال کی طرف اشارہ ہے جو انھیں ایمان، اطاعت کی وجہ سے ہوا۔ ان کی مدح

میں مبالغہ ہے۔

۹ حکمت سے مراد اشیاء کے حقائق اور ان کے احوال ہیں یمن کی طرف اشارہ کا مقصود یہ ہے کہ مبداء و معاد، حقائق و معارف کے حوالے سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سوالات کیے تھے۔ جیسا کہ کتاب بدأ الخلق میں گزرا۔ بعض نے کہا ایمان و حکمت کی یمن کی طرف نسبت کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ایمان مکہ سے پیدا ہوا اور مکہ تہامہ سے ہے اور تہامہ یمن سے ہے۔ منقول ہے کہ یہ کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے مقام پر فرمایا جو جانبِ شام میں ہے۔ مکہ و مدینہ وہاں سے یمن کی طرف ہیں تو مراد مکہ اور مدینہ کی مدح ٹھہری مخفی نہ رہے کہ اس حدیث کا سیاق بتا رہا ہے کہ یہ گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وصال میں فرمائی۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے راوی حدیث نے ایک دوسری حدیث کے الفاظ تقریب کی وجہ سے یہاں ذکر کر دیے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابوعبیدہ کا کہنا یہ ہے کہ مراد انصار ہیں کہ وہ اصلاً یمنی ہیں تو ایمان و حکمت کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے۔ صاحب فتوحاتِ مکیہ نے حدیث اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ (میں یمن سے رحمٰن کی خوشبو پاتا ہوں) کو اس پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ اہلِ شرک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام انصار کی وجہ سے حاصل ہوا۔

۵۷۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ وَرَاْسَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكِ لَوْ كَانَ وَاَنَا حَيٌّ فَاَسْتَغْفِرُ لَكِ وَاَدْعُوْ لَكِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَاثُكْلِيَاهُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِيْ فَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَظَلَلْتَ اٰخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ اَزْوَاجِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَنَا وَرَاْسَاهُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَوْ اَرَدْتُّ اَنْ اُرْسِلَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَابْنِهٖ وَاَعْهَدَ اَنْ يَّقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ اَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ قُلْتُ يَاْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ اَوْ يَدْفَعُ اللّٰهُ وَيَاْبَى الْمُؤْمِنُوْنَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ہائے میرا سر[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ ہو گیا کہ میں زندہ ہوا تو تمھارے لیے دعاءِ مغفرت کروں گا تو جنابِ عائشہ بولیں ہائے ہلاکت، رب کی قسم میں آپ کے رب کے متعلق گمان کرتی ہوں کہ آپ میری موت چاہتے ہیں اگر ایسا ہو گیا تو آپ اس دن کے آخر میں اپنی بعض بیویوں سے آرام فرمائیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ ہائے میرا سر میں نے قصد یا ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلاؤں اور دلی عہد کر دوں اس خطرہ سے کہ کہنے والے کہیں یا تمنا کرنے والے تمنا کریں۔ پھر میں نے سوچا کہ اللہ انکار کرے گا اور مسلمان دفع کریں گے یا اللہ دفع کرے گا اور مسلمان انکار کریں گے (بخاری)

[1] سیدہ عائشہ کے سر میں درد ہوا انھوں نے اس پر پریشانی کا اظہار کیا۔ بعض نے کہا یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ اقدس مراد ہے جس سے اپنے وصال کی طرف اشارہ ہے۔

ؔ ثکل، ثاء پر زبر یا پیش، اس کا معنی مرنا اور ہلاک ہونا ہے، دوست یا اولاد کا گم ہونا، یہاں موت مراد ہے۔ مرض کا ذکر بھی موت کی یاد دلاتا ہے۔ یہ کلمہ عربوں کے ہاں مصیبت و مشقت کے وقت بولا جاتا ہے اور اس سے حقیقی مرنا مراد نہیں ہوتا۔

ؔ بوجہ جو ان کے درمیان ناز و نیاز محبت تھا۔

ؔ صراح میں ہے عرس، اعراس، جماع کرنا، حدیث میں اعراس کا لفظ تقدیس سے ہے جس کا معنی شب کے آخری حصہ میں آنا۔ مقصود یہ تھا کہ آپ جسے بھول جائیں گے اور دیگر کے ساتھ مشغول ہو جائیں گے۔

در مردنم ایں نالہ نہ از رفتن جان است ۔۔۔ از یار جدا میشوم ایں نالہ از آنست

(مرنے میں یہ پریشانی نہیں کہ جان جا رہی ہے بلکہ پریشانی تو یہ ہے کہ یار سے جدائی ہو رہی ہے)

ؔ اپنے درد کی بات چھوڑو میرے درد اور موت کی بات کرو میں اس جہان سے جا رہا ہوں تم میرے بعد کافی دیر زندہ رہو گی۔ وحی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی گئی۔ اس کے بعد آپ نے ذکر موت کی مناسبت سے خلافت ابی بکر کا تذکرہ کیا جس میں سیدہ عائشہ کو بشارت دینا مقصود تھا۔

ؔ اس سے مراد حضرت عبد الرحمٰن ہیں۔

ؔ اس وجہ سے نہ میں طلب کر رہا ہوں اور نہ وصیت کیونکہ میں جان رہا ہوں کہ اس کے خلاف نہیں ہوگا اور واقعۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مطابق ہی ہوا۔

۵۶۱۷ وَعَنْهَا قَالَتْ رَجَعَ اِلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِّنْ جَنَازَةٍ مِّنَ الْبَقِيْعِ فَوَجَدَنِيْ وَاَنَا اَجِدُ صُدَاعًا وَاَنَا اَقُوْلُ وَارَأْسَاهُ قَالَ بَلْ اَنَا يَا عَائِشَةُ وَمَا ضَرَّكِ لَوْ مُتِّ قَبْلِيْ فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ قُلْتُ لَكَاَنِّيْ بِكَ وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ لَرَجَعْتَ اِلٰى بَيْتِيْ فَعَرَّسْتَ فِيْهِ بِبَعْضِ نِسَائِكَ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بُدِئَ فِيْ وَجْعِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

انہیں سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے بقیع[۱] سے واپس ہوئے تو مجھے پایا کہ میں درد سر محسوس کرتی تھی اور کہتی تھی ہائے رے سر، فرمایا اے عائشہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہائے رے سر تم کو مضر نہیں اگر تم مجھ سے پہلے مر گئیں تو میں تم کو غسل دوں گا کفن پہناؤں گا اور تم پہ نماز پڑھوں گا اور تمہیں دفن کروں گا۔ میں بولی گویا میں آپ کو محسوس کرتی ہوں خدا کی قسم اگر آپ یہ کرتے تو آپ میرے گھر واپس آئیں گے۔ اس میں بعض بیویوں کے ساتھ آرام کریں گے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر آپ کا وہ مرض شروع ہو گیا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ (دارمی)

[۱] بقیع، مدینہ طیبہ کا قبرستان

۵۷۱۸/۱۷ وَعَنْ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْقُرَيْشِ دَخَلَ عَلٰى اَبِيْهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ لَا اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰى حَدِّثْنَا عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ قَالَ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ تَكْرِيْمًا لَّكَ وَتَشْرِيْفًا لَّكَ خَاصَّةً لَّكَ يَسْئَلُكَ عَمَّا هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْكَ يَقُوْلُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَجِدُنِيْ يَا جِبْرَئِيْلُ مَغْمُوْمًا وَاَجِدُنِيْ يَا جِبْرَئِيْلُ مَكْرُوْبًا ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِيْ فَقَالَ لَهٗ ذٰلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَدَّ اَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهٗ كَمَا قَالَ اَوَّلَ يَوْمٍ وَرَدَّ عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ وَجَاءَ مَعَهٗ مَلَكٌ يُّقَالُ لَهٗ اِسْمَاعِيْلُ عَلٰى مِائَةِ اَلْفِ مَلَكٍ كُلُّ مَلَكٍ عَلٰى مِائَةِ اَلْفِ مَلَكٍ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِيْلُ هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ يَسْتَاْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَاْذَنَ عَلٰى اٰدَمِيٍّ قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَاْذِنُ عَلٰى اٰدَمِيٍّ بَعْدَكَ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ فَاِنْ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَقْبِضَ رُوْحَكَ قَبَضْتُ وَاِنْ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَتْرُكَهٗ تَرَكْتُهٗ فَقَالَ اَتَفْعَلُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ قَالَ نَعَمْ

حضرت جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قریشی آدمی ان کے والد علی ابن حسین کے پاس آیا بولا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہ سناؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہم کو ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناؤ۔ وہ بولا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کے پاس جبرئیل آئے عرض کیا اے محمد مجھے اللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے خصوصیت سے آپ کی عزت افزائی فرمانے احترام فرمانے کے لیے رب آپ سے اس کے متعلق پوچھتا ہے جو وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے کہ آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں۔ فرمایا اے جبرئیل میں اپنے آپ کو غمگین پاتا ہوں اور اپنے کو ملول پاتا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوسرے دن حاضر ہوئے آپ سے یہی عرض کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا اوران کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسمٰعیل کہا جاتا ہے وہ ایک لاکھ ایسے فرشتوں کا سردار ہے جو ہر ایک لاکھ پر سردار ہے اس نے حضور سے اجازت مانگی پھر آپ سے اسی کے متعلق پوچھا پھر جبرئیل نے کہا کہ یہ موت کا فرشتہ ہے آپ سے اجازت مانگ رہا ہے۔ اس نے آپ سے پہلے کسی انسان سے اجازت نہ مانگی اور نہ آپ کے بعد کسی آدمی سے اجازت مانگے گا۔ فرمایا اسے اجازت دے دو انہوں نے اسے اجازت دے دی۔ پھر کہا اے محمد! اللہ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تو اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کی جان قبض کر لوں اور اگر آپ مجھے چھوڑنے کا حکم دیں تو اسے چھوڑ دوں تو فرمایا اے ملک الموت کیا تم یہ کام کرو گے عرض کیا ہاں

بِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاُمِرْتُ اَنْ اُطِيْعَكَ قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ اِمْضِ لِمَا اُمِرْتَ بِهٖ فَقَبَضَ رُوْحَهٗ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَتِ التَّعْزِيَةُ سَمِعُوْا صَوْتًا مِّنْ نَّاحِيَةِ الْبَيْتِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِّنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَّ خَلَفًا مِّنْ كُلِّ هَالِكٍ وَّدَرَكًا مِّنْ كُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَاتَّقُوْا وَاِيَّاهُ فَارْجُوْا فَاِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ فَقَالَ عَلِيٌّ اَتَدْرُوْنَ مَنْ هٰذَا هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

مجھے اسی کا حکم ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں ۔ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کی طرف دیکھا تو جبرئیل نے عرض کیا کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت سے فرمایا کہ جس کا تم کو حکم دیا گیا[۱] ہے وہ کر گزرو چنانچہ انھوں نے آپ کی روح قبض کر لی ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور تعزیت[۲] کا وقت آگیا تو لوگوں نے گھر کے کنارہ[۳] سے آواز سنی کہ اے گھر والو تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اللہ کی راہ میں ہر مصیبت پر صبر[۴] کرنا اور ہر فوت شدہ کا خلیفہ[۵] ہے اور ہر گزر جانے[۱۲] والے کا عوض ہے تو اللہ ہی سے ڈرو[۱۳] اور اس سے امید رکھو ۔ پورا مصیبت[۱۴] زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم کر دیا گیا ۔ حضرت علی نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون[۱۵] ہے ۔ یہ خضر علیہ السلام ہیں ۔ (بیہقی دلائل النبوۃ)

ـلـه مراد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ، پدر سے مراد امام زین العابدین بن امام شہید حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم وسلامہ اجمعین ۔

ـلـه یہ غم و پریشانی امت و دین کے حوالے سے تھی کہ اس کا کیا بنے گا ؟

ـلـه شارحین فرماتے ہیں کہ یہ پہلے آسمان کے صاحب اسماعیل ہیں ، حدیث میں ملک الموت کا ذکر واضح ہونے کی وجہ سے نہیں آیا یا ممکن ہے ملک الموت حضرت جبرئیل امین اور مذکورہ فرشتہ کے بعد آئے ہوں ۔ امام سیوطی نے کتاب الحبائک فی اخبار الملائک میں امام بیہقی کی دلائل النبوۃ سے لائے کہ تیسرے دن جبرئیل امین آئے ان کے ساتھ ملک الموت یا دو فرشتے جو ہوا میں ہوتے ہیں ۔ اس کا نام اسماعیل ہے اس کے تحت ستر ہزار فرشتے اور ان میں ہر فرشتہ ستر ستر ہزار فرشتے پر موکل ہے ۔

ـلـه جبرئیل امین نے اس فرشتہ کے بارے میں بتایا ۔

ـه یہ شرف و کرامت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص ہے ورنہ ہر ایک کی جان وہ بغیر پوچھے نکال لیتا ہے ۔

۶ بعض نسخوں میں لما امرت پہلے ہے ۔
۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین ، ملک الموت اور دیگر فرشتوں کی آواز اور ان سے گفتگو کے درمیان کچھ وقت فرصت پایا اور اس کی خبر صحابہ کو دی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا ۔ یا جو بعض صحابہ وہاں حاضر تھے انھیں اس کا مشاہدہ و مکاشفہ ہوگیا اور ان میں یہ صحابی یا تابعی بھی تھے ۔ جنھیں قرلیشی سے تعبیر کیا گیا ۔
اس آدمی کا باطن اس قدر اعلیٰ تھا کہ ان کی صورت میں حضرت خضر علیہ السلام امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حدیث بیان کی اس لیے لفظ مبہم کے ساتھ تعبیر کیا ۔ واللہ اعلم
۸ تعزیت ، مصیبت زدہ کو تسلی دینا ، عزا ، صبر ہے ۔ بعض نسخوں میں وجاءت ہے
۹ ایسی جماعت جو گھر میں تھی ۔
۱۰ اس عبارت کے چند معانی ہو سکتے ہیں ، کتاب خدا میں ہر مصیبت پر تسلی ہے ۔ اس میں اللہ تعالے کے اس ارشاد گرامی کی طرف اشارہ ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ تو یہاں عزا معنی تعزیہ ہے یا دین خدا میں تعزیہ ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس کی ترغیب و تشویق دلائی ہے ۔ بعض نے کہا اس کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ صبر کے لیے فرماتے ہوئے تسلی دے رہا ہے اسے زبان عرب میں علم تجرید کہا جاتا ہے ۔ مثلاً رائیت فی زید اسد یعنی میں نے زید کو شیر کی طرح پایا ۔ یہ معنی اگلی عبارت کے زیادہ مناسب ہے ۔
۱۱ خلف بمعنی خلیفہ جو کسی کے بعد کام کی ذمہ داری لیتا ہے ۔
۱۲ یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مصیبت میں صبر کرنے والا ہی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے کہ وہ اس نقصان کو پورا فرمائے گا ۔ یہ تمام معانی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں ۔ تمام کا حاصل یہ ہے کہ ہر چیز سے کافی ہے اور کوئی چیز کافی نہیں ہو سکتی ۔
۱۳ بعض نسخوں میں فاتقوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو ۔
۱۴ یعنی دنیا کی مصیبت اصل مصیبت نہیں کیونکہ اس پہ آخرت میں ثواب موجود ہے حقیقی مصیبت تو یہ ہے کہ صبر نہ کیا اور ثواب سے محرومی ہوگئی ۔
۱۵ یہ تعزیت کرنے والے کون ہیں ۔؟
ظاہراً محسوس یہی ہوتا ہے کہ اس سے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں ۔ جو اس وقت وہاں حاضر تھے لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ مراد امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ ہوں جو بوقت روایت مجلس میں موجود تھے ۔ حصن حصین میں مستدرک سے ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ملائکہ نے تعزیت کی ۔ اس کے بعد لکھا کہ اس کے بعد ایک سفید ریش خوبصورت آدمی تیز رفتاری کی صورت میں آئے روئے اور صحابہ کی طرف دیکھا اور کہا ان فی اللہ عزاء تو حضرت ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ حضرت خضر تھے ۔ یہ روایت

واضح کر رہی ہے کہ حدیث سابق میں علی سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

باب

سابقہ ابواب کے تتمات اور لواحق کا بیان

الفصل الاوّل

پہلی فصل

۵۷۱۹ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْرًا وَلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کسی چیز[1] کی وصیت فرمائی (مسلم)

[1] کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مال چھوڑا ہی نہیں جو وصیت کرتے۔ رہا مال بنو نضیر، فدک وغیرہ وغیرہ تو وہاں سے نفقہ عیال کے بعد باقی مسلمانوں پر خرچ فرمادیا کرتے۔

۵۷۲۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِيْ جُوَيْرِيَةَ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَةً وَلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمرو ابن حارث سے روایت ہے جو جویریہ[1] کے بھائی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی نہ کوئی اور چیز سوا اپنے سفید خچر[2] کے اور اپنے ہتھیار[3] اور زمین کے جنہیں وقف فرمایا۔ (بخاری)

[1] حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں سے ہیں۔

[2] اس کا نام دلدل تھا، مقوقس (میم پر پیش، قاف پر زبر، دوسرے قاف کے نیچے زیر) سکندریہ کے حاکم نے یہ بطور ہدیہ پیش کی تھی۔

[3] بعض روایات میں صرف زرہ کا ذکر ہے جو ایک یہودی کے ہاں گروی تھی۔

[4] جو فقراء اور اپنے اہل پر صدقہ کی تھی۔ یہ زمین، بنو نضیر کے درخت اور فدک وغیرہ تھے۔

۵۷۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا مَّا تَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے وارث اشرفی تقسیم نہ کریں ہم نے جو چھوڑیں۔ ہماری بیویوں کے خرچہ[۱] اور ہمارے[۲] نوکروں کی تنخواہ کے بعد وہ وقف[۳] ہے۔ (مسلم، بخاری)

[۱] شارحین فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام عمر حکم حالت عدت میں ہیں کیونکہ ان کا آگے نکاح ہو ہی سکتا ہے لہذا ان کا نفقہ لازم رہے گا۔

[۲] عامل سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کے مطابق مصارف پر خرچ کرے گا مُؤْنَۃٌ کا معنی بوجھ اٹھانا ہے۔

[۳] جو اُن سے بچے وہ فقراء پر صدقہ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہوتا ہے۔

۵۷۲۲ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم وارث نہیں ہوتے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ[۱] ہے۔ (مسلم و بخاری)

[۱] اس حدیث کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت روایت کیا جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے میراث طلب فرمائی اور عرض کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہی خرچ کروں گا۔ ہاں تمہارا خیال میرا فرض ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی۔ یہ بات انھوں نے صرف حضرت فاطمہ سیدہ رضی اللہ عنہا سے ہی نہیں کہی تھی بلکہ تمام ازواج مطہرات سے بھی کہی تھی جنھوں نے میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا متولی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بنایا۔ پھر جب ان میں نزاع ہو گیا تو کہا گیا ان کے درمیان تقسیم کر دو لیکن انھوں نے بے تقسیم ہی ان کے حوالے کر دی۔ کافی مدت تک اس کی تولیت اہل بیت نبوی کے پاس ہی رہی۔ پھر حکومت مروانیہ نے بہ ظلم و زیادتی ان سے یہ چھین لی اور یہ میراث نہ ہونے کی بات صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی نہیں کی تھی بلکہ انھوں نے کبار صحابہ کو بلا کر پوچھا تھا اور تمام نے ہی کہا ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سنا تھا جیسا کہ دیگر احادیث میں موجود ہے۔

۵۷۲۳ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِّنْ عِبَادِهٖ

حضرت ابوموسیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جب اپنے بندوں[۱] میں سے کسی گروہ پر رحمت چاہتا ہے

قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَّسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ فَأَقَرَّ عَيْنَيْهِ بِهَلَكَتِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تو اس کے نبی کو اس سے پہلے وفات[1] دیتا ہے پھر اس نبی کو اس کے آگے پیشرو[2] بناتا ہے اور جب کسی گروہ کی ہلاکت[3] کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کے نبی کی زندگی میں عذاب دیتا ہے کہ نبی اسے دیکھتا ہے پھر اس کی ہلاکت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی[4] کرتا ہے جب وہ اسے جھٹلاتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی[5] کرتے ہیں (مسلم)

سلہ وہ جماعت جس کی طرف اللہ تعالیٰ پیغمبر بھیجتا ہے۔

سلہ نزولِ عذاب سے پہلے

سلہ فرط، فاء، را پر زبر، سلف کا بھی یہی وزن ہے۔ فرط جو منزل پر پہلے جائے اور وہاں جا کر قائد کے لیے ضروریات اکٹھی کرے مثلاً کنواں، ڈول۔ سلف سے مراد گزرے ہوئے لوگ مثلاً والدین اور رشتہ دار یہاں دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

سلہ ھلکہ۔ ہاء اور لام پر زبر، ھلک، ہاء پر پیش لام ساکن بغیر تاء کے ہلاک ہونا۔

سلہ قرۃ العین سے مراد خوشی و شادمانی ہے اس کی تخصیص و معنی کسی جگہ پر گزری ہے۔

سلہ اس حدیث میں بشارت ہے کہ امت پر نزولِ عذاب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ تشریف لے گئے۔

۵۷۲۳ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أَحَدِكُمْ يَوْمٌ وَّلَا يَرَانِيْ ثُمَّ لَأَنْ يَرَانِيْ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ مَعَهُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ تم میں سے کسی پر وہ دن آوے گا کہ وہ مجھے نہ دیکھے[1] تو اسے میرا دیکھنا زیادہ پیارا[2] ہوگا اپنے گھر والوں سے جبکہ اس کا مال بھی ان کے ساتھ ہو۔ (مسلم)

سلہ میرے وصال فرما جانے کی وجہ سے

سلہ دیدار سے مراد ظاہری حیات کا دیدار و محبت حاصل کرنا یا وصال کے بعد خواب میں دیدار یا بیداری میں بلکہ سیاق کلام کے یہ مناسب تر ہے۔ مشتاقانِ جمالِ نبوی کا حال یہی ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور جمال میں مستغرق اور ڈوبے رہتے ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ وَذِكْرِ الْقَبَائِلِ

قریش کے مناقب اور قبائل کا ذکر

مناقب، منقبت کی جمع ہے بمعنی فضیلت وشرف، قاموس میں ہے منقبت فخر کرنا، صراح میں ہے لوگوں کے ہنرمند کو ہرانا۔ اس کی ضد مثلبت ہے جس کی جمع مثالب ہے۔ نقیب، بہتر، دانا قوم، نقبا کا معنی جماعت کی حفاظت کرنا۔ سیبویہ سے منقول ہے کہ نقابت نون کے نیچے زیر اسم بمعنی نقیبی۔ اگر زبر ہو تو نقیب کرنا نقب کا اصل معنی پہاڑی۔ راستہ، ہنر اچھا راستہ، نقب بمعنی تفتیش اور تحقیق خبر بھی آتا ہے۔ قریش عرب کا خصوصی قبیلہ ہے۔ ان کا اصل بیٹے کا نام نضر بن کنانہ ہے۔ والد کے نام پر تھا۔ اصل اس چارپائے کا نام ہے جو دریا کے تمام جانوروں سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے، دریا کی اس مچھلی کا نام ہے جو تمام مچھلیوں پر غلبہ رکھتی ہو۔ دیگر بھی اس کے معانی مشہور ہیں۔ قبائل قبیلہ کی جمع ہے بمعنی اولاد یک پدر، قبیلہ کا اصلاً معنی کاسہ کا سر ہے اور قبائل اس کے اجزاء، قبائل سب سے اوپر، اس کے بعد شعب، اس کے بعد عمارہ اس کے بعد بطن اس کے بعد فخذ اور حی کا معنی بھی قبیلہ ہے۔ الصحاح۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۵۷۲۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِیْ هٰذَا الشَّاْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَکَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِکَافِرِهِمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس معاملہ سرداری میں قریش کے تابع رہیں گے کہ مسلمان ان کے مسلمانوں کے تابع رہیں گے۔ اور کافران کے کافروں[1] کے تابع ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)

[1] مسلم وکافر سے جنس مراد ہے واضح رہے کہ سیاق حدیث سے یہی ظاہر ہے کہ اس سے مراد وجوداً اور عدماً شان دین ہے۔ قریش ایمان وکفر میں اور امر دین میں اسبق واقدم اور لوگوں کے پیشوا ہیں۔ لہٰذا مسلمان ان کے مسلمانوں کے تابع اور کافران کے کافروں کے تابع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب قریش کے ایمان کے انتظار میں تھے جب مکہ فتح ہوا، عرب جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے سورۃ اذا جاء نصر اللہ سے اسی طرف اشارہ ہے

مقصود عہد اسلام و جاہلیت میں ان کی ریاست اور تقدم کو بیان کرنا ہے لیکن فضل و شرف اسلام کی وجہ سے ہے نہ کہ جاہلیت کی وجہ سے۔ مگر جب مطلق ریاست کا بیان مقصود ہو خواہ دین کے اعتبار سے ہو یا دنیا کے اعتبار سے۔ دور جاہلیت میں بیت اللہ اور اس کے خدمت کے تمام مناصب مثلاً زمزم پلانا وغیرہ ان ہی کے پاس تھی بعض نے کہا اس سے مراد شان خلافت امامت ہے جیسا کہ احادیث میں آیا تو مراد لوگوں کا قریش کے تابع ہونا ہے اگر قریش مخالفت کریں تو لوگ ان کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اتباع کرتے ہیں۔

۵۷۲۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھلائی اور برائی میں قریش کے تابع ہیں (مسلم)

۵۷۲۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ یہ خلافت[1] قریش میں رہے گی جب تک ان میں دو[2] آدمی بھی باقی رہے۔ (بخاری، مسلم)

[1] خلافت انھی میں رہنی چاہیے اور غیر کے لیے شرعاً جائز نہیں۔ صحابہ کے دور میں اس پر اجماع ہوا اور مہاجرین نے اسے ہی انصار کے خلاف دلیل بنایا۔

[2] ان دو میں سے ایک خلیفہ ہوگا اور دوسرا تابع۔ یہ بات بطور مبالغہ ہے ورنہ دو سے نظام خلافت نہیں بنتا۔

۵۷۲۸ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک یہ خلافت[1] قریش میں رہے گی جو ان کی مخالفت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل اوندھا[2] کر دے گا جب تک دین کو قائم رکھیں[3] گے۔ (بخاری)

[1] امر سے مراد خلافت ہے۔

[2] اسے خوار و ذلیل فرماتا ہے۔

[3] احکام دین کی اشاعت و ترویج سے کام لیں اور اگر ایسا نہ کریں تو انھیں معزول کر دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ دین سے مراد نماز ہے اور دین و ایمان کا نماز پر اطلاق آتا ہے۔ کیونکہ دوسری روایت میں اقاموا الصلاۃ، بعض نے کہا انھیں نماز پر شوق و ذوق دلانا ہے کہ اگر انھوں نے اسے ترک کر دیا تو دیگر لوگ ان پر غالب آجائیں گے۔

۵۶۲۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا اِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ يَكُوْنَ عَلَيْهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر بن سمرہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بارہ خلفاء تک اسلام متواتر غالب رہے گا اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہمیشہ لوگوں کا کام جاری رہے گا جب تک ان کے بارہ حکمران ہوں گے جو سارے قریش سے ہوں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی یا ان پر بارہ خلفاء ہوں گے جو سارے قریش سے ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)[2]

[1] جابر بن سمرہ، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھتوئی ہیں۔ یہ بیان کرتے ہیں بچے کھیل رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ایک، اور کسی کے دونوں رخساروں پر شفقت ورحمت سے ہاتھ پھیرا۔ ان میں میں بھی شامل تھا تو میرا وہ رخسار دوسرے رخسار سے بہتر اور خوبصورت تھے

[2] بعض طرق حدیث میں یہ بھی آیا ہے وَاَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْبَثُ اِلَّا قَلِيْلًا

اس روایت میں اشکال یہ ہے کہ ظاہراً حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلسل بارہ خلفاء ہوں گے اور ان کی وجہ سے احکام دین اور اسلام جاری وساری ہوں گے حالانکہ بعد کے حالات اس پر گواہی نہیں دیتے کیونکہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جن میں ظلم وجور تھا مثلاً بنو مروان کا طریقہ پسندیدہ نہ تھا اور نہ ان کی سیرت بہتر تھی۔ نیز حدیث میں یہ آیا ہے میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر ملوکیت ہوگی۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے تیس سال کے بعد ملوکیت ہے نہ کہ خلافت۔ اس اشکال کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ مراد بارہ افراد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت وہ چلائیں گے اور وہ مسلمانوں کے امور کو سرانجام دیں گے خواہ ان میں جابر اور دائرہ عمل سے خارج ہوں گے تو ولید بن یزید بن عبدالملک جو بارہویں ہیں کے دور میں اختلال واقع ہوا، اس کے چچا ہشام کی موت ہوگی پر لوگوں نے اسے سربراہ بنایا اور چار سال بعد اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے قتل کر دیا پھر فتنے شروع ہو گئے اور احوال میں تبدیلی آگئی۔ یہ قاضی عیاض مالکی کی توجیہ ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس حدیث میں راجح ترین قول یہی ہے یہ بھی کہا گیا کہ اس کی تائید دوسری روایت کے ان الفاظ سے ہوئی ہے کلمتہ یجتمع علیہ امر الناس (ان پر لوگوں کا معاملہ جمع ہوگا) اجتماع سے مراد ان کی بیعت پر اتفاق اور ان کی اطاعت ہے اگرچہ بکراہت ہی ہو اور حدیث ان کے دین، عدالت اور حقانیت کی مدح کے لیے نہیں مگر ان کے انتظام، اجتماع اور اتحاد پر ہے اور تیس سال والی خلافت، خلافت کبریٰ ہے

جو خلافت نبوت سے ہے اور یہ مذکور خلافت امارت سے ہے کیونکہ خلفاءِ راشدین کے بعد بھی امراء پر خلفاء کا لفظ شائع رہا جیسا کہ کہا جاتا ہے خلفاءِ عباسیہ اگرچہ مجازاً سہی۔ واضح رہے یہ قول سیاقِ حدیث سے مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اس میں ہے کہ اسلام ہمیشہ غالب اور دین قائم رہے گا۔ ہاں دوسری روایت کے مناسب ہے لَا يَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا تو پہلی حدیث میں واضح طور پر ان کی عدالت اور قوتِ اسلام کا تذکرہ ہے۔ واللہ اعلم۔ دوسری توجیہہ یہ ہے کہ مراد خلفاء عادل اور اچھے امراء ہیں جو حقیقۃً اسمِ خلافت کے مستحق ہیں لیکن کہاں لازم ہے کہ وہ مسلسل ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورا ہوگا خواہ قربِ قیامت تک ہو۔ شیخ توریشتی کہتے ہیں اس حدیث کا یہی معنی درست و صحیح ہے۔ تیسری توجیہہ یہ ہے یہ امام مہدی کے وصال کے بعد کی بات ہے اور اس میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب امام مہدی کا وصال ہوگا تو پانچ آدمی امام حسن مجتبیٰ کی اولاد سے سربراہ بنیں گے۔ پھر امام حسین شہید رضی اللہ عنہ کی اولاد سے پانچ امراء ہوں گے۔ ان میں سے آخری اولادِ حسن کے وصیت کرے گا پھر اس کے بعد اس کی اولاد حکومت بنائے گی۔ اس طرح بارہ پورے ہو جائیں گے۔ ان میں سے ہر کوئی امام عادل، ہادی اور مہدی ہوں گے یہ توجیہہ خوب ہے۔ اگر اس میں یہ حدیث صحیح وارد ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام مہدی کے اوصاف میں مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے وجود اور عدل کی وجہ سے غم و پریشانی دور کرے گا۔ ظلم و فساد ختم فرما دے گا۔ ان کے بعد ڈیڑھ صدی تک بارہ افراد امراء بنیں گے پھر زمانہ ختم ہو جائے گا۔ چوتھی توجیہہ یہ ہے کہ مراد ایک ہی زمانہ میں بارہ افراد ہیں اور ہر ایک کی ایک ایک طائفہ اتباع کرے گا اس کی تائید وہ واقعات کرتے ہیں جو خلفاء کے زمانہ کے بعد ہوتے تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس کے بعد فتنوں کا ظہور ہے کہ ایک ہی وقت میں بارہ خلفاء ہوں گے۔ الغرض ان خلفاء کے دور تک اسلام کا غلبہ ہوگا مگر ان کے دور میں حالات خراب ہو جائیں گے لیکن سابقہ توجیہات سے پتہ چلتا ہے کہ ان بارہ خلفاء کے دور میں نظم اور انتظام خوب ہوگا اور ان کے بعد اختلال پیدا ہوگا۔ اس حدیث کے تحت شارحین نے بھی بیان کیا۔ واللہ اعلم بمراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۴۳۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غفار[1] قبیلے کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ اسلم[2] قبیلے کو اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا اور عصیہ[3] قبیلے نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (مسلم، بخاری)

[1] غِفار، غین کے نیچے زیر، قبیلہ کا نام ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسی سے ہیں۔ ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی مغفرت الٰہی کی خبر دی ہو۔

[2] اسلم، یہ بھی قبیلہ کا نام ہے، اس کی نسبت اسلمی کی طرف ہے۔

۵۳ ان کے موافق معاملہ فرماتے اور ان کو تکلیف نہ دے ان کے لیے دعا کی وجہ یہ ہے کہ لڑائی کے بغیر ایمان لائے، اس میں بھی خبر کا احتمال ہے۔

۵۴ عصیہ۔ عین پر پیش، صاد پر فتحہ یا مشدد

۵۵ یہ وہ قبیلہ ہے جس نے بئر معونہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرّاء کو شہید کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف قنوت کی صورت میں دعا کی۔ یہ قطعی طور پر خبر ہے اس میں دعا کا ہرگز احتمال نہیں یہ واضح کر رہی ہے کہ پہلی بھی خبر ہی ہے۔

۵۷۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَاَشْجَعُ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش، انصار، جہینہ[1]، مزینہ[2]، اسلم، غفار اور اشجع[3] مجھے عزیز ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے سوا ان کا کوئی دوست[4] نہیں ہے۔

۱ جہینہ، جیم پر پیش، ہاء پر زبر، یاء ساکن

۲ مزینہ، میم پر پیش، زاء پر زبر، یاء ساکن

۳ اشجع، ہمزہ پر زبر، شین ساکن اور جیم

۴ مولیٰ، ناصر، محب، اس صورت میں موالی کی یاء پر زبر اور یہ مولیٰ کی جمع ہے لیکن موال بھی آیا ہے میم پر زبر، لام کے نیچے زیر بار تنوین۔ یعنی ان میں سے بعض، بعض کے مددگار ہیں۔

۵۷۲۲ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ وَّمِنْ بَنِيْ عَامِرٍ وَالْحَلِيْفَيْنِ بَنِيْ اَسَدٍ وَغَطَفَانَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم، غفار، مزینہ، اور جہینہ چاروں بنی تمیم سے بہتر ہیں[1]، نیز بنی اسد[2] اور غطفان سے بھی۔ (بخاری، مسلم)

۱ سبقت اسلام اور حسن اعمال کی وجہ سے، بنو تمیم کے حوالے سے بخاری میں حدیث غریب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا بنو تمیم تمھیں بشارت ہو جواباً انھوں نے کہا ہمیں دنیوی بشارت دو یعنی بشارت موقوف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور قبیلہ اشعری سے فرمایا تمھیں بشارت ہو۔ اشعری قبیلہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو قبول فرمالیا۔ یہ عدم قبولیت کی وجہ سے بنو تمیم پر غایت درجہ کی احتیاجی، اضطرار اور دنیا کی طرف رغبت ہوگی نہ کہ از روئے کفر و انکار۔ اس قبیلہ کی شدت و جفا کے متعدد واقعات منقول ہیں انھیں کیا بیان کریں۔ عفا اللہ عنہم۔

سلے بنو اسد اور بنو غطفان، غین پر زبر، یہ دونوں آپس میں حلیف تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون پہ قسم کھائی ہوئی تھی جیسا کہ عربوں کا معمول تھا۔

۵۷۲۳ / ۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَازِلْتُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِیْمٍ مُنْذُ ثَلٰثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْهِمْ سَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَی الدَّجَّالِ وَقَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَكَانَتْ سَبِیَّةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِیْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین باتوں کے باعث میں ہمیشہ بنی تمیم سے محبت رکھتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق فرماتے ہوئے سنا۔ میری امت میں یہ دجال پر[1] سب سے زیادہ سخت ہوں گے۔ ان کے صدقے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہماری قوم کے صدقے[2] ہیں۔ ان میں سے ایک لونڈی[3] حضرت عائشہ کے پاس تھی تو فرمایا کہ اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد[4] سے ہے (بخاری، مسلم)

سلے دجّال کے ساتھ جدال و نزاع اور اجتناب میں۔

سلے بجہت تکریم و شرافت

سلے سبیۃ، سین پر زبر یاء مشدد

سلے یعنی یہ عربی ہے اور عرب اولاد اسمٰعیل ہیں۔ یہ صفت اگرچہ تمام عربوں میں مشترک ہے اور یہ بنو تمیم کے ساتھ مخصوص نہیں لیکن اس کے باوجود یہ کلمات عنایت اور تشریف کے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کو غلام بنانا جائز ہے۔

الفصل الثانی — دوسری فصل

۵۷۲۴ / ۱۰ عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ یُّرِدْ هَوَانَ قُرَیْشٍ اَهَانَهُ اللّٰهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قریش کی اہانت کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے[1] گا (ترمذی)

سلے آئمہ ہوں یا غیر آئمہ۔ اگر آئمہ ہیں تو بات واضح ہے اور اگر آئمہ نہیں تو اس وجہ سے کہ انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت کی وجہ سے شرف و فضل حاصل ہے۔

۵۷۲۵ / ۱۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی: اے اللہ!

اَذَقْتَ اَوَّلَ قُرَيْشٍ نَكَالًا فَاَذِقْ اٰخِرَهُمْ نَوَالًا
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

تو نے قریش کے پہلے لوگوں کو عذاب چکھایا تو ان کے پچھلے لوگوں پر عنائتیں فرما۔ (ترمذی)

لہ نکال، نون پر زبر، عمل کی سزا دینا تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔ نوال، عطاء واحسان
لہ قریش میں خواری، ذلت، رسوائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کی وجہ سے تھے اور جو (اسلام لانے پر) ان کو عزت، دولت، امارت نصیب ہو وہ بیان سے باہر ہے۔

٥٧٣٦/١٢ عَنْ اَبِيْ عَامِرِ نِ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْحَيُّ الْاَسَدُ وَالْاَشْعَرُوْنَ لَا يَفِرُّوْنَ فِي الْقِتَالِ وَلَا يَغُلُّوْنَ وَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا قبیلہ اسد اور اشعریوں کا ہے جو نہ جہاد کے وقت بھاگیں اور نہ غنیمتوں میں خیانت کریں لہٰذا وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

لہ ابوعامر اشعری، کبار صحابہ سے ہیں۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر شہید ہوئے۔ اوطاس کے موقعہ پر امیر تھے جب ان کی شہادت کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور عرض کیا اسے اپنے بندوں میں بلند مقام عطا فرما۔
لہ اسد، ہمزہ پر زبر، سین ساکن، ان کے والد کا تعلق یمن سے تھا اسے ازدشنوءہ بھی کہتے ہیں انصار اس کی اولاد ہیں۔ اشعر، عمرو بن حارثہ اسدی کا لقب ہے یہ بھی یمنی قبیلہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم انھی کی اولاد میں سے ہیں۔ اس وجہ سے انھیں اشعریین کہا جاتا ہے۔ اشعرون یعنی یاء کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔
لہ لا یغلون، یاء پر زبر غین پر پیش، غنیمت میں خیانت نہیں کرتے۔

٥٧٣٧/١٢ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَزْدُ اَزْدُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ يُرِيْدُ النَّاسُ اَنْ يَضَعُوْهُمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يَرْفَعَهُمْ وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَقُوْلُ الرَّجُلُ يَا لَيْتَ اَبِيْ كَانَ اَزْدِيًّا وَيَا لَيْتَ اُمِّيْ كَانَتْ اَزْدِيَّةً۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ ازد والے زمین میں اللہ کی فوج ہیں لوگ انھیں پست کرنا چاہیں گے جب کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہے گا بلکہ انھیں رفعت دے گا اور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا جب کہ آدمی کہے گا: کاش میرے ابا جان ازدی ہوتے کاش میری امی جان ازد قبیلے سے ہوتیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ اس لقب کی شہرت کی وجہ سے یا برائے شرف جیسے ناقۃ اللہ یا حزب خدا اور نصرت رسول کی وجہ سے لقب، بعض نے کہا ازد اللہ مجتبیٰ اسد اللہ سے ہے کہ معرکہ میں جرأت و شجاعت کے شیر تھے۔

۲؎ مرتبہ ازدیاں اس قدر بلند ہے کہ ہر کوئی رشک کرتے ہوئے کہے گا کاش ہم ان میں سے ہوتے۔

۵۷۲۸ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَكْرَهُ ثَلٰثَةَ اَحْيَاءٍ ثَقِيْفٍ وَبَنِيْ حُنَيْفَةَ وَبَنِيْ اُمَيَّةَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عمران بن حصین[۱] رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ تین قبائل کو ناپسند فرماتے تھے۔ ثقیف[۲]، بنی حنیفہ[۳] اور بنی امیہ[۴] کو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ عمران بن حصین، حصین، حاء پر پیش، صاد پر زبر مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ خیبر کے سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام لائے۔ تیس سال اس طرح بستر بیماری پر رہے کہ اٹھنے بیٹھنے کی قوت نہ تھی۔ ملائکہ انھیں سلام کہتے۔ ایک دوست نے حالت بیماری میں دیکھا تو رو پڑے، فرمایا مت رو، میں تمھیں بتاتا ہوں ملائکہ میری ملاقات کے لیے آتے ہیں اور سلام کہتے ہیں اور میں ان کا سلام سنتا ہوں مگر تجھے قسم دلاتا ہوں جب تک میں زندہ ہوں کسی سے یہ راز فاش نہ کرنا۔

۲؎ ثقیف، حجاج بن یوسف مشہور ظالم اسی قبیلہ سے تھا۔

۳؎ بنو حنیفہ، مسیلمہ کذاب ان سے تھا۔

۴؎ بنو امیہ، عبیداللہ بن زیاد قاتل امام حسین بن علی رضی اللہ عنہم انہی میں سے ہے اسی طرح کہا گیا ہے اس قائل پر تعجب ہے کہ اس نے یزید کا نام نہیں لیا جس نے عبیداللہ بن زیاد کو قتل کا حکم دیا تھا بلکہ جو کچھ ہوا اسی کے حکم اور رضا سے ہوا۔ باقی بنو امیہ نے بھی اپنے اعمال میں کوتاہیاں نہیں کیں۔ یزید اور عبیداللہ کو کیا کہا جائے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بندر کھیل رہے ہیں۔ اس کی تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو امیہ سے فرمائی۔ دیگر بہت سی چیزیں ہیں۔ کیا کیا بیان کیا جائے؟

۵۷۲۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَّمُبِيْرٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَصْمَةَ يُقَالُ الْكَذَّابُ هُوَ الْمُخْتَارُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ وَّالْمُبِيْرُ هُوَ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوْسُفَ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ اَحْصَوْا مَا قَتَلَ الْحَجَّاجُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثقیف میں ایک بہت جھوٹا اور ایک بہت بڑا ظالم[۱] ہے۔ عبداللہ بن عصمہ[۲] نے فرمایا کہا جاتا ہے کہ بہت جھوٹا تو مختار بن ابو عبید[۳] ہے اور بہت بڑا ظالم حجاج بن یوسف ہے ہشام[۴] بن حسان نے فرمایا۔ حجاج نے جن کو باندھ کر

صَبْرًا فَبَلَغَ مِائَةَ اَلْفٍ وَعِشْرِيْنَ اَلْفًا۔

قتل کیا، لوگوں نے شمار کیا تو ان کی تعداد ایک لاکھ بیس[۵] ہزار تک پہنچی۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيْحِ حِيْنَ قَتَلَ الْحَجَّاجُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ قَالَتْ اَسْمَاءُ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَنَّ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابًا وَّمُبِيْرًا فَاَمَّا الْكَذَّابُ فَرَاَيْنَاهُ وَاَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَا اِخَالُكَ اِلَّا اِيَّاهُ۔ وَسَيَجِيْءُ تَمَامُ الْحَدِيْثِ فِي الْفَصْلِ الثَّالِثِ۔

ترمذی اور مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ جب حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا تو حضرت اسماء[۶] نے فرمایا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا تھا کہ ثقیف میں ایک بہت جھوٹا اور ایک بہت بڑا ظالم ہے۔ پس بہت ہی جھوٹے کو تو ہم نے دیکھ لیا[۷]۔ رہا بہت ظالم تو میرے خیال میں وہ یہی ہے اور مکمل حدیث عنقریب تیسری[۸] فصل میں آرہی ہے۔

[۱] مبیر، میم پر پیش، باء کے نیچے زیر، یاء ساکن

[۲] عبداللہ بن عصمہ، تابعی حجازی ثقہ ہیں۔ یہ کذاب اور مبیر کا تعین ہے۔

[۳] مختار بن ابی عبیدہ، عین پر پیش

[۴] ہشام بن حسان، سین مشدد، ثقہ ہیں یہ بڑے بڑے آئمہ حدیث کے شاگرد ہیں مثلاً امام حسن، ابن سیرین اور یہ امام حسن بصری کی احادیث سے سب سے زیادہ آگاہ ہیں اور بہت بڑے بزرگ تھے۔

[۵] یہ بھی منقول ہے کہ اس کی جیل سے پچاس ہزار آدمی برآمد ہوئے اور اس کی جیل کی چھت نہیں ہوا کرتی تھی۔

[۶] یہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

[۷] یہ حجاج سے خطاب تھا۔

[۸] حجاج کے احوال تو مشہور ہیں، ان کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں۔ مختار بن ابی عبید بن مسعود ثقفی، ان کے والد اجل[۱] صحابہ میں سے ہیں۔ مختار کی ولادت سال ہجرت میں ہوئی اسکو صحبت و روایت حاصل نہیں۔ منقول ہے کہ پہلے علم، فضل، خیر میں مشہور تھا۔ باطن اس کے خلاف ہے حتیٰ کہ عبداللہ بن زبیر سے جدا ہوا، طلبِ امارت کی اور دنیا کی رغبت کا اظہار کیا تو اس وقت باطن کو ظاہر کیا اور بطلانِ عقیدہ کو ظاہر کیا۔ پھر اس سے کئی ایسے کبائر کا اظہار ہوا جو دین کے مخالف تھیں یہ بھی منقول ہے اس نے دعوئ نبوت اور نزولِ وحی بھی کیا واللہ اعلم۔ ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں امیر تھے۔ مختار اپنے چچا کی صحبت میں تھا اور ان کیساتھ

[۱] شیخ نے یہ کیا فرما دیا ان کے والد تو بالاتفاق ثقہ تابعی ہیں۔ مولوی امیر علی مرحوم

صحیح عقیدہ اور اہل بیت کی محبت کا دم بھرتا۔ ان کے بعد اہل بیت کے ساتھ اس کی عداوت سامنے آئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان سے اظہار محبت کیا اور یزیدیوں سے بدلہ لیتے ہوئے بڑے لوگ قتل کیے منقول یہی ہے کہ اس نے یہ سارا کچھ طلب دنیا اور امارت کے لیے ہی کیا حتیٰ کہ ۶۷ھ میں حضرت مصعب بن زبیر کی امارت کے دور میں کوفہ میں قتل ہوا۔ اہل علم اسے کذابوں میں شمار کرتے ہیں۔ اس حدیث کو جس میں کہ ثقیف سے کذاب اور مبیر ہوں گے حجاج پر محمول کرتے ہیں۔

۵۷۴۰ / ۱۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِيْفٍ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيْفًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا ڈالا ہے۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا کریں۔ آپ نے کہا اے اللہ ثقیف کو ہدایت دیجیے۔ (ترمذی)

۵۷۴۱ / ۱۷ وَعَنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مِيْنَاءَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ اَحْسِبُهُ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الْعَنْ حِمْيَرًا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا اَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَاَيْدِيْهِمْ طَعَامٌ وَهُمْ اَهْلُ اَمْنٍ وَّاِيْمَانٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَيُرْوٰى عَنْ مِيْنَاءَ هٰذَا اَحَادِيْثُ مَنَاكِيْرُ)

عبدالرزاق[1]، ان کے والد[2] ماجد، میناء[3] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے تو ایک آدمی آیا جو میرے خیال میں قیس[4] سے تھا اور عرض گزار ہوا یارسول اللہ! حمیر پر لعنت[5] فرمائیے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا پھر وہ اس جانب سے آیا تب بھی منہ پھیر لیا پھر وہ سامنے آیا اور تب بھی منہ پھیر لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں گویا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حمیر پر رحم فرمائے کہ ان کے منہ سلامتی والے، ان کے ہاتھ کھانے والے[6] اور وہ امن و ایمان والے ہیں اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اسے ہم نہیں پہچانتے مگر حدیث عبدالرزاق سے اور اس میناء[7] سے منکر حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔

[1] عبدالرزاق بن ہمام، اعلام و اعیان ملت میں سے ہیں۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن حصین دونوں ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔

[2] ہمام بن نافع

[3] میناء، میم کے نیچے زیر۔ ضعیف تابعی ہیں اور یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے

آزاد کردہ غلام ہیں۔

سے قیس، قبیلہ کا نام ہے، قاف پر زبر یاء ساکن

۵ حِمیَر حاء کے نیچے زیر، میم ساکن، یمن کا مشہور قبیلہ ہے۔

ئ وہ صفات کے جامع ہیں، ان میں تواضع اور سخاوت ہے جو مکارم اخلاق اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں اوّل ہیں۔

ئ اگرچہ امام عبدالرزاق ثقہ اور قوی ہیں۔ مگر میناء ضعیف ہے

۵۷۴۲ / ۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ دَوْسٍ قَالَ مَا كُنْتُ أُرٰى أَنَّ فِي دَوْسٍ أَحَدًا فِيْهِ خَيْرٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم کس قبیلے سے ہو؟ عرض گزار ہوا کہ دوس[۱] سے۔ فرمایا کہ میں گمان نہیں کرتا تھا کہ دوس میں کوئی ایک بھی ایسا ہو جس میں بھلائی ہو[۲]

(ترمذی)

سلہ دوس، دال پر زبر، واؤ ساکن، آخر میں سین

سلہ اس میں حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے اور دوس کی مذمت کہ اگر اس میں ابوہریرہ نہ ہوتے تو اس میں خیر نہ ہوتی۔

۵۷۴۳ / ۱۹ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبْغِضْنِيْ فَتُفَارِقَ دِيْنَكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ أُبْغِضُكَ وَبِكَ هَدَانَا اللّٰهُ قَالَ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِيْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھ سے عداوت نہ رکھنا ورنہ تم دین سے دُور ہو جاؤ گے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! میں آپ سے کس طرح عداوت رکھ سکتا ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعے ہدایت فرمائی ہے۔ فرمایا کہ تم نے اہلِ عرب سے عداوت رکھی تو مجھ سے عداوت[۱] رکھی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

سلہ یا یہ معنی ہے کہ تم عجمیت کی وجہ سے عرب کی مخالفت کرتے ہو، کیونکہ اصلاً ان میں تکبّر اور عربوں کے ساتھ سوءِ ادب تھا یا بغض دیہاتیوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس میں احتیاط کا حکم دیا تاکہ بغض پیدا ہی نہ ہو۔

۵۷۴۴ / ۲۰ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اہلِ عرب کو

الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِيْ وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِيْ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ وَلَيْسَ هُوَ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِذَاكَ الْقَوِيِّ

دھوکا دے وہ میری شفاعت پانے والوں میں داخل نہیں ہوگا اور اسے میری محبت میسر نہیں آئے گی ۔ روایت کیا اسے ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے نہیں پہچانتے مگر حدیث حصین بن عمر[1] سے اور وہ محدثین کے نزدیک زیادہ قوی نہیں ہے ۔

[1] حصین بن عمرو، حاء پر پیش، صاد پر زبر

۵۷۴۵ وَعَنْ اُمِّ الْحَرِيْرِ مَوْلَاةِ طَلْحَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مَوْلَايَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ام حریر[1] مولاۃ طلحہ بن مالک[2] سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آقا کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ عرب کا ہلاک ہونا قیامت کے قریب آجانے کی نشانی ہے ۔ (ترمذی)

[1] اُمّ الحریر، حاء پر زبر، راء کے نیچے زیر، تابعیہ ہیں ۔

[2] طلحہ بن مالک، صحابی ہیں ۔

۵۷۴۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُلْكُ فِيْ قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ فِي الْاَنْصَارِ وَالْاَذَانُ فِي الْحَبَشَةِ وَالْاَمَانَةُ فِي الْاَزْدِ يَعْنِي الْيَمَنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَوْقُوْفًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بادشاہی قریش میں، قضا انصار[1] میں، اذان حبشہ[2] میں اور امانت ازد یعنی یمن میں ہے ۔ اس حدیث کی ایک روایت موقوف ہے ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا ، یہ بہت ہی صحیح ہے ۔

[1] اس سے مراد فقاہت ہے جیسا کہ بارہ نقباء انصار ہی سے تھے بلکہ مراد بمعنی شور رقضا ہے ۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قضا کے لیے بھیجا تھا ۔

[2] جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بنے ۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۷۴۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِيْعٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْفَتْحِ مَكَّةَ لَا يُقْتَلُ قُرَشِيٌّ

عبداللہ بن مطیع[1] کے والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے روز فرماتے ہوئے سنا کہ آج کے بعد قیامت تک کسی قریشی کو باندھ کر

صَبْرًا بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قتل نہ کیا جائے۔ (مسلم)

سلہ عبداللہ بن مطیع، سادات قریش میں سے ہیں۔
سلہ مطیع صحابی ہیں۔ ان کا نام عاصی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام مطیع رکھا۔
سلہ بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کسی قریشی کو حبس کے ساتھ قتل نہ کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ ان میں سے کسی کو بسبب ارتداد قتل نہیں کیا جائے گا۔

۵۷۴۸/۲۴ وَعَنْ اَبِيْ نَوْفَلٍ مُعَاوِيَةَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَلٰى عَقَبَةِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَجَعَلَتْ قُرَيْشٌ تَمُرُّ عَلَيْهِ وَالنَّاسُ حَتّٰى مَرَّ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَبَا خُبَيْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَبَا خُبَيْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَبَا خُبَيْبٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَنْهٰكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَنْهٰكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَنْهٰكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ اَمَا وَاللّٰهِ لَاُمَّةٌ اَنْتَ شَرُّهَا لَاُمَّةُ سُوْءٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَاُمَّةُ خَيْرٍ ثُمَّ نَفَذَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ مَوْقِفُ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَوْلُهُ وَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَاُنْزِلَ عَنْ جِذْعِهِ فَاُلْقِيَ فِيْ قُبُوْرِ الْيَهُوْدِ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى اُمِّهِ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ فَاَبَتْ اَنْ تَاْتِيَهُ فَاَعَادَ عَلَيْهَا الرَّسُوْلَ لَتَاْتِيَنِّيْ اَوْ لَاَبْعَثَنَّ اِلَيْكِ مَنْ يَسْحَبُكِ بِقُرُوْنِكِ قَالَ فَاَبَتْ وَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اٰتِيْكَ حَتّٰى تَبْعَثَ اِلَيَّ مَنْ يَسْحَبُنِيْ

ابو نوفل معاویہ بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو مدینہ منورہ کی گھاٹی پر دیکھا کہ قریشی اور دوسرے لوگ ان کے پاس سے گزر رہے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر ان کے پاس سے گزرے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر کہا، اے ابو خبیب آپ پر سلام ہو اے ابو خبیب آپ پر سلام ہو، خدا کی قسم میں آپ کو اس سے منع کیا کرتا تھا۔ خدا کی قسم میں آپکو اس سے منع کیا کرتا تھا، خدا کی قسم میں آپ کو اس سے منع کیا کرتا تھا۔ حالانکہ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ بہت زیادہ روزے رکھنے والے، قیام کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم جو جماعت آپکو برا سمجھتی ہے وہ درحقیقت خود بری ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اچھے گروہ کو۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر چلے گئے۔ پس حجاج کو حضرت عبداللہ کے ٹھہرنے اور گفتگو فرمانے کی خبر پہنچی تو آدمی بھیج کر انھیں لکڑی سے اتروایا گیا یہود کی قبروں میں ڈلوا دیا۔ پھر ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابوبکر کو بلوایا تو انھوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس نے دوبارہ قاصد بھیجا کہ میرے پاس آجاؤ، ورنہ ایسا آدمی بھیجوں گا جو تمھیں سر کے بالوں سے پکڑ کر لے آئے گا۔ انھوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں تیرے پاس نہیں آؤں گی جب تک وہ آدمی

يَقْرُوْنِيْ قَالَ فَقَالَ اَرُوْنِيْ سِبْتَتِيْ فَاَخَذَ نَعْلَيْهِ ثُمَّ انْطَلَقَ يَتَوَذَّفُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ كَيْفَ رَاَيْتِنِيْ صَنَعْتُ بِعَدُوِّ اللّٰهِ قَالَتْ رَاَيْتُكَ اَفْسَدْتَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ وَاَفْسَدَ عَلَيْكَ اٰخِرَتَكَ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تَقُوْلُ لَهٗ يَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ اَنَا وَاللّٰهِ ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكُنْتُ بِهٖ اَرْفَعُ طَعَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَامَ اَبِيْ بَكْرٍ مِّنَ الدَّوَآبِّ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنِطَاقُ الْمَرْاَةِ الَّتِيْ لَا تَسْتَغْنِيْ عَنْهُ اَمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَنَّ فِيْ ثَقِيْفَ كَذَّابًا وَمُبِيْرًا فَاَمَّا الْكَذَّابُ فَرَاَيْنَاهُ وَاَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَا اِخَالُكَ اِلَّا اِيَّاهُ قَالَ فَقَامَ عَنْهَا فَلَمْ يُرَاجِعْهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نہ آجائے جو مجھے سر کے بالوں سے پکڑ کر تیرے پاس نہ لے جائے۔ اس نے کہا کہ مجھے میرے جوتے دکھاؤ پس اپنے جوتے پہنے اور اکڑتا ہوا چلا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گیا کہا تم نے دیکھا کہ میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا میں نے دیکھا کہ تو نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اس نے تیری عاقبت برباد[۴] کر دی۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو اس سے ابن ذات النطاقین[۵] کہتا تھا۔ خدا کی قسم میں واقعی دو کمر بندوں والی ہوں۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جس کے ساتھ میں نے جانوروں سے حفاظت کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے لیے کھانا باندھا[۶] تھا اور دوسرا کمر بند وہی ہے جس سے کوئی عورت بے نیاز نہیں[۷] ہوتی۔ آگاہ رہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا تھا کہ ثقیف میں ایک بہت بڑا جھوٹا[۸] اور ایک بہت بڑا ظالم ہے۔ پس بہت بڑے جھوٹے کو تو ہم نے دیکھ لیا لیکن بہت بڑے ظالم کے متعلق میرا خیال نہیں تھا کہ وہ یہی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ ان سے یوں سے اٹھ کھڑا ہوا اور انھیں کوئی جواب[۹] نہ دیا۔ (مسلم)

[۱] ابو نوفل معاویہ بن مسلم، تابعی ہیں، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں اور ان سے حضرت شعبہ نے روایت لی ہے۔

[۲] عقبہ مکہ جو راہِ مدینہ میں واقع ہے۔ اس وجہ سے اس کی نسبت مدینہ طیبہ کی طرف کر دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے۔ حجاج ظالم نے انھیں شہید کر دیا اور سولی پر لٹکایا۔

[۳] ابو خبیب، خاء پر پیش، باء پر زبر یا ساکنہ۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے

[۴] دعوٰی خلافت و لطافت کے ساتھ خروج مراد ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہ کی مکہ میں تشریف فرما رہے اور اس کی ولایت اپنے تصرف میں لے آئے۔ اس طرح یزید کے بعد مروان تک اور مروان کے بعد عبدالملک تک ہوا۔ پھر عبدالملک نے حجاج کو مکہ میں ان کی طرف بھیجا۔ اس نے انھیں شہید کیا اور ان کا سر مدینہ منورہ بھیجا اور ان کا جسدِ اطہر سولی پر مکہ میں لٹکا دیا۔ خود یزید نے بھی مدینہ طیبہ کی تباہی اور وہاں کے

باشندوں کو شہید کرنے کے لیے لشکر کشی کی تھی جس کا نام واقعہ حرہ ہے۔ وہی لشکر مکہ آیا تاکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرے لیکن اسی حال میں یزید دنیا سے دفع ہوگیا۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ میں نے اس معارضہ سے منع کیا تھا لیکن تم نے میرا مشورہ قبول نہ کیا۔ آخر کار معاملہ یہاں تک پہنچ گیا مقصود ابن زبیر کے حال پر تاسف اورافسوس ہے اور ظالموں کی جماعت پر ملامت وتشنیع ہے۔

۵ کبھی پندرہ دن تک روزہ رکھتے اور تمام راتیں شب بیداری کرتے۔

۶ رشتہ داروں اور مراتب داروں سے۔

۷ یہ دونوں طرح روایت ہے۔ امام نووی کہتے ہیں جمہور کی روایت لامۃ خیر ہے اور لاقۃ سوء خطا اور تحریف ہے۔ یہ ظاہر نہیں کہ یہ تردید روایت کی حیثیت سے ہے یا درایت کی حیثیت سے۔ اگر روایت کی حیثیت سے ہے تو کلام نہیں اور درایت اور معنیٰ کی وجہ سے ہے تو یہ بغیر تعین معنی پر نہیں ہوگا جو کہ خفا سے خالی نہیں۔ پہلی عبارت کا مفہوم اولیٰ یہ ہے کہ تم نے امت کو اشرار اور اعتقاد کیا۔ یہ بدی ہے کیونکہ کسی کو اشرار میں قرار دینا غلط ہے۔ دوسری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ تم اس امت کو بد جانتے ہو۔ شاید یہ خبر ہو، یہ بطریق تعریض واستہزاء ہے لیکن پہلا معنی ظاہر تر ہے۔ باوجودیکہ اسے روایت کی حیثیت سے غلط قرار دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۸ جذع، جیم کے نیچے زیر، ذال، درخت کا تنا

۹ اب وہ قبور یہود کا علاقہ معروف نہیں مگر اس دور میں تھا تو حجاج نے حکم دیا انھیں قبور یہود میں پھینک دیا جائے۔

۱۰ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا۔

۱۱ ظالم کے پاس آنے سے انکار فرمادیا۔

۱۲ جو تجھے بالوں سے گھسیٹ کر لائے گا۔

۱۳ سِبتیّ، سین کے نیچے زیر یا ساکن، تاء کے نیچے زیر یاء مشدد، رنگ شدہ چمڑہ کا جوتا اور اس پر بال نہ ہوں۔ سِبتیّ تثنیہ ہے اور یاء متکلم کی طرف مضاف ہے۔

۱۴ ان کے قتل سے تو دوزخی اور مستحق عذاب ہوگیا ہے۔

۱۵ یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر عطا فرمایا تھا۔ انھوں نے اس موقع پر اپنے کمربند (جو عرب خواتین باندھا کرتی تھیں) کے دو ٹکڑے فرمائے۔ ایک میں سفر کا کھانا باندھا اور دوسرا خود پہن لیا۔

۱۶ تاکہ کھانا نیچے زمین پر نہ گرے اور ضائع نہ ہو۔

۱۷ اس ظالم نے اسے بطور مذمت لیا حالانکہ وہ بے عقل نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر کی

خدمت سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔

۱۸ؔ یہ اشارہ مختار بن ابی عبید کی طرف تھا

۱۹ؔ اپنی بد باطنی کا جواب نہ دے سکا۔

۵۷۴۹/۲۵ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَتَاهُ رَجُلَانِ فِیْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَیْرِ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ صَنَعُوْا مَا تَرٰی وَاَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا یَمْنَعُكَ اَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ یَمْنَعُنِیْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰی دَمَ اَخِی الْمُسْلِمِ قَالَا اَلَمْ یَقُلِ اللّٰهُ تَعَالٰی وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ قَاتَلْنَا حَتّٰی لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَكَانَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ وَاَنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰی تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

نافع[1] سے روایت ہے کہ حضرت ابن زبیر کی جنگوں کے دوران حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر دو آدمی عرض گزار ہوئے لوگوں نے جو کچھ کیا وہ آپ نے ملاحظہ[2] فرمایا۔ آپ حضرت عمر کے صاحبزادے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کو باہر نکلنے[3] سے کیا چیز روکتی ہے؟ فرمایا مجھے یہ چیز روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میرے مسلمان بھائی کا خون حرام[4] فرمایا ہے۔ دونوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا: ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے (۲: ۱۹۳) حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ ہم ان سے لڑے[5] یہاں تک کہ فتنہ نہ رہا اور دین صرف اللہ کے لیے ہو گیا اور تم ان لوگوں سے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ برپا ہو اور دین غیر اللہ[6] کے لیے ہو جائے (بخاری)

۱ؔ یہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں

۲ؔ امر خلافت و امارت میں اختلاف

۳ؔ برائے امامت و خلافت اور برائے انتقام از ظالم

۴ؔ قتل و خون سے پرہیز یعنی میرا طریق احتیاط والا ہے ورنہ لفظ "علی" لانے کی ضرورت نہ تھی۔

۵ؔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

۶ؔ تمہاری جنگ دین کی اشاعت اور ترویج کے لیے نہیں بلکہ دنیا اور بادشاہی کے لیے ہے۔

۵۷۵۰/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ الطُّفَیْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ وَعَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَیْهِمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طفیل[1] بن عمرو دوسی[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ بیشک دوس ہلاک ہو گئے، نافرمانی کی اور انکار[3] کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ سے

فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّائْتِ بِهِمْ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان کے خلاف دعا کیجیے۔ لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کے خلاف دعا فرمائیں گے لیکن کہا: اے اللہ! دوس کو ہدایت فرما اور انھیں میرے پاس پہنچا دے[۴]

(متفق علیہ)

[۱] الطفیل، طاء پر پیش، فاء پر زبر

[۲] بن عمرو دوسی، دال پر زبر، مکہ میں اسلام لائے صحابی ہیں پھر اپنی قوم میں چلے گئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو یہ بھی خیبر کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک خدمت میں رہے۔ ان کا لقب ذوالنور ہے کیونکہ جب انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کی طرف دعوت کے لیے بھیجا تو انھوں نے کسی نشانی کے لیے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا دی اے اللہ انھیں نور عطا فرما تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمک اٹھا۔ کہتے ہیں میں ڈر گیا کوئی مجھے مثلہ (بگڑا ہوا) کہے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نور میرے عصا کی طرف منتقل کر دیا وہ رات کی تاریکی میں روشن رہتا تھا پھر انھوں نے جا کر دعوت دی ان کے والد ایمان لائے مگر ماں ایمان نہ لائی۔

[۳] انھوں نے طاعت اور حکم بجا آوری سے انکار کر دیا۔

[۴] تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں۔

۵۷۵۱ / ۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلٰثٍ لِاَنِّيْ عَرَبِيٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باتوں کے باعث[۱] اہل عرب سے محبت رکھو۔ کیونکہ میں عربی ہوں۔ قرآن مجید عربی میں ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہو گی۔ روایت کیا اسے بیہقی نے شعب الایمان میں۔

[۱] یعنی عربوں کو دنیا و آخرت میں فضیلت ہے۔

باب مناقب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین[1]

صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی وفات بھی دینِ اسلام پر ہوئی اگرچہ درمیان میں مرتد ہو گیا ہو، جیسے کہ اشعث بن قیس کے بارے میں کہتے ہیں یہی صحیح ترین قول ہے۔ بعض علماء نے یہ شرط لگائی ہے کہ انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت حاصل ہوئی ہو، آپ کی بارگاہ میں حاضری نصیب رہی ہو، آپ سے علم حاصل کیا ہو اور غزوات میں حاضری کا موقع ملا ہو، انھوں نے کم از کم چھ ماہ کی مدت مقرر کی ہے، چھ ماہ کی مدت مقرر کرنے کی کیا دلیل ہے ہمیں معلوم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ تو واضح ہے کہ اس صحابی کو زیادہ فضیلت حاصل ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیادہ حاضری کا موقعہ ملا۔ نیز آپ کی معیت میں جہاد میں حصہ لیا بہ نسبت اس صحابی کے جسے حاضری کا زیادہ موقع نہیں ملا، نہ ہی کسی غزوہ میں آپ کے ہمراہ شریک ہوئے، صرف دُور سے آپ کی زیارت کی، آپ سے گفتگو کا بھی کم موقع ملا یا بچپن میں آپ کی زیارت کی۔ اگرچہ صحابی ہونے کی فضیلت سب کو حاصل ہے۔

صحابہ کرام کی فضیلت اور عدالت کے بارے میں گفتگو طویل ہے اس کا کچھ حصہ شرح لمعات میں ذکر کیا گیا ہے اہل سنت وجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں صرف کلمہ خیر زبان پر لایا جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے اور اگر کوئی بات اس کے خلاف منقول ہو (جس کی بناء پر صحابہ کرام پر اعتراض کیا جا سکے) تو اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اسی میں سلامتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفصل الاوّل

پہلی فصل

۵۷۵۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے

[1] اس باب سے آخر تک اشعۃ اللمعات کا ترجمہ راقم نے کیا ہے فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلک۔ اس حصے کا آغاز ۵ ربیع الاول مطابق ۲۰ جون ۲۰۰۰ء / ۱۴۲۰ھ کو ہوا ۱۲ محمد عبد الحکیم شرف قادری

اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

صحابہ کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان میں سے ایک کے ایک سیر[۱] اور آدھے سیر[۲] کو نہیں پہنچے گا۔ (بخاری و مسلم)

[۱] مُد۔ میم پر پیش، دال مشدد، یہ ایک پیمانہ ہے جو ایک رطل اور اس کے تہائی حصے پر مشتمل ہوتا ہے (سیر)

[۲] یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کی فضیلت کا مطلب ثواب کی زیادتی ہے۔

۵۷۵۲ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَفَعَ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأْسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَکَانَ کَثِیْرًا مَا یَرْفَعُ رَأْسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ النُّجُوْمُ اَمَنَۃٌ لِلسَّمَاءِ فَاِذَا ذَھَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَی السَّمَاءَ مَا تُوْعَدُ وَاَنَا اَمَنَۃٌ لِاَصْحَابِیْ فَاِذَا ذَھَبْتُ اَنَا اَتَی اَصْحَابِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِیْ اَمَنَۃٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَھَبَ اَصْحَابِیْ اَتَی اُمَّتِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو بردہ[۱] اپنے والد[۲] سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سرِ اقدس آسمان کی طرف اٹھایا۔ آپ بکثرت آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا کرتے تھے[۳] اور فرمایا ستارے آسمان کے لیے امن کا سبب[۴] ہیں۔ جب ستارے چلے جائیں[۵] گے تو آسمان کو وہ کچھ آئے گا جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے[۶]۔ ہم اپنے صحابہ کے لیے سببِ امن ہیں۔ جب ہم چلے جائیں گے تو ہمارے صحابہ کو وہ کچھ آئے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے[۷]۔ ہمارے صحابہ ہماری امت کے لیے باعثِ امن ہیں جب ہمارے صحابہ چلے جائیں گے تو ہماری امت کو وہ[۸] آئے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (مسلم)

[۱] ابو بُردہ، باء پر پیش، راء ساکن، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، ثقہ تابعی اور کوفہ کے قاضی تھے۔

[۲] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

[۳] وحی کے انتظار میں، نیز بلندی اور عالمِ بالا کی طرف توجہ فرمانے کے لیے۔

[۴] اَمَنَۃٌ پہلے تینوں حرفوں پر زبر، مصدر ہے اس کا معنی ہے امن، جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً

[۵] جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے۔

[۶] یعنی آسمان پھٹ جائے گا جیسے ارشاد فرمایا: اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور فرمایا اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ۔

شہ فتنے اور لڑائیاں ہوں گی اور بعض عرب مرتد ہو جائیں گے ۔

شھ بدعات حوادث اور فتنے پیدا ہوں گے بھلائی چلی جائے گی اور شر پیدا ہوگا ۔

۵۷۵۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَّنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَّنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَّنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُبْعَثُ مِنْھُمُ الْبَعْثُ فَیَقُوْلُوْنَ انْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ فِیْکُمْ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوُجِدَ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الثَّانِیْ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْھِمْ مَّنْ رَّاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُوْجَدُ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّالِثُ فَیُقَالُ انْظُرُوْا هَلْ تَرَوْنَ فِیْھِمْ مَّنْ رَّاٰی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا پس لوگوں کی ایک جماعت[1] جہاد کرے گی پس کہا جائے گا کیا تم میں[2] وہ شخص ہے جسے رسول اللہ کی صحبت میسر ہوئی، مجاہدین کہیں گے ہاں تو ان کے لیے قلعہ کھول[3] دیا جائے گا۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اور لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا کیا تم میں وہ شخص ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صحبت نصیب ہوئی[4]؟ تو وہ لوگ کہیں گے ہاں۔ تو ان کے لیے قلعہ کھول دیا جائے گا۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا کیا تم میں وہ شخص موجود ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مصاحب کی صحبت کا شرف پایا[5] ہے۔ وہ کہیں گے ہاں تو ان کے لیے قلعہ کھول دیا جائے گا[6] (صحیحین) امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان کے درمیان ایک لشکر[7] بھیجا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ دیکھو کیا تم[8] اپنے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی پاتے ہو؟ پس ایک صحابی پایا جائے گا تو ان کے لیے قلعہ کھول دیا جائے گا پھر دوسرا لشکر بھیجا جائے گا تو کہیں گے کیا ان میں ایسا شخص ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی زیارت کی[9] ہے تو ایسا شخص پایا جائے گا ان[10] کے لیے قلعہ کھول دیا جائے گا پھر تیسرا لشکر بھیجا جائے گا اور کہا جائے گا کہ دیکھو کیا تمہیں ان میں ایسا شخص دکھائی

مَنْ رَاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَکُوْنُ الْبَعْثُ الرَّابِعُ فَیُقَالُ اُنْظُرُوْا ھَلْ تَرَوْنَ فِیْھِمْ اَحَدًا رَّاٰی مَنْ رَاٰی اَحَدًا رَاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَہٗ

دیتا ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی زیارت کرنے والے کی زیارت کی ہو؟ پھر چوتھا لشکر بھیجا جائے گا اور کہا جائے گا دیکھو ان میں تمہیں ایسا شخص دکھائی دیتا ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو؟ چنانچہ ایک ایسا شخص پایا جائے گا تو اس کے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ ۱۲ ص

ﷺ ﷺ ﷺ

سلہ فِئامٌ۔ فاء کے نیچے زیر، اس کے بعد ہمزہ اسے یاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے (فئام) مردوں کی ایک جماعت، اس کی جمع فُؤُمٌ ہے، پہلے دونوں حرفوں پر پیش، جیسے کتاب کی جمع کتب ہے۔ بعض علماء نے فاء پر زبر بیان کی ہے۔ (فُؤُمٌ)

سلہ اس جماعت سے پوچھا جائے گا۔

سلہ پس وہ قلعہ، حصار اور شہر کھول دیا جائے جہاں دشمن بند ہوگا۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی برکت و شوکت کے طفیل فتح و نصرت حاصل ہو جائے گی۔

سلہ یعنی کوئی تابعی ہے؟

ھ لہ یعنی تبع تابعین میں سے ہو؟

سلہ اس حدیث میں قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کی فضیلت اور شرافت بیان کی گئی ہے جیسے کہ آئندہ حدیث میں بھی اس کی تصریح آئے گی۔

شہ بَعْثٌ باء پر زبر اور عین ساکن، عین پر زبر بھی آئی ہے وہ لشکر جو کسی جگہ بھیجا جائے اس کی جمع بُعُوْثٌ ہے۔

شہ اس جگہ فیکم کاف خطاب کے ساتھ ہے جبکہ دوسرے تمام جملوں میں فیھم ہے۔

سلہ اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین میں صحابہ کرام کی زیارت کافی ہے جیسے کہ صحابہ کرام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت معتبر ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ صحابی ہونے کے لیے صرف زیارت کافی ہے لیکن تابعی ہونے کے لیے صحبت اور ملازمت ہونی چاہیے جیسے کہ پہلی روایت میں آیا ہے تاہم پہلی روایت کا مطلب زیارت یا صحبت ہو سکتا ہے۔

سلہ اس جگہ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ مذکور نہیں ہے، مَنْ رَاٰی پر اکتفا کیا گیا ہے (اشعۃ اللمعات میں اس جگہ فَیُوْجَدُ بھی نہیں ہے ۱۲ قادری۔

سلہ اس جگہ فَیُفْتَحُ لَھُمْ کا بھی ذکر نہیں ہے۔

۱۲؎ گویا یہ جملہ کہ قلعہ کھول دیا جائے گا پہلے جملوں سے بھی متعلق ہے ۔ اس حدیث میں چار مرتبہ ذکر کیا گیا ہے ۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اتباع کے تابعین ۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں حدیث خیر القرون میں چار مرتبہ واقع ہوا ہے ۔

۵۷۵۵ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّيَحْلِفُوْنَ وَلَا يُسْتَحْلَفُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَخْلُفُ قَوْمٌ يُّحِبُّوْنَ السَّمَانَةَ ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری بہترین اُمت ہمارے صحابہ ہیں پھر وہ لوگ بہترین ہیں جو اُن کے ساتھ متصل ہیں ۱؎ ۔ پھر وہ جو ان کے ساتھ متصل ہیں ۲؎ ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی گئی ہو گی ۳؎ وہ خیانت کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا ۴؎ وہ نذر مانیں گے اور اسے پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو گا ۵؎ ایک روایت میں ہے کہ وہ قسم کھائیں گے حالانکہ ان سے قسم طلب نہیں کی جائے گی (بخاری و مسلم) امام مسلم کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو موٹاپے کو محبوب رکھیں گے ۶؎

۱؎ یعنی تابعین ۔

۲؎ یعنی تبع تابعین ۔ یاد رہے کہ ایک زمانے کے لوگوں کی وہ جماعت ہے جو کسی امر میں قریب اور متصل ہوں ۔ ظاہر ہے کہ اس میں زمانے کی معین تعداد معتبر نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرن یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ایک سو دس سال تک باقی تھے ۔ تابعین کا قرن ایک سو ستر سال تک باقی تھا، اور تبع تابعین کا قرن اس وقت سے دو سو ساٹھ ہجری تک باقی تھا ۔ اس وقت بدعتیں پیدا ہوئیں اور عجیب و غریب چیزیں ظاہر ہوئیں ۔ فلاسفہ نے سر اٹھایا، معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولیں ۔ اہلِ علم کو قرآن پاک کے مخلوق ہونے کا قائل کرنے کے لیے امتحان و آزمائش میں ڈالا گیا، احوال متغیر ہو گئے ۔ اختلافات بہت پھیل گئے ۔ احکام سنت پر عمل کم ہو گیا ۔ اس طرح مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صداقت ظاہر ہوئی ۔

۳؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلب کرنے سے پہلے گواہی دینا مذموم (بُرا کام) ہے ۔ اس جگہ یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ بہترین گواہ وہ ہے کہ وہ گواہی طلب کیے جانے سے پہلے گواہی دے ۔ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ مذمت اس جگہ ہے جہاں ایک شخص کا گواہ ہونا معلوم ہو

ایسی جگہ طلب کرنے سے پہلے گواہی دینا بیکار ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا اپنا کوئی مطلب ہے جس کی بناء پر مطالبے کے بغیر گواہی دے رہا ہے۔ اور تعریف اس جگہ ہے جہاں اس شخص کا گواہ ہونا معلوم نہیں ہے، یہ شخص اطلاع دیتا ہے کہ میں بھی گواہ ہوں تاکہ جب گواہی طلب کی جائے تو قاضی کے سامنے گواہی دے سکے۔

یا دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ مطالبے کے بعد گواہی دینے اور حاضر ہونے میں جلدی کرتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ جواد وہ شخص ہے جو سوال سے پہلے دے (یعنی سوال کے بعد بخشش اور عطا میں دیر نہ کرے) یا مذمت اس صورت میں ہے کہ کوئی شخص گواہی کے قابل نہیں ہے یا جھوٹی گواہی دیتا ہے، — یا مذمت بندوں کے حقوق میں اور تعریف اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہے۔ یہ بھی اس وقت ہے جب پردہ داری اور مخفی رکھنے میں مصلحت نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ اس جگہ شہادت سے مراد قسم ہے یعنی لوگ جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ اس سے پہلے کہ انھیں قسم دی جائے اور ان سے قسم کا مطالبہ کیا جائے جیسے کہ ایک دوسری روایت میں ہے۔

سکھ مطلب یہ ہے کہ ان کی خیانت ایسی ظاہر اور واضح ہو گی کہ وہ بالکل امانت کے قابل نہیں رہیں گے، اگر کبھی کبھار اچانک واقع ہو جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

۵ السِّمَنَ ۔ سین کے نیچے زیر، میم پر زبر — یعنی ان میں زیادہ کھانے پینے اور عیش و عشرت کی وجہ سے موٹاپا ظاہر ہو گا۔ پیدائشی اور طبعی موٹاپا مراد نہیں ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ احوال میں فربہی اور موٹاپا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے کمال اور فضیلت کا دعویٰ کریں گے جو ان میں نہیں ہے (مثلاً علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور ولایت کا دعویٰ کریں گے جبکہ ان امور سے عاری ہوں گے ۱۲ قادری) اہلِ علم یہ بھی فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ مال جمع کریں گے، دین سے غفلت برتیں گے اور خوب کھائیں پئیں گے۔

سلہ السَّمَانَۃ، سین پر زبر، بعض روایات میں آیا ہے کہ ان میں سے ایک کی گواہی قسم سے سبقت کرے گی اور قسم گواہی سے سبقت کرے گی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم میں دلچسپی لیں گے اور دین و دیانت کی کم پرواہ کریں گے چنانچہ کبھی شہادت کا لفظ استعمال کریں گے اور کبھی قسم کا۔

الفصل الثانی

۵۷۵۶
۵

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ

دوسری فصل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے صحابہ کی عزت کرو کہ وہ تمہارے نیک ترین لوگ ہیں لہ پھر وہ جو اُن کے ساتھ متصل ہیں پھر وہ جو اُن کے ساتھ متصل ہیں۔ پھر جھوٹ ظاہر ہو گا یہاں تک کہ ایک شخص

وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ اَلَا مَنْ سَرَّهٗ بُحْبُوحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ الْفَذِّ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ ثَالِثُهُمْ وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهٗ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهٗ فَهُوَ مُؤْمِنٌ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَّرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ اِلَّا اِبْرَاهِيْمَ بْنَ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِيَّ لَمْ يُخْرِجْ عَنْهُ الشَّيْخَانِ وَهُوَ ثِقَةٌ ثَبَتٌ ۔

قسم کھائے گا حالانکہ اس سے قسم طلب نہیں کی جائے گی اور گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی[۲] سنو جسے جنت کا درمیانہ حصہ[۳] پسند ہے وہ مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے۔ کیونکہ تنہا آدمی کے ساتھ شیطان ہے اور وہ دو سے دور ہے اور کوئی شخص کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملاقات نہ کرے کیونکہ شیطان ان کا تیسرا ساتھی ہوگا[۴] اور جس شخص کو اپنی نیکی اچھی لگے اور اپنی برائی غمگین کرے وہ مومن ہے[۵]۔ اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا۔ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔ البتہ ایک راوی ابراہیم بن حسن خثعمی ہیں جن سے امام بخاری اور مسلم نے حدیث روایت نہیں کی، تاہم وہ ثقہ اور مستند ہیں ۔

[۱] اس طرح کیوں نہ ہو؟ جب کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور ملازمانِ بارگاہ ہیں۔ وقتاً فوقتاً حاضر ہونے والے اور آپ سے علم وعمل اور حال کی تربیت پانے والے ہیں اور اگر انھیں زیادہ ملازمت اور صحبت حاصل نہیں ہوئی تاہم وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ انور اور چہرہ اقدس کی زیارت کرنے والے تو ہیں۔ شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دفعہ دیدار سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے اور وہ عقدے حل ہوتے ہیں جو چلوں اور تنہائی کی عبادتوں سے حل نہیں ہوتے، آنکھوں کے دیکھنے سے ایمان اور مشاہدہ پر مبنی جو یقین انھیں حاصل ہوتا ہے اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہے (امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نگاہِ لطف و عنایت صحابہ کرام کو ولایت کبریٰ کے مقام پر فائز کر دیتی تھی ۱۲ قادری)

[۲] یہ تین گروہ امت مسلمہ کے افضل ترین اور ملت اسلامیہ کے سردار ہیں اس زمانے اور اس زمانے کے لوگوں میں صداقت، دیانت اور عفت وامانت ہے۔ اس دور کے جو مستور الحال لوگ ہیں ان پر بھی عدالت کا حکم لگایا گیا ہے۔ ہاں نادر طور پر ایسے لوگ ہوں گے جو عدالت سے خالی ہوں گے کیونکہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ لیکن بعد والے لوگوں میں معاملہ برعکس ہو گیا (فسق اور جھوٹ عام ہو گیا لہٰذا مستور غیر معتبر پائے ۱۲ قادری) جیسے کہ حدیث شریف کے اگلے حصے میں ارشاد فرمایا۔

[۳] پھر دین ودنیا میں جھوٹ اور خیانت ظاہر ہوگی۔ یہ اشارہ ہے بدعات اور نفسانی خواہشات کے

ظاہر اور عام ہونے کی طرف، اگرچہ ان امور میں سے بعض مثلاً قدریہ، معتزلہ اور مرجئہ فرقے ان تین ادوار کے آخر میں پیدا ہوئے لیکن ان کا ظہور اور ان کی اشاعت ان کے بعد ہوئی۔

سمہ یہ اشارہ ہے دین داری اور احتیاط کے چھوڑ دینے کی طرف۔

ھ یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسے جنت کا درمیانہ درجہ ملے جو جنت کا بہترین حصہ ہے۔ بُحْبُوحَةُ الدَّار پہلی اور دوسری باء پر پیش، پہلی حاء ساکن، گھر کا درمیانہ حصہ۔ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ اسے چاہیے کہ مسلمانوں کی جماعت اور تینوں ادوار کے سوادِ اعظم کو لازم پکڑے اور ان کی پیروی کرے فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ اس لیے کہ تحقیق شیطان تنہا کے ساتھ ہے۔ فَذّ فاء پر زبر نقطے والا ذال مشدد، تنہا اور یگانہ، مراد وہ شخص ہے جو اپنی رائے پر عمل کرتا ہے اور جماعت کی پیروی نہیں کرتا وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ اور شیطان ایک آدمی کی نسبت دو سے زیادہ دور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص سے بھی کبھی دور ہو جائے لیکن دو سے زیادہ دور ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس جگہ ابعد، بعید کے معنی میں ہو (اب مطلب یہ ہوگا کہ شیطان دو سے دور ہوتا ہے ایک سے نہیں)۔

ٹ ایک مرد، دوسری عورت اور تیسرا شیطان

ےھ یعنی ایمان کے صحیح ہونے اور اس کے کمال کی علامت یہ ہے کہ نیکی کرنے سے خوش ہو اور اگر اس سے برائی صادر ہو جائے تو غمگین ہو جائے۔ اہلِ علم کہتے ہیں کہ یہ دل کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔

ھ رَوَاهُ کے بعد مشکوٰۃ شریف میں جگہ خالی ہے۔ حاشیہ میں نسائی شریف کا حوالہ دیا گیا ہے

۵۷۵۶ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِيْ وَرَاٰى مَنْ رَآنِيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے ہماری زیارت کی اور جس نے ہماری زیارت کرنے والے (صحابی) کی زیارت کی [لہ]

(ترمذی)

لہ یعنی اس کے ساتھ اس کی وفات اسلام پر ہوئی ہو ــــ اس حدیث نے اس بشارت کو بالاتفاق صحابہ اور تابعین کے ساتھ خصوص کیا ہے۔ یہ بشارت ان دس حضرات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے اور ان کے علاوہ ان حضرات کے ساتھ بھی خاص نہیں ہے جنہیں بشارت ملی ہے بلکہ تمام مسلمانوں اور مومنوں کو شامل ہے (جو صحابی ہیں یا تابعی)۔ لیکن صحابی اور تابعی وہ ہے جس کی وفات اسلام پر ہوئی ہو یہ خبر حضرت مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر اور بشارت کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے وہ جماعت مخصوص ہوئی ہے جسے مبشرہ کہتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ایمان پر موت کی بشارت ہو جس طرح علماء نے حدیث شریف "مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" میں فرمایا ہے۔

۵۷۵۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبداللہ بن مغفل[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، تین دفعہ فرمایا[2] ہمارے بعد انھیں نشانہ نہ بنالینا[3] پس جو شخص انھیں محبوب رکھتا ہے وہ ہماری محبت کی بناء پر ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ ہماری دشمنی کے سبب ان سے دشمنی رکھتا ہے[4]۔ اور جس نے انھیں ایذا دی اس نے ہمیں ایذا دی اور جس نے ہمیں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفت میں لے لے[5]۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[1] عبداللہ بن مغفل میم پر پیش، نقطے والی غین پر زبر، فاء مشدد پر زبر صحابی ہیں۔ جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔

[2] تاکید اور مبالغہ کے طور پر تین دفعہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں اور انھیں تعظیم و توقیر کے بغیر یاد نہ کرو اور ہمارے ساتھ ان کی صحبت کا حق ادا کرو۔

[3] ان پر گالیوں اور عیب لگانے کے تیر نہ برساؤ۔

[4] یعنی ان کی محبت کو ہماری محبت اور ان کی دشمنی کو ہماری دشمنی لازم ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس دشمنی سے محفوظ رکھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ محبت کے صحیح ہونے کی علامت اور دوستی کا نشان یہ ہے کہ محبت محبوب کے واسطے سے اس کے متعلقین تک پہنچتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نشانی آپ کی آلِ پاک اور صحابہ کرام کی محبت ہے۔

[5] اور اسے عذاب دے۔

۵۷۵۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اَصْحَابِيْ فِيْ اُمَّتِيْ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلُحُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری امت میں ہمارے صحابہ کی مثال ایسے ہے جیسے کھانے میں

الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ قَالَ الْحَسَنُ فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَيْفَ نَصْلَحُ
(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

نمک، طعام نمک کے بغیر درست نہیں ہوتا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: ہمارا نمک چلا گیا تو ہم کس طرح درست ہو سکتے ہیں؟[1] (شرح السنۃ)

[1] حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث شریف سن کر مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے۔ بعض صحابہ کرام کے رحلت فرما جانے پر انھوں نے اظہار افسوس کیا۔ حالانکہ ان کے زمانے میں بعض صحابہ کرام موجود تھے۔ حضرت حسن بصری کی وفات سن ایک سو دس ہجری میں ہوئی۔

۵۷۶۰/۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ يَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَنُوْرًا لَّهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبد اللہ بن بریدہ[1] رضی اللہ عنہم اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی صحابی کسی زمین میں فوت نہیں ہوگا مگر یہ کہ قیامت کے دن اس علاقے کے لوگوں کے لیے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔ ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[1] حضرت بریدہ اسلمی مرو کے قاضی اور وہاں کے عالم تھے، مشہور تابعی تھے، ان کے والد حضرت بریدہ مشہور صحابی ہیں۔

ذکر حدیث ابن مسعود حضرت ابن مسعود کی حدیث جس کی ابتدا میں ہے لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ ـ فِيْ بَابِ حِفْظِ اللِّسَانِ زبان کی حفاظت کے باب میں ذکر کی گئی ہے۔ جس میں صحابہ کرام کا ذکر ہے۔ مصابیح میں وہ حدیث اس جگہ ذکر کی گئی ہے۔ حضرت مصنف نے اس جگہ اس حدیث کا ذکر مناسب سمجھا (خط کشیدہ عربی عبارت ہمارے پیش نظر مشکوٰۃ شریف کے نسخہ میں نہیں ہے ۱۲ قادری۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۷۶۱/۱۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہمارے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو کہو: اللہ تعالیٰ کی لعنت[1] ہو تمھارے شر پر (ترمذی)

[1] اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کی رحمت سے دوری ہو تمھارے اس برے فعل پر ـــــ اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ اگر فعل پر لعنت بھیجیں نہ کہ ذات پر تو یہ احتیاط کے قریب ہوگا۔

۵۷۶۲ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَّلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ اے محمد! آپ کے صحابہ میری بارگاہ میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے ۔ ان میں سے بعض نور میں بعض سے زیادہ قوی ہیں اور ہر ایک کے لیے ایک نور ہے پس جس نے علم[1] دل میں کسی چیز کو لیا جس پر وہ اپنے اختلاف[2] کے باوجود ہیں تو وہ ہدایت پر ہے ۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہمارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پس تم ان میں سے جس کی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے

(رزین)

[1] یعنی علم فقہ کے مسائل میں جو ان کا اختلاف ہے ۔

[2] جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری امت کا اختلاف رحمت ہے ۔ جیسے کہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ۔ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ اور ہر ایک کے لیے ایک نور ہے پس ہدایت اس علم اور فقاہت کے مطابق ہے جو اس شخص کے پاس ہے اگرچہ اس کے مراتب مختلف ہیں ۔ اس امر سے کوئی صحابی خالی نہیں ہے ہر ایک کے پاس دین و شریعت کا علم ہے ۔ اگر بعض مقامات میں از راہ بشریت ان سے خطا سرزد ہوگئی ہو اور وہ راہ صواب پر گامزن نہ رہ سکے ہوں مثلاً چونکہ وہ معصوم نہیں ہیں اس لیے انھوں نے امام برحق کی مخالفت کی ہو تو اس خاص مسئلے میں ان کی اقتداء درست نہیں ہوگی اور ہدایت میسر نہیں ہوگی ۔ یہ مستثنیٰ ہے اور بحث سے خارج ہے خوب اچھی طرح یہ مسئلہ سمجھ لیجیے ، اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے ۔
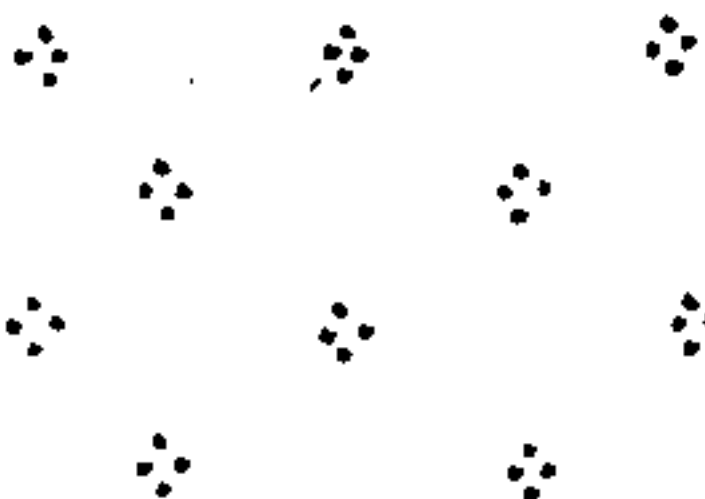
باب مناقب ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت سی صحیح، حسن اور ضعیف حدیثیں وارد ہوئی ہیں بعض محدثین نے ان میں سے بعض کو موضوع قرار دیا ہے۔ ان میں سے چند حدیثیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی لِلنَّاسِ عَامَّۃً وَّلِاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّۃً"

اللہ تعالیٰ لوگوں پر عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص

۲۔ مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَصَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ

اللہ تعالیٰ نے جو حقائق و معارف میرے سینے میں ڈالے میں نے وہ ابوبکر کے سینے ڈال دیئے۔

۳۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِذَا اشْتَاقَ اِلَی الْجَنَّۃِ قَبَّلَ شَیْبَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کا شوق ہوتا تو ابوبکر کے بڑھاپے کے بالوں کو چومتے تھے۔

۴۔ اِنَّ اللّٰہَ لَمَّا اخْتَارَ الْاَرْوَاحَ اخْتَارَ رُوْحَ اَبِیْ بَکْرٍ

بے شک جب اللہ تعالیٰ نے روحوں کو منتخب فرمایا تو ابوبکر کی روح کو منتخب فرمایا۔

اسی طرح شیخ مجد الدین شیرازی نے سفر السعادۃ میں بیان کیا ہے اور فرمایا کہ اس کا بطلان بداہت عقل سے معلوم ہے (انتہی) شاید کہ یہ اس لیے ہو کہ اس سے حضرت ابوبکر کی فضیلت تمام مخلوق انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماسواء پر لازم آتی ہے۔ اسی طرح ان کی مساوات حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لازم آتی ہے، نیز دہ کچھ لازم آتا ہے جو عقل اور عادت کے دائرے سے خارج ہے۔ مخفی نہ رہے کہ اگر یہ احادیث صحیح ہوں تو تاویل کا دروازہ بند نہیں ہے۔

حدیث شریف اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی لِلنَّاسِ کو تنزیہ الشریعہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اسے خطیب، ابونعیم اور ابن حبان نے ضعیف روایتوں میں بیان کیا ہے۔ ذہبی نے اسے موضوع قرار دیا، بعض نے اسے حسن قرار دیا، حاکم اسے مستدرک میں لائے۔ امام غزالی، احیاء العلوم میں بھی لائے ہیں۔ واللہ اعلم۔

الفصل الاوّل

۵۷۶۳ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَعِنْدَ الْبُخَارِیِّ اَبَا بَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُہٗ لَا تُبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَۃٌ اِلَّا خَوْخَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

پہلی فصل

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سب لوگوں سے زیادہ ہم پر خرچ کرنے والے اپنی صحبت اور مال میں ابوبکر ہیں۔ امام بخاری کی روایت میں اَبَا بَکْرٍ[۱] ہے۔ اگر میں کسی کو خالص جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو ایسا دوست بناتا لیکن وہ اخوت اور محبت باقی ہے جو اسلام کی بناء پر ہے[۲] مسجد میں کوئی کھڑکی سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے نہیں چھوڑی جائے گی[۳] اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ (صحیحین[۴])

۱؎ الف کے ساتھ اور یہ نحو کے قاعدے کے زیادہ مطابق اور زیادہ ظاہر ہے۔ ابوبکر واؤ کے ساتھ بھی جائز ہے۔ اس کی توجیہ شرح (لمعات) میں بیان کی گئی ہے۔

۲؎ خلیل مشتق ہے خُلت سے، خاء پر پیش، اس کا معنی ہے وہ محبت و صداقت جو محب کے دل کے باطن میں اس طرح اتر جائے کہ محبوب، محب کے راز سے آگاہ ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میرے لیے جائز ہو، کہ مخلوق میں سے ایسا دوست اختیار کروں جس کی محبت میرے دل میں سرایت کر جائے اور وہ میرے راز سے آگاہ ہو جائے تو ابوبکر کو ایسا دوست بناتا کہ وہ اس صفت کے قابل ہیں لیکن میرا ایسا محبوب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مخلوق سے میری محبت وہ ہے جو میرے دل کے ظاہر پر ہے اور میرے راز پر صرف وہ ہی آگاہ ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خلیل ماخوذ ہو خلت، خاء پر زبر کے ساتھ جس کا معنی حاجت ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اگر میں کوئی ایسا دوست بناتا جس کی طرف میں اپنی حاجتوں میں رجوع کرتا اور اپنے مقاصد میں اس پر اعتماد کرتا تو ابوبکر کو ایسا دوست بناتا لیکن میرا تمام امور میں اعتماد اور ہر حال میں میرا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور وہی میرا ملجاء و ماویٰ ہے۔ یہ مطلب حدیث شریف کی روش کے زیادہ مناسب ہے۔ لیکن شارحین نے فرمایا کہ پہلا معنی زیادہ مناسب و موزوں ہے۔ فافہم۔

۳؎ خَوْخَۃٌ نقطے والی خاء پھر واؤ اس کے بعد پھر نقطے والی خاء۔ وہ شگاف (کھڑکی) جو دیوار میں چھوڑا جاتا ہے تاکہ گھر میں روشنی آئے۔ مسجد شریف سے متصل گھروں کی کھڑکیاں مسجد کی طرف تھیں جن سے گزر کر صحابہ کرام

مسجد میں آیا کرتے تھے یا مسجد کی طرف دیکھ لیتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں یا نہیں؟ لہٰذا ازراہِ اعزاز وتکریم ارشاد فرمایا۔ ابوبکر کے علاوہ سب کی کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا، شارحین فرماتے ہیں کہ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور دوسروں کی گفتگو کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ جب بعض صحابہ کرام نے اس بارے میں گفتگو کی تو ارشاد فرمایا یہ کام ہم نے از خود نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ مجھے گھر کی دیوار میں کھڑکی رکھنے کی اجازت دی جائے تاکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائیں تو آپ کی زیارت کر لیا کروں۔ فرمایا سوئی کے سوراخ جتنا راستہ بھی رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

۵؎ حافظ ابن حجر عسقلانی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔ اس باب میں متعدد سندوں سے احادیث مروی ہیں جو بظاہر ایک دوسری کے خلاف ہیں۔ ایک تو یہ حدیث ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہے۔ دوسری حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد کے جانب کھلنے والے دروازوں کو بند کر دیا جائے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا اور اس کی سند قوی ہے۔ امام طبرانی معجم اوسط میں ثقہ راویوں کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جمع ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صحابہ کرام کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ کے دروازے آپ نے کھول دیئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بند کیا ہے اور کھولا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے علی مرتضیٰ کے دروازے کے علاوہ دوسرے دروازے بند کر دوں۔ اسی طرح امام احمد اور امام نسائی نے ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک حدیث حجت بننے کے قابل ہے۔ خصوصاً جب کہ بعض روایات کو بعض سے قوت اور تائید حاصل ہوئی ہے۔ ابن جوزی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہونے والی اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور اس کی بعض سندوں پر کلام نہیں کیا۔ اس لیے کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث صحیحہ کے مخالف ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان احادیث کے مقابل رافضیوں نے یہ حدیث وضع کی ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے ابن جوزی پر رد کیا ہے اور فرمایا کہ انہوں نے محض اس وہم کی بنا پر اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں وارد ہونے والی حدیث کے معارض ہے۔ علامہ عسقلانی نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ کی حدیث کثیر سندوں سے مروی ہے۔ ان میں سے بعض صحت کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں اور بعض حسن ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ

جب مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی تو ابتداء میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک دروازہ مسجد کی جانب تھا جس سے ان کی آمدورفت رہتی تھی۔ یہ حدیث درجہ صحت کو پہنچی ہوئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ہمارے اور تمہارے علاوہ کوئی شخص حالتِ جنابت میں اس مسجد میں نہ آئے جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے علاوہ تمام کھڑکیوں کے بند کرنے کا حکم آخر میں تھا اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے دو تین دن باقی تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کے دروازے کے علاوہ دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تو حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب حاضر ہوئے۔ حکم کی تعمیل میں ان سے کسی قدر توقف ظاہر ہوا، ان کی دونوں آنکھوں میں تکلیف تھی اور پانی جاری تھا انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ نے اپنے چچا کو باہر نکال دیا اور چچا کے بیٹے کو اندر لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا! ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں ہمارا اختیار نہیں ہے۔ اس واقعہ میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ذکر سے معلوم ہوگیا کہ یہ واقعہ پہلے کا تھا، کیونکہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جنگِ احد میں شہید ہوگئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور فرمایا: حضرت رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ ایک پاکیزہ مسجد تعمیر کریں جس میں آپ، حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے دو صاحبزادے شبّر اور شبیر کے علاوہ کوئی رہائش اختیار نہ کرے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف وحی نازل فرمائی کہ ہم پاک صاف مسجد تعمیر کریں جس میں ہمارے علی مرتضیٰ اور ان کے دو بیٹوں حسن اور حسین کے علاوہ کوئی رہائش اختیار نہ کرے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ علامہ ابن حجر نے اس سلسلے میں طویل گفتگو کی ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہم نے تاریخ مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۶۷۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْكُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنَّهٗ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو جانی دوست بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور دوست ہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب[۱] کو خلیل بنایا ہے۔ (مسلم)

[۱] اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو خلیل (دلی دوست) بنایا اور اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص محبت میں سچا ہو وہ محبوبیت کے مقام کو پہنچ جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ شعر؎

ہر کہ او در عشق صادق آمدہ است بر سرش معشوق عاشق آمدہ است

جو شخص عشق میں سچا ہوتا ہے (بالآخر) معشوق اس پر عاشق ہو جاتا ہے۔
پہلے محبت اور کشش اس کی طرف سے ہوتی ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ محب اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ حبیب اس محب کو کہتے ہیں جو مرتبہ محبوبیت پر فائز ہو بعض
علماء خلت کو اعلیٰ اور اخص درجہ قرار دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ محبت اور خلت کے جامع ہیں
آپ کی خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت سے زیادہ کامل اور مکمل ہے۔ اسی طرح ہی امام غزالی نے فرمایا۔

۵۷۶۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ أَبَاكِ وَأَخَاكِ حَتّٰى أَكْتُبَ كِتَابًا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ أَنَا وَلَا وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ أَنَا أَوْلٰى بَدَلَ أَنَا وَلَا۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض وفات میں فرمایا: ہمارے لیے اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی[1] کو بلاؤ تاکہ ہم ایک کتاب لکھیں[2] کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے کہ میں مستحق ہوں اور دوسرا مستحق نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کرتے ہیں اور صرف ابوبکر کو چاہتے ہیں (مسلم) حمیدی کی کتاب[3] میں انا ولا کی جگہ انا اولیٰ ہے[4] (میں زیادہ حق دار ہوں)۔

[1] یعنی حضرت عبدالرحمٰن کو، دوسری احادیث میں ان کے نام کی تصریح آئی ہے۔
[2] یعنی کتاب لکھنے کا حکم دیں (یہ توجیہ اس لیے کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس لکھا نہیں کرتے تھے۔ ۱۲ قادری۔
[3] یعنی جمع بین الصحیحین۔
[4] طیبی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت زیادہ عمدہ ہے۔

۵۷۶۶ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جبیر بن مطعم[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور آپ سے کسی چیز کے بارے میں بات کی[2] آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ دوبارہ کسی وقت حاضر ہو، اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ فرمائیں اگر میں حاضر ہوں اور آپ کو نہ پاؤں گویا اس نے ارادہ کیا کہ اگر آپ رحلت فرما جائیں۔ فرمایا اگر ہمیں نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آنا[3] (صحیحین)

سلہ جبیر بن مطعم، میم پر پیش، طاء ساکن، عین کے نیچے زیر — قریشی ہیں اور نوفل بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ فتح مکہ سے پہلے اور خیبر کے سال کے بعد اسلام لائے۔ بعض علماء نے کہا کہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے۔ صدق دل سے اسلام میں داخل ہوئے۔ قریش کے معزز افراد میں سے تھے۔ حلم اور وقار کے حامل اور انساب کے عالم تھے۔ اس علم میں حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد تھے۔

سلہ کسی حاجت کے بارے میں بات کی یا کوئی بات دریافت کی۔

سلہ ظاہر یہ ہے کہ یہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب آئی تھی۔

سلہ اس حدیث کے ظاہر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے لیکن نص قطعی نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس کی فضیلت وشرافت پر دلالت کرتی ہے جمہور علماء اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ خلیفہ بنانے کے سلسلے میں کسی جانب بھی نص قطعی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت اجماع صحابہ سے ہے۔ شیخ ابن الہمام نے مسایرہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص کا دعویٰ کیا ہے اور اسے ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۷۶۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهٗ عَلٰی جَیْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ۵ قَالَ فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَكَتُّ مَخَافَةَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ فِیْ اٰخِرِهِمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات السلاسل[1] کے لشکر پر انھیں امیر بنا کر بھیجا۔ فرماتے ہیں میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ کی بارگاہ میں لوگوں میں سے محبوب ترین کون ہے؟ فرمایا عائشہ۔ میں نے عرض کیا مردوں میں سے۔ فرمایا ان کے والد۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر۔ پھر آپ نے کئی مردوں کو گنا میں اس خوف سے چپ ہو گیا کہ کہیں مجھے سب سے مؤخر نہ بنادیں۔ (صحیحین)

سلہ ذات السلاسل ایک جگہ کا نام ہے۔ اصل میں سلاسل اس ریگستان کا نام ہے جس کی ریت تہ بہ تہ بیٹھی ہوئی ہو، اس جگہ کی بھی یہی حالت تھی۔ صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں۔ ذات السلاسل اس لیے کہتے ہیں کہ اس جنگ میں مشرکوں نے اپنے آپ کو ایک دوسرے سے باندھ رکھا تھا تاکہ بھاگ نہ جائیں۔ بعض علماء نے یہ وجہ بیان کی کہ اس جگہ ایک پانی تھا جس کو سُل سُل کہتے تھے۔ مدینہ منورہ سے دس دن کے فاصلے پر تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو اس جگہ بھیجا، ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا اور تین سو مہاجرین اور انصار ان کے ساتھ روانہ کیے اور انھیں سیاہ جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت عمرو بن العاص اس جگہ کے قریب پہنچے تو انھوں نے امداد اور کمک کی درخواست کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو

دو سو افراد کے ہمراہ بھیجا جن میں بزرگ مہاجرین اور انصار تھے، ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق بھی تھے۔ انھیں ایک اور جھنڈا عطا فرمایا اور فرمایا: عمرو بن العاص سے جا کر مل جاؤ اور ان کی مخالفت نہ کرو۔ حضرت ابوعبیدہ نے صحابہ کرام کی امامت کرانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو ابن العاص نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو میری امداد کے لیے بھیجا ہے، امیر میں ہوں، حضرت ابوعبیدہ نے ان کی بات مان لی۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص صحابہ کرام کی امامت کراتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ حضرات دشمن کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو کافر بھاگ گئے اور منتشر ہو گئے۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار کو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ان میں حضرت ابوبکر اور عمر فاروق بھی ہیں تو ان کے دل میں خیال آیا کہ وہ مرتبے میں ان سے مقدم ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایسا جواب دیا کہ ان کے اس خیال کی نفی فرما دی۔ چنانچہ راوی کہتے ہیں (کہ حضرت عمرو بن العاص نے حاضر ہو کر سوال کیا جیسے کہ اسی روایت میں ہے)۔

۲ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۵۷۶۸ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ اَىُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِيْتُ اَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانَ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت محمد بن حنفیہ[۱] سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد[۲] کو عرض کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل کون ہے۔ فرمایا ابوبکر۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر۔ مجھے خوف ہوا کہ (اس کے بعد) فرمائیں گے عثمان[۳]۔ اس لیے عرض کیا پھر آپ؟ فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں[۴]۔

(بخاری)

۱ ابوالقاسم محمد بن علی ابن ابی طالب قریشی ہاشمی، ان کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ ہے وہ بنو حنیفہ اور بنو یمامہ میں سے تھیں۔ محمد بن حنفیہ ثقہ عالم، فاضل، کامل، اطاعت اور شجاعت کے ساتھ موصوف اور زبردست طاقت ور تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لوہے کی زرہ لائے جو اتنی لمبی تھی کہ ان کے قد مبارک سے بھی طویل تھی۔ محمد بن حنفیہ نے اس کے دامن کا جو حصہ لمبا تھا اسے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے؟ کہ آپ کے والد آپ کو مسلسل غزوات جنگوں اور ہلاکت کی جگہوں میں بھیجتے تھے اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو نہیں بھیجتے۔ انھوں نے فرمایا حسن وحسین رضی اللہ عنہما دو آنکھوں کے مشابہ ہیں اور میں ہاتھ کے درجے میں ہوں اور قاعدہ یہی ہے کہ آنکھوں کو ہاتھوں کے ذریعے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

۲ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۳ یعنی میں نے یہ نہیں پوچھا کہ عمر فاروق کے بعد کون افضل ہے؟ بلکہ درمیان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ

کا ذکر گول کر دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ پر حضرت عثمان غنی کی فضیلت میں علماء کا اختلاف بھی ہے۔

۴ یعنی ایک عام مرد ہوں۔ انھوں نے یہ بات بطور تواضع فرمائی۔ ورنہ اس سوال کے وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے افضل تھے۔ رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ

۵۷۶۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ قَالَ كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ أَبُوبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رِضْوَانُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانِ مبارک میں کسی کو ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی کے برابر قرار نہیں دیتے تھے ۱ پھر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے اور کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے ۲ (بخاری) ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ہم کہا کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے زیادہ فضیلت والے ابوبکر ہیں۔ پھر عمر، ان کے بعد عثمان ۳ رضی اللہ عنہم اجمعین

۱ کیونکہ یہ حضرات بزرگ، مقرب اور دین ودنیا کے کام میں دوسروں سے آگے تھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور مشیر تھے۔

۲ اگرچہ دیگر حضرات کی فضیلت بھی ثابت تھی۔

۳ شارحین فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی مراد معمر صحابہ سے ہے۔ جب کوئی مسئلہ یا معاملہ پیش آتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ فرماتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نوعمر اور جوان تھے ورنہ مذکورہ حضرات کے بعد ان کے افضل ہونے کا انکار کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ نیز بلاشبہ صحابہ کرام میں سے بعض کا بعض سے افضل ہونا ثابت ہے۔ جیسے اہلِ بدر، اہل بیعت رضوان اور علماء صحابہ رضی اللہ عنہم (دوسرے صحابہ سے افضل تھے ۱۲ قادری)

امام احمد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ فضیلت والا حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر کو جانتے تھے۔ رہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو انھیں تین ایسی فضیلتیں دی گئی تھیں کہ اگر ان تین میں ایک مجھے دی جاتی تو میں اسے دنیا اور دنیا کے تمام مال ودولت سے بہتر جانتا۔ وہ فضیلتیں یہ ہیں (۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کیا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ان سے ہوئی۔

(۲) حضرت علی مرتضیٰ کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند فرما دیے اور (۳) خیبر کے دن حضرت علی مرتضیٰ کو اپنا جھنڈا عطا فرمایا۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا۔ حضرت علی مرتضیٰ کے بارے میں نہ پوچھو اور ان پر کسی کو قیاس نہ کرو، ان کے علاوہ سب کے دروازے بند فرما دیئے ـــــ اسی طرح شیخ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۷۷۰ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ اِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيْهِ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا اَلَا وَاِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ اللّٰهِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ جس نے بھی نیکی کی ہم نے اسے بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے کیونکہ انھوں نے ہماری اتنی خدمت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی انھیں قیامت کے دن اس کی جزا دے گا[۱] کسی کے مال نے ہمیں وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا[۲] اگر ہم کسی کو جانی دوست بناتے تو ابوبکر کو بناتے سنو تمھارے صاحب اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں[۳] (ترمذی)

[۱] یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں انتہائی تعظیم اور ان کی خدمات کا مبالغہ کے ساتھ اعتراف ہے ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر شخص پر اتنے احسانات اور انعامات ہیں کہ کوئی شخص بارِ احسان کی بناء پر سر نہیں اٹھا سکتا صحابہ کرام کی نیکیاں اور خدمات ان کے مقابل کیا حیثیت رکھتی ہیں جیسے کہ ظاہر ہے۔

[۲] ان کے گھر میں جو کچھ تھا سب لا کر بارگاہِ اقدس میں پیش کر دیا اور کوئی چیز گھر میں نہیں رہنے دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالخلال ہے۔ خاء کے نیچے زیر۔ انھوں نے تمام مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں صرف کر دیا اور ایک پرانا کپڑا پہن لیا جس میں بٹنوں کی جگہ کانٹے پھنسا لیے۔

[۳] اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی خلیل نہیں رکھتے۔

۵۷۷۱ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں[۱]

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں [۲] (ترمذی)

[۱] یعنی فضیلت اور سرداری میں ہم سب سے بہتر اور عمل اور نیکوں میں سب سے برتر ہیں۔

[۲] یہ ان کی بہتری اور برتری کا نتیجہ ہے اور ان کی سرداری اور برتری کو مکمل کرنے والا امر ہے۔

۵۷۷۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ وَصَاحِبِيْ عَلَى الْحَوْضِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو فرمایا تم غار میں ہمارے یار اور مصاحب ہو اور حوض پر بھی ہمارے یار اور مصاحب ہو۔ (ترمذی)

[۱] یعنی تم دنیا و آخرت میں ہمارے دوست ہو۔ غالبًا یارِ غار کا لقب اسی حدیث سے لیا گیا ہے۔

۵۷۷۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِيْ لِقَوْمٍ فِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں ابوبکر موجود ہے اسے لائق نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی شخص اس قوم کی امامت کرے [۱] (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے)۔

[۱] یہ ارشاد زمانہ مرض میں فرمایا ہوگا جب آپ نے انھیں امامت کا حکم دیا اور حضرت عائشہ نے اس میں توقف کیا، ممکن ہے کسی دوسرے وقت بھی ارشاد فرمایا ہوگا۔ چونکہ وہ امامت کے زیادہ لائق ہیں تو خلافت کے بھی زیادہ وہی مستحق ہوں گے۔ اسی لیے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دین کے معاملے میں مقدم کیا۔ اب کون ہے کہ دنیا کے معاملے میں آپ کو پیچھے رکھے۔

۵۷۷۴ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَصَدَّقَ وَوَافَقَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ مَالًا فَقُلْتُ اَلْيَوْمَ اَسْبِقُ اَبَا بَكْرٍ اِنْ سَبَقْتُهٗ يَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ مِثْلَهٗ وَاَتٰى اَبُوْبَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا [۱]، آپ کا یہ فرمان میرے پاس بہت سے مال کے موافق ہوا [۲] میں نے کہا کہ اگر میں ابوبکر سے سبقت لے جا سکتا ہوں تو آج ہی سبقت لے جا سکتا ہوں [۳] فرماتے ہیں میں اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنے اہل کے لیے کیا باقی رکھا؟ میں نے عرض کیا اتنا ہی جتنا کہ حاضر کیا ہے [۴]

مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ فَقَالَ اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قُلْتُ لَا اَسْبِقُہٗ اِلٰی شَیْءٍ اَبَدًا۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوبکر اپنا تمام مال لے کر حاضر ہو گئے⁶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! آپ نے اپنے اہل کے لیے کیا باقی رکھا ہے۔ انھوں نے عرض کیا میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے[۶]۔ میں نے کہا کہ میں کبھی بھی کسی شے میں ان سے سبقت نہیں لے جا سکتا[۷] (ترمذی، ابوداؤد)

[۱] اور فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال صرف کریں۔
[۲] یعنی اس وقت اتفاقاً میرے ہاتھ میں بہت سا مال تھا۔
[۳] (اس ترجمہ میں لفظ اِنْ شرطیہ قرار دیا گیا ہے ۱۲ قادری) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کلمہ اِنْ نافیہ ہو، یعنی میں ان سے کبھی سبقت نہیں لے جا سکا۔ آج سبقت لے جاؤں گا۔
[۴] یعنی آدھا مال آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دیا ہے اور آدھا گھر چھوڑ آیا ہوں۔
[۵] اس جگہ اشارہ ہے کہ فرض کیجیے کہ حضرت عمر فاروق کا آدھا مال حضرت ابوبکر صدیق کے تمام مال سے زیادہ ہو تو حضرت عمر فاروق پر ان کی فضیلت برقرار رہتی ہے کیونکہ انھوں نے تمام مال لا کر حاضر کر دیا۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَفْضَلُ الصَّدَقَۃِ جُھْدُ الْمُقِلِّ افضل صدقہ وہ ہے جو نادار آدمی اپنی محنت سے ادا کرے۔ واللہ اعلم۔
[۶] یعنی میں نے کچھ مال گھر میں نہیں چھوڑا۔ میرے اہل وعیال کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل، اس کی رزاقیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وامداد کافی ہے۔ اگر حضرت ابوبکر کا سارا مال حضرت عمر کے آدھے مال سے زیادہ تھا تو ان کی فضیلت میں کوئی شبہ نہیں اور اگر کم بھی تھا تو بھی تمام مال کا صرف کرنا افضل ہے۔
[۷] یعنی آج سبقت کا سبب اور موجب (یعنی مالِ فراواں) موجود تھا۔ اس کے باوجود میں سبقت نہیں لے جا سکا تو میں ان سے کبھی بھی سبقت نہیں لے جا سکوں گا۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَبَیْنَکُمَا مَا بَیْنَ کَلِمَتَیْکُمَا تمھارے درمیان فضیلت کا وہی فرق ہے جو تم دونوں کے قول میں ہے۔

۵۵۷۵ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ فَیَوْمَئِذٍ سُمِّیَ عَتِیْقًا
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے آزاد کیے ہوئے ہو جہنم کی آگ سے، اس دن سے آپ کا نام عتیق (آتش دوزخ سے آزاد) رکھا گیا[۱]
(ترمذی)

ل عتیق نام رکھنے کی کچھ اور وجوہ بھی بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ عتیق کا معنی حسن و جمال، بخشش، نجات اور آزادی بھی آتا ہے۔ اس حدیث میں تصریح ہے کہ عتیق کا معنی آگ سے آزاد کیا ہوا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ عتیق آپ کا وہ نام ہے جو آپ کی والدہ نے رکھا تھا۔ واللہ اعلم۔

۵۷۷۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِي اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ مَعِي ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَكَّةَ حَتّٰى اُحْشَرَ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم پہلی وہ شخصیت ہوں گے جن سے زمین کھلے گی[1] پھر ابوبکر اس کے بعد عمر[2] پھر ہم جنت البقیع والوں کے پاس آئیں گے تو انھیں ہمارے ساتھ اٹھایا جائے گا[3] پھر ہم اہلِ مکہ کا انتظار کریں گے۔ یہاں تک کہ ہمیں ان کے ساتھ حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ کے درمیان جمع کیا جائے گا[4] (ترمذی)

ل اس سے مراد قبرِ انور سے اٹھایا جانا ہے۔

۲ یہ دونوں حضرات حجرۂ مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

۳ اصل میں حشر کا معنی جمع کرنا ہے یعنی اہلِ بقیع قیامت کے دن ہمارے ساتھ جمع کیے جائیں گے۔ جنت البقیع میں دفن ہونے کی ایک فضیلت یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے انھیں جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوگا۔ یا اللہ ہمیں بھی یہ سعادت عطا فرما۔

۴ یا یہ مطلب ہے کہ ہمیں اہلِ حرمین کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

۵۷۷۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَاَرَانِيْ بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِيْ يَدْخُلُ مِنْهُ اُمَّتِيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَدِدْتُّ اَنِّيْ كُنْتُ مَعَكَ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس جبریل امین تشریف لائے انھوں نے ہمارا ہاتھ پکڑا اور[1] ہمیں جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے ہماری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری آرزو ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ میں بھی وہ دروازہ دیکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! ہماری امت میں سے سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہوگے[2] (ابوداؤد)

سلہ یا تو یہ شبِ معراج کا واقعہ ہے یا کسی دوسرے وقت کا جب آپ بہشت میں داخل ہوئے (یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ ہی میں پیش آیا ہو۔ قادری)

سلہ یعنی آپ جنت کے دروازے کے دیکھنے کی کیا آرزو کرتے ہیں آپ کے لیے تو اس سے بھی اعلیٰ اور افضل چیز ہے اور وہ ہمارے ساتھ بہشت میں داخل ہونا (اس حدیث سے واضح طور پر جنت کا مخلوق اور موجود ہونا ثابت ہے جیسے کہ اہلِ سنت وجماعت کا مسلک ہے۔ معتزلہ کے نزدیک قیامت کے بعد جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جائے گا۔ ۱۲ قادری۔

الفصل الثالث

۵۷۷۸ عَنْ عُمَرَ ذُكِرَ عِنْدَهٗ اَبُوْبَكْرٍ فَبَكٰى وَقَالَ وَدِدْتُ اَنَّ عَمَلِيْ كُلَّهٗ مِثْلُ عَمَلِهٖ يَوْمًا وَّاحِدًا مِّنْ اَيَّامِهٖ وَلَيْلَةً وَّاحِدَةً مِّنْ لَيَالِيْهِ اَمَّا لَيْلَتُهٗ فَلَيْلَةٌ سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَارِ فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهِ قَالَ وَاللّٰهِ لَاتَدْخُلُهٗ حَتّٰى اَدْخُلَ قَبْلَكَ فَاِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ اَصَابَنِيْ دُوْنَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهٗ وَوَجَدَ فِيْ جَانِبِهٖ ثُقْبًا فَشَقَّ اِزَارَهٗ وَسَدَّهَا بِهٖ وَبَقِيَ مِنْهَا اثْنَانِ فَاَلْقَمَهُمَا رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلْ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَاْسَهٗ فِيْ حِجْرِهٖ وَنَامَ فَلُدِغَ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ رِجْلِهٖ مِنَ الْجُحْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكْ مَخَافَةَ اَنْ يَّنْتَبِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوْعُهٗ عَلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

تیسری فصل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے سامنے حضرت ابوبکر کا ذکر کیا گیا تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے کہ میری آرزو ہے کہ میرے تمام اعمال ان کے ایک دن اور ایک رات کے عمل کی مثل ہوتے۔ ان کی رات سے وہ رات مراد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر غار کے پاس پہنچے تو عرض کرنے لگے اللہ کی قسم! آپ اس وقت تک اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ میں پہلے اس میں داخل نہ ہو جاؤں۔ اس میں اگر کوئی چیز[1] ہوئی تو وہ آپ کو نہیں بلکہ مجھے تکلیف پہنچائے گی چنانچہ غار میں داخل ہو کر اس میں جھاڑو دیا[2] اس کی ایک جانب کچھ سوراخ پائے[3] جنھیں انھوں نے اپنا تہبند پھاڑ کر بند کر دیا۔ دو سوراخ بچ گئے ان میں اپنے پاؤں داخل کر دیے[4] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ تشریف لے آئیں۔ آپ غار میں تشریف لے گئے اور اپنا سرِ اقدس ان کی آغوش میں[5] رکھ کر محو استراحت ہو گئے۔ سوراخ[6] سے ان کے پاؤں پر ڈنگ مارا گیا انھوں نے اس ڈر سے حرکت نہ کی

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ
يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ
وَاُمِّيْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهٗ ثُمَّ انْتَقَضَ
عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهٖ وَاَمَّا يَوْمُهٗ
فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ وَقَالُوْا لَا
نُؤَدِّيْ زَكٰوةً فَقَالَ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا
لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا خَلِيْفَةَ
رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَاَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِهِمْ فَقَالَ
لِيْ اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ
فِي الْاِسْلَامِ اِنَّهٗ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ
وَتَمَّ الدِّيْنُ اَيَنْقُصُ وَاَنَا حَيٌّ
(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو جائیں گے ان کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر گرے تو آپ نے فرمایا ابوبکر تمھیں کیا ہوا؟ عرض کیا میرے والدین آپ پر فدا ہوں مجھے ڈسا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ دہن لگایا[7] تو درد جاتا رہا پھر وہ زخم ہرا ہو گیا[8] اور وہی ان کی شہادت کا سبب بنا۔ رہا ان کا دن[9] تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی تو عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے اور انھوں نے کہا ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے[10] حضرت ابوبکر نے فرمایا: اگر وہ ایک رسی[11] بھی روک لیں گے تو میں ان سے رسی کی بنیاد پر جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ لوگوں کی دل جوئی کریں اور ان سے نرمی کریں۔ انھوں نے فرمایا کیا تم جاہلیت کے کام میں جابر و قاہر ہوتے ہو اور اسلام کے کاروبار میں کمزور[12]۔ وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین کامل ہو چکا ہے کیا میرے جیتے جی اس میں کمی کی جائے گی۔ (رزین)

[1] یعنی زمین کے کیڑے مکوڑے مثلاً سانپ اور بچھو وغیرہ۔

[2] کَسْحٌ کاف پہ زبر، سین ساکن اور بے نقطہ حاء، گھر میں جھاڑو دینا۔ مِکْسَحَۃٌ پہلے حرف کے نیچے زیر، جھاڑو۔

[3] تین نقطے والی ثاء پہ پیش، قاف پہ زبر جمع ہے ثُقْبَۃٌ کی۔ پہلے حرف پہ پیش دوسرا ساکن۔ اس کا معنی ہے سوراخ بل، جیسے غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔

[4] جیسے منہ میں لقمہ داخل کیا جاتا ہے۔

[5] حِجْرٌ، حاء کے نیچے زیر، اس پہ زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد جیم، اس کا معنی ہے آغوش

[6] جُحْرٌ جیم پہ پیش، اس کے بعد حاء اس کا معنی ہے سانپ اور بچھو وغیرہ کا سوراخ۔

[7] یعنی کاٹنے کی جگہ پر لعابِ دہن لگایا۔ تفلٌ کا معنی ہے تھوکنا۔ پہلا درجہ ہے بَزَقَ اور بَصَقَ اس سے کم ہے تَفَلَ، اس سے کم ہے نَفَثَ، اس سے بھی کم ہے نَفَخَ۔ جس کا معنی ہے پھونک مارنا

[8] نقض، پہلے نون، اس کے بعد قاف اور آخر میں نقطے والا ضاد، زخم کا درست ہو جانے کے بعد پھٹ جانا

یعنی جو زخم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن لگانے سے درست اور مندمل ہو گیا تھا وہ لوٹ آیا اور سانپ کا زہر بے اثر ہو جانے کے بعد پھر نمودار ہو گیا۔ غالباً اس میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شہادت میں سے حصہ مل جائے۔ جیسے کہ خیبر کی بکری کے زہر کے لوٹنے کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں بکری کا زہر آلود گوشت پیش کیا گیا۔ آپ نے ایک لقمہ لے کر ہاتھ اٹھا لیا اور فرمایا: بکری نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس میں زہر ہے، آپ کا معجزہ تھا کہ زہر نے اپنا اثر نہ دکھایا لیکن وہ سال بہ سال لوٹتا رہا۔ چنانچہ اسی زہر کے اثر سے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا ۱۲ قادری) راوی کے آئندہ قول میں اس طرف اشارہ ہے۔

۹؎ جس کے بارے میں حضرت عمر فاروق نے آرزو کی کہ میری تمام زندگی کے اعمال اس دن کے عمل کی مثل ہوں۔

۱۰؎ یا تو انھوں نے زکوٰۃ کے واجب ہونے ہی کا انکار کیا یا زکوٰۃ دینا ترک کیا۔ اس کی تحقیق کتاب الزکوٰۃ میں پیش کی جاچکی ہے۔

۱۱؎ وہ رسی جس کے ساتھ اونٹ کا پاؤں باندھا جاتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ اگر ایک سال کے اونٹ یا بکری کی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیں ــ عقال عین کے نیچے زیر کے ساتھ دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم پہلا معنی مشہور ہے۔ قاموس میں دوسرا معنی بیان کیا گیا ہے۔ صاحب قاموس نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالاً میں یہی معنی مراد ہے۔ ایک روایت میں عِقَاناً بھی آیا ہے جس کا معنی ہے بکری کا وہ بچہ جس کی عمر ایک سال سے کم ہو۔

۱۲؎ خَوَّارٌ نقطے والی خاء بہ زیر واؤ مشدد، یہ مشتق ہے خَوَرٌ سے جس کا معنی ہے کمزوری اور ناتوانی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروق پر انکار کیا اور اس معاملے میں ان کی سستی اور نامناسب نرمی اختیار کرنے بطور مبالغہ سختی کی۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا کمال اور دین میں قوی ہونے کی دلیل ہے۔ مروی ہے کہ اس موقف میں حضرت علی مرتضیٰ بھی حضرت عمر فاروق کے ساتھ شریک تھے۔ ۱؎

۱؎ حضرت علی مرتضیٰ اور تمام صحابہ عربوں کے معاملے میں حیران تھے اور کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعجاز رکھنے کے باوجود ان پر زبردست محنت فرمائی اب ہم ان سے کس طرح عہدہ برآ ہوں اور ہمارے پاس اتنی طاقت کہاں ہے انھوں نے چاہا کہ ان لوگوں کے ساتھ صلح کر لیں اور نرمی کا رویہ اختیار کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ بالآخر سب بامر مجبوری راضی ہو گئے یہاں تک کہ تمام مرتدین اسلام میں واپس آگئے اور تمام عرب ایک کلمہ توحید پر متفق ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے انھیں شام اور فارس کے جہاد کی ترغیب دی۔ پس تمام صحابہ بڑے شکر گزار ہوئے اور ان کی خلافت کو عظیم نعمت جانا۔ ۱۲ مولوی امیر علی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب

ان کے مناقب بہت ہیں، ان کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعے دین کو تقویت عطا فرمائی۔ ان کی سب سے ارفع اور اعلیٰ فضیلت یہ ہے کہ انھیں حق و صواب کا الہام کیا جاتا تھا اور ان کے دل میں حق ڈالا جاتا تھا اور ان کی رائے وحی اور قرآن پاک کے موافق تھی۔ ان کی رائے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ جیسے حضرت عمار بن یاسر کا شہید ہونا حضرت علی مرتضیٰ کی حقانیت کی دلیل ہے (حضرت عمار بن یاسر حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھے اور حضرت امیر معاویہ کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا تھا کہ تمھیں باغی گروہ قتل کرے گا ۱۲ قادری) ابن مردویہ حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ایک رائے دیتے تھے پھر اس کے مطابق قرآنِ پاک نازل ہو جاتا تھا۔ ابن عساکر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں عمر فاروق کی رائے موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسرے لوگ ایک رائے دیتے ہیں، عمر فاروق ایک دوسری رائے دیتے ہیں تو قرآنِ پاک عمر فاروق کی رائے کے مطابق نازل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بیان کیا اور فرمایا کہ علماء نے حضرت عمر فاروق کی بیس سے زیادہ امور میں موافقت کا ذکر کیا ہے۔ راقم الحروف (حضرت شیخ محقق) نے عربی شرح (لمعات) میں تمام آیات نقل کی ہیں اس جگہ مطالعہ کیا جائے۔

الفصل الاوّل

۵۷۶۹ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِّنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ اَحَدٌ فِیْ اُمَّتِیْ فَاِنَّهٗ عُمَرُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ تھے جنھیں الہام کیا جاتا تھا اگر ہماری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر بن[1] رضی اللہ عنہ (بخاری، مسلم)

[1] محدَّث، دال مشدد پر زبر، وہ جسے الہام کیا گیا گویا اسے پہلے بیان کیا جاتا ہے اور خبر دی جاتی ہے

پھر وہ گفتگو کرتا ہے ۔ اسی طرح نہایہ میں ہے ۔ مجمع البحار میں ہے : محدث وہ ہے جس کے دل میں یہ بات ڈالی جاتی ہے پھر وہ خبر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے قوتِ قدسیہ اور ایمانی فراست سے مخصوص فرمادیتا ہے ۔ بعض علماء نے فرمایا : محدّث وہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا گمان کرتا ہے تو وہ درست ہوتی ہے گویا اسے وہ بات بتادی گئی ہے ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ فرشتے اس سے گفتگو کرتے ہیں ۔ ایک روایت میں ہے محدثون کی جگہ مکلّمون آیا ہے لام مشدد کے ساتھ ۔

۲ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس امت میں محدث کے وجود میں شک اور تردد ہے ۔ کیونکہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے ۔ جب سابقہ امتوں میں قوت قدسیہ والے افراد موجود ہوں گے تو اس امت میں بطریقِ اولیٰ ہوں گے بلکہ تاکید اور تخصیص موجود ہے ۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی دوست ہے تو فلاں شخص ہے مطلب یہ ہے کہ وہ دوستی میں کامل ہے ۔

۵۷۸۰ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ نِسْوَةٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُکَلِّمْنَهٗ وَیَسْتَکْثِرْنَهٗ عَالِیَةً اَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ فَقَالَ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِیْ کُنَّ عِنْدِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ یَا عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِیْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیْهٍ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ

حضرت سعد بن ابی وقاص[۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت طلب کی ۔ آپ کے پاس قریش کی خواتین تھیں[۲] جو آپ سے گفتگو کر رہی تھیں ، جو نان و نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کر رہی تھیں ۔ ان کی آوازیں بلند تھیں ۔ جب حضرت عمر نے اجازت طلب کی تو وہ اٹھ کر جلدی سے پردے میں چلی گئیں ۔ حضرت عمر داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے[۳] انھوں نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ! اللہ تعالیٰ آپ کے مبارک دانتوں کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے[۴] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں ان خواتین سے تعجب ہے[۵] ۔ یہ ہمارے پاس حاضر تھیں جب تمھاری آواز سنی تو جلدی سے پردے میں چلی گئیں ۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا : اپنی جان کی دشمنو[۶] کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں[۷] ؟ انھوں نے کہا ہاں آپ دوسروں سے زیادہ سخت مزاج اور درشت خو ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے ابن الخطاب ! اور زیادہ

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ زَادَ الْبَرْقَانِيُّ بَعْدَ قَوْلِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَضْحَكَكَ

سختی کرو ؎۹۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں جان ہے کسی راستے میں چلتے ہوئے شیطان نے تم سے ملاقات نہیں کی مگر تمہارے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چل پڑا ؎۱۰ (صحیحین)

حمیدی نے فرمایا: برقانی ؎۱۱ نے یارسول اللہ! کے بعد یہ اضافہ کیا کہ آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟

؎۱ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں

؎۲ ان خواتین سے مراد ازواجِ مطہرات ہیں رضی اللہ عنہن

؎۳ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں عطا فرمایا کرتے تھے اس میں اضافے کا مطالبہ کر رہی تھیں۔

؎۴ ان خواتین کے اُٹھ جانے اور جلد پردے کے پیچھے چلے جانے کی بناء پر

؎۵ مطلب یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے پر تعجب کیا اور اس کا سبب دریافت کیا۔

؎۶ جو ہمارے پاس بلند آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔

؎۷ جو اپنے فائدے اور نقصان کو نہیں سمجھتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے ادب کا اہتمام نہ کر کے اپنے اوپر زیادتی کر رہی ہو۔

؎۸ ہیبت کا معنی ہے ڈرنا اور کسی کو بڑا جاننا۔ مَهَابَة کا معنی ہے خوف اور بزرگ جاننا، یہ خوف سے خاص ہے جیسے کہ بادشاہ کی ہیبت محسوس کی جاتی ہے اور چور سے خوف کھایا جاتا ہے۔

؎۹ دین اور کلمۂ حق کہنے میں اور سختی کرو ——— اِيْهٍ ہمزے کے نیچے زیر، یاء ساکن، آخر میں تنوین، بغیر تنوین کے بھی پڑھ سکتے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ مزید گفتگو کرو۔

؎۱۰ تمہارے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور تمہارے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ جیسے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان، عمر فاروق کے سائے سے بھاگتا ہے۔ فَجٌّ فاء پر زبر اور جیم مشدد۔ دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستہ، مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ راستہ کھلا ہے اور ہو سکتا ہے کہ شیطان راستے کے دوسرے کنارے سے گزر جائے لیکن تمہاری ہیبت اور خوف کی وجہ سے وہ اس راستے پر نہیں آسکتا (یعنی وہ تمہارے قریب سے بھی نہیں گزر سکتا) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس جگہ مطلق راستہ مراد ہو۔ (خواہ چھوٹا ہو یا بڑا)

؎۱۱ برقانی باء کے نیچے زیر یا اور اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، بعض نے پیش بھی بیان کیا ہے۔ ایک محدث کا نام ہے، خوارزم کے ایک گاؤں برقان کی طرف نسبت ہے۔

۵۷۸۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشَفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا هٰذَا بِلَالٌ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالُوا لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَغَارُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم جنت میں داخل ہوئے، اچانک ابوطلحہ کی بیوی رُمیصا[۱] سے ملاقات ہوئی اور ہم نے پاؤں کی آہٹ[۲] سنی۔ ہم نے کہا یہ کون ہے؟ حاضرین نے کہا یہ بلال ہیں[۳]۔ ہم نے ایک محل دیکھا اس کے صحن میں ایک جوان عورت ہے۔ ہم نے کہا یہ کس کا محل ہے؟ حاضرین نے کہا یہ عمر بن خطاب کا ہے۔ ہم نے ارادہ کیا کہ اس میں داخل ہو کر اسے دیکھیں، پس ہمیں تمہاری غیرت یاد آگئی۔ حضرت عمر نے کہا میرے والدین آپ پر فدا ہوں کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟[۴] (بخاری و مسلم)

[۱] رُمَیصَاء، راء پر پیش، میم پر زبر، یاء ساکن، اس کے بعد بے نقطہ صاد، آخر میں الف ممدودہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت انس بن مالک کی والدہ، پہلے مالک کے نکاح میں تھیں پھر حضرت ابوطلحہ کے نکاح میں آئیں (رضی اللہ عنہا)۔ انھیں غمیصاء بھی کہتے ہیں۔ رَمَص، پہلے دونوں حرفوں پر زبر، وہ سفید میل جو آنکھ کے کونے میں جمع ہو جاتی ہے۔ اگر بہنے والی ہو تو اسے غمص کہتے ہیں۔

[۲] خَشَفَۃ نقطے والی خاء اور شین دونوں پر زبر، شین کو ساکن بھی پڑھا گیا ہے۔ آخر میں فاء اس کا معنی ہے حرکت، آواز اور ہلکی آہٹ، صراح میں ہے خشفۃ حرکت کرنا۔ برف سے آواز کا آنا جو اس پر چلنے سے پیدا ہو۔

[۳] حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ کتاب الصلوٰۃ کے باب التطوع میں گزر چکا ہے۔

[۴] بعض روایات میں آیا ہے حضرت عمر فاروق نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے اور آپ ہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے۔

۵۷۸۲ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُونَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ وَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم نے خواب میں دیکھا کہ لوگ ہم پر پیش کیے جا رہے ہیں[۱] انھوں نے قمیصیں پہن رکھی ہیں، ان میں سے بعض پستانوں[۲] تک پہنچتی ہیں اور بعض اس سے کم ہیں[۳]۔ ہم پر عمر بن خطاب پیش کیے گئے انھوں نے ایسی

وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

قمیص پہن رکھی تھی جسے وہ گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر نکالی؟ فرمایا: دین ۵ (بخاری، مسلم)

۱ ہمیں دکھائے جا رہے ہیں اور ہمارے سامنے گزارے جا رہے ہیں۔

۲ ثدی تین نقطے والی ثاء پر زبر، دال ساکن، مرد اور عورت کے پستان، بعض نسخوں میں "ثُدِیّ" ہے ثاء پر پیش، دال کے نیچے زیر اور یاء مشدد، جمع ہے "ثَدْیٌ" کی جیسے "حُلِیّ" جمع ہے "حَلْیٌ" کی، حاء پر زبر لام ساکن۔

۳ یعنی بعض ان سے چھوٹی اور اونچی ہیں شارحین نے اس کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

۴ یعنی ان کا دین سب سے زیادہ دراز، کامل اور مکمل ہے۔ قمیص کی تعبیر دین سے اس لیے کی کہ دین پردے اور زیب و زینت کا سبب ہے۔

۵۷۴۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِيْ اَظْفَارِيْ ثُمَّ اَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس حالت میں کہ ہم سوئے ہوئے تھے ہمارے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا ۱ ہم نے نوش کیا یہاں تک کہ ہم نے اس کی تری اپنے ناخنوں میں نکلتے ہوئے دیکھی ۲ پھر ہم نے بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اس کی تعبیر کیا نکالی؟ فرمایا: علم ۳ (بخاری، مسلم)

۱ یعنی کسی (فرشتے) نے دودھ کا پیالہ لا کر پیش کیا۔

۲ دودھ کی زیادتی اور ہضم ہونے کی بناء پر، "رِیّ" راء کے نیچے زیر یاء مشدد، سیراب ہونا۔

۳ علماء فرماتے ہیں کہ اس جہان میں علم کی صورت مثالیہ دودھ ہے جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ دودھ پی رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ علم خالص اور نفع مند اسے ملے گا۔ علم اور دودھ میں کئی طرح کی مناسبتیں ہیں۔ جیسے کہ مخفی نہیں، کاتب الحروف (شیخ محقق قدس سرہ) نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ٹھنڈے اور میٹھے دودھ کا نیا گھڑا میرے سامنے رکھا ہے۔ میں نے وہ سارا پی لیا۔ والحمد للہ تعالیٰ۔

۵۷۴۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ضَعْفَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِيْ يَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ اس حال میں کہ ہم سو رہے تھے ہم نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں[1] پر دیکھا جس پر ڈول تھا۔ ہم نے اس کنوئیں سے اتنا پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا پھر وہ ڈول ابن ابی قحافہ[2] نے لے لیا۔ انھوں نے کنوئیں سے ایک یا دو ڈول نکالے[3] ان کے نکالنے میں کمزوری تھی[4] اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری کو معاف فرمائے پھر وہ بڑا ڈول بن گیا[5] اسے ابن الخطاب نے لے لیا ہم نے کوئی طاقت ور انسان[6] عمر کی طرح پانی نکالتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ لوگ باڑے[7] میں پہنچ گئے۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے پھر وہ ڈول عمر بن خطاب نے ابوبکر کے ہاتھ سے لے لیا تو وہ ان کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا[8] تو ہم نے کوئی طاقت ور شخص ان کی طرح کام کرتے ہوئے[9] نہیں دیکھا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے[10] اور باڑوں میں پہنچ گئے۔ (بخاری، مسلم)

[1] قلیب، قاف پر زبر، لام کے نیچے زیر، وہ کنواں جس پر منڈیر نہ بنائی گئی ہو۔ وہ کنواں جس کو پتھر اور اینٹ سے بنایا گیا ہو اسے طوی کہتے ہیں۔ شارحین فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب ملاحظہ فرمایا۔ نہ کہ طوی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اہلِ دین کی توجہ معانی مطلوبہ کی طرف ہوتی ہے شکر بنانے ہوئے ڈھانچوں کی طرف۔

[2] ابن ابی قحافہ، قاف پر پیش، اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابوقحافہ ان کے والد ماجد کی کنیت ہے، ان کا نام عثمان ہے اور وہ بھی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک حیات رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات ان کی حیات میں ہوئی رضی اللہ عنہما۔

[3] ایک یا دو ڈول نکالے۔ یہ راوی کا شک ہے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ دو ڈول نکالے۔ اس میں اشارہ ہے ان کی خلافت کا زمانہ کم ہونے کی طرف جو کہ دو سال اور چند ماہ ہے۔ ذنوب نقطے والے ذال پر زبر پانی سے بھرا ہوا بڑا ڈول۔

[4] اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرتبے کی کمی اور پستی نہیں ہے اور نہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ان پر فضیلت ثابت کی گئی ہے۔ بلکہ اس میں اشارہ ہے ان کی خلافت کی مدت کے کم ہونے اور حضرت عمر فاروق کی خلافت میں لوگوں کے زیادہ فیض یاب ہونے کی طرف۔ بعض علماء نے اس کی تفسیر کمزوری اور

ناتوانی کی بجائے نرمی اور مہربانی سے کی ہے ۔

۵؎ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوتاہی یا گناہ ثابت نہیں کیا گیا ۔ بلکہ یہ کلمہ عربوں کے عرف اور ان کی عادت کے مطابق بولا گیا ہے ۔ ان کا محاورہ ہے کہ فلاں شخص نے یہ کام کیا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے ۔

۶؎ غَرْبٌ نقطے والی غین پر زبر، راء ساکن ۔ بڑا ڈول جو گائے کے چمڑے سے تیار کیا جاتا ہے غَرَبٌ راء پر زبر ہو تو اس کا معنی ہے کنوئیں اور حوض کے درمیان بہنے والا پانی ۔

۷؎ اس میں اشارہ ہے فتوحات کی کثرت اور مسلم علاقے کی وسعت کی طرف جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حاصل ہوئی ۔

۸؎ عَبْقَرِیّ، بے نقطہ عین پر زبر، باء ساکن اور قاف پر زبر، ہر چیز کا کامل فرد، سردار اور قوم کا بزرگ اور قوم کا طاقت ور ترین آدمی ۔

۹؎ عَطَنٌ، پہلے دونوں حرفوں پر زبر، حوض اور پانی کے ارد گرد اونٹوں اور بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ، اس میں اشارہ ہے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہر بڑے اور ہر چھوٹے کے نفع حاصل کرنے کی طرف ۔

۱۰؎ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر یہ ہے کہ وہ ڈول حضرت عمر فاروق کے ہاتھ میں آنے سے پہلے بڑا ڈول بن گیا ۔

۱۱؎ فَرْیَہٗ، فاء پر زبر، راء ساکن اور یاء مخفف، راء کے نیچے زیر اور یاء کو مشدد (فَرِیَّہٗ) بھی پڑھ سکتے ہیں، خلیل نے یاء کے مشدد ہونے کا انکار کیا ہے، اس کا معنی ہے کاٹنا، موزے وغیرہ کے لیے چمڑے کے کاٹنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ اس سے مراد ہے کسی کام کا اچھی طرح کرنا ۔ صراح میں ہے فَرْیٌ موزے، توشہ دان اور اس جیسی چیز کا کاٹنا ۔ فَرَیْتُ الْاَدَمَ کا معنی ہے ۔ میں نے بطور اصلاح چمڑہ کاٹا ۔ اور اَفْرَیْتُ کا معنی ہے میں نے بگاڑنے کے لیے کاٹا ۔

۱۲؎ رَوِیَ، راء پر زبر، واؤ کے نیچے زیر

الفصل الثانی

۵۴۸۵ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ

دوسری فصل

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق رکھ دیا ہے اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ۔ ابوداؤد کی

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ یَقُوْلُ بِہٖ

روایت میں ہے حضرت ابوذر سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق رکھ دیا ہے۔ وہ حق کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں

۵۷۸۶ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ مَا کُنَّا نُبْعِدُ اَنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ۔ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اس بات کو بعید نہیں جانتے تھے کہ سکینہ عمر کی زبان پر بولتا ہے[1]۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔

[1] یعنی عمر فاروق ایسی چیز کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں کہ نفوس اس سے راحت حاصل کرتے ہیں اور دل مطمئن ہوتے ہیں اور یہ غیبی امر ہے جو ان کی زبان پر جاری کر دیا جاتا ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سکینہ سے مراد فرشتہ ہو جو انھیں حق کا الہام کرتا ہے اسی طرح توربشتی نے بیان کیا۔

۵۷۸۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ ابْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ظَاھِرًا (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوجہل ابن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو غالب بنا دے[1] پس عمر نے صبح کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے[2] اور سب کے سامنے نماز پڑھی[3]

[1] یعنی ان میں سے ایک کو مسلمان بنا دے تاکہ اس کے ذریعے اسلام کو قوت حاصل ہو۔

[2] ان کے اسلام لانے کا واقعہ عجیب ہے جو ان کے حالات میں مذکور ہے۔

[3] ان سے پہلے کوئی شخص برملا نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں پوشیدہ طور پر عبادت اور تبلیغ فرماتے تھے۔

۵۷۸۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِاَبِیْ بَکْرٍ یَا خَیْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَمَا اِنَّکَ اِنْ قُلْتَ ذَالِکَ فَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رَجُلٍ خَیْرٍ مِّنْ عُمَرَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوبکر صدیق کو کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانوں سے افضل! حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا سنو اگر آپ نے مجھے خیر الناس کہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عمر سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا[1] اس حدیث کو

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔

امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ افضل ہونے کی متعدد اور مختلف وجوہ ہیں، لہٰذا دونوں میں سے ہر ایک کے (انبیاء کرام کے بعد) تمام انسانوں سے افضل ہونے میں منافات نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کا افضل ہونا ثواب کی زیادتی کی بناء پر ہے، جیسے کہ علماء نے فیصلہ فرمایا ہے۔ اس گفتگو سے اکثر احادیث سے اشکال دور ہو جاتا ہے۔

۵۷۸۹ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بالفرض ہمارے بعد کوئی نبی ہوتا۱؎ تو عمر بن خطاب ہوتے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ اس انداز بیان کو بطور مبالغہ ناممکن کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ گویا چونکہ عمر محدَّث ہیں انھیں الہام کیا جاتا ہے اور فرشتہ ان کے دل میں حق القاء کرتا ہے اس لیے انھیں عالم وحی کے ساتھ مناسبت ہے۔

۵۷۹۰ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ إِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ صَالِحًا أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنَّى فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَأَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت بریدہ۱؎ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض غزوات میں تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام عورت آئی۲؎ کہنے لگی یارسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس لایا تو آپ کے سامنے دَف بجاؤں گی اور نغمہ سرائی کروں گی۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا کہ اگر تم نے نذر مانی تھی تو بجاؤ ورنہ نہ بجاؤ۔ وہ بجانے لگی وہ بجا رہی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق تشریف لے آئے پھر حضرت علی مرتضیٰ تشریف لائے تو وہ بجاتی رہی پھر حضرت عثمان غنی تشریف لائے اور وہ بجاتی رہی پھر حضرت عمر تشریف لائے تو اس نے وہ دف جسم کے نچلے حصے کے نیچے پھینکی اور اس کے اوپر بیٹھ گئی۴؎

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ اِنِّيْ كُنْتُ جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ اَنْتَ يَا عُمَرُ اَلْقَتِ الدُّفَّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے ہم بیٹھے ہوئے تھے اور یہ بجا رہی تھی ابوبکر آئے تو یہ بجاتی رہی، علی مرتضیٰ آئے تو یہ بجاتی رہی، پھر عثمان غنی آئے تو یہ بجاتی رہی۔ عمر! جب تم آئے تو اس نے دف کو پھینک دیا[۴] اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[۱] حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ کرام میں سے ہیں۔

[۲] وہ حبشن تھی یا اس کا رنگ سیاہ تھا۔

[۳] آپ کی تشریف آوری اور سلامتی پر خوشی کے طور پر۔ نَذَرْتُ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے عہد وپیمان باندھنا۔ دُفّ زیادہ فصیح یہ ہے کہ دال پر پیش پڑھیں، زبر بھی آئی ہے۔

[۴] اگر نذر نہیں مانی تھی تو نہ بجاؤ۔ یاد رہے کہ علماء کا دف کے بجانے میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے مطلقاً مباح قرار دیا ہے، بعض نے مطلقاً مکروہ فرمایا، بعض نے شادیوں اور عیدوں وغیرہ کے موقع پر اسے اور جائز گانوں کو مباح قرار دیا ہے۔ یہی صحیح اور مختار مذہب ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کے ساتھ گھنگھرو ہوں یا نہ، ان میں فرق ہے، پہلی صورت بالاتفاق مکروہ ہے۔

یہ حدیث دُف کے بجانے کے مباح ہونے کی دلیل ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نذر کے پورا کرنے کا حکم دیا اور نذر کا پورا کرنا واجب ہے، یہ طے ہے کہ نذر ایسی چیز کی ہوتی ہے جو اطاعت و قربت کی جنس سے ہو، یہ جمہور علماء کا مذہب ہے، احناف کے نزدیک اس کا مباح ہونا کافی ہے۔ ہمارے نزدیک نذر مباح کے واجب کرنے کا نام ہے۔ تاہم گناہ کی نذر بالاتفاق جائز نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے دف کا بجانا مباح بلکہ مستحب ہونا ثابت ہوا، جس صورت میں ہماری گفتگو ہے وہ اسی طرح ہے (یعنی مستحب ہے) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کی سلامتی پر خوشی کا اظہار کرنا قربت اور عبادت ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں کے گانے کی آواز کا سننا اگر فتنے سے خالی ہو (اور سفلی جذبات کو مشتعل کرنے کا باعث نہ ہو) تو مباح ہے۔ اسی طرح علماء نے فرمایا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے کا تذکرہ نہیں فرمایا، صرف اتنا فرمایا کہ اگر تم نے دف بجانے کی نذر مانی ہے تو بجا لو۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ گانے کا ذکر دُف کے تابع تھا۔ جب آپ نے دف کا حکم بیان فرما دیا تو گانے کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ گانا مباح ہے (بشرطیکہ فتنہ سے خالی ہو) شبہ اگر تھا تو دُف کے بجانے میں تھا اس لیے فرمایا کہ اگر تم نے اس کی بھی نذر مانی ہے تو اسے بھی پورا کر لو۔ فافہم۔

ے اور اسے پیچھے چھپالیا۔

لے اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً اس عورت کو دف بجانے کی اجازت کیوں دی؟ بلکہ اسے حکم کیوں دیا؟ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی آمد کے باوجود منع نہ فرمایا اور آخر میں اسے شیطان قرار دیا۔ شارحین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس عورت کا عقیدہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیروعافیت کے ساتھ واپس آنا اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جو شکر گزاری، مسرت وشادمانی کا باعث ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح دُف کا بجانا لہو ولعب نہ رہا بلکہ حقانیت کی صفت کے ساتھ موصوف ہو گیا، یوں ہی مکروہ نہ رہا بلکہ مستحب قرار پایا۔ لیکن یہ مقصد تو تھوڑی مقدار کے ساتھ پورا ہو گیا۔ جب اس نے حد سے تجاوز کیا (اور مسلسل بجاتی ہی رہی) تو دُف کا بجانا مکروہ کی حد میں داخل ہو گیا۔ اسی وقت حضرت عمر فاروق تشریف لے آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا، زیادہ بجانے اور ضرورت کے بغیر اس فعل کے کرنے کی ممانعت کی طرف اشارہ فرمایا۔ صراحۃً منع نہ فرمایا تاکہ حرام نہ قرار پائے۔

البتہ دو بچیاں جو خوشی کے دنوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دُف بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع نہ فرمایا اور ان کے لیے کوئی حد مقرر نہ فرمائی، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے قید وقت کی نہ تھی، یا اس لیے تھا کہ وہ عید کے دن تھے لہٰذا حالات مختلف ہوتے ہیں بعض حالات جاری رکھنے کا تقاضا کرتے ہیں اور بعض اس کا تقاضا نہیں کرتے۔ یہ تفصیل علامہ توریشتی نے بیان کی اور ان کے حوالے سے علامہ طیبی نے نقل کی۔

۵۷۹۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالَيْ فَانْظُرِيْ فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَيَّ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ اِلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ لِيْ اَمَا شَبِعْتِ اَمَا شَبِعْتِ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَا لِاَنْظُرَ مَنْزِلَتِيْ عِنْدَهٗ اِذْ طَلَعَ عُمَرُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے تو ہم نے ملی جلی آوازیں لے اور بچوں کی آوازیں سنیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی ہے اور بچے اس کے گرد جمع ہیں۔ فرمایا عائشہ! آؤ اور دیکھو، میں نے آکر اپنے دونوں جبڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ دیے اور اسے آپ کے کندھے اور سر مبارک کے درمیان سے دیکھنے لگی، آپ نے مجھے فرمایا کیا تم سیر نہیں ہوئیں؟ کیا تمہارا جی نہیں بھرا؟ میں کہتی رہی، میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آپ کی بارگاہ میں

فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلٰى شَيَاطِيْنِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ قَالَتْ فَرَجَعْتُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

میرا کتنا مرتبہ ہے[7]؟ اچانک عمر فاروق تشریف لے آئے تو لوگ چھٹ گئے[8]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جنوں اور انسانوں کے شیطانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ عمر سے بھاگ گئے ہیں۔ اُمّ المومنین فرماتی ہیں چنانچہ میں بھی واپس آگئی[9]۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن، صحیح، غریب ہے

١ لَغَطٌ لام اور نقطے والی غین کے ساتھ، دونوں پر زبر، آواز، شور، بچوں کی آواز

٢ زفن، زا، فاء اور نون کے ساتھ ۔ زمین پر پاؤں مارنا

٣ اور وہ بھی ناچ رہے ہیں

٤ تعالَ لام پر زبر

٥ لحیہ لام پر زبر، حاء ساکن، چہرے کی وہ ہڈی جہاں داڑھی پیدا ہوتی ہے، یعنی ٹھوڑی اور رخسار کی دونوں طرفیں

٦ دو دفعہ فرمایا

٧ یعنی مجھ سے کتنی محبت رکھتے ہیں اور میری خوشنودی کا کہاں تک خیال فرماتے ہیں؟

٨ ارفضّ، ضاد مشدد، بروزن احمرّ

٩ اور ان کا دیکھنا چھوڑ دیا۔ گویا حضرت عائشہ کا یہ قول اس اعتبار سے ہے کہ وہ لہو و لعب کی صورت تھی (اور وہ باقاعدہ ڈانس اور رقص نہ تھا) ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ملاحظہ فرماتے؟ اور حضرت عائشہ کو کس طرح دکھاتے؟ اس حدیث کی توجیہہ بھی گزشتہ حدیث کی طرح ہے۔

یاد رہے کہ حبشیوں کے کھیل کود کی حدیث صحیحین میں دوسری طرح بھی آئی ہے اور وہ یہ کہ حبشی مسجد میں نیزہ بازی کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نیزہ بازی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دکھائی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں منع کیا اور انہیں کنکر اٹھا کر مارنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر رہنے دو کہ آج عید کا دن ہے۔ یعنی عید کے دن کسی قدر لہو و لعب مباح ہے۔ نیز اس حدیث میں حبشی عورت اور بچوں کا ذکر ہے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے اجنبیوں کی طرف کس طرح دیکھا؟ اور اس کا جواب دیا جائے کہ وہ اس وقت کم عمر تھیں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد ان کی نیزہ بازی کو دیکھنا تھا نہ کہ ان کے چہروں کا ۱۲ قادری) ہو سکتا ہے کہ یہ الگ واقعہ ہو جسے امام ترمذی نے روایت کیا اور وہ دوسرا واقعہ ہو جسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ واللہ اعلم۔

الفصل الثالث

۵۷۹۲ عَنْ اَنَسٍ وَّ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلٰثٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِاتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی فَنَزَلَتْ وَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَدْخُلُ عَلٰی نِسَائِكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَھُنَّ یَحْتَجِبْنَ فَنَزَلَتْ اٰیَۃُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَآءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْغَیْرَۃِ فَقُلْتُ عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ فَنَزَلَتْ کَذٰلِكَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِاِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلٰثٍ فِیْ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ وَفِی الْحِجَابِ وَفِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

تیسری فصل

حضرت انس اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا میں نے تین باتوں میں اپنے رب سے موافقت کی (۱) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا اچھا ہوتا اگر ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیتے[۱] تو یہ آیت نازل ہوئی کہ تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو (۲) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک اور بدکار لوگ حاضر ہوتے ہیں[۲] کتنا اچھا ہوتا کہ آپ انھیں پردے کا حکم دیتے تو آیت حجاب نازل ہوئی[۳] (۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات غیرت میں اکٹھی ہوگئیں[۴] تو میں نے کہا: قریب ہے کہ اگر حضور تمھیں طلاق دے دیں تو آپ کا رب آپ کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرمادے تو اسی طرح آیت نازل ہوگئی[۵] حضرت ابن عمر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: میں نے تین باتوں میں اپنے رب سے موافقت کی (۱) مقام ابراہیم (۲) پردے کے بارے میں (۳) بدر کے قیدیوں کے بارے میں[۶]

(بخاری، مسلم)

[۱] یعنی ہم نماز کے لیے مقام ابراہیم میں کھڑے ہوتے ۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ہیں ۔ یہ پتھر بیت اللہ شریف کے سامنے ہوتا تھا (آج بھی سامنے ہے)

[۲] اور میں اسے آپ کی شان اور عظمت کے مناسب نہیں سمجھتا ۔

[۳] یہ پردہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر واجب تھا ۔ یہ اس ستر عورت کے علاوہ تھا جو تمام عورتوں پر واجب ہے اور اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے ۔ حجاب کا یہ معنی ہے کہ اگرچہ انھوں نے کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور وہ ان میں پوشیدہ ہوں، اس کے باوجود وہ مردوں کے سامنے نہ آئیں

یہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا خاصہ ہے۔

۵۴ شہد نوش فرمانے کے واقعہ میں، پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد اپنے اوپر حرام فرما دیا۔

۵۵ جو لفظوں میں بھی موافق تھی اور معنی میں بھی۔

۵۶ میرا مشورہ یہ تھا کہ انھیں قتل کر دیا جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کر دیا۔

سوال:۔ اس حدیث سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی موافقت تین یا چار چیزوں میں ثابت ہو رہی ہے، اس سے پہلے کہا گیا ہے کہ انھوں نے بیس یا اس سے زیادہ امور میں موافقت کی۔

جواب:۔ خاص طور پر تین (یا چار) چیزوں کا ذکر زائد امور کی نفی نہیں کرتا، ہو سکتا ہے کہ اس وقت موقع کی مناسبت سے تین چیزوں کا ذکر ہی موزوں ہو، اس لیے تین ہی کا ذکر کیا گیا۔

(اگرچہ واقع یہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مشورے کے مطابق آیات نازل فرمادیں۔ لیکن انھوں نے ازراہِ ادب یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور میں میرے ساتھ موافقت کی بلکہ یہ کہا کہ میں نے ان امور میں اپنے رب سے موافقت کی ۱۲ شرف قادری)

۵۷۹۳ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ فُضِّلَ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِاَرْبَعٍ بِذِكْرِ الْاُسَارٰى يَوْمَ بَدْرٍ اَمَرَ بِقَتْلِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ وَبِذِكْرِهِ الْحِجَابَ اَمَرَ نِسَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْتَجِبْنَ فَقَالَتْ لَهٗ زَيْنَبُ وَاِنَّكَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ فِيْ بُيُوْتِنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ وَبِدَعْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر چار امور میں فضیلت دی گئی (۱) بدر کے قیدیوں کے ذکر میں، آپ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی (جس کا ترجمہ ہے)، اگر اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا حکم پہلے سے نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے سلسلے میں عظیم عذاب لاحق ہوتا۔ (۲) انھوں نے پردے کا ذکر کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو پردے کا حکم دیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابن خطاب! آپ ہم پر حکم چلاتے ہیں حالانکہ وحی ہمارے گھروں میں نازل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی اے مسلمانو! جب تم ان مقدس خواتین سے کوئی سامان طلب کرو تو ان سے پردے کے پیچھے سے

اَیِّدِ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ وَبِرَأْیِہٖ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَ اَوَّلَ نَاسٍ بَایَعَہٗ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

طلب کرو (۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! اسلام کو عمر کے اسلام سے تقویت عطا فرما (۴) حضرت عمر نے مشورہ دیا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت کی جائے اور سب سے پہلے حضرت عمر نے ان کی بیعت کی۔ (امام احمد)

لے یہ پورا واقعہ اس آیت کی تفسیر میں سورۃ انفال میں بیان کیا گیا ہے۔
لے جو کہ امہات المومنین میں سے ہیں۔

۵۶۹۴/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاکَ الرَّجُلُ اَرْفَعُ اُمَّتِیْ دَرَجَۃً فِی الْجَنَّۃِ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ وَاللّٰہِ مَا کُنَّا نَرٰی ذَاکَ الرَّجُلَ اِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَتّٰی مَضٰی بِسَبِیْلِہٖ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں مرتبے کے اعتبار سے ہماری امت کا بلند ترین فرد ہے[1]۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہم یہی گمان کرتے تھے کہ وہ شخص عمر بن خطاب ہی ہیں[2]، یہاں تک کہ وہ اپنے راستے پر روانہ ہو گئے[3]۔ (ابن ماجہ)

لے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح مبہم طور پر ذکر فرمایا اور معین نہیں فرمایا کہ وہ کون سا شخص ہے مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرام جدوجہد اور کوشش کریں کہ اس مرتبے کو پالیں اور وہ مرتبہ مداومت ہی سے حاصل ہو گا نیز طاعتوں، عبادتوں اور اخلاق و کمالات سے موصوف ہو کر ہی حاصل کیا جا سکے گا، یا کسی صحابی کا ذکر ہوا ہو گا جو ان صفات سے موصوف ہو گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ جو شخص ان صفات سے موصوف ہو گا اس کا مرتبہ بلند ترین ہو گا۔ بہر صورت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنا تاثر بیان فرما دیا جیسے کہ آگے آرہا ہے۔

لے اس لیے کہ ہم ان کی نیکیوں اور بھلائیوں کے چشم دید گواہ تھے۔ یہ ان کی شان اور رفعتِ مرتبہ کے بیان میں مبالغہ ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان صفات اور کمالات میں سب سے یقینی اور قطعی طور پر افضل ہوں۔ لہٰذا ان کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا بھی لازم نہیں آئے گا۔ شارحین نے اسی طرح اس حدیث کا مطلب بیان کیا ہے

لے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ وفات پا گئے اور عمر بھر اسی حال پر رہے۔ رضی اللہ عنہ۔

۵۶۹۵/۱۷ وَعَنْ اَسْلَمَ قَالَ سَأَلَنِیْ ابْنُ عُمَرَ بَعْضَ شَأْنِہٖ یَعْنِیْ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُہٗ

حضرت اسلم[1] سے روایت ہے کہ مجھ سے ابن عمر نے حضرت عمر کے کچھ حالات دریافت کیے، میں نے

فَقَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حِیْنَ قُبِضَ کَانَ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰی اِنْتَھٰی مِنْ عُمَرَ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

انھیں بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کسی شخص کو زیادہ کوشش کرنے والا اور زیادہ نیک حضرت عمر سے بڑھ کر نہیں پایا۔ یہاں تک کہ وہ انتہا کو پہنچے [۱] (بخاری)

[۱] اسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور تابعین میں سے تھے۔ حضرت ابو رافع صحابی کا نام بھی اسلم ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ اور زید بن اسلم کے والد حضرت اسلم مراد ہیں۔

[۲] شارحین فرماتے ہیں کہ یہ بیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے پر محمول ہے۔ تاکہ حضرت ابوبکر صدیق اس عموم سے خارج ہو جائیں۔

۵۷۹۶ / ۱۸ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ یَاْلَمُ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ وَکَاَنَّہٗ یُجَزِّعُہٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا کُلُّ ذَالِکَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ ثُمَّ فَارَقَکَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَابَکْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ ثُمَّ فَارَقَکَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَھُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَھُمْ لَتُفَارِقَنَّھُمْ وَھُمْ عَنْکَ رَاضُوْنَ قَالَ اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِضَاہُ فَاِنَّمَا ذَالِکَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰہِ مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ وَاَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَرِضَاہُ فَاِنَّمَا

حضرت مسور بن مخرمہ [۳] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخمی کیے گئے تو وہ درد و غم کا اظہار کرنے لگے [۴] ابن عباس نے گویا انھیں تسلی دیتے ہوئے کہا امیر المؤمنین! یہ سب رنج و غم کا اظہار نہیں کرنا چاہیے [۵]۔ بے شک تحقیق آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے اور آپ نے صحبت خوب نبھائی [۶] پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے (ظاہری طور پر) اس حال میں جدا ہوئے کہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ حضرت ابوبکر صدیق کے مصاحب رہے اور حق رفاقت خوب ادا کیا پھر وہ آپ سے اس حال میں جدا ہوئے کہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ مسلمانوں کے مصاحب (اور امیر) رہے اور ان کی صحبت کا حق ادا کیا۔ اگر آپ ان سے جدا ہو گئے تو آپ ان سے اس حال میں جدا ہوں گے کہ وہ آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمر نے فرمایا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی خوشنودی کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا

ذٰلِكَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَیَّ وَاَمَّا مَا تَرٰی مِنْ جَزَعِیْ فَهُوَ مِنْ اَجْلِكَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ لِیْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَهَبًا لَا فْتَدَیْتُ بِهٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اَرَاهُ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اسی طرح آپ نے جو حضرت ابوبکر کی صحبت اور ان کی رضا کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے رہی میری پریشانی جو آپ دیکھ رہے ہیں تو وہ آپ کے لیے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ہے[۸]۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین کے بھرنے کی مقدار[۹] سونا ہو تو میں اللہ تعالیٰ کا عذاب[۱۰] دیکھنے سے پہلے اس کے عذاب کا فدیہ دے دوں (بخاری)

[۱] مسور، میم کے نیچے زیر اور بے نقطہ سین ساکن ابن مخرمہ میم پر زبر نقطے والی خاء ساکن قریشی زہری حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے اور کم عمر صحابی ہیں۔ ہجرت کے دو سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے سن آٹھ ہجری میں مدینہ طیبہ لائے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے اور آپ کے ارشادات کو یاد رکھا۔

[۲] (مولوی امیر علی نے اشعۃ اللمعات کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ترجمہ کی عبارت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پریشانی زخم کی وجہ سے تھی۔ حالانکہ یہ وہم ہے بلکہ ان کی پریشانی آخرت کے خوف کی وجہ سے تھی۔ اس لیے ابن عباس نے انھیں تسلی دی۔ حاشیہ۔ حالانکہ اس حدیث شریف کے آخر میں وضاحت موجود ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پریشانی مسلمانوں کے لیے تھی اور آخرت کیلیے بھی۔ پوری حدیث شریف کے پڑھنے کے بعد کوئی وہم باقی نہیں رہتا ۱۲ قادری)

[۳] یُجَزِّعُهٗ باء پر پیش اور زاء مشددہ کے نیچے زیر۔ گویا ابن عباس حضرت فاروق اعظم کی طرف بے قراری کی نسبت کر رہے سمجھے یا یہ معنی ہے کہ ان کی بے قراری کو دور کر رہے تھے۔

[۴] اور اس میں مبالغہ نہیں کرنا چاہیے۔

[۵] بارگاہ رسالت کے حقوق اور آداب ملحوظ رکھے۔

[۸] یعنی یہ بے قراری مسلمانوں کے غم کی وجہ سے ہے کہ ان کا حال کیا ہوگا؟ اور وہ کیا کریں گے؟ (کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فتنوں کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھے ۱۲ اشرف قادری)

[۹] طِلَاعْ بے نقطہ طاء کے نیچے زیر، ہر چیز کے بھرنے کی مقدار

[۱۰] ظاہر یہ ہے کہ اَرَاهُ کی ضمیر عذاب کی طرف راجع ہے۔ فِدْیَہ فاء کے نیچے زیر، سر کی قیمت، اس کے علاوہ رحلت کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیتیں اور آپ کے ارشادات بہت سے ہیں جو صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں۔

⁂ ⁂ ⁂

مناقبِ ابوبکر صدّیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما

چونکہ بعض احادیث میں حضرات شیخین (ابوبکر صدیق اور عمر فاروق) رضی اللہ عنہما کا ایک ساتھ ذکر واقع ہوا ہے ۔ اسلیے حضرت مؤلف نے ان احادیث کا ذکر کرنے کے لیے ایک باب قائم کیا ہے ۔ اکثر حالات میں ان دونوں حضرات کا ذکر ایک ساتھ واقع ہوا ہے ، کیونکہ یہ دونوں حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ، وقتاً فوقتاً بارگاہِ اقدس کے حاضر باش ، مقرب تھے اور مختلف امور میں ان سے مشورہ لیا جاتا اور ان پر اعتماد کیا جاتا تھا ، تمام اوقات اور احوال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے ۔

الفصل الاوّل

۵۶۹۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَسُوْقُ بَقَرَةً اِذْ اَعْیٰی فَرَکِبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا لِحِرَاثَةِ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَکَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ وَقَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ فِیْ غَنَمٍ لَهٗ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰی شَاةٍ مِّنْهَا فَاَخَذَهَا فَاَدْرَکَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ فَمَنْ لَّهَا یَوْمَ السَّبُعِ یَوْمَ لَا رَاعِیَ لَهَا غَیْرِیْ فَقَالَ النَّاسُ

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس حال میں کہ ایک شخص گائے کو چلا رہا تھا اچانک وہ تھک گیا اور اس پر سوار ہو گیا ۔ گائے نے کہا : ہمیں اس لیے پیدا نہیں کیا گیا ۔ ہمیں تو صرف زمین کی کاشت کاری کے لیے پیدا کیا گیا ہے [1] لوگوں نے کہا سبحان اللہ [1] گائے کلام کرتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہم اس پر [2] ایمان لاتے ہیں اور ابوبکر و عمر حالانکہ وہ دونوں اس جگہ حاضر نہیں تھے [3] حضرت ابوہریرہ نے فرمایا [4] : ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ اچانک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا اور اسے پکڑ لیا بکری کے مالک نے اسے پکڑ لیا اور چھڑا لیا ۔ بھیڑیے نے اسے کہا : اس کا نگہبان کون ہوگا ؟ درندوں کے دن جب کہ میرے سوا ان کا کوئی چرانے والا نہ ہوگا [5]

سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ أُؤْمِنُ بِهٖ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لوگوں نے کہا سبحان اللہ! بھیڑیا کلام کرتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ابوبکر و عمر، حالانکہ وہ اس جگہ حاضر نہ تھے (بخاری، مسلم)

لہ اس سے معلوم ہوا کہ گائے پر سوار ہونا اور اس پر بوجھ لادنا ناپسندیدہ ہے۔ شیخ ابن حجر نے فرمایا اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ چار پایوں کو صرف اس کام میں استعمال کیا جائے گا جس میں اسے عرف اور عادت کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اولیٰ اور افضل کی طرف راہنمائی ہو یعنی انکی پیدائش کے اہم مقصد کے لیے انھیں استعمال کیا جائے۔ ورنہ حقیقی حصر مراد نہیں ہے کہ انھیں صرف کاشتکاری کے لیے استعمال کیا جائے۔ کیونکہ جن فوائد کے لیے انھیں پیدا کیا گیا ہے ان میں بالاتفاق ذبح کرنا اور ان کا گوشت کھانا بھی ہے۔

ٹہ بطور تعجب کہا

سہ یعنی گائے کے کلام کرنے پر کہ یہ حق ہے اور از قبیل وہم وخیال نہیں ہے نہ ہی یہ شیطانی القاء ہے یا یہ مطلب ہے کہ گائے کا یہ کہنا برحق ہے کہ انھیں صرف کاشتکاری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

کہ خصوصی طور پر ان کے ذکر میں اشارہ ہے۔ ان کے ایمان کے قوی اور کامل ہونے کی طرف۔

سوال:۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اس بات کا علم نہ تھا نہ ہی انھوں نے یہ بات سنی۔ اسی طرح ان سے اس بات پر ایمان صادر نہیں ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح فرمایا کہ اس پر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ایمان لاتے ہیں۔

جواب:۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایسا امر ہے کہ اگر وہ اس پر مطلع ہو جائیں تو اس پہ ایمان لائیں گے اس کی تصدیق کریں گے اور اس میں شک یا تردد روا نہیں رکھیں گے۔

شہ (زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کے بعد دوسرا واقعہ بیان فرمایا ۱۲ مولوی امیر علی)

سہ یعنی بکریوں کی جنس کا کون رکھوالا ہوگا؟ درندوں کے دن جب کہ میرے سوا ان کا کوئی چرانے نہیں ہوگا۔ یوم السبع میں دو روایتیں ہیں (۱) باء ساکن ہے (۲) باء پر پیش ہے۔ اس کا مطلب بیان کرنے میں متعدد اقوال ہیں اگر باء ساکن ہے تو اس کا مطلب فتنوں کا دن ہے جب لوگ ایک دوسرے سے جنگ میں معروف ہوں گے اور بکریوں کو بغیر کسی محافظ کے چھوڑ دیں گے۔ "سَبْعٌ" اور "سَبَائِعٌ" کا معنی چھوڑ دینا اور واگزار کر دینا ہے "سَبُعٌ" کا معنی مہمل اور بے کار آیا ہے جب انھیں چرواہے کے بغیر چھوڑ دیا جائے گا تو بھیڑیئے ان کے نگہبان ہوں گے تو یہ بھیڑیئے کی طرف سے آنے والے فتنوں اور مصیبتوں کی طرف

اشارہ ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یوم السبع باء ساکن کے ساتھ دورِ جاہلیت کی عید کا نام ہے جس میں لوگ میلہ منانے کے لیے جمع ہوتے تھے۔ یہ میلہ انھیں ہر کام سے روک دیتا تھا۔ مویشیوں کو کھلا چھوڑ دیتے تھے تو انھیں بھیڑیئے کھا جاتے تھے۔ گویا بھیڑیئے نے ماضی کی خبر دی کہ اس دن بھیڑیئے بکریوں کے رکھوالے ہوتے تھے تم آج ان کی رکھوالی کروگے یا عید کے دن بھی دیکھ بھال کروگے جو ہر سال آتا رہے گا اور ان کی رکھوالی بھیڑیئے کریں گے اور اگر باء پر پیش ہو (یوم السَّبُع) تو اس کا معنی درندہ ہے۔ اس وقت بھی ان ہی معانی کا احتمال ہے اور اسے ان کی طرف راجع کیا جا سکتا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ باء پر پیش ہو تو بھی اس کا معنی عید کا دن ہے۔ مشارق میں ہے کہ بعض شارحین نے کہا کہ یہ یوم السیع یاء کے ساتھ ہے جس کا معنی ضائع ہونا ہے۔ سیع کا معنی ضائع ہے۔

۵۷۹۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ[۲] فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰی مَنْكِبِیْ یَقُوْلُ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ لِاَنِّیْ كَثِیْرًا مَّا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ كُنْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک جماعت میں کھڑا تھا[۱] انھوں نے حضرت عمر کے لیے دعا کی ان کا جسدِ اطہر تخت پر رکھا ہوا تھا[۲] اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر اپنی کہنی رکھی اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر[۳] رحم فرمائے۔ بے شک مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دو صاحبوں[۴] کی معیت عطا فرمائے گا کیونکہ میں بہت دفعہ سنتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ہم تھے اور ابوبکر و عمر، ہم نے اور ابوبکر و عمر نے یہ کام کیا، ہم اور ابوبکر و عمر چلے، ہم اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، ہم اور ابوبکر و عمر نکلے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱ یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن۔
۲ شہادت کے بعد غسل دینے کے لیے۔
۳ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے۔
۴ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، معیت سے مراد یہ ہے کہ حجرۂ مبارکہ میں آپ کا مزار مبارک ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ حظیرہ قدس (عالمِ ارواح) میں آپ کو معیت حاصل ہوگی۔

ھ۵ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انھیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: آپ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں میری آرزو ہو کہ میں اس جیسے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں یعنی میری تمنا ہے کہ میں آپ جیسے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں ۱۲ (حاشیہ)

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۷۹۹ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ لَیَتَرَاءَوْنَ اَھْلَ عِلِّیِّیْنَ کَمَا تَرَوْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ فِیْ اُفُقِ السَّمَاءِ وَاِنَّ اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ مِنْھُمْ وَاَنْعَمَا رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَرَوٰی نَحْوَہٗ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت والے علیین[۱] والوں کو دیکھتے ہیں جس طرح تم نہایت روشن ستارے کو آسمان کے کنارے[۲] پر دیکھتے ہو اور ابوبکر و عمر بھی علیین والوں میں سے ہیں اور یہ دونوں بہت فضیلت والوں میں سے ہیں[۳]۔ اس حدیث کو شرح السنہ میں روایت کیا۔ اسی طرح ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

ے۱ علیین۔ عین اور لام کے نیچے زیر۔ پہلی یاء مشدد (لام بھی مشدد) دوسری یاء ساکن۔ قاموس میں ہے کہ علیین ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جہاں مومنوں کی روحیں جاتی ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ محافظ فرشتوں کے دفتر کا نام ہے جہاں نیکوں کے اعمال لے جائے جاتے ہیں۔ اس لفظ کی مزید تحقیق (عربی) شرح میں کی گئی ہے۔

ے۲ کنارے پر ستارہ زیادہ روشن دکھائی دیتا ہے۔ دُرِّیٌّ دال پر پیش، راء مشدد کے نیچے زیر اور آخر میں یاء نسبت، یہ نسبت ہے دُر کی طرف، جس کا معنی ہے مروارید (موتی) روشنی اور صفائی کے اعتبار سے نسبت ہے۔

ے۳ یعنی یہ دونوں فضیلت و شرافت کی نعمت میں بلند مرتبہ ہیں یا یہ مطلب ہے کہ یہ علیین والوں میں بلند مرتبہ ہیں اور فضیلت و شرافت میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

۵۸۰۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر انبیاء اور رسولوں کے علاوہ اولین اور آخرین کے معمر[۱] لوگوں کے سردار ہیں اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا۔ ابن ماجہ نے اسے حضرت علی مرتضیٰ

ابنُ مَاجَۃَ عَنْ عَلِیٍّ) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ۔

لہ کُھُوْل، جمع ہے کَھْلْ کی ۔ کاف پر زبر ہاء ساکن ۔ وہ شخص جسے بڑھاپا لاحق ہوگیا ہو یادہ شخص جس کی عمر تیس یا چونتیس اور اکاون سال کے درمیان ہو اسی طرح قاموس میں ہے صراح میں ہے ۔ کہل درمیانی عمر کا مرد ۔ اکتہال چہرے کے دونوں طرف بال پیدا ہوجائیں اور پوری داڑھی اتر آئے ۔ ان حضرات کہولت سے ان کی دنیاوی زندگی کے اعتبار سے موصوف کیا گیا ۔ ورنہ کوئی بھی معمر نہیں ہوگا پس معنی یہ ہے کہ ان لوگوں کے سردار ہیں جو وفات کے وقت معمر ہیں ۔ جیسے بوڑھوں کے سردار ہوں گے ۔ اسی طرح جوانوں کے بھی سردار ہوں گے بعض علماء نے کہا ہے کہ اس جگہ کہل سے مراد عقل مند اور صاحب حلم ہے یعنی اللہ تعالیٰ انھیں اس حال میں بہشت میں لائے گا کہ یہ حلیم اور عاقل ہوں گے ۔

۵۰۰۱ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت حذیفہ لہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم (اپنے اندازے سے) نہیں جانتے کہ ہمارا تمھارے درمیان باقی رہنا کب تک ہے؟ لہٰذا تم ان دو افراد کی اقتداء کرو جو ہمارے بعد ہیں ۲ یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما (ترمذی)

لہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان ہیں ۔
۲ اور ہمارے خلیفہ ہوں گے ۔

۵۰۰۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ لَمْ یَرْفَعْ اَحَدٌ رَاْسَہٗ غَیْرَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ کَانَا یَتَبَسَّمَانِ اِلَیْہِ وَیَتَبَسَّمُ اِلَیْھِمَا ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تو کوئی صحابی سوائے ابوبکر و عمر کے سر نہیں اٹھاتا تھا یہ دونوں حضرات آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے لہ یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ۔

لہ یہ محبت کی خصوصیت ہے اور اہل محبت کی عادت ہے کہ جب ایک دوسرے پر نظر پڑے ، تو بے اختیار مسکراتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ۔

۵۰۰۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ یَوْمٍ وَّدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ اَحَدُھُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ نبوت سے تشریف لائے اور اس حال میں مسجد میں داخل ہوئے

عَنْ يَمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَهُوَ اٰخِذٌ بِاَيْدِيْهِمَا فَقَالَ هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

کہ آپ کی دائیں جانب ابوبکر تھے اور بائیں جانب عمر فاروق تھے۔ آپ نے ان دونوں کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور فرمایا اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے[1] یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور فرمایا، یہ حدیث غریب ہے۔

[1] (آج سے دس سال پہلے عظیم آباد شہر میں ایک رافضی کے ایک سُنی کے ساتھ تعلقات تھے سُنی نے حج کے لیے جانے کا ارادہ کیا تو الوداعی ملاقات میں رافضی نے کہا کہ میری ایک آرزو ہے جسے میں زبان پر نہیں لاسکتا۔ سُنی نے کہا بیان کرو۔ اس نے پھر کہا میری ایک آرزو ہے جسے میں بیان نہیں کرسکتا سنی نے کہا بتاؤ تو سہی۔ اس نے کہا اگر میرے ساتھ وعدہ کرو کہ میرا پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادو گے تو میں بیان کرتا ہوں۔ آخر عہد و پیمان لے کر کہنے لگا: زیارت کے وقت عرض کرنا یا حضرت مجھے بڑا شوق ہے لیکن اس لیے نہیں آسکتا کہ میرے دو دشمن آپ کے پاس مدفون ہیں۔ سُنی کو یہ سن کر صدمہ پہنچا اور اس نے پیغام پہنچانے سے معذرت کی۔ رافضی نے کہا تم تو پیغام رساں ہو اپنی طرف سے تو یہ الفاظ نہیں کہو گے۔

سُنی جب زیارت سے فارغ ہوا تو اسے رافضی کا پیغام یاد آگیا لیکن اسے عرض کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ آخر واپسی کا دن آپہنچا۔ اس رات سُنی نے وعدہ پورا کرنے کے لیے آدھی رات کے وقت دربارِ عالی میں حاضری دی اور سلام کے بعد معذرت پیش کرتے ہوئے رافضی کا پیغام عرض کردیا۔ اس پہ شدید خوف طاری ہوگیا۔ معذرت پیش کرتے اور روتے روتے وہیں بے ہوش ہوکر گر گیا۔ اسی حالت میں دیکھتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ آپ کی دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق ہیں انھوں نے قرآنِ پاک گردن میں حمائل کیا ہوا ہے۔ بائیں جانب حضرت عمر فاروق ہیں انھوں نے گردن میں تلوار حمائل کی ہوئی ہے۔ سنی نے دیکھا کہ وہ بھی اسی جگہ حاضر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ اس شخص نے تمھیں پیغام دیا تھا؟ سُنی نے دیکھا کہ وہ رافضی بھی دُور بیٹھا ہوا ہے۔ سنی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں یہ پیغام پہنچاؤں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو اشارہ فرمایا انھوں نے تلوار کھینچی اور اس کا سر اڑادیا۔ اس کا سر لڑھکتا ہوا گندگی کی نالی میں جا پڑا۔

سنی کو ہوش آیا تو کانپتا ہوا اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ واپسی پر جب عظیم آباد پہنچا تو اس نے اپنا خواب مولوی خدا بخش کو بیان کیا۔ دو تین دن کے بعد کچھ فاصلہ طے کرکے اس رافضی کے گھر گیا۔ اس کی بیوی اور بچوں نے روتے ہوئے بیان کیا کہ تمھارا وہ دوست فلاں رات کو قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء (لیٹرین) میں گیا تھا شاید کسی دشمن نے پرنالے کے ذریعے آکر اس کا سر تن سے جدا کردیا اور نجاست کے گڑھے میں ڈال دیا اور دھڑ

پاؤں کی جگہ ڈال دیا۔ صبح ہوئی تو یہ معاملہ سامنے آیا، اس وقت تک ہمیں کوئی نشان نہیں مل سکا کہ قاتل کون ہے؟ یہ وہی رات تھی کہ سُنی حاجی نے بے ہوشی میں یہ واقعہ دیکھا تھا اسے اس شدت سے رونا آیا کہ وہ ضبط نہ کر سکا گھر والوں کا خیال یہ تھا کہ یہ رافضی ہے اور اپنے دوست کی محبت میں رو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے عظمت اور کبریائی ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ۱۲ مولوی امیر علی محشی اشعۃ اللمعات)

۵۸۰۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ فَقَالَ هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ مُرْسَلًا)

حضرت عبداللہ ابن حنطب[۱] سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر کو دیکھا تو فرمایا یہ دونوں دیکھنے اور سننے کے مرتبے میں ہیں[۲]۔ اسے امام ترمذی نے مرسلاً روایت کیا۔

[۱] عبداللہ ابن حنطب بے نقطہ حاء اور طاء پر زبر، درمیان میں نون ساکن۔ صاحب جامع الاصول نے ان کا ذکر صحابہ کرام میں کیا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ صحابی نہیں ہیں بلکہ تابعی ہیں اور بڑے تابعی ہیں۔ امام ترمذی کے نزدیک یہی مختار ہے۔

[۲] یعنی مسلمانوں میں ان کی حیثیت نفاست کی فضیلت کے اعتبار سے وہ ہے جو جسم میں دوسرے اعضاء کی نسبت سے کان اور آنکھ کی ہے۔ اسی معنی کے قریب وہ مطلب ہے جو بعض شارحین نے بیان کیا ہے کہ دین میں ان کی مثال وہ ہے جو جسم میں کان اور آنکھ کی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے لیے کان اور آنکھ کی حیثیت رکھتے ہیں، ہم ان کے ذریعے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ یہ مطلب وزارت اور وکالت کی طرف راجع ہے۔ ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں حق کے سننے، اس کی پیروی کرنے اور نفوس و آفاق سے ماوراء حق کا مشاہدہ کرنے کا سخت شوق رکھتے ہیں۔

۵۸۰۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ وَوَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ فَجِبْرَئِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر[۱] آسمان والوں میں سے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے۔ آسمان والوں میں سے ہمارے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے ہمارے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں[۲]۔ (ترمذی)

[۱] دو وزیر آسمان کے فرشتوں میں سے ہیں جو عالم ملکوت سے ان کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔

[۲] دو وزیر زمین والوں میں سے ان کے دوست ہیں جو عالم ناسوت (عالم اجسام) میں ان کی خدمت اور امداد کرتے ہیں۔

سے وزیر مشتق ہے وِزْرٌ سے واؤ کے نیچے زیر، راء ساکن، جس کا معنی ہے بوجھ، وزیر بادشاہ کی جگہ حکومت کی مشکلات کا بوجھ اٹھاتا ہے اور اپنی رائے اور تدبیر سے اس کی امداد کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے اہم امور میں مشورہ کرتے تھے اور ان کی تدبیر کے مطابق کام کرتے تھے۔

۵۰۰۶ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ كَاَنَّ مِيْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْبَكْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْبَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيْزَانُ فَاسْتَآءَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ فَسَآءَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِى اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَآءُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابوبکرہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک ترازو اُترا ہے آپ کا اور ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ کا پلڑا بھاری رہا۔ ابوبکر اور عمر کا وزن کیا گیا تو ابوبکر کا پلڑا بھاری رہا پھر عمر اور عثمان کا وزن کیا گیا تو عمر کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ترازو اٹھا لیا گیا[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب سے غمگین ہوئے[3] یعنی اس خواب نے آپ کو غمگین کر دیا۔ آپ نے فرمایا: یہ خلافتِ نبوت[4] ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا حکومت عطا فرمائے گا[5]

سلہ حضرت ابوبکرہ مشہور صحابی ہیں۔ غزوہ طائف میں مسلمان ہوئے اور قلعے کے اوپر سے کنوئیں کی چرخی پر چھلانگ لگا کر مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئے۔ اسی لیے ان کا نام ابوبکرہ پڑ گیا بکرہ کا معنی ہے کنوئیں کی چرخی

سلہ عجیب بات یہ کہ اس صحابی نے حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا موازنہ نہ دیکھا گویا یہ اس لیے تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے افضل ہونے میں سلف میں اختلاف ہے۔ جیسے کہ عقائد کی کتابوں میں مذکور ہے فافہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سے اِسْتَآءَ بروزن اِفْتَعَلَ ہے اور سُوْءٌ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے غمگین ہونا۔ لَهَا الگ ہے اور جار مجرور ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی کے خواب کی بناء پر غمگین ہو گئے۔ جیسے کہ راوی نے خود اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ فَسَآءَهٗ ذٰلِكَ اس واقعہ کو سننے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کر دیا۔

سکہ یعنی ابوبکر اور عمر کی خلافت، خلافتِ نبوت ہے کیونکہ اس میں ملوکیت اور اختلاف کا بالکل شائبہ نہیں ہے۔

ھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترازو کے اٹھائے جانے کی تفسیر اور تاویل یہ فرمائی کہ خالص خلافت کا

زمانہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر ختم ہو جائے گا کہ اس پر اتفاق ہوگا۔ اس کے بعد ملوکیت کی آمیزش ہو جائے گی، اختلاف اور بے انتظامی راہ پا جائے گی۔ چاروں خلفاء کے بعد ملوکیت عضوض یعنی کاٹنے والی ہوگی۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے ترازو کے اٹھائے جانے سے یہ معنی اس لیے سمجھا کہ موازنہ ان چیزوں میں کیا جاتا ہے جو ایک دوسری کے قریب ہوں جب دو چیزیں ایک دوسری سے الگ الگ اور دور ہوں تو اس وقت موازنہ کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ پس ترازو اٹھا لیا گیا اور موازنہ ترک کر دیا گیا تو اس خواب سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد خلافت کا معاملہ کمزور پڑ جائے گا۔ اس حدیث کا مطلب شارحین نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ بعض شارحین نے یہ لفظ استاء بھا بروزن استفعل پڑھا ہے اور اول سے مشتق قرار دیا ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر و فکر کے ذریعے اس خواب کی تاویل طلب کی اور راوی کا قول فساءہ حاصل معنی کی تاویل کا بیان ہوگا۔ اس صورت میں لام، کلمہ میں داخل ہوگا اور کلمہ اِستَاوَل ہے، پہلی صورت میں اِستَاءَ ہے۔

الفصل الثالث — تیسری فصل

۵۰۰۷ (۱۱) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ قَالَ يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس ایک جنتی مرد آئے گا۔ پس حضرت ابوبکر تشریف لائے پھر فرمایا تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا تو حضرت عمر تشریف لائے [1] اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

[1] احادیث میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کے لیے جنت کی بشارت وارد ہوئی ہے۔ چونکہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا یکجا ذکر ہوا ہے اس لیے یہ حدیث اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔

سوال:۔ جنت کی بشارت تو دوسرے صحابہ کرام کے لیے بھی واقع ہوئی ہے لہٰذا ایسے تمام صحابہ کرام اس فضیلت میں شریک ہوں گے (شیخین رضی اللہ عنہما کا افضل ہونا کیسے ثابت ہوا؟)

جواب:۔ یہ باب شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کرنے کے لیے قائم کیا گیا نہ کہ افضلیت بیان کرنے کے لیے۔ ہاں بعض احادیث ان کے افضل ہونے پر بھی دلالت کرتی ہیں۔

۵۰۰۸ (۱۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا رَأْسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس حال میں کہ ایک روشن رات میں رسول اللہ

حَجْرِیْ فِیْ لَیْلَۃٍ ضَاحِیَۃٍ اِذْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ یَکُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ وَاَیْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ (رَوَاہُ رَزِیْنٌ)

صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس میری آغوش میں تھا۔ اچانک میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں جتنی بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمر فاروق کی (نیکیاں اتنی ہیں[1]) میں نے عرض کیا ابوبکر کی نیکیاں کتنی ہیں؟ فرمایا: عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کی طرح ہیں[2] (رزین)

[1] مقصد واقعہ کا بیان کرنا ہے کہ سوال روشن رات میں تھا۔ مراد مطلق آسمان کے ستارے ہیں۔ لہذا یہ سوال وارد نہیں ہوگا کہ روشن رات میں ستارے کم ہوتے ہیں (یعنی آسمان کے ستاروں کی تعداد مراد ہے روشن رات کے ستاروں کی تعداد مراد نہیں ہے۔ روشن رات کا تذکرہ اس حوالے سے ہے کہ سوال اس رات میں کیا گیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ آسمان کے ستاروں کی تعداد کتنی ہے اور امت مسلمہ کے افراد کی نیکیوں کی تعداد کتنی ہے؟ ۱۲ اشرف قادری

[2] یعنی ابوبکر کی نیکیاں اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نیکیاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں سے زیادہ تھیں۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں کیونکہ ان کی نیکیوں میں کیفیت اور نفاست کے اعتبار سے زیادہ قوت ہے۔ ان کا کمال اخلاص اور مشاہدہ معرفت اس کے علاوہ ہے جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابوبکر کو تم پر فضیلت روزے اور نماز کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس چیز (ایمان و اخلاص کی قوت) کی بنا پر ہے جو ان کے دل میں رکھی گئی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں امام غزالی اور امام عراقی نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث مرفوع نہیں ملی۔
حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابوبکر بن عبد اللہ مزنی کا قول ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابن ربیع نے کہا ہے جو یمن کے اکابر علماء اور ہمارے مشائخ حدیث میں سے ہیں۔

باب

مناقبِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ

محدثین نے خلفاء ثلاثہ کے فضائل میں جو احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب بھی وارد ہوئے ہیں۔ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ جو احادیث بیان کی ہیں وہی کافی ہیں۔

الفصل الاوّل

۵۸۰۹ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِیْ بَیْتِہٖ کَاشِفًا فَخِذَیْہِ اَوْسَاقَیْہِ فَاسْتَاْذَنَ اَبُوْبَکْرٍ فَاَذِنَ لَہٗ وَھُوَ عَلٰی تِلْکَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ فَاَذِنَ لَہٗ وَھُوَ کَذٰلِکَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَوّٰی ثِیَابَہٗ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَآئِشَۃُ دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ فَلَمْ تَھْتَشَّ لَہٗ وَلَمْ تُبَالِہٖ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَھْتَشَّ لَہٗ وَلَمْ تُبَالِہٖ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّیْتَ ثِیَابَکَ فَقَالَ اَلَا اَسْتَحْیِیْ مِنْ رَّجُلٍ تَسْتَحْیِیْ مِنْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اِنَّ

پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ مبارک میں پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کی رانیں یا پنڈلیاں[1] منکشف تھیں پس حضرت ابو بکر نے اجازت طلب کی آپ نے انھیں اسی حالت[2] میں اجازت دے دی۔ حضرت ابو بکر نے گفتگو کی[3]۔ پھر حضرت عمر نے اجازت طلب کی۔ آپ نے اسی حالت میں انھیں بھی اجازت دے دی، انھوں نے بھی گفتگو کی۔ پھر حضرت عثمان نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے[4] اور اپنے کپڑے درست کیے جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ حضرت ابو بکر آئے تو آپ نے ان کے لیے حرکت نہیں فرمائی[5] اور ان کے لیے اہتمام نہیں کیا۔ پھر عمر داخل ہوئے تو ان کے لیے بھی نہ تو آپ نے حرکت کی اور نہ اہتمام کیا۔ پھر عثمان غنی داخل ہوئے تو آپ بیٹھ گئے اور

عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ فَإِنِّي خَشِيْتُ إِنْ أَذِنْتُ لَهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالَةِ أَنْ لَّا يَبْلُغَ إِلَيَّ فِي حَاجَتِهٖ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اپنے کپڑے درست فرمالیے۔ فرمایا کیا ہم اس شخص سے حیا نہ کریں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں؟ اور ایک روایت میں ہے فرمایا: بے شک عثمان حیا والے شخص ہیں اور ہمیں خوف ہوا کہ اگر ہم نے انھیں اسی حالت[۸] میں اجازت دے دی تو وہ ہمارے سامنے اپنی حاجت پیش نہیں کر سکیں گے[۹] (مسلم)

سلہ رانیں یا پنڈلیاں منکشف تھیں۔ یہ راوی کا شک ہے لہٰذا اس سے وہ لوگ استدلال نہیں کر سکتے جو کہتے ہیں کہ ران عورت (پردے کی جگہ) نہیں ہے کیونکہ یہ بیان دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بعض علماء نے یہ مطلب کہ رانیں قمیص سے عاری تھیں نہ کہ تہبند سے اور انھوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال شریف سے یہی ظاہر ہے واللہ اعلم۔

سلہ اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

سلہ یعنی ران (یا پنڈلی) کو ڈھلپنے بغیر

سلہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹھنے اور حاضر خدمت رہنے پر کچھ وقت گزر گیا۔

شہ پہلے آپ پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ پھر بیٹھ گئے۔ علماء فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوئے آدمی کے بیٹھنے کو قعود اور لیٹنے اور سجدہ کے بعد بیٹھنے کو جلوس کہتے ہیں۔

سلہ ہشاشت اور بشاشت کا ایک معنی ہے۔ ہشاشت کا اصل معنی خوشی اور جلدی کرنا ہے۔ رَجُلٌ ہَشٌّ بَشٌّ کا معنی ہے خوش اور حیت۔

شہ حیا سے اس جگہ تعظیم و توقیر اور اہتمام کرنا ہے۔

شہ یعنی رانوں یا پنڈلیوں کے منکشف ہونے کی حالت میں۔

شہ یعنی شرم کی وجہ سے ہماری خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ نہیں سکیں گے اور اپنی حاجت پیش نہیں کر سکیں گے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۱۰۵۱ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيْقٌ وَرَفِيْقِيْ يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک مہربان دوست ہے اور ہمارا مہربان دوست یعنی جنت[۱] میں عثمان ہے۔ اس

وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَلَیْسَ اِسْنَادُہٗ بِالْقَوِیِّ وَھُوَ مُنْقَطِعٌ

حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا۔ امام ابن ماجہ نے اسے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی سند قوی نہیں ہے اور سند منقطع ہے۔

۱؎ یعنی جنت میں، یہ راوی کا کلام ہے جسے اس نے قرینے کی بناء پر سمجھا ہے اور اس کے ساتھ تفسیر کی ہے۔

۵۸۱۲ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ شَھِدْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَحُثُّ عَلٰی جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیَّ مِائَۃُ بَعِیْرٍ بِاَحْلَاسِھَا وَاَقْتَابِھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ حَضَّ عَلَی الْجَیْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَیَّ مِائَتَا بَعِیْرٍ بِاَحْلَاسِھَا وَاَقْتَابِھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ حَضَّ عَلَی الْجَیْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَیَّ ثَلٰثُ مِائَۃِ بَعِیْرٍ بِاَحْلَاسِھَا وَاَقْتَابِھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاَنَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَھُوَ یَقُوْلُ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ھٰذِہٖ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ھٰذِہٖ

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب ۱؎ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ آپ تبوک کے لشکر ۲؎ کے بارے میں صحابہ کرام کو ابھار رہے تھے حضرت عثمان نے اٹھ کر عرض کیا یارسول اللہ! میرے ذمہ دو سو اونٹ جھولوں اور پالانوں سمیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہیں۔ آپ نے پھر لشکر کی امداد کی اپیل کی تو حضرت عثمان نے اٹھ کر عرض کیا کہ مجھ پر تین سو اونٹ جھولوں اور پالانوں سمیت اللہ کے راستے میں ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے اس کے بعد عثمان جو کام کریں ان پر گناہ نہیں ہے اس کے بعد جو کچھ کریں ان پر گناہ نہیں ہے ۳؎

(ترمذی)

۱؎ عبدالرحمٰن تابعی ہیں اور ان کا شمار بصریوں میں ہوتا ہے ان کے والد خباب نقطے والی خاء پر زبر، باء مشدد ابن الارت ہیں۔ ہمزے اور راء پر زبر، تاء مشدد۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ اولین مہاجرین میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں انہیں بڑا عذاب دیا گیا۔ ان کے شہید کیے جانے کا واقعہ عجیب و غریب اور صحیح بخاری میں بیان کیا گیا ہے۔

۲؎ جسے جیش العسرۃ کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں نے بڑی تنگی اور سختی برداشت کی، ساز و سامان ناپید، گرمی کا موسم، خوراک اور پانی کی اس حد تک قلت کہ درختوں کے پتے کھاتے تھے اور اونٹوں کی اوجھڑی نچوڑ کر منہ تر کرتے تھے۔ جیسے کہ کتبِ سیرت میں بیان ہے۔ بے سامانی حد سے متجاوز تھی۔

سے احلاس جمع ہے حِلس کی، حاء کے نیچے زیر، لام ساکن موٹا کپڑا جو قیمتی قالینوں کے نیچے بچھاتے ہیں، احلاس وہ موٹے کپڑے جو اونٹ کی پشت پر ڈال لیتے ہیں۔ اَقْتَاب جمع ہے قَتَب کی پہلے دونوں حرفوں پر زبر، پالان۔

سے یعنی یہ عمل ان کے اعمال اور ان کی خطاؤں کا کفّارہ ہے، بالفرض اگر ان سے کوئی خطا واقع ہو جائے، جیسے کہ اہلِ بدر کے بارے فرمایا، تم جو چاہو کرو، میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔

۵۸۱۲ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ[1] قَالَ جَآءَ عُثْمَانُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فِيْ كُمِّهٖ حِيْنَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِيْ حَجْرِهٖ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِيْ حَجْرِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ نے لشکرِ تبوک کو تیار فرمایا[2] اور وہ دینار آپ کی آغوش میں ڈال دیے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انھیں اپنی آغوش میں الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے، آج کے بعد عثمان جو عمل کریں گے انھیں نقصان نہیں دے گا۔ دو دفعہ یہ ارشاد فرمایا[3] (امام احمد)

سلہ عبدالرحمٰن، عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد میں سے تھے۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور طلقاء (معافی پانے والوں) میں سے تھے۔ عبد شمس کی طرف نسبت کرتے ہوئے انھیں عبشمی کہا جاتا ہے۔

سلہ تجہیز کا معنی ہے دلہن یا مسافر یا میت کے لیے سامان تیار کرنا جَهَّزَ کی ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف۔ (وہ مال و دولت کے اعتبار سے ہی غنی نہ تھے بلکہ دل کے بھی غنی تھے ۱۲ قادری)

سلہ اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص مقبول بارگاہ ہو جائے اور مقبولوں کے دفتر میں اس کا نام آ جائے تو اس کے بعد اگر اس سے کوئی کوتاہی بھی سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی بخشش ہو جائے گی۔

۵۸۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَكَّةَ فَبَايَعَ النَّاسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان اہلِ مکہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کے طور پر گئے تھے[1] صحابہ کرام نے بیعت کی[2] تو رسول اللہ

اِنَّ عُثْمَانَ فِیْ حَاجَۃِ اللّٰہِ وَحَاجَۃِ رَسُوْلِہٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی فَکَانَتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَیْرًا مِّنْ اَیْدِیْہِمْ لِاَنْفُسِہِمْ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عثمان، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کام میں مشغول ہیں پس آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا[۳]، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان غنی کے لیے بہتر تھا[۴] صحابہ کرام کے ہاتھوں سے بہتر تھا جو ان کے لیے تھے۔ (ترمذی)

[۱] حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اہلِ مکہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا تاکہ مکہ معظمہ میں آنے اور عمرہ کرنے کی اجازت دیں۔

[۲] حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس بیعت میں شامل نہ تھے۔

[۳] اور اپنے ہاتھ مبارک کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت فرمائی (اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کس دستِ اقدس سے حضرت عثمان غنی کی طرف سے بیعت کی) بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے اور بعض کے نزدیک بائیں ہاتھ سے۔ منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے بہتر ہے۔

[۴] یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت ہے۔

۵۸۱۴ وَعَنْ ثُمَامَۃَ ابْنِ حَزْنِ الْقُشَیْرِیِّ قَالَ شَہِدْتُ الدَّارَ حِیْنَ اَشْرَفَ عَلَیْہِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ وَالْاِسْلَامَ ہَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ وَلَیْسَ بِہَا مَاءٌ یُسْتَعْذَبُ غَیْرَ بِئْرِ رُوْمَۃَ فَقَالَ مَنْ یَّشْتَرِیْ بِئْرَ رُوْمَۃَ یَجْعَلُ دَلْوَہٗ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ بِخَیْرٍ لَّہٗ مِنْہَا فِی الْجَنَّۃِ فَاشْتَرَیْتُہَا مِنْ صُلْبِ مَالِیْ وَاَنْتُمُ الْیَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِیْ اَنْ اَشْرَبَ مِنْہَا حَتّٰی

حضرت ثمامہ ابن حزن قشیری[۱] سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمان غنی کے گھر حاضر تھا جب انھوں نے دیوار کے اوپر سے محاصرہ کرنے والوں[۲] کی طرف دیکھا اور فرمایا: میں تمھیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی یاد دلا کر پوچھتا ہوں کیا تمھیں معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں بئر رومہ[۳] کے علاوہ کہیں میٹھا پانی کا کنواں نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کون ہے جو بئر رومہ کو خرید لے اور اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کی طرح قرار دے[۴]۔ اس نیکی اور ثواب کے بدلے جو اس خریدار کے لیے کنوئیں کے بدلے میں جنت میں ہوگا[۵] چنانچہ میں نے وہ کنواں خالص اپنے مال سے خریدا[۶] اور آج تم مجھے

اَشْرَبَ مِنْ مَّآءِ الْبَحْرِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِاَهْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِيْ بُقْعَةَ اٰلِ فُلَانٍ فَيَزِيْدُهَا فِي الْمَسْجِدِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِيْ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْهَا رَكْعَتَيْنِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّيْ جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَّالِيْ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى ثَبِيْرِ مَكَّةَ وَمَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتّٰى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهٗ بِالْحَضِيْضِ فَرَكَضَهٗ بِرِجْلِهٖ قَالَ اُسْكُنْ ثَبِيْرُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ شَهِدُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اِنِّيْ شَهِيْدٌ ثَلَاثًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ)

اس کا پانی پینے سے منع کرتے ہو یہاں تک کہ میں سمندر کا پانی پیتا ہوں تو ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ ہم جانتے ہیں[۲] آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمھیں معلوم ہے؟ کہ مسجد نمازیوں کے لیے تنگ ہوگئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو آلِ فلاں کا پلاٹ خریدے اور اسے مسجد میں شامل کردے۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے مال سے خریدا اور آج تم مجھے اس میں دو رکعتیں پڑھنے سے منع کرتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا اے اللہ ہم جانتے ہیں پھر فرمایا: میں تمھیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال سے لشکرِ تبوک کو تیار کیا۔ انھوں نے کہا اے اللہ! ہاں۔ میں تمھیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے پہاڑ ثبیر[۳] پر تھے۔ آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور میں تھے پس پہاڑ حرکت میں آگیا[۴] یہاں تک کہ پتھر نیچے جا گرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور فرمایا: ثبیر ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر اللہ کے نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں ان لوگوں نے کہا اے اللہ ایسے ہی ہے۔ حضرت عثمان نے تین دفعہ فرمایا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم انھوں نے گواہی دی ہے کہ میں شہید ہوں[۵] (ترمذی، نسائی، دارقطنی)

[۱] ثمامہ تین نقطے والی ثاء پر پیش، پہلا میم مخفف۔ ابن حزن، بے نقطہ حاء پر زبر، نقطے والی زاء ساکن القشیری قاف پر پیش، شین پر زبر۔ ثمامہ تابعی ہیں اور دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک پایا لیکن مشرف بزیارت نہیں ہوئے۔ ان کی حدیث اہلِ بصرہ میں ہے۔

[۲] ان لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور انھیں شہید کرنے کے درپے تھے

اشراف کا معنی ہے اوپر سے نیچے دیکھنا۔

۵۳ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ اور دینِ اسلام کے حق کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔

۵۴ رومہ را پر پیش، واؤ ساکن، بعض نے ہمزہ کے ساتھ (رؤمہ) بھی پڑھا ہے۔ مسجد قبلتین کے شمال میں وادی عقیق میں بڑا کنواں ہے جس کا پانی نہایت میٹھا لطیف اور پاکیزہ ہے۔ اس وقت عوام الناس اسے جنت کا کنواں کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اسے خرید کر وقف کرنے کی بناء پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنتی ہونے کی بشارت ملی، اس کنوئیں کے مزید حالات ہم نے تاریخ مدینہ میں بیان کیے ہیں۔

۵۵ یعنی اس کنوئیں کو وقف کر دے اور اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈول کے برابر قرار دے اور اسے اپنے ساتھ مخصوص نہ رکھے بلکہ اپنی ملک سے نکال دے۔

۵۶ (مولوی امیر علی نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک صحیح ترجمہ یہ ہے: جنت میں اس سے بہتر کنوئیں کے عوض)۔ (حاشیہ) تاہم حضرت شیخ کے ترجمہ کو غلط بھی قرار نہیں دے سکتے، اس کے مطابق بئر رومہ کے بدلے جنت کے اجر و ثواب کی نوید دی گئی ہے اور وہ عام ہے کہ کنواں ہو یا اس کے ساتھ دوسری چیزیں بھی ہوں۔ ۱۲ اشرف قادری)

۵۷ یعنی میں نے ذاتی سرمائے سے خریدا، کہتے ہیں کہ ۲۵ ہزار درہم میں خریدا اور ایک روایت میں ہے کہ اسی ہزار درہم میں خریدا۔

۵۸ یعنی کھارا پانی پیتا ہوں جو نمکین ہونے میں سمندری پانی کی طرح ہے۔

۵۹ یعنی انھوں نے اس کلام میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی ابتداء میں اَللّٰھُمَّ لانے کا مقصد تاکید اور اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک سے برکت حاصل کرنا ہے۔

۶۰ یعنی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد شریف کی بنیاد رکھی تو جگہ تنگ تھی اور اس میں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہیں تھی۔

۶۱ آلِ فلاں سے مراد انصار کی جماعت ہے جن کی مسجد کے پڑوس میں زمین تھی اگر اسے مسجد میں داخل کر دیتے تو مسجد فراخ ہو جاتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے؟ جو اس جماعت کی جگہ خرید لے۔

۶۲ کہتے ہیں وہ پلاٹ دس ہزار درہم کا تھا۔

۶۳ ثبیر، تین نقطے والی ثاء پر زبر، باء کے نیچے زیر، مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مشہور یہ ہے کہ منیٰ میں ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ دونوں جگہ ہے چونکہ پہاڑ ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہیں اس لیے دونوں جگہ کی طرف نسبت کی جا سکتی ہے۔

۶۴ علماء کرام نے یہ بیان نہیں کیا کہ پہاڑ کی حرکت کرنے کی وجہ کیا تھی؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات قہریہ کی تجلی پہاڑ پر واقع ہوئی ہو، یا نبوت کی عظمت، غلبہ اور قوت ہو (ظاہر یہ ہے کہ پہاڑ سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کی جلوہ فرمائی کی بناء پر فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا، جیسے احد پہاڑ جھوم اٹھا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے أُحُدٌ جَبَلٌ تُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ (احد ایسا پہاڑ ہے کہ جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں ۱۲ قادری)

سلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تعجب کے طور پر یہ کلمات تین دفعہ دہرائے کہ بلوائی آپ کی صداقت کا اقرار بھی کر رہے تھے اور انھیں شہید کرنے پر مصر بھی تھے ۔

۵۸۱۵ وَعَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِي ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

حضرت مرہ بن کعب[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فتنوں[2] کا ذکر فرما رہے، آپ نے ان فتنوں کو قریب کیا[3] اتنے میں ایک شخص گزرا جس نے اپنا سر کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا[4]۔ آپ نے فرمایا یہ شخص اس دن[5] ہدایت پر ہوگا۔ میں[6] اٹھ کر ان کے پاس گیا دیکھا کہ وہ عثمان غنی ہیں۔ مرہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عثمان غنی کا چہرا پھیرا[7]، اور عرض کیا، یہ[8] فرمایا۔ ہاں اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ۔

سلہ مرہ، میم پر پیش اور راء مشدد ابن کعب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور اہلِ شام میں شمار کیے جاتے ہیں ۔

سلہ جو آپ کے بعد آپ کی امت میں پیدا ہوں گے ۔

سلہ یعنی فرمایا کہ وہ فتنے عنقریب پیدا ہوں گے ۔

سلہ اسے تقلس بھی کہتے ہیں یعنی سر پر طیلسان (چادر) ڈالنا، تطلس کے بارے میں بہت سی احادیث اور آثار واقع ہیں۔ بعض علماء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور کہا کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت ہے صحیح یہ ہے کہ یہ مستحب اور مستحسن ہے۔ یہ اور اس جیسی دوسری احادیث اس کی دلیل ہیں، شرح سفر السعادۃ میں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے ۔

مقنع میم پر پیش، قاف پر زبر اور نون مشدد کے نیچے زیر، قناع قاف کے نیچے زیر، ڈھانپنے والا کپڑا، مقنعہ میم کے نیچے زیر، عورتوں کا سر پہ لینے والا کپڑا (دوپٹہ)

سلہ جب فتنہ واقع ہوگا ۔

۵۶ حضرت مرہ ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر اس شخص کے پاس گیا تاکہ دیکھوں کہ وہ کون ہے؟

۵۷ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دکھایا۔

۵۸ یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا۔

۵۸۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاعُثْمَانُ اِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيْصًا فَاِنْ اَرَادُوْكَ عَلٰى خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! بے شک شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شاید تمہیں ایک قمیص[۱] پہنائے گا پس اگر لوگ تمہیں اس کے اتارنے پر مجبور کریں[۲] تو تم ان کے لیے نہ اتارنا[۳] اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا امام ترمذی نے فرمایا: اس حدیث میں طویل واقعہ ہے[۴]

[۱] اس سے مراد خلافت ہے۔

[۲] تمہیں خلافت سے معزول کرنا چاہیں۔

[۳] یعنی ان کے لیے اپنے آپ کو معزول نہ کرنا۔ اسی لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت اپنے آپ کو معزول نہیں کیا۔ جب یوم الدار (جس دن آپ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا) بلوائیوں نے آپ کا محاصرہ کیا اور آپ کو معزول کرنے کی کوشش کی۔ صراح میں ہے خلع کپڑے، موزے یا جوتے کا اتارنا اور کسی منصب سے معزول کرنا ہے۔

[۴] وہ واقعہ یہ ہے کہ مصریوں نے حضرت عثمان غنی کے پاس مصر کے گورنر کی شکایت کی۔ آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا کر روانہ کیا۔ وہ مروان کے مکر کی بناء پر راستے ہی سے واپس آگئے حضرت عثمان غنی کا محاصرہ کیا گیا اور انھیں شہید کر دیا گیا۔ یہ واقعہ بہت ہی دہشت ناک اور الم انگیز ہے۔ جیسے کہ کتب سیرت میں بیان کیا گیا ہے دینِ اسلام میں ہونے والا یہ پہلا واقعہ ہے ۔۔۔۔۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

۵۸۱۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فِيْهَا مَظْلُوْمًا لِعُثْمَانَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور حضرت عثمان غنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ اس فتنے میں بحیثیت مظلوم شہید کیے جائیں گے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت

کیا اور فرمایا: یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن غریب ہے۔

۵۸۱۸ وَعَنْ اَبِیْ سَهْلَةَ قَالَ قَالَ لِیْ عُثْمَانُ یَوْمَ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَهِدَ اِلَیَّ عَهْدًا وَاَنَا صَابِرٌ عَلَیْهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

حضرت ابوسہلہ[1] سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عثمان غنی نے یوم الدار[2] فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا[3] اور میں اس پر صبر کرنے والا ہوں[4] اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے

[1] ابو سہلہ نے نقطہ سین پر زبر، ہا وساکن، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

[2] یوم الدار سے وہ دن مراد ہے جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے۔ دار سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دار (گھر) مراد ہے۔ جس میں انھیں محصور اور شہید کیا گیا۔

[3] اور مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ اپنے آپ کو معزول نہ کرنا، آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ لوگوں کے ظلم پر صبر اور برداشت کرنا اور ان کے ساتھ جنگ نہ کرنا۔

[4] اور ان کے ساتھ جنگ نہیں کرنا۔ ورنہ بعض صحابہ کرام اور اپنوں نے کہا تھا کہ آپ خلیفہ وقت ہیں۔ آپ باہر آئیں اور ان کے ساتھ جنگ کریں۔ تاکہ ان کے مقابلے کا دائرہ تنگ ہو جائے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۸۱۹ وَعَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ یُرِیْدُ حَجَّ الْبَیْتِ فَرَاٰی قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمُ قَالُوْا هٰؤُلَآءِ قُرَیْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّیْخُ فِیْهِمْ قَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ قَالَ یَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّیْ سَائِلُكَ عَنْ شَیْءٍ فَحَدِّثْنِیْ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ یَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَیَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ یَشْهَدْهَا قَالَ

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے کہ مصر کا ایک شخص حج کرنے کے لیے آیا۔ اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ قریش ہیں۔ اس نے پوچھا ان کے درمیان جو شیخ ہیں وہ کون ہیں انھوں نے کہا یہ عبداللہ ابن عمر ہیں۔ اس نے کہا اے ابن عمر! میں آپ سے ایک چیز کے بارے میں سوال کرنے والا ہوں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان غنی احد کے دن صف پر قرار نہیں رکھ سکے تھے۔ انھوں نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بدر سے غائب تھے اور بدر میں حاضر نہیں ہوئے

نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَ اَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَ كَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدُ فَذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

فرمایا ہاں۔ اس نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان[۲] سے غائب رہے اور اس میں حاضر نہیں تھے۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا اللہ اکبر[۳] حضرت ابن عمر نے فرمایا ادھر آ۔ تجھے حقیقت حال بیان کروں احد کے دن ان کا برقرار نہ رہنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرما دیا۔ بدر سے غائب رہنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ ان کے نکاح میں تھیں اور بیمار تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا کہ تمھارے لیے بدر میں حاضر ہونے والے شخص کا اجر اور حصہ ہے۔ رہا بیعتِ رضوان سے ان کا غائب ہونا تو اگر مکہ مکرمہ میں ان سے زیادہ کوئی معزز ہوتا تو اسے بھیجتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنی کو بھیجا اور ان کے بعد بیعت رضوان ہوئی حضرت عثمان غنی مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمایا۔ یہ عثمان کا ہاتھ ہے، اور دایاں ہاتھ بائیں پر مار کر فرمایا یہ بیعت عثمان کی ہے۔ پھر ابن عمر نے فرمایا: اب یہ کلمات اپنے ساتھ لے جاؤ۔ (بخاری)

[۱] عثمان بن عبد اللہ بن موہب ہاء پر زیر، ثقہ تابعین میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ امام ثوری اور دیگر حضرات ان سے روایت کرتے ہیں۔

[۲] جو حدیبیہ میں ہوئی۔

[۳] جب ہر سوال کے جواب میں حضرت ابن عمر نے اس شخص کی تصدیق کی تو اس نے ازراہِ تعجب اور حضرت عثمان غنی پر اعتراض کے طور پر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ کہتے ہیں کہ اس شخص کا عقیدہ حضرت عثمان غنی کے بارے میں فاسد تھا۔

۵۸۲۰ / ۱۲ وَعَنْ اَبِيْ سَهْلَةَ مَوْلٰى عُثْمَانَ

حضرت عثمان غنی کے مولیٰ ابو سہلہ سے روایت ہے

قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسِرُّ إِلَى عُثْمَانَ وَلَوْنُ عُثْمَانَ يَتَغَيَّرُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الدَّارِ قُلْنَا أَلَا نُقَاتِلُ قَالَ لَا إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيَّ أَمْرًا فَأَنَا صَابِرٌ نَفْسِيْ عَلَيْهِ ۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی سے سرگوشی میں گفت گو کرنے لگے[۱]، حضرت عثمان کا رنگ بدلنے لگا[۲] جب یوم الدار تھا تو ہم نے کہا کہ کیا ہم جنگ نہ کریں؟ فرمایا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کی وصیت کی تھی پس میں اس پر اپنے آپ کو کاربند کرنے والا ہوں[۳]

[۱] یہ گفتگو اس فتنے کے بارے میں ہوگی جو ان کے سر پہ قائم کیا جائے گا اور انھیں شہید کیا جائے گا اور انھیں اس فتنے کے بارے میں صبر کرنا ہوگا۔

[۲] کیونکہ وہ گفت گو ہی خوفناک تھی۔

[۳] صراح میں ہے کہ صبر کا معنی ہے کسی کو قتل کرنے کے لیے روکنا (اور قید کرنا) قُتِلَ فُلَانٌ صَبْرًا اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کو قتل کے لیے قید کیا جائے۔

۵۸۲۱ وَعَنْ أَبِيْ حَبِيْبَةَ أَنَّهُ دَخَلَ الدَّارَ وَعُثْمَانُ مَحْصُوْرٌ فِيْهَا وَأَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَسْتَأْذِنُ عُثْمَانَ فِي الْكَلَامِ فَأَذِنَ لَهُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ فِتْنَةً وَّاخْتِلَافًا أَوْ قَالَ اخْتِلَافًا وَّفِتْنَةً فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ لَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْ مَا تَأْمُرُنَا بِهٖ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَمِيْرِ وَأَصْحَابِهٖ وَهُوَ يُشِيْرُ إِلَى عُثْمَانَ بِذٰلِكَ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ ۔

حضرت ابوحبیبہ[۱] سے روایت ہے کہ وہ اس گھر میں داخل ہوئے جس میں حضرت عثمان غنی محصور تھے، ابوحبیبہ نے سنا کہ حضرت ابوہریرہ حضرت عثمان سے گفتگو کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے[۲] حضرت عثمان نے انھیں اجازت دی[۳] تو انھوں نے کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی[۴] پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے بعد عنقریب فتنہ اور اختلاف دیکھو گے[۵] یا فرمایا کہ اختلاف اور فتنہ دیکھو گے[۶]۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ ہمارے لیے کون ہے[۷] یارسول اللہ! یا یہ کہا کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا تم پر لازم ہے کہ امیر اور اس کے ساتھیوں کی پیروی کرو حضرت ابوہریرہ لفظ امیر سے حضرت عثمان کی طرف اشارہ کر رہے تھے[۸] ان دونوں حدیثوں کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

[۱] حضرت ابوحبیبہ حاء پر زبر، پہلی باء کے نیچے زیر اور یاء ساکن تابعی تھے اور بنو طے سے تعلق رکھتے تھے

ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقہ حضرات میں کیا ہے۔

۲ یعنی حضرت ابوہریرہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی خدمت میں کچھ بات عرض کروں۔

۳ اور فرمایا کہیے آپ کیا کہتے ہیں؟

۴ جس طرح خطبہ میں کی جاتی ہے۔

۵ جس میں تمھاری آزمائش ہوگی اور تم ایک دوسرے کی مخالفت کرو گے۔

۶ راوی کو شک ہے کہ پہلے لفظ اختلاف ذکر کیا اور بعد میں فتنہ کا یا پہلے فتنہ اور پھر اختلاف کا ذکر کیا۔

۷ یعنی ہم کس کی پیروی کریں تاکہ ہمیں فائدہ ہو نہ کہ نقصان۔

۸ یعنی ہمیں ان کی اطاعت کرنی چاہیے کہ یہ ہمارے امیر ہیں۔

۹ اس حدیث کو جس کے راوی ابو حبیبہ ہیں اور گزشتہ حدیث جس کے راوی ابو سہلہ ہیں۔

باب

خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب

کچھ احادیث حضرت ابوبکر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجتماعی مناقب میں بھی وارد ہیں۔ اس باب میں ان ہی احادیث کا ذکر کیا گیا ہے۔

الفصل الاوّل

۵۸۲۲ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَّ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِہِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ

پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان غنی تھے۔ ان حضرات کے سبب پہاڑ حرکت میں آگیا

اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا: اُحد ٹھہر جا، تجھ پر صرف نبی ہے صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری)

سلہ احد پہلے دونوں حرفوں پر پیش ہے۔ مدینہ مطہرہ میں مشہور پہاڑ ہے۔

۵۸۲۲ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطٍ مِّنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِيَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تھا۔ ایک شخص آیا اس نے باغ کا دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دو، اچانک دیکھا تو وہ ابوبکر تھے۔ میں نے انھیں اس چیز کی بشارت دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، پھر ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دو۔ اچانک دیکھا کہ وہ عمر فاروق تھے۔ میں نے انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خبر دی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر ایک شخص نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دو، اس مصیبت پر جو انھیں لاحق ہوگی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عثمان غنی ہیں۔ میں نے انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خبر دی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، پھر کہا اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے سلہ

(بخاری، مسلم)

۱؎ یہ وہ باغ ہے جس میں بئرِ اریس ہے ہمزہ پر زبر، راء کے نیچے زیر، یاء ساکن اور آخر میں بے نقطہ سین، مسجد قبا کی ایک جانب واقع کنوئیں کا نام ہے۔

۲؎ کہ اس مصیبت پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۸۲۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہرہ میں کہا کرتے تھے کہ ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ۱؎ (ترمذی)

۱؎ یعنی ان تین حضرات کا ایک ساتھ ذکر کیا کرتے تھے۔ یہ تینوں بارگاہِ نبوّت کے مقبول اور پسندیدہ حضرات تھے۔ صحابہ کرام کے درمیان مشہور اور ممتاز تھے اور ان کے درمیان ان کا ذکر کیا جاتا تھا۔ اس جگہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر بے موقع واقع ہوا ہے۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ بھی حدیث میں داخل ہے اور اس طریقے پر نہیں ہے جس طرح حدیث شریف کے راوی صحابہ کرام کے ذکر کے ساتھ کہتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ ابو بکر، عمر، عثمان اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

۵۸۲۵ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ كَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ نِيْطَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِيْطَ عُمَرُ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَنِيْطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا نَوْطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ الْاَمْرِ الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ بِهٖ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج رات ایک صالح مرد کو خواب میں دکھایا گیا ۱؎ کہ گویا ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ کیے گئے ہیں ۲؎ اور عمر ابو بکر سے وابستہ کیے گئے ہیں اور عثمان عمر سے متعلق کیے گئے ہیں۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھے تو ہم نے کہا کہ مردِ صالح تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رہا بعض کا بعض سے وابستہ ہونا تو وہ اس مشن کے ذمہ دار ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ۳؎ (ابوداؤد)

۱؎ یعنی ایک صالح مرد نے خواب میں دیکھا، مراد یہ ہے کہ ہم نے خواب دیکھا۔

ملے تیط نون کے نیچے زیر، یاء ساکن، نُوطٌ سے مشتق ہے ۔ اس کا معنی ہے متعلق اور وابستہ ہو جانا ۔

سے یعنی یہ حضرات دین و شریعت کے احکام کے جاری کرنے میں اسی ترتیب کے ساتھ خلیفہ ہیں ۔

باب

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب

آپ کے مناقب بہت ہیں اور حد شمار سے باہر ہیں ۔ کتبِ حدیث میں دوسرے صحابہ کرام کے بیان کردہ مناقب سے زیادہ آپ کے مناقب بیان کیے گئے ہیں ۔ بعض مناقب موضوع بھی ہیں ۔ علامہ مجدالدین شیرازی نے جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں نقل کی گئی بعض احادیث کو موضوع قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ان کا باطل ہونا بداہت عقل سے معلوم ہوتا ہے ۔ اس جگہ بھی فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بھی بے شمار حدیثیں وضع کی گئی ہیں ۔ واضح طور پہ وہ حدیثیں موضوع ہیں جو وصایا نامی کتاب میں جمع کی گئی ہیں ہر حدیث یَا عَلِیُّ سے شروع ہوتی ہے ان میں سے ایک حدیث ثابت ہے اور وہ یہ ہے : یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اسی طرح محدثین نے فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (انتہی) مختصر یہ کہ اس میں شبہ نہیں ہے کہ فریقین کے تعصب اور غلو کی وجہ سے دونوں طرف سے موضوع حدیثیں واقع ہوئی ہیں ۔ اسی طرح دونوں طرف کے تعصب اور مکابرہ کی بناء پر احادیث کے موضوع ہونے کا حکم بھی کیا گیا ہے سلے واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال ۔ حضرت ابو بکر صدیق کے مناقب میں بھی اسی طرح ہے ۔ اسی طرح علماء نے

سلے مولوی امیر علی نے اشعۃ اللمعات کے حاشیہ میں اس جگہ اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ بہ ظاہر یہ عبارت الحاقی اور مہمل ہے کیونکہ کسی حدیث کو موضوع قرار دینے میں تعصب کا دخل نہیں ہے ۔ دار و مدار سند کے صحیح ہونے پر ہے اور یہ تعصب متاخرین میں پیدا ہوا متقدمین میں نہیں تھا ۔ جب کوئی سند میں راوی وضاع ہو تو اس پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے ؟ یہاں تک کہ آئمہ اہل سنت نے حضرت ابو بکر کی فضیلت سے متعلق بعض روایات کو موضوع قرار دیا یہ نہیں کہ روافض نے انھیں محض تعصب کی بناء پر موضوع کہا ۔ محض بدگمانی باعثِ گناہ ہے اور خطائے عظیم (امیر علی) اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت شیخ محقق نے یہ فرمایا ہے کہ طرفین سے تعصب اور غلو کا مظاہرہ کیا گیا ہے ۔ ایک فریق نے حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیان کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ امام احمد اور امام نسائی اور دیگر محدثین سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں دوسرے صحابہ کرام کی نسبت زیادہ احادیث جید سندوں کے ساتھ مروی ہیں۔ علامہ سیوطی نے فرمایا غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہیں اور ان کے زمانے میں اختلاف واقع ہوا اور جن مخالفین نے آپ کے ساتھ جنگ کی اور ان کے خلاف خروج کیا وہ زیادہ ہو گئے تو علماء نے چاہا کہ ان کے مناقب کی اشاعت کریں اور مخالفین کا رد کریں۔ اس لیے بہت سے صحابہ کرام نے آپ کے مناقب روایت کیے ورنہ خلفاء ثلاثہ کے فضائل بھی بہت ہیں۔ ان کے مناقب کے برابر بلکہ ان سے بھی زیادہ ۔ اسی طرح علامہ سیوطی نے بیان کیا ہے ۔

الفصل الاوّل

پہلی فصل

۵۸۲۶ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت سعد بن ابی وقاص[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو فرمایا: آپ کا ہمارے ساتھ وہی تعلق ہے جو حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ سے تھا[2] لیکن ہمارے بعد کوئی نبی نہیں ہے[3]

(صحیحین)

[1] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۔

[2] حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور خلیفہ تھے ۔

[3] یعنی فرق یہ ہے کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں ہے ۔ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے ، اور آپ نبی نہیں ہیں ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال پر خلیفہ بنایا اور خود غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری غزوہ تھا ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) موضوع حدیثیں روایت کی ہیں اور دوسرے فریق نے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل میں موضوع روایات کا سہارا لیا ہے ۔ اسی طرح ہر فریق نے دوسرے فریق کی روایت کردہ بعض احادیث کو از راہِ تعصب موضوع قرار دیا ہے یہ انتہائی انصاف کی بات ہے اس میں "محض بدگمانی" کی کیا بات ہوئی ؟ ۱۲ اشرف قادری)

چھوڑ دیا ہے گویا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑ جانے کو کم مرتبہ خیال کیا (وہ چاہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شریک جہاد ہوں ۱۲ قادری) پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کی نسبت ہمارے ساتھ وہی ہو جو حضرت ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی۔ حضرت موسیٰ میقات (کوہ طور) پر گئے تو حضرت ہارون کو اپنی قوم میں خلیفہ بنا گئے۔

شیعہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حق ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ علماء اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان کی دلیل نہیں ہے بلکہ ظاہر حدیث یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اس مدت کے لیے خلیفہ بنایا جب تک آپ غزوہ تبوک میں مصروف رہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اس وقت تک کے لیے خلیفہ بنایا جب تک وہ کوہِ طور پر مناجاتِ الٰہیہ میں مصروف رہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد خلیفہ نہیں بنے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چالیس سال پہلے ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مدت میں صحابہ کرام کو نماز پڑھانے کے لیے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی خبر گیری کرتے تھے اور حضرت ابن ام مکتوم صحابہ کرام کی امامت کرتے تھے۔ اگر حضرت علی کی خلافت، خلافتِ مطلقہ ہوتی تو امامت بھی ان کے سپرد فرماتے بلکہ وہ امامت کے زیادہ لائق اور مناسب تھے (یہ شیعہ کے استدلال کا دوسرا جواب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت، خلافتِ مطلقہ نہیں بلکہ خلافتِ مقیدہ تھی۔ اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے ورنہ امامت نماز بھی ان کے سپرد کی جاتی ۱۲ اشرف قادری)

علمائے اصول میں سے علامہ آمدی نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اعتراض کیا ہے لیکن انھوں نے خطا کی ہے۔ آئمہ حدیث اس حدیث کے صحیح ہونے پر متفق ہیں اور ان ہی کے قول پر اعتماد ہے۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ بعض روایات میں اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ نہیں ہیں اور اگر یہ الفاظ موجود بھی ہوں تو ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خلافت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں منحصر ہے اور یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بلا واسطہ (اور پہلے) خلیفہ ہوں گے۔

۵۸۲۷ وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اِنَّهٗ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيَّ اَنْ لَا يُحِبَّنِيْ اِلَّا مُؤْمِنٌ

حضرت زر بن حبیش [1] سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کا سینہ چیرا [2] اور روحِ انسانی [3] کو پیدا فرمایا۔ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَلَا يُبْغِضَنِي اِلَّا مُنَافِقٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مجھے حکم دیا کہ مجھ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق مجھ سے دشمنی رکھے گا۔ (مسلم)

لہ زِرّ زاء کے نیچے زیر اور راء مشدد ابن جبیش بے نقطہ حاء پر پیش، باء پر زبر، آخر میں شین تابعی ہیں انھوں نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا، ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں۔ بعض نے ان کی عمر ایک سو تیس سال، بعض نے ایک سو پچاس سال، بعض نے ایک سو ساٹھ سال بیان کی حضرت عبداللہ ابن مسعود کے شاگرد اور قراءت کے اکابر علماء میں سے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے عربی کے بارے میں کئی باتیں دریافت فرماتے تھے۔

لہ یعنی اس میں سے سبزہ اگایا، کیونکہ دانہ چیرا جاتا ہے پھر اس میں سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔

لہ نسمۃ پہلے دونوں حرفوں پر زبر، اس کا معنی ہے نفس، روحِ انسانی، مخلوق کے معنی میں بھی آتا ہے

لہ اور وصیت فرمائی

۵ پس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت اور ان کی دشمنی منافقت کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی دشمنی سے محفوظ رکھے۔

۵۸۲۸ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ

حضرت سہل بن سعد[۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر[۲] کے دن فرمایا: ہم کل یہ جھنڈا اس شخص کو عطا کریں گے، جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ جب صحابہ کرام نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ہر ایک کی آرزو یہ تھی کہ انھیں جھنڈا عطا کیا جائے[۳] آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں[۴] صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ آنکھوں کی شکایت کر رہے ہیں[۵]۔ آپ نے فرمایا کسی کو ان کے پاس بھیجو[۶] انھیں لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو وہ یوں تندرست ہو گئے[۷] جیسے انھیں کوئی تکلیف

حَتّٰی یَکُوْنُوْا مِثْلَنَا قَالَ اُنْفُذْ عَلٰی رِسْلِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِیْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ یَهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَذُكِرَ حَدِیْثُ الْبَرَاءِ قَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ فِیْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِیْرِ۔

بھی نہ تھی، آپ نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کافروں سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ وہ ہم جیسے ہو جائیں[۹] فرمایا نرمی اور آہستگی کے ساتھ جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو پھر انھیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انھیں بتاؤ کہ اسلام میں ان پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق واجب ہے؟ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ تمھارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت عطا فرمائے تو یہ تمھارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تمھارے لیے سرخ اونٹ ہوں[۱۰] (صحیحین) حضرت براء کی یہ روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا: "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں" باب بلوغ الصغیر میں ذکر کی گئی ہے۔

۞ ۞ ۞

[۱] سہل بن سعد ساعدی انصار میں سے ہیں اور مدینہ طیبہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔

[۲] خیبر، مدینہ طیبہ سے شام کی جانب آٹھ مرحلوں پر واقع ہے۔ قلعوں اور زرعی زمینوں پر مشتمل ہے یہ غزوہ ۷ھ میں ہوا۔

[۳] یعنی قلعہ خیبر اس کے ہاتھوں فتح فرمائے گا۔

[۴] مروی ہے کہ صحابہ کرام کو تمام رات اس شوق اور انتظار میں نیند نہیں آئی کہ کل انھیں یہ نعمت نصیب ہو۔

[۵] حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنکھوں کی تکلیف کی بناء پر پیچھے رہ گئے تھے۔ بعد ازاں راستے میں یا خیبر میں پہنچنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

[۶] یعنی ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔

[۷] تاکہ انھیں بلا کر لائے۔

[۸] بَرَءَ باء پر پیش اور راء ساکن، بیماری سے شفا پانا ..... اس کے بعد ان کی آنکھوں میں کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ (سبحان اللہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن کیسا آب شفا ہے ایک دفعہ لگایا پھر کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ جب کہ ہمارا تھوک بیماریوں کا باعث ہے۔

[۹] یعنی مسلمان ہو جائیں۔

۱۰؎ نفوذ، نقطے والے ذال کے ساتھ، تیر کا نشانے سے پار ہو جانا ۔ رسل، راء کے نیچے زیر اور سین ساکن، آہستہ چلنا ۔

۱۱؎ ساحۃ الدار گھر کا کھلا میدان

۱۲؎ سرخ اونٹ عربوں کے نزدیک نہایت قیمتی اور پسندیدہ مال شمار کیے جاتے ہیں ۔ یہ عربوں کے نزدیک ہر نفیس چیز کے لیے بطور محاورہ استعمال کیا جاتا ہے ۔ حمر میم ساکن، اَحمر کی جمع ہے اور میم پر پیش ہو تو یہ حمار کی جمع ہے (جس کا معنی گدھا ہے)

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۸۲۹ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمران بن حصین ۱؎ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک علی ہم سے ہیں اور ہم علی مرتضیٰ سے ہیں ۲؎ اور وہ ہر مومن کے دوست ہیں ۳؎ (ترمذی)

۱؎ عمران بن حصین حاء پر پیش اور صاد پر زبر، متقدمین اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں ۔ فرشتے ان کی زیارت کے لیے آتے تھے اور انھیں سلام کرتے تھے رضی اللہ عنہ ۔

۲؎ اس سے مراد کمال اتحاد، اتصال، اخلاص اور یگانگت ہے ۔

۳؎ ولی کا معنی ہے دوست، محب اور مددگار

۵۸۳۰ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت زید بن ارقم ۱؎ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہم مولا ہیں علی مرتضیٰ بھی اس کے مولا ہیں ۲؎ (امام احمد، ترمذی)

۱؎ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ۔ سترہ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے ۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خصوصی احباب میں سے تھے ۔

۲؎ یہ حدیث تیسری فصل میں تفصیل کے ساتھ آئے گی ۔ اس جگہ اس کی شرح کی جائے گی ۔

۵۸۳۱ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ مِّنِّيْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ (رَوَاهُ

حضرت حبشی بن جنادہ ۱؎ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی ہم سے ہیں اور ہم علی سے ہیں اور ہماری طرف سے صرف ہم حق ادا کریں گے یا علی مرتضیٰ ۲؎ یہ

التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ جُنَادَةَ ۔

حدیث امام ترمذی نے روایت کی۔ امام احمد نے اسے حضرت ابوجنادہ سے روایت کیا۔

ؔلہ حبشی بے نقطہ حاء پر پیش باء ساکن شین کے نیچے زیر، یاء مشدد بن جنادہ جیم پر پیش، نون مخفف، حضرت حبشی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ حجۃ الوداع میں انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔

ؔلہ یہ اس سال کی بات ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا اور انھیں امیر الحج بنایا (یعنی ۹ ہجری میں) ان کی روانگی کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ مشرکین کا معاہدہ ختم کردیں اور ان کو سورہ برأت پڑھ کر سنائیں جس میں اس بارے میں آیات وارد ہیں اور اعلان کریں کہ مشرک ناپاک ہیں۔ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آئیں اور اس کے علاوہ دیگر احکام بھی بیان کریں۔ عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ کسی معاہدے کو ختم کرتے یا پختہ کرتے یا صلح کرتے یا معاہدہ کرتے تو ان امور کو قوم کا سردار کرتا یا اس کے قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی انجام دیتا، اس کے علاوہ کسی کی بات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ یہ کام انجام دیں اور یہ حدیث ارشاد فرمائی (امیر الحاج بدستور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے اسی لیے دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اعلان کرنے والوں میں شامل تھے۔ ۱۲ اشرف قادری)

۵۸۳۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ آخَىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ فَجَاءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ اٰخَيْتَ بَيْنَ اَصْحَابِكَ وَلَمْ تُؤَاخِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَحَدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا ؔلہ حضرت علی اس حال میں حاضر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے انھوں نے عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان عقد اخوت قائم کیا ہے میرے اور کسی صحابی کے درمیان یہ عقد قائم نہیں فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ دنیا اور آخرت میں ہمارے بھائی ہیں ؔلہ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ؔلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو صحابیوں (ایک مہاجر اور ایک انصاری) کے درمیان دوستی اور بھائی چارے کا عقد قائم فرمایا یہ مدینہ منورہ میں آنے کے پانچ ماہ بعد کا واقعہ ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مہاجر صحابہ کی آبادکاری اور ان کا معاشی مسئلہ اتنے عمدہ طریقے سے حل فرمایا کہ اس سے بہتر حل ہو ہی نہیں سکتا ۱۲ شرف قادری)

ے۲ یعنی آپ کو کیا حاجت ہے اور کیا مناسبت ہے؟ کہ آپ کو کسی دوسرے کا بھائی بنایا جائے۔

۵۸۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ائْتِنِيْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ يَاْكُلُ مَعِيَ هٰذَا الطَّيْرَ فَجَاءَهُ عَلِيٌّ فَاَكَلَ مَعَهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندہ ے۱ تھا، آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس شخص کو بھیج دے جو تیرے نزدیک عام مخلوق سے زیادہ محبوب ہو وہ میر ساتھ اس پرندے کو کھائے پس حضرت علی مرتضیٰ تشریف لائے انہوں نے آپ کے ساتھ پرندے کا گوشت تناول کیا ے۲ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

ے۱ یعنی بھونا ہوا جیسے کہ دوسری روایات میں یہ آیا ہے۔

ے۲ اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب تھے۔ شارحین نے اسے اختیار کیا ہے اور اس میں مختلف طریقوں سے تخصیص کی ہے۔

(۱) مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین لوگوں کے گروہ میں سے ہے۔

(۲) جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹوں میں سے محبوب ترین ہے۔

(۳) جو آپ کے رشتہ داروں میں سے محبوب ترین ہے۔

(۴) جو میرے احسان کا زیادہ حق دار اور لائق ہے۔ غالباً یہ تخصیصات اس لیے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے زیادہ محبوب ہونا لازم نہ آئے اور حقیقت یہ ہے کہ ان تخصیصات کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ یقینی بات ہے کہ علی العموم تمام مخلوق مراد نہیں ہے کیونکہ مطلقاً محبوب ترین ہستی، افضل الخلائق اور سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صحابہ کرام میں اگر بعض صحابہ بعض وجوہ کی بناء پر زیادہ محبوب ہوں تو کیا حرج ہے ثواب کی کثرت کے اعتبار سے افضل ہونا اس کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ تمام وجوہ سے زیادہ محبوب ہونا مراد نہیں ہے، جیسے کہ زیادہ افضل اور زیادہ محبوب ہونے کے مسئلہ میں بعض علماء نے بیان کیا ہے۔ یہ مقام وسیع ہے اسے تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فافہم۔

(شیخ الاسلام، محقق عصر ابوزرعہ عراقی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس بات کا اعتراف کر لے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل ترین حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں، لیکن وہ حضرت علی مرتضیٰ سے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت زیادہ محبت رکھتا ہے، تو اگر

یہ محبت دینی سے ہے تو اس کا کوئی مطلب نہیں، کیونکہ دینی محبت افضل ہونے کو لازم ہے جیسے ہم نے بیان کیا اور یہ شخص حضرت ابوبکر صدیق کے افضل ہونے کا صرف زبانی اقرار کرتا ہے، دل سے حضرت علی مرتضیٰ کے افضل ہونے کا قائل ہے کیونکہ وہ ان سے دینی محبت زیادہ رکھتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے اور اگر مذکورہ محبت دنیاوی ہے اس سبب سے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد میں سے ہے یا کوئی دوسری وجہ ہے تو یہ ممنوع نہیں ہے۔ (الصواعق المحرقۃ از علامہ ابن حجر مکی ص ۶۵) ۱۲ اشرف قادری)

۵۸۲۴ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِيْ وَإِذَا سَكَتُّ ابْتَدَأَنِيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا تھا تو آپ مجھے عطا فرماتے تھے اور جب میں خاموش رہتا تھا تو از خود عنایت فرماتے تھے[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۞ ۞ ۞

[1] اور یہ مقام محبوبیت ہے۔

۵۸۲۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَقَالَ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ شَرِيْكٍ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الثِّقَاتِ غَيْرَ شَرِيْكٍ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم حکمت کا محل ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں[1] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے یہ بھی فرمایا کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو شریک سے روایت کیا اور انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ صنابحی سے مروی ہے[2] ہمیں شریک کے علاوہ کسی ثقہ راوی سے یہ معلوم نہیں ہے[3]

[1] یہ الفاظ مشہور ہیں "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں اس میں شک نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دوسرے صحابہ کرام سے بھی آیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے یہ تخصیص کسی خاص وجہ کی بناء پر ہو گی کہ ان کے ذریعے وسیع اور عظیم علم لوگوں تک پہنچے گا جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَقْضَاكُمْ عَلِيٌّ تم میں سے سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں رضی اللہ عنہ۔ اصل میں یہ حدیث ابوالصلت عبدالسلام ابن صالح ہروی سے مروی ہے۔ وہ اگرچہ شیعہ ہیں لیکن سچے ہیں اور صحابہ کرام کی تعظیم میں کوتاہی نہیں کرتے۔

[2] جیسے کہ بعض روایات میں آیا ہے۔

[3] اس سلسلے میں طویل گفتگو ہے جس کا کچھ حصہ (عربی) شرح میں مذکور ہے۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُھَا وَعُمَرُ حِیْطَانُھَا وَعُثْمَانُ سَقْفُھَا وَعَلِیٌّ بَابُھَا ...... لَا تَقُوْلُوْا فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ اِلَّا خَیْرًا

"ہم علم کا شہر ہیں ابوبکر اس کی بنیادیں ہیں، عمر اس کی دیواریں ہیں، عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ تم ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کے بارے میں سوائے خیر (اچھی بات) کے کچھ نہ کہو۔"

(حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی : فردوس الاخبار (بیروت) ۱/۷۶)

(شرف قادری)

۵۸۳۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا یَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاہُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاہُ مَعَ ابْنِ عَمِّہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا انْتَجَیْتُہٗ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ انْتَجَاہُ

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے دن حضرت علی کو بلایا اور ان کے ساتھ رازداری کی گفتگو فرمائی صحابہ کرام نے کہا کہ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے سے رازداری کی طویل گفتگو فرمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے ان کے ساتھ رازداری کی گفتگو نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے رازداری کی گفتگو کی ہے[1] (ترمذی)

[1] ہم نے از خود ان کے ساتھ راز کی بات نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان سے راز کی بات کہوں لہٰذا ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ان سے راز کی بات کی ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے ان سے راز کی بات کہنے کی ابتداء نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے گفتگو فرماتا ہے اور ان کے دل میں اسرار کا القاء فرماتا ہے لہٰذا ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فعل کی موافقت اور پیروی کے لیے ان سے راز کی بات کہتے ہیں۔

۵۸۳۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یُّجْنِبُ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ قَالَ عَلِیُّ بْنُ الْمُنْذِرِ فَقُلْتُ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو فرمایا اے علی! ہمارے اور تمہارے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حالت جنابت میں اس مسجد سے گزرے۔ علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے

لِضِرَارِ بْنِ صُرَدٍ مَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَسْتَطْرِقُهٗ جُنُبًا غَيْرِيْ وَغَيْرُكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

ضرار بن صرد[۳] سے پوچھا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے تو انھوں نے فرمایا ہمارے اور تمھارے علاوہ کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کو راستہ بنائے (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

[۱] یعنی اتفاقاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گزر مسجد میں واقع ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جس راستے سے گزرتا ہے وہ مسجد کے پہلو میں واقع ہو وہ جنبی ہونے کے باوجود مسجد سے گزرے اس لیے قید لگا دی اور فرمایا اس مسجد میں جو گزر ہوا وہ ضرورت کی بنا پر ہوا۔ برخلاف دوسری مسجدوں کے (کہ ان میں ضرورت نہیں ہے ۱۲ شرف قادری)

[۲] علی بن منذر میم پر پیش، نون ساکن، نقطے والے ذال کے نیچے زیر، مشہور عبادت گزار تھے، کہتے ہیں کہ انھوں نے پچپن حج کیے، ان سے آئمہ کی ایک جماعت نے حدیث سنی، خالص شیعہ تھے لیکن ثقہ اور سچے تھے۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے۔

[۳] ضرار ضاد کے نیچے زیر بن صرد بے نقطہ صاد پر پیش، راء پہ زبر، کوفی اور طحان (آٹا پیسنے والے) تھے، معتمر بن سلیمان سے حدیث سنی اور علی بن منذر ان سے روایت کرتے ہیں۔

۵۸۲۸ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيْهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِيْ حَتّٰى تُرِيَنِيْ عَلِيًّا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ام عطیہ[۱] رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، جس میں حضرت علی مرتضیٰ بھی تھے۔ ام عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک وفات نہ دے جب تک کہ تو مجھے علی مرتضیٰ نہ دکھا دے[۲] (ترمذی)

[۱] حضرت ام عطیہ انصاریہ اکابر تابعیات میں سے ہیں۔ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جاتی تھیں۔ بیماروں کی تیمارداری اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔

[۲] اس سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت کا اور ان کی جدائی کے سبب آپ کے اذیت محسوس کرنے کا پتہ چلتا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۸۳۹ (۱۴) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَّلَا يُبْغِضُهٗ مُؤْمِنٌ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا)

حضرت ام سلمہ[۱] رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق علی سے محبت نہیں رکھے گا اور مومن ان سے بغض نہیں رکھے گا[۲] (امام احمد، ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن، غریب ہے۔

[۱] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ازواجِ مطہرات میں سے ہیں۔
[۲] جیسے کہ پہلی فصل میں گزر گیا ہے۔

۵۸۴۰ (۱۵) وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی مرتضیٰ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی[۱] (امام احمد)

[۱] اس لیے کہ انھیں گالی دینے سے ہمیں گالی دینا لازم آتا ہے (نسبی قرابت کی بناء پر) ۱۲ قادری

۵۸۴۱ (۱۶) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْكَ مَثَلٌ مِّنْ عِيْسٰى اَبْغَضَتْهُ الْيَهُوْدُ حَتّٰى بَهَتُوْا اُمَّهٗ وَاَحَبَّتْهُ النَّصَارٰى حَتّٰى اَنْزَلُوْهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِيْ لَيْسَتْ لَهٗ ثُمَّ قَالَ يُهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِيْ بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهٗ شَنَآنِيْ عَلٰى اَنْ يَّبْهَتَنِيْ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے اندر حضرت عیسیٰ پیغمبر کی مشابہت ہے۔ یہودیوں نے انھیں دشمن جانا یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر جھوٹ باندھا[۱]، نصاریٰ نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ انھیں ایسے مرتبے پر اتارا جو ان کے لیے ثابت نہیں ہے[۲] پھر حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوں گے (۱) محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا جو میری تعریف ایسی صفت کے ساتھ کرے گا جو مجھ میں نہیں[۳]۔ (۲) دشمنی رکھنے والا جسے میری دشمنی اس بات پر ابھارے گی کہ مجھ پر بہتان باندھے[۴] (امام احمد)

[۱] حضرت مریم پارسا ہیں یہودیوں نے ان کی نسبت زنا کی طرف کی (معاذ اللہ)

۵؎ نصاریٰ نے انھیں اللہ یا اللہ کا بیٹا قرار دیا (نعوذ باللہ تعالیٰ من ذٰلک)

۶؎ تقریظ قاف اور نقطے والی ظاء کے ساتھ، کسی کی حق یا باطل کے ساتھ تعریف کرنا اور یہ لفظ عناد کے ساتھ وصف بیان کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے۔

۷؎ اور ایسی چیزیں مجھ سے وابستہ کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بَری کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت اتنی ہی قابلِ تعریف ہے جو حد سے تجاوز نہ کرے اور قاعدہ عقل و شریعت کے مطابق ہو محبت جب حد سے بڑھ جائے تو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے اور عدالت کے راہِ راست سے باہر پھینک دیتی ہے اور گمراہی کی طرف منسوب کر دیتی ہے۔ اس صفت کے ساتھ اہلِ سنت وجماعت موصوف ہیں جو اس سلسلے میں افراط و تفریط دونوں طرفوں سے محفوظ ہیں، خصوصاً وہ حضرات جن کے چہرے تعصب کے گرد وغبار سے محفوظ ہیں اور وہ درمیانے (معتدل) راستے پر چلتے ہیں۔

مختصر یہ کہ سرمایۂ کامیابی اور نجات دو چیزیں ہیں:۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی محبت اور

(۲) صحابہ کرام کی تعظیم

کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ دونوں چیزیں جمع ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت عطا فرمائے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ؎

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

۶۰۴۲ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِيْرِ خُمٍّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ أَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِيَهٗ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ هَنِيْئًا يَا ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ أَصْبَحْتَ وَأَمْسَيْتَ مَوْلٰى

حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم[۱] رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غدیر خم میں اُترے[۲] تو آپ نے علی مرتضیٰ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا[۳]: کیا تم نہیں جانتے؟ کہ ہم مومنوں سے ان کی جانوں کی نسبت بھی زیادہ قریب ہیں[۴] صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہم ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا اے اللہ! جس کے ہم مولا ہیں علی بھی اس کے مولا ہیں اے اللہ جو اُن سے دوستی رکھے، اسے دوست رکھ اور جو اُن سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ[۶] اس کے بعد حضرت عمر فاروق حضرت علی مرتضیٰ سے

كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ
(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ملے اور انھیں کہنے لگے ابن ابی طالب! آپ کو مبارک ہو، آپ نے صبح اور شام اس حال میں کی ہے کہ آپ ہر مرد و زن مومن کے مولا ہیں رہے (امام احمد)

سلہ یہ دونوں مشہور صحابی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مخلصین میں سے ہیں۔

سلہ حجۃ الوداع کی واپسی پر ایک جگہ تشریف فرما ہوئے جس کا نام غدیر خم ہے نقطے والی خاء پر پیش اور میم مشدد حرمین شریفین کے درمیان جحفہ میں ایک جگہ ہے۔

سلہ صحابہ کرام کو جمع کر کے فرمایا، ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے پالانوں کا منبر بنایا اور اس پر تشریف فرما ہوئے۔

سلہ اور ان کی جانوں سے بھی زیادہ دوست ہیں، جیسے کہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ تین دفعہ یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

سلہ پہلے عمومی طور پر مومنوں کے بارے میں گفتگو فرمائی، پھر ہر مومن کے بارے میں ارشاد فرمایا ــــــ مطلب یہ ہے کہ ہم مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیتے ہیں جس میں ان کی بہتری کامیابی اور دنیا و آخرت کی بھلائی ہو، برخلاف ان کے نفوس کے کہ کبھی شر اور فساد کی طرف بھی بلاتے ہیں۔

سلہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں وَاَحِبَّ مَنْ اَحَبَّهٗ وَاَبْغِضْ مَنْ اَبْغَضَهٗ وَ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَهٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهٗ جو ان سے محبت رکھے تو اسے محبوب بنا، جو ان سے بغض رکھے تو اسے مبغوض (دشمن) قرار دے جو ان کی امداد کرے اس کی امداد فرما اور جو انھیں امداد نہ دے تو بھی اسے امداد نہ دے۔

سلہ یاد رہے کہ یہ قوی ترین دلیل ہے جس کے ساتھ شیعہ اپنے اس دعوے پر استدلال کرتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں تفصیلی نص وارد ہے وہ کہتے ہیں کہ مولیٰ کا اس جگہ معنی ہے امامت کا زیادہ حق دار اور اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے اَلَسْتُ اَوْلٰى بِكُمْ اس کا معنی مددگار اور محبوب نہیں ہے، ورنہ صحابہ کرام کو جمع کرنے، ان سے خطاب کرنے، اتنا مبالغہ کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرنے کی حاجت نہیں تھی، کیونکہ اس بات کو تو ہر صحابی جانتے اور پہچانتے تھے۔ ایسی دعا صرف ایسے امام معصوم کے لیے ہوتی ہے جس کی اطاعت فرض ہو۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا امت پر وہی حق ولاء ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر حق ولا ہے۔ پس یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص صریح ہے یہ حدیث صحیح ہے جسے کسی شک و شبہے کے بغیر محدثین کی ایک جماعت مثلاً امام ترمذی، نسائی امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی کثیر سندیں ہیں۔ اس کو سولہ صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس صحابہ کرام نے سنا ہے، اور

حضرت علی کی خلافت کے زمانے میں جب ان سے نزاع اور اختلاف کیا گیا تو ان صحابہ نے اس حدیث کی گواہی دی، اس کی بہت سی سندیں اور صحیح اور حسن ہیں ۔ جن حضرات نے اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں گفتگو کی ہے ان کا قول قابلِ توجہ نہیں ہے ۔ اسی طرح ان حضرات کا قول بھی لائقِ التفات نہیں ہے جنھوں نے کہا ہے کہ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ کی زیادتی موضوع ہے اس لیے کہ یہ زیادتی متعدد سندوں کے ساتھ وارد ہوئی ہے ان میں سے اکثر کی علامہ ذہبی نے تصحیح کی ہے اسی طرح علامہ حجر مکی نے الصواعق المحرقۃ میں بیان کیا ۔

لیکن ہم شیعہ کو بطور الزام کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک امامت کی دلیل میں بالاتفاق تواتر معتبر ہے ، اور انھوں نے کہا ہے کہ جب تک حدیث متواتر نہ ہو اس سے امامت کے صحیح ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا اور یقینی بات ہے کہ یہ حدیث متواتر نہیں ہے اس لیے کہ اس میں اختلاف موجود ہے اگرچہ یہ اختلاف مردود ہے بلکہ اس پر طعن کرنے والے وہ عادل اور آئمہ حدیث ہیں جن کی طرف اس معاملے میں رجوع کیا جا سکتا ہے مثلاً ابوداؤد سجستانی ، ابوحاتم رازی اور دیگر آئمہ اور امام بخاری ، مسلم ، واقدی وغیرہم اکابر محدثین نے اسے روایت نہیں کیا جو حفظ اور ضبط والے ہیں اور انھوں نے حدیث شریف کے حاصل کرنے کے لیے متعدد شہروں اور علاقوں کا سفر کیا ۔ یہ بات اگرچہ حدیث کے صحیح ہونے میں مخل نہیں ہے لیکن ایسی حدیث کے بارے میں تواتر کا دعویٰ کرنا عجیب ترین بات ہے ۔ حالانکہ شیعہ نے امامت کی حدیث میں تواتر کو شرط قرار دیا ہے ۔ خوب غور کیجیے گا ۔

اہلِ سنت و جماعت نے شیعہ پر رد کیا ہے اس جگہ ان کی طویل گفتگو ہے جو صواعق محرقہ (از ابن حجر مکی ہیتمی) میں مذکور ہے ، ہم اس کا کچھ حصہ بطور اختصار بیان کرتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس جگہ مولیٰ کا معنی حاکم اور والی ہے بلکہ اس کا معنی محبوب اور مددگار ہے کیونکہ لفظ مولیٰ کئی معنی میں مشترک ہے (۱) آزاد کرنے والا (۲) آزاد کیا ہوا (۳) امر میں تصرف کرنے والا (۴) مددگار (۵) محبوب اور مشترک کے بعض معانی کو دلیل کے بغیر معین کرنا ناقابلِ اعتبار ہے ۔ اہلِ سنت و جماعت اور شیعہ محبوب اور مددگار کے مراد ہونے پر متفق ہیں ۔ حضرت علی مرتضیٰ ہمارے سردار ، ہمارے محبوب اور ہمارے مددگار ہیں ۔ حدیث شریف کی روش سے بھی اسی معنی کی طرف اشارہ ہے ۔ مولیٰ کا معنی امام نہ تو لغت میں معلوم ہے اور نہ شریعت میں ، لغت کے کسی امام نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ وزن تو مفعل کا ہے لیکن معنی افعل والا ہے لیکن یہ اس لیے مناسب نہیں کہ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز فلاں سے اولیٰ ہے لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ چیز فلاں سے مولیٰ ہے ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موالات پر نص کرنے کا مقصد اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ ان کے بغض سے اجتناب کیا جائے ، کیونکہ موالات کا خاص طور پر ذکر ان کی شرافت و فضیلت کو مضبوط اور مستحکم کرنا ہے ۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں فرمایا : کیا ہم مومنوں سے ان کی جانوں کی

نسبت زیادہ قریب نہیں؟ اور دعا بھی اسی اعتبار سے ہے۔ بعض روایات میں اہل بیت نبوت کا ذکر عموماً اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر خصوصاً آیا ہے۔ جیسے امام طبرانی اور امام جزری سند صحیح کے ساتھ لائے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی محبت کی ترغیب اور تاکید مراد ہے۔

نیز محدثین فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کا سبب یہ ہے کہ بعض صحابہ یمن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے بعض معاملات میں ان پر اعتراض کیا اور ان کی شکایت کی جیسے کہ حضرت بریدہ اسلمی، صحیح بخاری میں یہ روایت لائے ہیں اور علامہ ذہبی (جیسے نقاد) نے اس کی تصحیح کی ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہوگیا اور فرمایا: اے بریدہ! کیا ہم مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہیں (الحدیث) صحابہ کرام کو بھی جمع فرمایا اور اس بارے میں تاکید فرمائی۔

شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ مولیٰ کا معنی اولیٰ ہے تو یہ کہاں سے لازم آتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ امامت ہی کے لیے اولیٰ ہیں بلکہ قرب اور اتباع کے اعتبار سے اولیٰ ہونا مراد ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ بے شک ابراہیم کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اس احتمال کے خلاف دلیل قطعی تو کیا دلیل ظاہر بھی موجود نہیں ہے۔

چلیے ہم یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ امامت کے لیے اولیٰ ہونا ہی مراد ہے لیکن اس امر کی کیا دلیل ہے کہ فی الحال امامت مراد ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اپنے وقت پر ان کی خلافت مراد ہے جب (چوتھے نمبر پر) ان کی بیعت کی جائے گی۔ خلفاء ثلاثہ کو پہلے خلیفہ بنانے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اس اجماع میں حضرت علی مرتضیٰ بھی داخل ہیں (غور فرمائیں کہ) متعدد چیزوں سے صراحۃً پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص کیسے ہوسکتی ہے۔

اس حدیث سے بوقتِ حاجت حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا اور نہ کسی دوسری شخصیت نے البتہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے اپنی خلافت کے دوران استدلال کیا، پس ان کا اپنی خلافت کے زمانے تک استدلال سے خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس امر کو جانتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نص نہیں ہے نہ ان کی خلافت پر اور نہ کسی دوسرے صحابی کی خلافت پر۔ جیسے کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضِ وفات کے دنوں میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس آپ کے پاس سے باہر تشریف لائے۔ حضرت عباس نے حضرت علی مرتضیٰ کو فرمایا اس امر (خلافت) کے بارے میں سوال کریں اگر ہم میں ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں سوال نہیں کروں گا۔ اگر یہ حدیث جس میں گفتگو ہو رہی ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں نص ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے اور آپ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے یہ فرمانے کی کیا وجہ تھی کہ اگر خلافت

ہم میں ہوگی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔

حالانکہ غدیر خم کا زمانہ کم و بیش دو مہینے کے فاصلے پر تھا اور یہ بات عقل سے بعید ہے کہ تمام صحابہ کرام یوم غدیر کی حدیث کو بھول گئے ہیں یا اسے جاننے اور یاد رکھنے کے باوجود دیدہ دانستہ چھپا گئے ہوں۔ ماننا پڑے گا، جب صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو انھیں یہ حدیث معلوم بھی تھی اور یاد بھی تھی (اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ صحابہ کرام نے اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا مطلب نہیں سمجھا ۱۲ قادری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر کے بعد خطبہ دیا اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کا حق واضح فرما دیا، ارشاد فرمایا کہ تم پر کوئی شخص امیر نہیں ہوگا، جیسے کہ احادیث میں آیا ہے، بے شک یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت اور ان کے پیروکاروں کی محبت کا حکم دیا ہے لیکن محبت اور خلافت میں فرق ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو اس نص کا علم تھا لیکن ازراہ ظلم، عناد و مکابرہ اس کی پیروی نہیں کی، حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ نے تقیہ کی بناء پر مطالبہ اور احتجاج نہ کیا۔ لیکن یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے اس لیے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پوری قوت، بے اندازہ کثرت رکھتے تھے، ان کی شجاعت کے بارے شیعہ کیا کہتے ہیں؟ باوجودیکہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نص سنی تھی، ناممکن ہے کہ شیر خدا اس کی بنیاد پر نہ عمل کریں اور نہ احتجاج کریں۔ نیز جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث شریف اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ سے استدلال تو ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ حضرت علی کے بارے میں خصوصی نص موجود ہے آپ اس عموم سے کیوں استدلال کر رہے ہیں۔

امام بیہقی، امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ شیعہ کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور روافض الخفیین کا فر کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ چند افراد کے علاوہ سب حالت کفر میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ روافض کے مذہب کی بناء پر پورے دین اسلام کا باطل کرنا لازم آتا ہے کیونکہ جب اسلام کے اہم ترین حکم کے بارے میں نفسانی غرض کے تحت انھوں نے نصوص کو چھپایا۔ ظلم، افتراء اور جھوٹ کا ارتکاب کیا تو ان کی روایت کردہ جتنی حدیثیں اور خبریں ہوں سب جھوٹ کا پلندہ ہوں گی۔ بلکہ یہ عیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوگا کہ آپ کی صحبت و تربیت سے ایسے افراد تیار ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی راجع ہوگا کہ انھوں نے اپنے حق کے مطالبے میں کوتاہی اور سستی روا رکھی۔

یہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے الصواعق المحرقۃ میں، اس سے بھی زیادہ طویل گفتگو ہے جو کچھ ہم نے نقل کیا وہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی قبول حق کی توفیق دینے والا ہے۔

۵۸۴۳ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ خَطَبَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا صَغِيْرَةٌ ثُمَّ خَطَبَهَا عَلِيٌّ فَزَوَّجَهَا مِنْهُ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے نکاح کی درخواست کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کم عمر ہیں[۱]۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ نے ان کے نکاح کی درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہ کا نکاح ان سے کردیا[۲]۔ (نسائی)

[۱] یہ عذر پیش کیا

[۲] ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ حضرت فاطمہ کے نکاح کی درخواست کیوں نہیں کرتے؟ حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، انھوں نے فرمایا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو راضی ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا معلوم ہوئی تو انھوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کردیا۔

۵۸۴۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِسَدِّ الْاَبْوَابِ اِلَّا بَابَ عَلِيٍّ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے دروازے کے علاوہ تمام دروازوں[۱] کے بند کرنے کا حکم دیا (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[۱] یعنی ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد شریف کی طرف کھلتے تھے۔ سوائے حضرت علی مرتضیٰ کے دروازے کے۔ اس کی شرح حضرت ابوبکر صدیق کے مناقب میں گزر چکی ہے۔

۵۸۴۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَتْ لِيْ مَنْزِلَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَكُنْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ اٰتِيْهِ بِاَعْلٰى سَحَرٍ فَاَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَاِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ قرابت حاصل تھی جو تمام مخلوقات[۱] میں سے کسی کو نہ تھی۔ میں سحری کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اگر آپ کھانستے تو میں اپنے اہل کے پاس پلٹ جاتا[۲] ورنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا[۳]۔ (نسائی)

[۱] مقصد یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کی نسبت مجھے زیادہ قربت اور نزدیکی حاصل تھی۔ انتہائی مسرت اور

فخر کا اظہار کرنے کے لیے بطور مبالغہ یہ فرمایا کہ تمام مخلوق میں سے کسی کو اتنی قرابت حاصل نہ تھی۔
لے اور مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ نماز وغیرہ کسی کام میں مشغول ہیں جو میری حاضری سے منع کرنے والا ہے
صراح میں ہے: تنحنح کا معنی ہے گلا صاف کرنا۔
سے اور یہ مقام کسی کو حاصل نہ تھا کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ قریب تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے میل جول اور مصاحبت زیادہ تھی۔ نیز چچا زاد بھائی تو تھے۔

۵۸۴۶ وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ شَاكِيًا فَمَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَجَلِيْ قَدْ حَضَرَ فَاَرِحْنِيْ وَاِنْ كَانَ مُتَاَخِّرًا فَارْفَغْنِيْ وَاِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ فَاَعَادَ عَلَيْهِ مَا قَالَ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ اَوِ اشْفِهٖ شَكَّ الرَّاوِيْ قَالَ فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجَعِيْ بَعْدُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں بیمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں میرے پاس سے گزرے کہ میں کہہ رہا تھا[1] اے اللہ! اگر میرا مقررہ وقت حاضر ہو چکا ہے تو مجھے راحت عطا فرما[2] اور اگر وہ وقت مؤخر ہے تو میری زندگی کو فراخ فرما[3] اور اگر یہ بیماری امتحان ہے تو مجھے صبر عطا فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کس طرح دعا مانگی ہے؟ انھوں نے یہ کلمات دہرائے تو آپ نے انھیں پاؤں مارا[4] اور دعا مانگی کہ اے اللہ انھیں عافیت عطا فرما یا (یہ دعا کی) انھیں شفا عطا فرما راوی کو شک ہے[5]۔ فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے وہ تکلیف نہیں ہوئی (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لے بیماری اور درد کی شدت کی بناء پہ
سے یعنی موت عطا فرما تاکہ اس درد کی شدت سے نجات پاؤں اور راحت حاصل کروں۔ اجل وہ موت ہے جو زندگی کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ موت پر اس کا اطلاق اس لحاظ سے کر دیا جاتا ہے کہ اجل کی انتہا اور مدت عمر کا خاتمہ مراد لیتے ہیں۔
سے رفغ فاء اور نقطے والی غین کے ساتھ، زندگی کی فراخی اور سہولت
سے تاکہ اس شکایت سے متنبہ اور ہوشیار ہو جائیں اور یہ انتہائی محبت اور خوشی کا اظہار تھا تاکہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کی برکت حاصل ہو اور وہ شفا پا جائیں۔
ھ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشفہ کہا یا عافہ

باب

عشرہ مبشّرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر فاروق (۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضرت علی مرتضیٰ (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت زبیر (۷) حضرت سعد بن ابی وقاص (۸) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (۹) حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح (۱۰) حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ دس صحابہ کرام عشرہ مبشرہ کے لقب کے ساتھ مشہور ہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں (اس دنیا میں حیات ہوتے ہوئے) جنت کی بشارت دی۔ یہ سب قریشی ہیں ان کے وہ فضائل و مناقب ہیں جو دوسرے صحابہ کرام کے نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ جنت کی بشارت ان دس حضرات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ کیونکہ اہلِ بیت نبوت یعنی اولاد امجاد، ازواجِ مطہرات اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کے لیے بھی بشارت واقع ہے۔ ہم نے اپنے رسالہ تحقیق الاشارہ الیٰ تعمیم البشارۃ میں اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے اس کا مطالعہ کیجیے۔

الفصل الاوّل — پہلی فصل

(مولوی امیر علی نے اس جگہ حاشیہ لکھا ہے جس میں فرماتے ہیں: اولین سابقین (پہلے پہل اسلام لانے والے) بہت ہیں لیکن ان دس حضرات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہرت دی گئی تاکہ حجت الٰہی مکمل ہو جائے کیونکہ اولین سابقین میں یہ دس حضرات بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ قرآن پاک میں اولین سابقین کو رضوان اور خوشنودی سے مخصوص فرمایا ہے۔ پس یہ تمام کاملین ہیں اور مقبولانِ بارگاہ، کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس جماعت کے بارے میں کلام کرے اور جو شخص خوارج اور روافض کی طرح بے ادبی کرے گا وہ یقیناً ذلیل ہوگا۔

۵۸۴۷ عَنْ عُمَرَ قَالَ مَا اَحَدٌ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَّعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: کوئی شخص اس امر یعنی خلافت کا اس جماعت سے زیادہ حق دار نہیں ہے، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے پھر آپ نے حضرت علی مرتضیٰ، عثمان غنی، زبیر، طلحہ

سَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف[۳] رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ (بخاری)

[۱] یہ اس وقت فرمایا جب آپ دنیا سے رخصت ہونے والے تھے اور آپ نے اصحابِ شوریٰ (ایک کمیٹی) کے لیے خلافت کی وصیت فرمائی۔

[۲] یعنی ان سے کامل طور پر اور دوسرے صحابہ سے راضی تھے (ورنہ تو تمام صحابہ کرام سے راضی تھے ۱۲ اشرف قادری۔

[۳] چھ حضرات کا نام لیا۔ عشرہ مبشرہ میں سے باقی دو حضرات کا نام نہیں لیا (۱) ابو عبیدہ بن الجراح جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "امین امت" اور "امین حق امین" کا خطاب دیا کیونکہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے رحلت فرما گئے تھے (۲) حضرت سعید بن زید کیونکہ وہ حضرت عمر فاروق کے قریبی رشتہ دار، چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان چھ حضرات میں سے کسی کو خلیفہ بنا لیا جائے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت سعید بن زید کا ذکر ان لوگوں میں فرمایا جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے، لیکن انھیں مجلس شوریٰ میں داخل نہیں کیا۔

۵۸۴۸ وَعَنْ قَيْسِ ابْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت قیس بن ابی حازم[۱] سے روایت ہے کہ میں نے حضرت طلحہ کا شَل ہاتھ دیکھا[۲] جس کے ساتھ انھوں نے اُحد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی[۳] (بخاری)

[۱] قیس بن ابی حازم نے بے نقطہ حاء اور زاء کے ساتھ اکابر تابعین میں سے تھے انھوں نے زمانہ جاہلیت پایا پھر اسلام لائے جب بیعت کے ارادے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحلت فرما چکے تھے۔ بعض علماء نے ان کا ذکر صحابہ کرام میں کیا ہے۔

[۲] شَل اور شلل کا معنی ہے ہاتھ کا تباہ ہونا یا تو اس طرح کہ خشک ہو جائے یا کٹ جائے۔ بعض علماء نے اسے پہلی قسم کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔

[۳] ان کا ہاتھ اس لیے شل ہوا تھا کہ اس کے ساتھ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی، اُحد کے دن انھوں نے اپنے جسم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی۔ اُحد کے دن انھوں نے اپنے جسم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا دیا تھا۔ ان کے جسم پر اسّی سے زیادہ زخم تھے۔ یہاں تک کہ ان کا آلہ مردمی بھی زخمی ہو گیا۔ صحابہ کرام جب اُحد کے دن کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے کہ وہ پورے کا پورا دن طلحہ کا تھا۔

۵۸۴۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب (غزوہ خندق) کے دن فرمایا: کون ہے؟ جو ہمارے پاس اس قوم[1] کی خبر لائے۔ حضرت زبیر نے عرض کیا میں خبر لاؤں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور ہمارے حواری[2] زبیر ہیں۔ (بخاری، مسلم)

[1] قریش، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آئے تھے، ان ہی کو احزاب کہا جاتا ہے، احزاب جمع ہے حزب کی جس کا معنی ہے گروہ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہوا اور بارش بھیج دی اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر سب کو شکست دی۔ اس جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو اس قوم کی خبر لائے۔ اس جگہ جانا اور ان کے اجتماع میں جا کر تحقیق کر کے خبر لانا بہت مشکل کام تھا۔

[2] حواری" راء کے نیچے زیر اور یاء مشدد۔ اس کا معنی ہے مخلص، صاف دل اور یار وفادار۔ اس کا اصل حور ہے پہلے دونوں حرفوں پر زبر، اس کا معنی سفیدی ہے۔ اسی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلصین کو "حواریون" کہا جاتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو دھو کر سفید کرتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔

۵۸۵۰ وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّأْتِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَيَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو بنو قریظہ[1] کے پاس جائے اور ان کی خبر لا کر ہمیں دے، میں روانہ ہو گیا جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کریمین کو جمع کیا اور فرمایا ہمارے والدین تم پر فدا ہوں[2] (صحیحین)

[1] یہودیوں کا ایک قبیلہ۔ یاد رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب کے بعد بنو قریظہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پندرہ دن ان کا محاصرہ فرما کر انھیں فتح کیا۔ یہ گفتگو اس جگہ ہوئی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنو قریظہ غزوۂ احزاب میں بھی تھے، اس جگہ ان کی خبر طلب فرمائی۔

[2] والدین کو جمع کرنے کا یہی مطلب ہے۔

۵۸۵۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جَمَعَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَوْمَ اُحُدٍ يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سعد بن مالک کے علاوہ کسی کے لیے اپنے والدین کو جمع کیا ہو۔ میں نے آپ کو اُحد کے دن فرماتے ہوئے سنا کہ اے سعد میرے والدین آپ پر فدا ہوں [۲] (صحیحین)

[۱] سعد بن مالک سے مراد سعد بن ابی وقاص ہیں۔ مالک، ابو وقاص کا نام ہے۔

[۲] یہ اس وقت فرمایا جب حضرت سعد کافروں پر تیر برسا رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت زبیر کو فرمایا کہ میرے والدین آپ پر فدا ہوں تو یہ بات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سننے میں نہیں آئی تھی اسی لیے انھوں نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا۔

۵۸۵۲ وَعَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں پہلا عرب ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر چلایا [۱]

[۱] مجھ سے پہلے کسی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر نہیں چلایا۔ واقعہ یہ تھا کہ ہجرت کے پہلے سال حضرت ابوعبیدہ ابن حارث کو ساٹھ افراد کے ساتھ ابوسفیان بن حرب اور دیگر مشرکوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ بڑی تعداد میں تھے۔ ان میں جنگ نہیں ہوئی تاہم حضرت سعد بن ابی وقاص نے دشمنوں کی طرف تیر چلایا اور یہ پہلا تیر تھا جو امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلایا گیا۔

۵۸۵۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَهِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدَمَهُ الْمَدِيْنَةَ لَيْلَةً فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِيْ اِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ اَنَا سَعْدٌ قَالَ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ خَوْفٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَحْرُسُهٗ فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک رات بیدار تھے [۱] آپ نے فرمایا۔ کاش کوئی مردِ صالح ہمارے پاس پہرہ دیتا۔ اچانک ہم نے ہتھیار کی آواز سنی، فرمایا یہ کون ہے؟ انھوں نے عرض کیا میں سعد ہوں۔ فرمایا کس لیے آئے ہو؟ عرض کیا میرے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا دے [۲] میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی، پھر محوِ استراحت ہوئے۔ (صحیحین)

لہ یعنی بعض غزوات میں ظاہر یہ ہے کہ بعض دشمنانِ دین کی طرف سے خطرہ محسوس فرمارہے تھے سہر ہاء کے نیچے زیر (بیدار تھے) مقدم دال پر زبر (آمد)
۲ؔ مثلاً تیر کمان یا تلوار
۳ؔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنان دین مکر کریں اور آپ کو تکلیف پہنچائیں۔

۵۸۵۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنٌ وَاَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ ابْنُ الْجَرَّاحِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کا ایک امین ہے[۱] اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ (صحیحین)

لہ جو اللہ تعالیٰ، مخلوق اور نفس کے حقوق میں خیانت نہ کرے۔

۵۸۵۵ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَۃَ وَسُئِلَتْ مَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَہٗ قَالَتْ اَبُوْبَکْرٍ فَقِیْلَ ثُمَّ بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ عُمَرُ قِیْلَ مَنْ بَعْدَ عُمَرَ قَالَتْ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ ابْنُ الْجَرَّاحِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن ابی ملیکہ[۱] سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، ان سے سوال کیا گیا کہ اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے؟ فرمایا ابوبکر کو، پوچھا گیا ان کے بعد کس کو؟ فرمایا عمر کو، پوچھا ان کے بعد؟ فرمایا ابوعبیدہ ابن الجراح کو[۲] (مسلم)

لہ ابن ابی ملیکہ۔ میم پر پیش، لام پر زبر اور یاء ساکن، مشہور تابعی اور قریشی، تیمی اور مکی تھے۔ ان کی آنکھوں میں بھینگا پن تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں قاضی تھے۔ انھوں نے تیس صحابۂ کرام کی زیارت کی۔
۲ؔ کیونکہ وہ امین اور اس کام کے لائق ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے بھی فرمایا تھا کہ مجھے خلافت سے کیا کام؟ یہ علی مرتضیٰ ہیں، عمر فاروق اور ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ ان میں سے جسے چاہو خلیفہ بنالو۔ صحابہ کرام نے کہا کہ آپ سے زیادہ مستحق کون ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دین کے کام (نماز) کے لیے مقدم کیا۔ دنیا کے کام میں آپ کو کون مؤخر کرسکتا ہے۔

۵۸۵۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ عَلٰی حِرَاءٍ ھُوَ وَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَ طَلْحَۃُ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حراء پر تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور

وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَءْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ وَزَادَ بَعْضُهُمْ وَسَعْدُ ابْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَلَمْ يَذْكُرْ عَلِيًّا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

زبیر تھے۔ چٹان حرکت میں آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جا تجھ پر صرف نبی یا صدیق ہے یا شہید[۲] بعض راویوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر کیا ہے[۳] اور حضرت علی کا ذکر نہیں کیا (مسلم)

[۱] جسے اس وقت جبل نور کہتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے نازل ہونے سے پہلے اس جگہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اسی جگہ وحی نازل ہوئی۔

[۲] شہید سے مراد حضرت عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر ہیں کہ یہ سب حضرات شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور زبیر کی شہادت جنگِ جمل کے واقعہ میں ہے لیکن جنگ میں نہیں بلکہ اس سے باہر ہوئی جیسے کہ اپنی جگہ تفصیل سے مذکور ہے۔

[۳] یعنی وہ بھی کوہِ حرا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لیکن اس میں اشکال ہے، کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص جنگ میں شہید نہیں ہوئے بلکہ اپنے محل میں وفات پائی جو وادی عقیق میں ہے انہیں وہاں سے لاکر جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ جواب یہ ہے کہ وہ صدیق میں داخل ہیں۔ صدیق اگرچہ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب بن چکا ہے لیکن اس کا معنی ان میں منحصر نہیں ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صدیقین پر بھی صادق آتا ہے۔ علامہ سیوطی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں متعدد سندوں کے ساتھ یہ روایت لائے ہیں کہ یہ پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کریں گے اور یہ اس اُمت کے صدیق اور فاروق ہیں یا شہید سے مراد وہ حضرات ہیں جن کے لیے شہداء کا ثواب ہے (یعنی معنوی شہید) جیسے پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۸۵۷ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں۔ سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، سعید بن زید جنت میں ہیں اور ابوعبیدہ ابن الجراح جنت میں ہیں (ترمذی) ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت سعید ابن زید سے روایت کیا[۱]

[1] ان دس حضرات کے بارے میں جنت میں بشارت ہے۔ اس بشارت میں ان کی شہرت اور امتیاز کی وجہ یہ ہے کہ ان کی بشارت ایک حدیث میں واقع ہے۔ اس کے علاوہ بھی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ ورنہ جنت کی بشارت ان میں منحصر نہیں ہے (دیگر حضرات کے بارے میں بھی بشارت واقع ہے) علماء نے ان کی تصریح کی ہے اس جگہ ایک نکتہ ہے جس سے آگاہ ہونا چاہیے اور وہ یہ کہ تمام خلفاءِ اربعہ یا بعض کا ذکر جن احادیث میں بھی آیا ہے اسی ترتیب سے آیا ہے، اس سے مذہب اہل سنت وجماعت کی تائید ہوتی ہے (کہ حضرت عثمان غنی حضرت علی مرتضیٰ سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما) یہ گمان کرنا بالکل غلط ہے کہ راویوں نے ترتیب کو تبدیل کر کے اپنے عقیدے کے مطابق بیان کیا ہے حاشا وکلا! روایت کرنے والے معمولی تقدیم وتاخیر کی رعایت کرتے ہیں، جس سے مقصود میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا اس جگہ وہ کس طرح تبدیلی کر سکتے ہیں؟ محدثین حدیث کو اسی طرح روایت کرتے ہیں جس طرح وہ ہے، کلام کی تاویل کرنا مجتہدین اور فقہاء کا کام ہے خوب غور کیجیے!

۵۸ ۵۸
۱۲
وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ وَاَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ وَاَفْرَضُھُمْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّاَقْرَاُھُمْ اُبَیُّ ابْنُ کَعْبٍ وَاَعْلَمُھُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنٌ وَاَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَرُوِیَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَۃَ مُرْسَلًا وَفِیْہِ وَاَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری امت کے ہماری امت پر مہربان ترین ابوبکر ہیں[1] اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے کام میں سخت ترین عمر ہیں[2] اور ان میں سے صحیح ترین حیا والے عثمان ہیں[3] اور علم فرائض کے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں[4] اور قرآن کے زیادہ قاری ابی بن کعب ہیں[5] اور حلال وحرام کے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں[6] اور ہر ایک امت کا ایک امین ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں[7] (امام احمد و ترمذی) امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے، یہ حدیث معمر سے مروی ہے انہوں نے قتادہ سے مرسلاً روایت کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان میں سے بڑے قاضی علی ہیں[8]

[1] جو لوگوں کو مہربانی، نرمی اور نصیحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔
[2] جو سختی، شدت اور جھگڑے کے ساتھ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔
[3] حضرت عثمان غنی صفت حیا میں خصوصیت اور امتیازی مقام کے حامل ہیں۔ حیا ایمان کا بڑا شعبہ ہے۔ صدق کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ حیا کبھی انسانی طبیعت کے تقاضے کی بناء پر بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ

شریعت کے حکم کے مطابق حق اور درست نہ ہو۔ صادق اور معتبر حیا وہ ہے کہ شریعت اور حق کے مطابق ہو۔

سے جو فرائض اور مواریث کے بڑے عالم، کاتب وحی، جلیل القدر صحابی، جامع قرآن اور حضرت ابوبکر صدیق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے زمانے میں کاتب قرآن تھے۔

ھ قرآن پاک کے بڑے قاری اور تجوید کے بڑے ماہر ابی بن کعب ہیں، وہ کاتب وحی بھی تھے انھیں سید القراء کہتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سید الانصار کا لقب دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انھیں سید المسلمین کہا کرتے تھے۔ جب سورہ مبارکہ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تمھارے سامنے یہ سورت پڑھیں اور تمھیں سنائیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تمھارا نام لیا ہے اور تمھیں تمھارے نام سے یاد فرمایا ہے وہ (فرط مسرت سے) رو پڑے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گریہ طاری ہوگیا۔

سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ انصار میں سے ہیں اور ان ستر افراد میں سے ایک تھے جو عقبہ میں حاضر ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت عبد اللہ ابن مسعود کا بھائی بنایا تھا۔ بعض علماء نے کہا کہ انھیں حضرت جعفر بن ابی طالب کا بھائی بنایا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کا معلم اور قاضی بنا کر بھیجا۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ طاعون عمواس میں ان کی رحلت ہوئی انھوں نے عرض کیا خداوندا! یہ تیری اپنے بندوں پر رحمت ہے۔ خداوندا! تو معاذ اور اس کے اہل وعیال کو اس سے محروم نہ رکھنا۔ مروی ہے کہ دنیا سے رحلت کے وقت کہہ رہے تھے تو جتنا چاہے میرا گلہ دبا لے مجھے تیری عزت کی قسم اور تو بھی جانتا ہے کہ تو میرا محبوب ہے یا اسی جیسے دوسرے الفاظ کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم حضرت معاذ کو آیۂ کریمہ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا (وہ ایک جماعت تھے اللہ کے فرمانبردار اور ہر باطل سے گریز کرنے والے) کے مضمون میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔

حضرت معاذ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے جب وہ یمن تشریف لے گئے تو حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے کہ معاذ نے اہل مدینہ کو فقہ سے خالی کر دیا۔ وہ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے۔ ان کا آخری وقت قریب تھا۔ آپ کے شاگرد اور متعلقین رو رہے تھے آپ نے فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ اور تمھیں کون سی چیز رلا رہی ہے۔ انھوں نے عرض کیا ہم اس علم پر رو رہے ہیں جو آپ کی موت کے ساتھ منقطع ہو جائے گا۔ فرمایا علم اور ایمان قیامت کے دن تک قائم رہیں گے، حق لے لو چاہے جس سے بھی ملے اور باطل کو رد کر دو چاہے اس کا پیش کرنے والا کوئی بھی ہو۔ ان کے مناقب بہت ہیں بلکہ حد شمار سے باہر ہیں۔

ھ ایک روایت میں ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک امین ہے اور ہمارے امین ابو عبیدہ ہیں۔ وہ قریشی ہیں

اوران کا سلسلہ نسب سات واسطوں سے فہر بن مالک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔ تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ بدر کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اُحد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثابت قدم رہے۔ خَود کی دو کڑیاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار سے میں پیوست ہوگئیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے دانتوں سے پکڑ کر نکالیں۔ اس کشاکش میں آپ کے اگلے دانت ٹوٹ گئے، وہ بھی طاعون عمواس میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ یہ طاعون حضرت عمر بن خطاب کے زمانے میں واقع ہوئی۔ حضرت معاذ بن جبل نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر فاروق امیر المومنین آپ کی وفات کے دن فرماتے تھے کہ اگر ابوعبیدہ ابن جراح موجود ہوتے تو میں یہ کام ان کے سپرد کرتا۔ یعنی خلافت یا اختیار ان کی مشاورت کے ہاتھ میں دے دیتا۔ واللہ اعلم۔

ث۵ معمر۔ میم پر زبر، عین ساکن

ش۵ اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے مشورے اور فتوے کے بغیر فیصلہ نہیں فرماتے تھے اگر آپ تشریف فرما نہ ہوتے تو آپ کا انتظار کرتے، وہ فرمایا کرتے تھے قَضِیَّۃٌ لَا اَبَا حَسَنٍ لَّھَا (یہ وہ مسئلہ ہے جس کے لیے کوئی ابوالحسن (فیصلہ کرنے والا نہیں ہے)۔ (ابوالحسن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے ۱۲ اشرف قادری)

۵۸۵۹ ۱۳ وَعَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَھَضَ اِلَی الصَّخْرَۃِ فَلَمْ یَسْتَطِعْ فَقَعَدَ طَلْحَۃُ تَحْتَہٗ حَتَّی اسْتَوٰی عَلَی الصَّخْرَۃِ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَۃُ

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُحد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں ۱؎ پس آپ ایک ٹیلے کی طرف متوجہ ہوئے لیکن آپ اس پر چڑھ نہیں سکے ۲؎ حضرت طلحہ نیچے بیٹھ گئے ۳؎ یہاں تک کہ آپ اس ٹیلے پر تشریف لے گئے ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کر لی ہے ۶؎ (ترمذی)

ا؎ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شجاعت قوت اور جنگ میں پیش قدمی کی بناء پر تھا، جو زیادہ بہادر ہو اسے خطرہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے میدانِ جنگ میں زیادہ ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے اس کی جنگ کے لیے تیاری بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلحہ کا استعمال اور اسباب کا استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں۔ اس کے باوجود آپ نے دو زرہیں زیب تن فرمائیں۔ ہوسکتا ہے کہ تعلیم امت کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہو۔ لیکن

تحقیق یہ ہے کہ یہ سب محض بندگی اور تعمیل حکم کا نتیجہ تھا ۔

۲ تاکہ اس پر چڑھ کر بیٹھیں اور آرام کریں ۔

۳ کیونکہ دشمنوں کے حملے کی وجہ سے جسدِ اقدس پر چوٹیں لگی ہوئی تھیں ۔

۴ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے زخمی ہونے کی وجہ سے ۔

۵ یہ ٹیلہ احد پہاڑ کی جڑ میں مشہور و معروف ہے ۔

۶ اس عمل کی بناء پر جو انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں انجام دیا ۔

۵۸۶۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ يَّمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَقَدْ قَضٰى نَحْبَهٗ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى شَهِيْدٍ يَّمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ ابن عبید اللہ کو دیکھ کر فرمایا : جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جو روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ وہ مُردہ ہے ۱ تو وہ انھیں ۲ دیکھے ۔ اور ایک روایت میں ہے جس شخص کو روئے زمین پر چلنے والے شہید کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہو وہ طلحہ ابن عبید اللہ کو دیکھے ۳

(ترمذی)

۱ یا یہ مطلب ہے کہ وہ وفات کا منتظر ہے یعنی اگر کوئی شخص میت کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے (مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اُحد کے دن جان کی بازی لگا دی تھی ۱۲ شرف قادری)

۲ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

۳ لفظ قَضٰى نَحْبَهٗ کی تحقیق یہ ہے کہ نَحْبٌ پہلے نون پھر بے نقطہ حاء اس کے بعد باء کا معنی نذر، موت اور رحلت کا وقت معین ہے ۔ آیت کریمہ میں ہے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ مفسرین نے اس کی تفسیر دونوں معنوں سے کی ہے یعنی مسلمانوں میں سے کچھ مرد وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد درست کر دکھایا ۔ پس ان میں سے بعض نے وہ نذر پوری کر دی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان دینے کی مانی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گئے اور بعض اس کے منتظر ہیں ، حدیث شریف میں بھی دونوں معنوں پر محمول کر سکتے ہیں ۔ ظاہر دوسرا معنی ہے جیسے کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ زمین پر چلنے والا شہید، حقیقت میں یہ اختیاری موت کی طرف اشارہ ہے جو اہلِ سلوک اور اربابِ فنا کو حاصل ہوتی ہے ۔ یا موت سے مراد عالمِ شہادت سے غائب ہونا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عالمِ بالا کے مشاہدہ میں مستغرق ہونے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی کشش سے مغلوب ہونے کی بناء پر حاصل ہوتا ہے

اور یہ اختیاری موت کا نتیجہ ہے ۔

سیدی شیخ علی متقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک رسالہ کا نام ہے ھدایۃ ربی عند فقد المرتی اس میں انھوں نے موت اختیاری اور اُس کی سبقت کا بیان کیا ہے ۔ حضرت شیخ عبد الوہاب متقی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں مشہور ہو گیا کہ شیخ علی متقی فوت ہو گئے ہیں لوگ یہ خبر سن کر دوڑتے ہوئے شیخ کی خانقاہ میں پہنچ گئے انھوں نے دیکھا کہ شیخ خوش اور خرم سلامت بیٹھے ہوئے ہیں ۔ آپ نے احباب کو فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس عالم کو دیکھ لے اور اس جہان کے حالات معلوم کر کے آئے اور بیان کرے تو ضرور اس کی تصدیق کرنی چاہیے ۔ ہمارے دوستوں کو جاننا چاہیے کہ ہمیں اس جہان میں لے گئے اور ہم اس جہان کو دیکھ کر آئے ہیں ۔ اب دوست بھی توبہ کریں اور ہم بھی از سرِ نو توبہ کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مجھے فرمایا کہ یہ خبر کام کی قبولیت اور ہماری محنت کے مکمل ہونے کی نشانی ہے جو ہم نے اختیاری موت کے حاصل کرنے کے لیے کی ہے ۔

۵۸۶۱/۱۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعَتْ أُذُنِي مِنْ فِيِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے کان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہانِ اقدس کو فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ اور زبیر جنت میں ہمارے پڑوسی ہیں (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ۔

۵۸۶۲/۱۶ وَعَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِي وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِي يَوْمَ اُحُدٍ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ رَمْيَتَهٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَهٗ

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یعنی اُحد کے دن دعا کی[۱] اے اللہ! ان کی تیر اندازی کو قوی فرما اور ان کی دعا کو قبول فرما[۲] (شرح السنہ)

[۱] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے

[۲] دعا کی قبولیت کی مناسبت تیر اندازی کی قوت کے ساتھ ظاہر ہے کہ دعا کو تیر قرار دیا جیسے کہ کسی نے کہا ہے ع

از ہر کرانہ تیر دعا می کنم رواں

میں ہر طرف سے دعا کا تیر چلا رہا ہوں ۔ گویا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا کی قبولیت ان کے تیر کے نشانے پر لگنے کا اثر ہے ، جو انھوں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلایا ۔

۵۸۶۳/۱۷ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما

لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

جب یہ تجھ سے دعا کریں۔
(ترمذی)

۵۸۶۴ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاهُ وَأُمَّهُ إِلَّا لِسَعْدٍ قَالَ لَهُ يَوْمَ أُحُدٍ إِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي وَقَالَ لَهُ إِرْمِ أَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ[1]
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدِ ماجد اور والدہ محترمہ کو کسی کے لیے جمع نہیں فرمایا سوائے حضرت سعد کے انھیں احد کے دن فرمایا تیر چلاؤ ہمارے والدین تم پر فدا ۔ اور انھیں یہ بھی فرمایا کہ اے دانا لڑکے[1] تیر چلا۔
(ترمذی)

[1] حزوّر بے نقطہ حاء اور زاء پر زبر، واؤ مشدد اور آخر میں یاء ۔ اسے زاء ساکن اور واؤ کی تخفیف کے ساتھ (حَزْوَر) بھی پڑھا گیا ہے ۔ صراح میں ہے حزور بڑی عمر والا اور طاقت ور لڑکا، حزورہ کا معنیٰ ہے وہ چھوٹا ٹیلہ جو زمین سے ابھرا ہوا ہو ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نوجوان تھے اور سترہ سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے ۔

۵۸۶۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ أَقْبَلَ سَعْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ كَانَ سَعْدٌ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَتْ أُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ فَلِذَالِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِي وَفِي الْمَصَابِيحِ فَلْيُكْرِمَنَّ بَدَلَ فَلْيُرِنِي

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد تشریف لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہمارے ماموں ہیں[1]، پس کوئی شخص ہمیں اپنا ماموں دکھائے[2]۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے بیان کیا، حضرت جابر نے فرمایا[3]: حضرت سعد بنو زہرہ میں سے تھے[4] اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ بنو زہرہ میں سے تھیں ۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہمارے ماموں ہیں اور مصابیح میں فَلْيُرِنِي کی جگہ فَلْيُكْرِمَنَّ[5] ہے ۔

✧ ✧ ✧

[1] یعنی ہمارے والدہ کے بھائی ہیں ۔
[2] یعنی ہمارے ماموں کے برابر اور ان جیسا
[3] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت سعد کو اپنا ماموں فرمایا اس کی توجیہ کرتے ہوئے حضرت جابر نے فرمایا ۔
[4] جو قریش کی ایک شاخ ہے ۔
[5] پس چاہیے کہ انسان اپنے ماموں کی عزت کرے جس طرح ہم اپنے ماموں کی عزت کرتے ہیں ــــ

بعض شارحین نے فرمایا کہ فَلیکو منّ تصحیف ہے (یعنی صحیح فدیُر نی ہے اسے تبدیل کر دیا گیا ہے)۔

الفصل الثالث

۵۸۶۶ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُوْلُ إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَرَأَيْتُنَا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا الْحُبْلَةَ وَوَرَقَ السَّمُرِ وَإِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُوْ أَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْإِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْا بِهٖ إِلٰى عُمَرَ وَقَالُوْا لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت قیس بن ابی حازم[۱] سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں عرب کا پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر چلایا۔ میں جانتا ہوں کہ میں اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس حال میں جہاد کرتے تھے کہ ہماری خوراک سوائے کیکر کے دانوں[۲] اور پتوں کے کچھ نہ تھی اور ہم میں سے ایک شخص قضائے حاجت کے وقت بکریوں کی طرح مینگنیاں کرتا تھا جو آپس میں مخلوط نہ ہوتی تھیں[۳]۔ پھر بنو اسد مجھے اسلام کے احکام سکھاتے ہیں[۴]۔ تب تو تحقیق میں گھاٹے میں ہوں اور میرا عمل ضائع ہو گیا[۵]۔ ان لوگوں نے آپ کے بارے میں حضرت عمر کے پاس شکایت کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔ (صحیحین)

---

[۱] قیس بن ابی حازم ان کا تذکرہ پہلی فصل کی دوسری حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے

[۲] حُبلہ بے نقطہ حاء پر پیش اور زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ باء ساکن، اس پہ زبر بھی پڑھ سکتے ہیں کیکر کا دانہ، سَمُر، سین پر زبر اور میم پر پیش، مشہور درخت (کیکر) کا نام ہے۔ اس کا واحد سَمُرۃ ہے

[۳] یعنی خشکی کی بناء پر اس کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط نہ ہوتے تھے۔

[۴] تعزیر کا معنی واقف کرنا بھی آتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ مجھے اسلام کے بارے میں کوتاہی پر زجر و توبیخ کرتے ہیں۔ اصل میں تعزیر کا معنی رد اور منع ہے۔ یہ لفظ امداد دینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور تعظیم کرو کیونکہ امداد کرنے والا اس شخص سے دشمنوں کو دور کرتا ہے جس کی امداد کی جاتی ہے۔ اس جگہ اسلام سے مراد نماز ہے۔

[۵] یعنی جب بنو اسد مجھے اسلام کے احکام اور نماز کے آداب سکھاتے ہیں باوجودیکہ میں اسلام لانے میں

سبقت رکھتا ہوں تو مجھے مزید کامیابی اور ہدایت کی کیا امید ہوگی؟

سے حضرت سعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عامل تھے۔ بنو اسد نے حضرت سعد کی شکایت کی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت عمر فاروق نے انھیں تنبیہ فرمائی تو آپ نے حقیقتِ حال بیان کی حضرت عمر فاروق نے ان کی تصدیق کی اور فرمایا: ہمارا گمان اسی طرح ہے جس طرح آپ کہتے ہیں اور بنو اسد کی تردید فرمائی۔ بنو اسد سے مراد حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد کی اولاد ہے۔ اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم و فضل پر فخر اور اپنے کمال کو بیان واقع کے طور پر ظاہر کرنا جائز ہے۔ جب کہ دینی مصلحت اور دینی نقص اور عار کو دفع کرنا مقصود ہو۔ صحابہ کرام نے صحیح اور درست اغراض کے لیے آپس میں فخر کا اظہار فرمایا ہے۔

۵۸۶۷/۲۱ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ رَاَيْتُنِيْ وَاَنَا ثَالِثُ الْاِسْلَامِ وَمَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَاِنِّيْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ میں اہلِ اسلام کا تیسرا فرد تھا[1] اور کوئی شخص اسلام نہیں لایا مگر اس دن، جس میں میں اسلام لایا[2] تحقیق میں سات دن اس حال میں رہا کہ میں مسلمانوں کا تیسرا حصہ تھا[3] (بخاری)

[1] صحیح بخاری میں ہے لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ بے شک تحقیق میں اپنے آپ کو جانتا ہوں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے وَاَنَا ثُلُثُ الْاِسْلَامِ ثاء کے پیش کے ساتھ یعنی اہلِ اسلام کا تہائی حصہ تھا۔ مطلب ایک ہی ہے یعنی دو حضرات مسلمان ہو چکے تھے میں تیسرے نمبر پر اسلام لایا۔ شارحین فرماتے ہیں کہ دو حضرات سے ان کی مراد حضرت ابو بکر اور حضرت خدیجہ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مردوں بلکہ آزاد مردوں میں سے تیسرے مراد ہیں۔ استیعاب میں ہے کہ وہ ساتویں نمبر پر اسلام لائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مردوں، عورتوں، آزاد اور غلاموں میں ساتویں نمبر پر اسلام لائے۔

[2] شارحین فرماتے ہیں کہ اس کلام میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا شامل نہیں ہے یعنی کوئی شخص ایمان نہیں لایا مگر اس دن کہ میں ایمان لایا۔ اس دن جو اسلام لایا وہ میں ہی تھا۔

[3] یعنی میں دو حضرات کے بعد اسلام لایا۔ اس کے بعد سات دن اس حال میں گزرے کہ کوئی اسلام نہیں لایا، جو بھی اسلام لایا وہ سات دن کے بعد لایا۔ علامہ طیبی نے اس حدیث کا مطلب اسی طرح بیان کیا ہے۔

۵۸۶۸/۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لِنِسَائِهٖ اِنَّ اَمْرَكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِيْ مِنْ بَعْدِيْ وَلَنْ يَّصْبِرَ عَلَيْكُنَّ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو فرمایا کرتے تھے کہ تمھارا معاملہ اور حال اس چیز کی جنس سے ہے جو ہمیں فکر میں ڈالتی[1] ہے ہمارے بعد،

اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ الصِّدِّیْقُوْنَ قَالَتْ عَائِشَۃُ یَعْنِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَۃُ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَقَی اللّٰہُ اَبَاکَ مِنْ سَلْسَبِیْلِ الْجَنَّۃِ وَکَانَ ابْنُ عَوْفٍ قَدْ تَصَدَّقَ عَلٰی اُمَّہَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِحَدِیْقَۃٍ بِیْعَتْ بِاَرْبَعِیْنَ اَلْفًا (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

اور تم پر صبر نہیں کریں گے اور تمھاری خبر گیری نہیں کریں گے مگر وہ جو صبر میں کامل ہوں گے اور معاملے کی سچائی اور حقوق کی ادائیگی میں کامل ہوں گے حضرت عائشہ نے فرمایا: صابروں اور صدیقوں سے مراد صدقہ دینے والے ہیں[2] پھر انھوں نے ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن کو فرمایا[3] اللہ تعالیٰ تمھارے باپ کو جنت کے چشمے سلسبیل[4] سے پانی پلائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے امہات المومنین کو بطور صدقہ (بہ نیت ثواب) ایک باغ دیا تھا جو چالیس[5] ہزار میں بیچا گیا (ترمذی)

[1] کہ تمھارا حال کیا ہوگا؟ اور لوگ تمھارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے اور کون تمھاری معاشی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے گا اور کسے اس کی توفیق دی جائے گی؟ (مولوی امیر علی لکھتے ہیں: یہ فکر چند دن کی تھی یہاں تک کہ دو سال بعد شام کی فتوحات حاصل ہوگئیں ۱۲ حاشیہ)۔

[2] اور نیکی کرنے والے ہیں کیونکہ یہ کلام امہات المومنین کے اخراجات کے لیے چلایا گیا ہے۔

[3] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی شکر گزاری اور اعترافِ خدمت کے طور پر ان کے بیٹے ابو سلمہ کو فرمایا جو اکابر تابعین میں سے ہیں۔

[4] قاموس میں ہے کہ سلسبیل کا معنی جنت کی شراب ہے۔ جنت کے چشمے کو بھی سلسبیل کہتے ہیں ٹھنڈے اور خوش ذائقہ پانی کو بھی کہتے ہیں جو روانی کے ساتھ گلے میں اتر جائے۔ سلسال الجنۃ بمعنی سلسبیل اور سلسل الجنۃ بھی آیا ہے۔ ٹھنڈی شراب کو بھی کہتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ خس و خاشاک اور گدلا پن سے صاف مشروب کو کہتے ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا سلسبیل میں یاء زیادہ کی گئی ہے اس طرح یہ لفظ خماسی ہوگیا اور انتہائی سلاست پر دلالت کرنے لگا۔

[5] چالیس ہزار دراہم یا چالیس ہزار دیناروں کو بیچا گیا۔

۵۸۶۹/۲۳ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِاَزْوَاجِہٖ اِنَّ الَّذِیْ یَحْثُوْا عَلَیْکُنَّ بَعْدِیْ ھُوَ الصَّادِقُ الْبَارُّ اَللّٰھُمَّ اسْقِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ مِنْ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات سے خطاب فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک جو شخص ہمارے بعد اپنے ہاتھوں سے تم پر مال نچھاور کرے گا وہ سچا اور نیکوکار ہے۔ اے اللہ! عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کے

سَلْسَبِیْلِ الْجَنَّۃِ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

چشمہ سلسبیل سے پانی پلایا ہے[۱] (امام احمد)

[۱] ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ہے، جیسے کہ گزشتہ حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ ازواج مطہرات پر احسان کریں گے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

۵۸۷۰ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ جَآءَ اَھْلُ نَجْرَانَ[۲۴] اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِبْعَثْ اِلَیْنَا رَجُلًا اَمِیْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ اِلَیْکُمْ رَجُلًا اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَھَا النَّاسُ قَالَ فَبَعَثَ اَبَا عُبَیْدَۃَ الْجَرَّاحِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجران نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس امین شخص کو بھیجیں[۲]۔ آپ نے فرمایا: ہم تمہارے پاس ایسے شخص کو بھیجیں گے جو امانت میں ثابت قدم ہوگا۔ صحابہ کرام نے توجہ سے اس امارت اور امانت کو دیکھا[۳]۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: آپ نے حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح کو بھیج دیا۔ (صحیحین)

[۱] حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما اکابر صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب راز — نجران نون پر زبر اور جیم ساکن۔ یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جو دسویں سال میں فتح ہوئی نہایہ میں ہے کہ حجاز اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے۔

[۲] جو ہمارے حق میں خیانت پر راضی نہ ہو۔

[۳] لَھَا کی ضمیر امانت اور دیانت کی طرف راجع ہے۔ صحابہ کرام منتظر ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس صحابی کو منتخب فرماتے ہیں اور کون اس منصب سے مشرف اور ممتاز ہوتا ہے؟

۵۸۷۱ وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ[۲۵] مَنْ نُؤَمِّرُ بَعْدَکَ قَالَ اِنْ تُؤَمِّرُوْا اَبَا بَکْرٍ تَجِدُوْہُ اَمِیْنًا زَاھِدًا فِی الدُّنْیَا رَاغِبًا فِی الْاٰخِرَۃِ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عُمَرَ تَجِدُوْہُ قَوِیًّا اَمِیْنًا لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِیًّا وَلَا اُرَاکُمْ فَاعِلِیْنَ تَجِدُوْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا یَاْخُذُ بِکُمُ الطَّرِیْقَ الْمُسْتَقِیْمَ۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہم آپ کے بعد کسے امیر بنائیں؟ فرمایا: اگر تم ابو بکر کو امیر بناؤ گے تو انہیں امانت دار[۱]، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی رغبت رکھنے والا پاؤ گے اور اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو انہیں طاقت ور اور امانت دار پاؤ گے، جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں[۲] کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتا اور اگر تم علی مرتضیٰ کو امیر بناؤ گے اور ہم نہیں جانتے کہ تم یہ کام کرو گے تو انہیں

(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ وہ تمہیں راہ راست پر لے جائیں گے[۳] (امام احمد)

[۱] حقوقِ دین میں

[۲] اللہ تعالیٰ کے دین کے احکام کے جاری کرنے میں (کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے)۔

[۳] یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلافت کے لیے معین نہیں فرمایا اور اس پر نص نہیں فرمائی۔ اس حدیث کا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر سے بلاواسطہ امیر مراد ہے۔ اس حدیث میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے بعض شارحین فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا ہو اور راوی بھول گئے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مولوی امیر علی اشعۃ اللمعات کے حاشیہ میں اس جگہ لکھتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزانہ کلام ہے واقع نے اس کی تصدیق کی حضرت ابوبکر اور عمر کو صحابہ کرام نے امیر بنایا اور ان سے وفا کی۔ حضرت علی مرتضیٰ کو تمام لوگوں نے خلیفہ نہیں بنایا کچھ لوگوں نے بغاوت کر دی۔ جنھوں نے انھیں خلیفہ بنایا انھیں یہ فضیلت حاصل ہوگئی اس کلام میں اشارہ ہے کہ ابتداء میں امانت، آخرت میں رغبت اور احکام اسلامی کے جاری کرنے کی ضرورت نہ تھی جو حضرت ابوبکر اور عمر سے پوری ہوگئی۔ حضرت علی مرتضیٰ کے زمانے میں ہدایت کی ضرورت تھی۔ کیونکہ بدعت کا ظہور ہو چکا تھا ——— اس کلام میں کچھ دوسرے اشارے بھی ہیں جن کے بیان کے لیے طویل گفتگو کی ضرورت ہے۔

۵۸۷۲/۲۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِيْ اِبْنَتَهٗ وَحَمَلَنِيْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَصَحِبَنِيْ فِي الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَّالِهٖ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهٗ مِنْ صَدِيْقٍ رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ يَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے انھوں نے اپنی بیٹی کا ہمارے ساتھ نکاح کیا۔ ہمیں اونٹنی پر سوار کرکے دارِ ہجرت (مدینہ منورہ) لے گئے[۱] غار میں ہمارے ساتھ رہے بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا[۲] اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے وہ حق کہتے ہیں اگرچہ کڑوا ہو۔ حق گوئی نے انھیں اس حال کو پہنچا دیا کہ ان کا کوئی دوست نہیں[۳]۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے ان سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے اے اللہ! حق کو ان کے ساتھ پھیر دے جس طرف وہ پھر جائیں[۴] (ترمذی) انھوں نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

؎۱ مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں پال کر تیار کی ہوئی تھیں کہ نہ معلوم کب ہجرت کا حکم آجائے ۔ ایک اونٹنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لے لیجیے اور اس پر سواری فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا ہم اسی وقت سوار ہوں گے جب آپ اسے ہمارے پاس فروخت کریں گے ورنہ ہم اسے نہیں لیں گے ۔ پس آٹھ سو درہم قرض میں خرید فرمائی ۔

؎۲ اور انھیں ہماری خدمت پر مقرر کر دیا یا ایمان کی اس قوت اور کمال کے ساتھ حضرت بلال کا خریدنا ہی ایسی نعمت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی (اس اعتبار سے کہ انھیں آزاد کرنے سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو راحت پہنچی اور تشویش جاتی رہی ۔ ۱۲ اشرف قادری)

؎۳ یعنی ایسا دوست جس کی دوستی کی بناء پر مداہنت سے کام لینا پڑے ۔

؎۴ یہ اس حدیث کے موافق ہے جسے علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں روایت کیا کہ قرآن علی مرتضیٰ کے ساتھ ہے اور علی مرتضیٰ قرآن کے ساتھ ہیں ۔ رضی اللہ عنہ ۔

باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے مناقب

یاد رہے کہ اہلِ بیت کے چند معانی ہیں

(۱) وہ حضرات جنھیں زکوٰۃ لینا حرام ہے اور وہ بنو ہاشم ہیں ۔ ان میں آلِ عباس ، آلِ علی ، آلِ جعفر ، آلِ عقیل اور آلِ حارث رضی اللہ عنہم داخل ہیں ۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال ، اس میں ازواجِ مطہرات داخل ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو اہلِ بیت سے خارج کرنا سینہ زوری اور آیت کریمہ کی روش کے خلاف ہے ۔ ارشادِ ربانی ہے اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۔ اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہلِ بیت تم سے نجاست دور رکھے اور تم کو خوب خوب پاک فرمائے اس آیت کی ابتداء اور انتہا میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے خطاب ہے ۔ درمیانی حصے سے انھیں خارج کرنے سے کلام کا نظم و نسق برقرار نہیں رہتا ۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو

شامل ہے کیونکہ آیت کریمہ کی روش اس پر دلالت کرتی ہے لہذا انہیں اس آیت سے خارج کرنا اور آیت کو ان کے ماسوا سے مخصوص کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ یہ بھی فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ اہلِ بیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد اور آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی ان میں داخل ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے ساتھ معاشرت اور آپ کے احکام کی پابندی کی بنا پر اہلِ بیت میں سے ہیں۔

بعض اوقات اہلِ بیت کا استعمال اس طرح آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ بیت کا لفظ حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص ہے[1] حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر کے لیے تشریف لاتے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزرتے تو فرماتے الصلوٰۃ یا اھل البیت (اے اہلِ بیت نماز پڑھو) اس کے بعد آیت مبارکہ پڑھتے اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (ترمذی شریف)

ابن ابی شیبہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھی خادم نے اطلاع دی کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ دروازے پر حاضر ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ ایک طرف ہو جائیں میں گھر کے اندر چلی گئی۔ حسن و حسین حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین کو آغوش میں لے لیا، ایک ہاتھ سے حضرت علی کو پکڑا دوسرے ہاتھ سے سیدہ فاطمہ کو پکڑا اور انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور انہیں سیاہ کمبل میں چھپا لیا جو آپ نے اوپر لیا ہوا تھا اور دعا کی اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں یہ تیری طرف آئے ہیں نہ کہ آگ کی طرف، میں بھی اور میرے اہلِ بیت بھی۔

یہ بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسجد ہر حیض والی عورت اور ہر جنبی مرد کے لیے حرام ہے سوائے محمد مصطفےٰ، ان کے اہلِ بیت، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہرا اور حسین اور حسن کے، اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا اور اسے ضعیف قرار دیا۔ خلاصہ یہ کہ اہلِ بیت کا اطلاق ان چار پاکیزہ حضرات پر مشہور و معروف ہے۔

علماء کرام نے ان اقوال کے درمیان تطبیق اور ان استعمالات کی توجیہ اس طرح کی ہے کہ بیت تین ہیں (۱) بیت نسب (خاندان) (۲) بیت سکنی (کاشانہ مبارکہ کے رہنے والے) (۳) بیت ولادت (اولادِ امجاد) پس عبد المطلب کی

---

[1] یاد رہے کہ حق صریح یہی ہے کہ جب آیہ تطہیر نازل ہوئی تو گمان یہ تھا کہ خطاب ازواجِ مطہرات سے ہے (کیونکہ آیت کا آغاز یا نساء النبی سے ہے) اور حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد خارج ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اپنے کمبل میں چھپایا اور دعا کی اے اللہ! یہ بھی اہلِ بیت میں سے ہیں پھر صبح کے وقت حضرت سیدۃ النساء کے گھر کے سامنے تشریف لا کر سلام کہتے تاکہ آیت کی تفسیر سب کو شامل ہے اور اہلِ مسجد کو پتہ چل جائے ۱۲ مولوی امیر علی۔

اولاد میں سے بنو ہاشم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہیں نسب کے اعتبار سے، قریبی دادا کی اولاد کو بیت کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کا بیت (خاندان) ہے۔ ازواجِ مطہرات رہائش کے اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہیں کسی شخص کی بیویوں پر اہلِ بیت کا اطلاق عرف اور عادت کے اعتبار سے خاص طور پر معروف ہے (عام طور پر بیوی ہی کو گھر والی کہا جاتا ہے ۱۲ اشرف قادری) آپ کی اولاد امجاد ولادت کے اعتبار سے اہلِ بیت ہے۔ اہلِ بیت اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد کو شامل ہے۔ تاہم ان میں سے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم زیادہ عزت و فضیلت کے ساتھ ممتاز ہیں اور مودت و محبت کے تعلق کے سبب ممتاز اور مخصوص ہیں چنانچہ جب لفظ اہل بیت بولا جاتا ہے تو ذہن ان کی ہی طرف جاتا ہے ان کے فضائل و مناقب اور عزت و کرامت کے بارے میں بے شمار احادیث وارد ہیں۔

حضرت مصنف نے اس باب میں بعض بنو ہاشم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ذکر کیا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا ذکر کیا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید کا بھی بالتبع ذکر کیا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کمال محبت اور عنایت فرماتے تھے یا اس لیے کہ یہ بھی اہلِ بیت میں داخل ہیں۔ اس جگہ ازواجِ مطہرات کا ذکر نہیں کیا ان کے لیے الگ باب قائم کیا ہے یا اس لیے کہ وہ مخصوص مناقب میں مستقل ہیں۔ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ امہات المومنین اہلِ بیت کے معروف معنی میں داخل نہیں ہیں۔ اہلِ بیت کا مشہور و معروف اطلاق چار حضرات (حضرت علی مرتضیٰ، سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم) ہیں۔

الفصل الاوّل

۵۷۴۳ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا وَّ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَیْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِیْ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پہلی فصل

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اے حبیب! آپ فرما دیں کہ آؤ ہم اپنے اور تمہارے بیٹوں کو بلاتے ہیں (الآیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن و حسین کو بلایا اور دعا کی اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں[1]

(مسلم)

[1] یاد رہے کہ اس آیت کو آیتِ مباہلہ کہتے ہیں۔ بہل کا معنی لعنت کرنا ہے۔ بہلہ باء پر پیش اور زبر اس کا معنی لعنت ہے۔ مباہلہ کا معنی ایک دوسرے پر لعنت کرنا اور اس کی دعا کرنا ہے۔ ابتہال کا اصلی معنی یہ ہے۔ بعد ازاں اس کا اطلاق ہر دعا پر کر دیا گیا جس میں کوشش کی جائے۔ عربوں کی عادت تھی کہ جب

کچھ لوگوں کا آپس میں اختلاف ہوتا، ایک دوسرے کی تکذیب کرتے اور ایک دوسرے پر ظلم کرتے تو بار آ کر ایک دوسرے پر لعنت کرتے اور کہتے کہ جھوٹے اور ظالم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت کی طرف سے حکم ہوا کہ نصاریٰ سے مباہلہ کریں اور یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ تو جو شخص عیسیٰ کے بارے میں آپ سے جھگڑے بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم اور شریعت آچکی فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ پس آپ فرمائیں کہ آؤ ہم اپنے اور تمھارے بیٹوں کو بلائیں وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتوں کو بلائیں وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ اور اپنے آپ کو اور تمھیں ثُمَّ نَبْتَهِلْ پھر گڑ گڑا کر دعا کریں فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اور اللہ کی لعنت جھوٹوں پر ڈالیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھایا ہوا تھا جو اس وقت بچے تھے۔ آپ کے پیچھے سیدہ فاطمہ اور ان کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰ تھے رضی اللہ عنہم۔ سبحان اللہ! یہ کیسا وقت تھا اور یہ کیسے عظیم حضرات تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو حکم دیا کہ جب ہم دعا کریں تو تم آمین کہنا۔ عیسائیوں کے پیشوا نے جب ان حضرات کو دیکھا تو اس نے اپنی قوم کو کہا تم پر افسوس! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹا دے تو اسے ہٹا دے گا۔ اس وقت ان حضرات کے چہروں پر تجلی کے کیسے انوار چمک رہے ہوں گے کہ ایک بیگانے کافر نے انھیں محسوس کر لیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ حب یگانہ جو اس نور سے آشنا تھا اس کا کیا حال ہوگا؟ اسے وہی جان سکتا ہے جسے دیدار کی لذت حاصل ہوئی ہو۔ اس پیشوا نے کہا کہ ان کے ساتھ ہرگز مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور بیخ و بن سے اکھیڑ دیے جاؤ گے دوسروں نے بامر مجبوری اپنے پیشوا کی اطاعت قبول کی اور جزیہ دینا قبول کیا، چونکہ اندر سے معنوی مناسبت سے محروم تھے اس لیے مسلمان نہیں ہوئے۔ شعر

معجزہ از بہر قول دشمن است
بوئے جنسیت پئے دل بردن است

(معجزہ دشمن کے قول کے لیے ہے۔ جنسیت (مشکلم) کی بُو دلبری کے لیے ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیے جاتے، ان کے لیے تمام وادی آگ سے بھر دی جاتی ان کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیا جاتا اور جل جاتے یہاں تک کہ درختوں کے پرندے جل کر راکھ ہو جاتے۔

(مولوی امیر علی اس جگہ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ نصاریٰ کے پیشوا کا بھائی پہلے آکر مسلمان ہو چکا تھا اس نے اپنے بھائی کو کہا کہ تو نے خود اقرار کیا ہے کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین برحق ہیں۔ لیکن میں جان اور مال کے خوف سے اقرار مناسب نہیں سمجھتا۔ اب ہمیں تمھارے مال کی حاجت نہیں ہے۔ جب یہ لوگ رخصت ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیشوا کو فرمایا: کیا حال ہوگا کہ تم کجاوہ الٹا رکھ کر روانہ ہو گے وہ اپنے ٹھکانے پر

پہنچے۔ جب آرام کرنے کے بعد روانہ ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ اس کا کجاوہ اٹھا رکھا ہوا ہے۔ پس واپس آکر اسلام لایا یہ قصہ طویل ہے)۔

۵۸۶۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اس وقت آپ نے بالوں کا بنا ہوا پھولدار کمبل[1] زیب تن کیا ہوا تھا۔ اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے آپ نے انھیں اپنے ساتھ کمبل میں داخل کر لیا پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے اور انھیں بھی داخل کیا پھر سیدہ فاطمہ آئیں انھیں بھی داخل کر لیا پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور انھیں بھی داخل کیا۔ پھر یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اللہ تعالیٰ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے گناہوں کی پلیدی دور کر دے اور تمھیں اچھی طرح پاک کر دے (مسلم)

[1] مِرْط میم کے نیچے زیر، راء ساکن اون یا خز کا کمبل جسے بطور تہبند استعمال کرتے ہیں۔ مُرَحَّل میم پر پیش، بے نقطہ مشدد حاء پر زبر، وہ کمبل جس میں پالان کی تصویر بنی ہوئی ہو۔ بعض نے جیم کے ساتھ بھی روایت کیا ہے (مُرَجَّل) وہ کپڑا جس پر لوہے کی دیگ کی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ اس کی یہ تفسیر کرنا غلط ہے کہ جس پر مردوں کی تصویریں بنی ہوئی ہوں، ہاں (جانداروں) تصویروں کے حرام ہونے سے پہلے کی بات ہو (تو ایسا ہو سکتا ہے)

۵۸۶۵ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت براء[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم[2] کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بے شک ان کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے[3] (بخاری)

[1] حضرت براء ابن عازب مشہور صحابی ہیں۔

[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے جو حضرت ماریہ قبطیہ سے تھے۔ ان کے مختصر حالات بابِ کسوف میں گزر چکے ہیں۔

[3] یعنی انھیں بہشت میں لے گئے ہیں اور ان پر ایک دودھ پلانے والی مقرر کر دی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ دودھ پلانے کی مدت میں دنیا سے انتقال کر گئے تھے۔ بعض شارحین نے رضاعت کے مکمل کرنے کی تاویل یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے کی بجائے ان کے لیے جنت اور اس کی نعمتوں کی لذت پوری فرما دی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ مُرْضِع میم پر پیش، نقطے والے ضاد کے

پنچے زیر، اس کا معنی ہے دودھ پلانا۔ بعض صوفیاء کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اس حدیث سے موت کے بعد ترقی کا اشارہ دریافت کیا ہے۔ اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ اس مسئلے کی جگہ پر ہم نے گفتگو کی ہے۔ اس درویش (شیخ محقق) کے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۸۷۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهٗ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ مَا تَخْفٰى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰهَا قَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَلَمَّا رَاٰى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَاِذَا هِيَ تَضْحَكُ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ قَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهٗ فَلَمَّا تُوُفِّيَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا اَخْبَرْتِنِيْ قَالَتْ اَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْاَمْرِ الْاَوَّلِ فَاِنَّهٗ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْاٰنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاِنَّهٗ عَارَضَنِيْ بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا اُرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَاِنِّيْ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ فَبَكَيْتُ فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ قَالَ يَا فَاطِمَةُ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَسَارَّنِيْ اَنَّهٗ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهٖ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہم ازواجِ مطہرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں، اتنے میں فاطمہ زہرا آئیں۔ ان کی رفتار[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار سے مختلف نہ تھی[2]۔ جب آپ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: ہماری بیٹی کے لیے کشادگی ہو، پھر انھیں بٹھایا، اس کے بعد ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ شدت سے رو پڑیں۔ جب آپ نے ان کا غم دیکھا تو دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ اچانک ہنسنے لگیں[3]۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے اٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ سرکار نے آپ سے کیا سرگوشی کی؟ انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کر سکتی[4]۔ جب آپ رحلت فرما گئے تو میں نے کہا کہ میں آپ کو اس حق کی قسم دے کر کہتی ہوں جو مجھے آپ پر ہے کہ آپ مجھے خبر دیں۔ انھوں نے کہا ہاں اب بتائے دیتی ہوں[5]۔ پہلی دفعہ جو آپ نے سرگوشی کی تو آپ نے مجھے خبر دی کہ جبرئیل امین ہر سال ہمارے ساتھ قرآنِ پاک کا ایک دفعہ دور کیا کرتے تھے[6] اس سال انھوں نے دو دفعہ دور کیا ہے ہمارا یہی گمان ہے کہ مدت حیات پوری ہونے کے قریب پہنچ چکی ہے[7]۔ لہٰذا تم تقویٰ اختیار کرنا اور صبر کرنا[8] اس لیے کہ ہم بہترین پیش رو ہیں[9] تو میں رو پڑی[10]۔ جب آپ نے میری بے صبری دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی فرمایا اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو؟ کیا تم اہلِ جنت کی عورتوں یا فرمایا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو[11]

فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ فَضَحِکْتُ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مجھ سے سرگوشی فرمائی کہ آپ اسی تکلیف میں رحلت فرما جائیں گے تو میں رو پڑی ۔ آپ نے پھر سرگوشی فرمائی اور مجھے خبر دی کہ میں آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کے پیچھے جاؤں گی [۱۳] تو میں ہنس پڑی (صحیحین)

[۱] مِشْیَتُھَا میم کے نیچے زیر
[۲] مختلف اور مخفی نہ تھی ۔ اس لیے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عادت ، ہیہات اور راوش (رفتار) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھیں ۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سیدہ فاطمہ زہرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور انھیں بوسہ دیتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو اسی طرح کرتے ۔
[۳] یہ واقعہ مرض وفات کے دنوں میں پیش آیا یا ان دنوں کے قریب تھا ۔
[۴] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ۔
[۵] اس سے بزرگوں اور دوستوں کے رازوں کو دوسروں سے مخفی رکھنے کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے مرید جو مشائخ کے راز مخفی رکھتے ہیں تو اس کی سند یہی ہے ۔
[۶] حق صحبت اور محبت مادری
[۷] جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں
[۸] جس طرح حافظ ایک دوسرے کو سناتے ہیں ۔ یہ دَور رمضان المبارک میں ہوتا تھا ۔
[۹] کیونکہ دوبار دور کرنا معمول کے خلاف ہے ۔ اس میں اشارہ ہے کہ قرآن پاک اور اس کے احکام کو اچھی طرح یاد کرلیں تاکہ دین کا معاملہ مکمل ہو جائے اور نعمت تمام ہو جائے ۔
[۱۰] اور جزع فزع سے اجتناب کرنا ۔
[۱۱] سلف گزرے ہوئے آباؤ اجداد اور رشتہ داروں کو کہتے ہیں ۔
[۱۲] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہ
[۱۳] یعنی دل چھوٹا نہ کرو ، اللہ تعالیٰ سے راضی رہو اور اس بات پر شکر کرو کہ تمھیں یہ مرتبہ دیا ہے ۔
[۱۴] یعنی آپ کے بعد جلد دنیا سے چلی جاؤں گی تو میں ہنس پڑی ۔ اَتْبَعُہٗ تخفیف کے ساتھ ہے تشدید کے ساتھ (اتّبعہ) بھی روایت ہے ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث سے سیدہ فاطمہ کی فضیلت تمام ایماندار عورتوں پر ثابت ہوتی ہے ۔ یہاں تک کہ حضرت مریم ، حضرت آسیہ ، حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ پر بھی ۔

اسی طرح علامہ سیوطی نے فرمایا ہے ایک حدیث میں جن عورتوں پر سیدہ فاطمہ کو فضیلت دی گئی ہے۔ ان میں سے مریم بنت عمران کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس امت میں فاطمہ کی صفت وہ ہے جو مریم کی اپنی قوم میں ہے، یعنی اپنے ماسوا سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اختلاف اس بنا پر ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کی فضیلت کی اطلاع وحی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے کے ذریعے تدریجاً دی گئی ہو آخر میں دنیا کی تمام عورتوں پر ان کی فضیلت ثابت ہوگئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعض علماء حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور حضرت فاطمہ حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مکان حضرت علی مرتضیٰ کے مقام سے اعلیٰ اور اشرف ہے لیکن احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تم اور علی اور حسن و حسین ایک مکان اور ایک مقام میں ہوں گے۔ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ مجتہدہ تھیں اور چاروں خلفاء کے زمانے میں فتویٰ دیتی تھیں اور اجتہاد کرتی تھیں۔ علامہ سیوطی فتاوٰی میں کہتے ہیں کہ اس جگہ تین مذہب ہیں۔ اصح یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں۔ بعض علماء مساوات کے قائل ہیں، بعض نے توقف کیا ہے۔ احناف میں سے استروشنی اور بعض شافعیہ توقف کی طرف مائل ہیں۔ جب امام مالک سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: فاطمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ امام سبکی فرماتے ہیں کہ ہمارا مختار اور ہمارا دین یہ ہے کہ فاطمہ افضل ہیں ان کے بعد ان کی والدہ خدیجہ اور ان کے بعد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ میں بھی اختلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ حیثیات مختلف ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ افضل ہونے کا معنیٰ ثواب کی کثرت ہے جس کا علماء نے اعتبار کیا ہے لیکن کوئی شخص شرافت، ذات، اصل کی طہارت اور جوہر کی پاکیزگی میں سیدہ فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۸۷۷/۵ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ يُرِيْبُنِيْ مَا اَرَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا اٰذَاهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ ہمارے گوشت کا ٹکڑا ہیں[۱] جس نے انھیں ناراض کیا اس نے ہمیں ناراض کیا[۲] اور ایک روایت میں ہے: وہ چیز ہمیں ناپسند ہے جو ہمیں ناراض کرتی ہے اور جو انھیں ناراض کرتی ہے اور جو چیز انھیں اذیت دیتی ہے وہ ہمیں اذیت دیتی ہے[۳] (صحیحین)

سلہ مِسوَر میم کے نیچے زیر اور بے نقطہ سین ابن مخرمہ میم پر زبر اور نقطے والی خاء ساکن، کم عمر صحابی ہیں مکہ معظمہ میں ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور سن ۸ ہجری میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

سلہ اس حدیث سے امام سبکی نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص سیدہ فاطمہ کو گالی دے وہ کافر ہو جائے گا۔

سلہ عزت اور اتحاد کے موجود ہونے کی بناء پر

سلہ احادیث میں ہے کہ ابو جہل کے بھائی حارث بن ہشام نے ارادہ کیا کہ ابو جہل کی بیٹی عورا کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب سے کر دے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے اس لڑکی کے نکاح کا پیغام اس کے چچا حارث بن ہشام کو دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ہرگز اس کی اجازت نہیں دیں گے اور ناراض ہوئے یہ حدیث ارشاد فرمائی اور فرمایا: ہم حلال کو حرام نہیں کرتے اور حرام کو حلال نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کے دوست اور دشمن کی بیٹیاں ایک جگہ جمع نہیں ہوں گی۔ تب حضرت علی مرتضیٰ نے حاضر ہو کر معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں وہ کام ہرگز نہیں کروں گا جو آپ کو ناپسند ہو اس حدیث کے کثیر طرق ہیں۔

۵۸۷۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَأُجِيْبُ وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ

حضرت زید بن ارقم سلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا ایسی جگہ جہاں پانی تھا اور اس جگہ کو خم کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ آپ نے نصیحت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے ثواب و عقاب کا ذکر فرمایا پھر فرمایا اما بعد اے لوگو! سنو ہم نہیں ہیں مگر انسان۔ قریب ہے کہ ہمارے پاس ہمارے رب کا بھیجا ہوا سلہ آئے تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کریں سلہ میں تمہارے درمیان دو

(سلہ) صحیح احادیث میں آیا ہے کہ حضرت سیدہ خود اپنے والد ماجد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لیے ناراض نہیں ہوتے۔ یہ علی مرتضیٰ ہیں جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ۱۲ مولوی امیر علی)

فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِىْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِىْ اَهْلِ بَيْتِىْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِىْ اَهْلِ بَيْتِىْ وَفِىْ رِوَايَةٍ كِتَابُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهٗ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهٗ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قیمتی چیزیں[۵] چھوڑے جارہا ہوں ۔ ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے ۔ اس میں ہدایت اور نور ہے پس تم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو ۔ آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے پر ابھارا اور رغبت دلائی ۔ پھر فرمایا: دوسری چیز ہمارے اہلِ بیت ہیں ہم تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے ہیں[۶] ایک روایت میں ہے[۹] اللہ تعالیٰ کی کتاب وہ اللہ تعالیٰ کی حبل (رسی) ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ راہِ راست پر ہوگا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہوگا ۔ (مسلم)

[۱] زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں بہت سے غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حاضر ہوئے ۔ ابی بن سلول کا نفاق ظاہر کیا اور سورہ مبارکہ اِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ کے نازل ہونے کا سبب بنے وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی احباب میں سے تھے ۔

[۲] خُمّ ۔ خاء پر پیش اور میم مشدد ، اس سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں جو غدیرِ خم کا ذکر ہوا ہے وہ یہی ہے ۔ غدیر پانی کے حوض کو کہتے ہیں اور خم اس جگہ کا نام ہے اسے غدیرِ خم بھی کہتے ہیں یہ جگہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان جحفہ میں ہے جیم پر پیش ، بے نقطہ حاء ساکن مشہور جگہ کا نام ہے

[۳] یعنی ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آئے ۔

[۴] فی الواقع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت قریب تھی یہ واقعہ حجۃ الوداع سے واپسی پر ذوالحجہ کے آخری دنوں کا ہے اور آپ کی رحلت ربیع الاول میں ہے ۔

[۵] (۱) کتاب اللہ (۲) اہلِ بیت رسول اللہ ، جیسے کہ اس کے بعد بیان فرمایا ۔ ثِقل ثاء کے نیچے زیر ہو تو اس کا معنی گرانی اور بوجھ ہے اور اگر پہلے دونوں حرفوں پر زبر ہو (ثَقَل) تو اس کا معنی ہے مسافر کا سازوسامان اور نفیس چیز جس کی ضمانت دی جائے ۔ قاموس میں ہے کہ حدیث میں یہی معنی وارد ہے ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ قرآنِ پاک اور اہلِ بیت کو اس لیے ثقل فرمایا کہ ان کو اپنا اور ان کی پیروی کرنا مشکل ہے ۔ ہر شخص یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا ۔ جن اور انسان کو بھی ثقلین کہتے ہیں کہ یہ زمین کا بوجھ ہیں جیسے چار پائے پر بوجھ لادا جاتا ہے یا اس لیے کہ یہ زمین کا سامان ہیں اور زمین ان سے آباد ہے ۔ یا اس لیے کہ یہ حیوانات کی نسبت نفیس ہیں ۔ کتاب وسنت بھی زمین کی آبادی اور دنیا کی اصلاح کا باعث ہیں ۔ اس کے بعد

ثقلین کا بیان فرمایا۔

ؔ۶ جو دنیا اور آخرت کی سعادت تک پہنچاتی ہے اور اس میں نور اور روشنی ہے یعنی اعمال کا بیان ہے۔ اسی روشنی سے راستہ روشن ہو جاتا ہے اور آسانی سے منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔ نور قرآنِ پاک کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

ؔ۷ اور اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔

ؔ۸ یہ کلمات مبالغہ اور تاکید کے لیے دو دفعہ ارشاد فرمائے۔ اہلِ بیت کا معنی اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے اسے ان تمام معانی پر محمول کیا جاسکتا ہے، خصوصاً آخری معنی پر کہ ان کی محبت و تعظیم اور ان کے حقوق اور آداب کی رعایت نہایت اہم اور ضروری ہے۔ ظاہر یوں دکھائی دیتا ہے کہ یہ اشارہ ہے سنت کے اختیار کرنے کی طرف، جیسے کہ پہلے حصے میں قرآنِ پاک پر عمل مراد ہے اور اس معنی کے اعتبار سے تمام مومن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے فرماں بردار ہیں اور آپ کی آل شیخ ولی (دوست اور مقتدا) ہے۔

حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نوادر الاصول میں فرماتے ہیں کہ بیت دو ہیں (۱) بیت جسم اور (۲) بیت ذکر اور دونوں کے اہلِ دنیا کے ظاہر و باطن کی آبادی اور دین و دنیا کے نظام کی اصلاح کا سبب ہیں۔ بیت جسم کے رہنے والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال اور صوری اولاد ہیں اور بیت ذکر کے رہنے والے علماء اور اتقیاء ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی اولاد ہیں اور خانہ دین کی تعمیر کا سبب اور شریعت کی عمارت کی بنیاد ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثال اور ایسی ہی دوسری مثالیں ان پر صادق ہیں اور جو ان دونوں صفات کے جامع ہیں اور دینی و جسمانی نسبتوں کے حامل ہیں وہ دوسروں کی نسبت زیادہ کامل و مکمل ہیں جیسے کہ بعض اولیاء کرام علم سعادت اور ولایت کے جامع ہیں اس کے باوجود جسمانی نسبت کے حقوق کی ادائی، رعایت، ادب اور تعظیم و تقدیم واجب و لازم ہے۔ اسی طرح حکیم ترمذی نے فرمایا۔

ؔ۹ اس میں کتاب اللہ کی تعظیم اس طرح بیان کی ہے۔

ؔ۱۰ لغت میں حبل کا معنی رسی، عہد و امان اور وابستگی بھی آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا عہد اور امان ہے کہ جو شخص اسے مضبوطی سے تھامے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قرب سے وابستگی اور قدس کے زینوں پر ترقی کا سبب ہے

۵۸۶۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ إِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب وہ حضرت جعفر کے ؔ۱ بیٹے کو سلام کہتے تو کہتے اے دو پروں والے ؔ۲ کے بیٹے آپ پر سلام ہو۔ (بخاری)

۱؎ حضرت عبد اللہ ابن جعفر بن ابی طالب

۲؎ ذوالجناحین (دو پروں والے) حضرت جعفر طیار کا لقب ہے۔ شام کے علاقے میں واقع غزوہ موتہ میں ان کی شہادت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ملاحظہ فرمایا کہ ان کے دو پر ہیں، اور فرشتوں کے ساتھ محو پرواز ہیں۔ آپ کو تعجب ہوا کہ یہ کیا حال ہے؟ اس کے بعد خبر آئی کہ وہ شہید ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد صحابہ کرام انہیں جعفر طیار اور ذوالجناحین کہتے تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ہم نے جعفر کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ جنگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا آپ نے تمام واقعات ملاحظہ فرمائے، آخر آپ نے غمگین ہو کر واقعات بیان فرمائے اس کے بعد حضرت جعفر طیار کو فرشتوں کے ساتھ دیکھا انہیں سلام دیا اور حال معلوم ہو گیا ۱۲ مولوی امیر علی)

۵۸۰۰ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حسن بن علی آپ کے کندھے پر تھے، آپ دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! میں انہیں محبوب رکھتا ہوں تو بھی انہیں محبوب بنا لے ۱؎ (صحیحین)

۱؎ پہلا اُحِبُّہٗ ہمزہ کے پیش، حاء کی زیر اور باء کے پیش کے ساتھ اور دوسرا ہمزے کی زبر اور باء کی زبر کے ساتھ (اَحِبَّہٗ) ہے۔

۵۸۰۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنَ النَّهَارِ حَتّٰى اَتٰى خِبَاءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ اَثَمَّ لُكَعُ اَثَمَّ لُكَعُ يَعْنِيْ حَسَنًا فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ جَاءَ يَسْعٰى حَتّٰى اعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کے کچھ حصے میں باہر آیا۔ یہاں تک کہ آپ سیدہ فاطمہ کے گھر ۱؎ تشریف لائے اور فرمایا کیا یہاں بچہ ہے؟ (دو دفعہ یہ ارشاد فرمایا) آپ حضرت حسن کے بارے میں پوچھ رہے تھے ۲؎ آپ تھوڑی دیر ٹھہرے کہ بچہ دوڑتا ہوا آیا ۳؎ یہاں تک کہ دونوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب بنا لے اور اس سے محبت کرنے والے کو بھی محبوب بنا لے ۵؎

۱؎ خباء نقطے والی خاء کے نیچے زیر، اس کے بعد باء، اس کا معنی خیمہ ہے، لیکن اس جگہ گھر مراد ہے۔ مصابیح کے بعض نسخوں میں جناب ہے، جیم اور نون کے ساتھ جس کا معنی آستانہ اور صحن ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ تبدیل شدہ لفظ ہے۔

۲؎ لُکَع لام پہ پیش، کاف مخفف پہ زبر، اس کے کئی معانی ہیں جن میں سے ایک چھوٹا بچہ ہے اس جگہ یہی معنی مراد ہے۔

۳؎ جیسے کہ بچوں کی عادت ہے۔

۴؎ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسن دونوں نے ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالے اور اپنے ساتھ چمٹا لیا۔

۵؎ یا اللہ! ہمیں یہ سعادت عطا فرما۔

۵۷۴۲ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِلٰی جَنْبِہٖ وَھُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّۃً وَّعَلَیْہِ اُخْرٰی وَیَقُوْلُ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوبکرہ[۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پہ دیکھا حضرت حسن بن علی آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ کبھی صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف[۲] اور فرمایا ہمارا یہ بیٹا سید[۳] ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا[۴] (بخاری)

۱؎ ابوبکرۃ باء پہ زبر، کاف ساکن آخر میں تاء، مشہور صحابی ہیں ان کا نام نُفَیع ہے۔ نون پہ پیش فاء پہ زبر ابن حارث ثقفی، ان کے حالات کئی دفعہ اس سے پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

۲؎ یعنی کبھی وعظ و نصیحت کے لیے صحابہ کرام کی طرف دیکھتے اور کبھی ازراہِ شفقت و محبت حضرت حسن کی طرف دیکھتے۔

۳؎ سید وہ ہے جو اپنی قوم میں نیکی میں بلند و بالا ہو۔ بعض علماء نے فرمایا: سید وہ ہے جس پر اس کا غضب غالب نہ آئے، یعنی حلیم والا، سید کا اطلاق کئی معنوں پہ آیا ہے مثلاً مربی، مالک، شریف، فضیلت والا، کریم، حلیم، قوم کی ایذاء کو برداشت کرنے والا، رئیس اور سب سے آگے۔

۴؎ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس امر کی اطلاع ہے کہ مسلمان دو حصوں میں بٹ جائیں گے، ایک حصہ حضرت حسن کے ساتھ اور دوسرا حضرت امیر معاویہ کے ساتھ۔ امام حسن خلافت کے زیادہ حق دار تھے کیونکہ تیس سال سے چھ مہینے باقی رہتے تھے جن کی خبر دیتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے بعد خلافت تیس سال ہے۔ پس اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پہ شفقت و رحمت نے

انھیں اس بات پر مائل کیا کہ انھوں نے دنیا کی حکومت کو ترک کر دیا اور اگلے جہان کی حکومت میں دلچسپی لی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خون کا ایک قطرہ بھی بہایا جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جماعتیں ملتِ اسلام پر ہیں، باوجودیکہ ایک حق پر نہ تھی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح اہل سنت وجماعت کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت وحکومت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

۵۸۸۲ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ سَاَلَهٗ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهٗ يَقْتُلُ الذُّبَابَ قَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْاَلُوْنِيْ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

عبدالرحمٰن بن ابی نعم[1] سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنا۔ ان سے ایک شخص[2] نے محرم کے بارے میں سوال کیا۔ شعبہ[3] فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ اس نے یہ سوال کیا کہ محرم مکھی کو مار دیتا ہے۔ ابن عمر نے فرمایا: اہلِ عراق مجھ سے مکھی کے بارے میں سوال کرتے ہیں حالانکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے[4] کو شہید کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ دونوں دنیا سے ہمارے پھول ہیں[5]۔ (بخاری)

[1] عبدالرحمٰن بن ابی نعم نون پر پیش، بے نقطہ عین ساکن، عابد وزاہد، فاضل اور ثقہ تابعی ہیں۔ کوفہ کے عبادت گزاروں میں سے تھے۔ ہمیشہ بھوک برداشت کرتے رہے۔ حجاج نے انھیں گرفتار کر کے ایک تاریک گھر میں قید کر دیا اور دروازہ بند کر دیا۔ پندرہ دن کے بعد انھیں اس ارادے سے نکالا کہ انھیں شہید کر دیا جائے اور اگر فوت ہو چکے ہوں تو انھیں دفن کر دیا جائے، دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ انھیں اجازت دے دی کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

[2] عراق کے ایک شخص نے محرم کے بارے میں سوال کیا۔

[3] حضرت شعبہ عبدالرحمٰن سے اس حدیث کے راوی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ اس شخص نے یہ سوال کیا کہ اگر محرم مکھی کو مار دے تو اس کی جزا کیا ہے؟ اور اس پر کیا لازم آتا ہے؟ کوئی جانور یا صدقہ یا کچھ بھی لازم نہیں۔

[4] یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کو

[5] رَيْحَانَتَايَ نون پر زبر یاء مشدد، مفتوح، یعنی حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دنیا سے ہمارے دو پھول ہیں۔ ریحان کا معنی رحمت، راحت اور رزق آتا ہے اولاد کو بھی اس معنی میں ریحان کہتے ہیں۔ اس کا معنی خوشبودار گھاس بھی۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی بطورِ تشبیہ اس کا اطلاق اولاد پر کیا جا سکتا ہے

رَیْحَانَانِیَ اور رَیْحَانِی نون کے نیچے زیر اور یاء ساکن بھی روایت ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا لفظ مِنَ الدُّنْیَا اسی طرح ہے جس طرح مِنْ دُنْیَاکُم اس حدیث شریف میں ہے حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُم تمہاری دنیا سے تین چیزیں ہمارے لیے محبوب ہیں

۵۸۸۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَشْبَہَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ وَقَالَ فِی الْحُسَیْنِ اَیْضًا کَانَ اَشْبَہَھُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن ابن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا اور حضرت حسین کے بارے میں بھی فرمایا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے (بخاری)

[1] یعنی حضرت حسن کے علاوہ ــــــ دوسری فصل میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا کہ حضرت حسن سینے سے سر تک بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین سینے سے پاؤں تک ۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :۔

ایک سینے تک مشابہ، اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نُور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِ توأم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نُور کا

(شرف قادری)

۵۸۸۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی صَدْرِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگایا اور دعا کی اے اللہ! انھیں حکمت[1] کا علم عطا فرما اور ایک روایت میں ہے انھیں کتاب[2] کا علم عطا فرما (بخاری)

[1] انھیں علم و حکمت، اشیاء کی حقیقتوں کی معرفت اور لائق و مناسب امور پر عمل عطا فرما۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حکمت کا مطلب ہے کردار کا درست ہونا اور گفتگو کا سچا ہونا۔

[2] انھیں کتاب اللہ کا علم عطا فرما جو تمام علم و حکمت کو شامل ہے۔

۵۸۸۶ وَعَنْہُ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَہٗ وَضُوْءً فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَنْ وَضَعَ ھٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو خانے[1] میں تشریف لے گئے۔ میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی[2] رکھا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو فرمایا یہ کس نے رکھا ہے؟ آپ کو خبر دی گئی[3] تو آپ نے دعا کی: اے اللہ انھیں دین کی

فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) سمجھ عطا فرما[۴] (صحیحین)

[۱] صراح میں ہے خلاء یا پانی استعمال کرنے کی جگہ

[۲] وَضوء واؤ پر زبر، اس کا معنی ہے پانی، یہ واقعہ اس رات کا ہے جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر رات گزاری۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے اٹھے، ابن عباس بچے تھے جیسے باب قیام اللیل میں اس کا تذکرہ ہوا۔

[۳] یعنی گھر والوں نے عرض کیا کہ ابن عباس نے رکھا ہے۔

[۴] ابن عباس کا علم وفضل اور ان کی دانائی اس لیے تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خدمت کی بناء پر اس عطا سے مشرف ہوئے خدمت کرنی چاہیے۔ ع

مرداں زخدمت بجائے رسند

(کہ مرد خدمت سے بلند مقام تک پہنچ جاتے ہیں)

۵۸۸۴ / ۱۵ وَعَنْ اُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَاْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُنِيْ فَيُقْعِدُنِيْ عَلٰى فَخِذِهٖ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلٰى فَخِذِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّيْ اَرْحَمُهُمَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اور امام حسن کو پکڑتے تھے اور دعا کرتے تھے: اے اللہ! ان دونوں کو محبوب بنا کیونکہ میں ان سے محبت کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ران پر بٹھاتے تھے اور حضرت حسن بن علی کو پکڑ کر دوسری ران پر بٹھاتے تھے پھر ان دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیتے اور دعا کرتے اے اللہ! ان پر رحم فرما کیونکہ میں ان پر رحم کرتا ہوں[۱] (بخاری)

[۱] حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے تھے۔ حضرت اسامہ ان کے بیٹے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید سے محبت فرماتے تھے اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ سے اتنی محبت فرماتے کہ انھیں امام حسن کے ساتھ برابر کی جگہ دیتے اور محبت میں شریک فرماتے اور مذکورہ بالا دعائیہ کلمات سے نوازتے۔ صحابہ کرام انھیں حِبُّ رسول اللہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب) کہتے تھے حِبُّ حاء کے نیچے زیر، اس کا معنی ہے محبوب، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بچے تھے اور ان کا رنگ سیاہ تھا جیسے کہ خانہ زاد (غلام) ہوتے ہیں ؎

زانکہ ترا بر من مسکین نظر است آثارم از آفتاب مشہور تر است

چونکہ آپ کی مجھ مسکین پر نظر ہے، اس لیے میرے آثار سورج سے زیادہ مشہور ہیں۔
سلہ حضرت حسن اور حضرت اسامہ کو یا دونوں رانوں کو۔

۵۹۹۹/۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اَمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِّلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ نَحْوُهٗ وَفِيْ اٰخِرِهٖ اُوْصِيْكُمْ بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ صَالِحِيْكُمْ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو بنایا بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ان کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو اس سے تم ان کے والد کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو[1] اور اللہ کی قسم! ان کے والد امارت کے لائق تھے اور وہ ہمارے محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور ان کے بعد یہ ہمارے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں[2] (صحیحین) امام مسلم کی روایت میں بھی اسی طرح ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ ہم تمھیں ان کے بارے میں وصیت کرتے ہیں کیونکہ یہ تمھارے صالحین میں سے ہیں۔

سلہ یہ اشارہ ہے حضرت زید بن حارثہ کی امارت کی طرف غزوہ موتہ میں میم پر پیش اس کے بعد دو تائیں ہیں (مُوْتَتَہ) شام کے علاقے میں ایک جگہ، باوجودیکہ اس غزوہ میں اکابر صحابہ موجود تھے۔ امام نسائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو جس لشکر میں بھی بھیجا انھیں امیر بنا کر ہی بھیجا۔

سلہ جب غزوہ موتہ میں حضرت زید شہید ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو امیر مقرر فرمایا، تاکہ جا کر اس قوم سے اپنے والد ماجد کا انتقام لیں۔ بزرگ مہاجرین و انصار ان کے ہمراہ تھے، جن میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق بھی شامل تھے، کچھ لوگوں نے اس بارے میں چہ میگوئیاں کیں کہ ایک نو عمر لڑکے کو مہاجرین اور انصار کا سردار مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس اثناء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہو گئی اور دردِ سر کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جب آپ نے لوگوں کی گفتگو سنی تو اس حال میں باہر تشریف لائے کہ سرِ اقدس پر ایک پٹی باندھی ہوئی تھی، منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اس کے بعد مذکورہ بالا ارشاد فرمایا، اس کے بعد دردِ سر میں اضافہ ہو گیا اور مرضِ وفات کا آغاز ہو گیا اور یہ معاملہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا (اور اس قوم سے حضرت زید کا انتقام نہ لیا جا سکا) ۱۲ شرف قادری

یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ آزاد شدہ غلام کو امیر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ کم عمر افراد کو بڑی عمر والے حضرات پر اور مفضول کو افضل پر امیر بنایا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی مصلحت ہو۔

۵۸۸۹ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ زَیْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَیْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰی نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَذُكِرَ حَدِیْثُ الْبَرَاءِ قَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ فِیْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِیْرِ وَحَضَانَتِهٖ۔

ان ہی سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کو ہم زید بن محمد ہی کہا کرتے تھے[۱] یہاں تک کہ قرآن پاک کا حکم نازل ہوا کہ انھیں ان کے باپوں کی طرف ہی منسوب کرکے بلاؤ[۲] (صحیحین) حضرت براء سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو بلایا اَنْتَ مِنِّیْ یہ حدیث بَابُ بُلُوْغِ الصَّغِیْرِ وَحَضَانَتِهٖ میں بیان کی گئی ہے[۳]

[۱] یعنی انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہا کرتے تھے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بیٹا فرمایا تھا، عربوں کا رواج تھا کہ منہ بولے بیٹے کو بیٹا ہی کہتے تھے اور اسے وراثت بھی دیتے تھے۔

[۲] اس میں ضمناً یہ حکم آگیا کہ باپ کے علاوہ کسی کی طرف منسوب نہ کرو، اس آیت کے آخر میں ہے کہ ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کرکے بلانا زیادہ عدل اور زیادہ درست ہے اور اگر ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں۔

[۳] یہ حدیث مصابیح میں اس جگہ مذکور ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۸۹۰ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّتِهٖ یَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰی نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ یَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَكْتُ فِیْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حج کے موقع پر عرفہ (۹ ذوالحجہ) کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ قصواء[۱] نامی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دے رہے تھے، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! ہم نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم نے اسے پکڑا اور اس پر عمل کیا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ (۱) کتاب اللہ (۲) اپنے اہل بیت اور اپنی عترت[۱] (ترمذی)

۱؎ قصواء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان کا کنارا کاٹ دیا گیا ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اس طرح نہ تھی بلکہ وہ پیدائشی طور پر ہی ایسی تھی ۔ یہ بھی احتمال ہے کہ قصواء، قصوٰ سے مشتق ہو جس کا معنی دُور ہونا ہے ۔ کیونکہ وہ دور سے دور حد تک دوڑتی تھی ۔

۲؎ عترت قوم اور قریبی رشتہ دار مردوں کو کہتے ہیں، اس کا معنی اہلِ بیت بھی ہے ۔ اسی لیے اس کی تفسیر اہلِ بیت سے فرمائی ؟ اس میں اشارہ یہ ہے کہ اس عترت سے مراد قوم اور اقرباء سے خاص معنی مراد ہے، قوم اور اقرباء قریبی دادا کی اولاد کو کہتے ہیں ۔ اس جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ذریت مراد ہے ۔ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ یہ اشارہ ہے سنت کے اختیار کرنے کی طرف خوب غور کیجیے ۔

۵۹۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہارے پاس وہ چیز چھوڑ رہے ہیں جسے تم نے مضبوطی سے پکڑا تو تم گمراہ نہیں ہو گے ۔ ان میں سے ایک چیز دوسری سے بڑی ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کی مثال اس رسی کی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکائی ہوئی ہو[۱]، (۲) ہماری عترت اور اہلِ بیت، یہ دونوں چیزیں ہم سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ یہ دونوں ہمارے پاس حوض پر آئیں گی[۲] پس غور کرو کہ تم ان دونوں کے بارے میں ہمارے بعد کس طرح ہمارے خلیفہ بنتے ہو[۳] (ترمذی)

۱؎ تاکہ تم اسے پکڑ کر آسمانِ قدس تک پہنچ سکو اور یہ اللہ تعالیٰ کا عہد اور امان ہے بندوں کے لیے ۔

۲؎ اور ہمارے سامنے تمہارا شکریہ اور تعظیم پیش کریں گی اس معاملے کی بناء پر جو تم نے ان کے ساتھ کیا ہے ۔ ورود کا معنی ہے پانی پر آنا ۔

۳؎ یعنی ان کے ساتھ کس طرح معاملہ کرتے ہو ؟ اور کس طرح انھیں مضبوطی سے پکڑتے ہو ۔

۵۹۲ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَهُمْ

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین کے بارے میں فرمایا: ہم اس شخص سے

وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

جنگ کرنے والے ہیں جو ان سے جنگ کرے اور اس شخص سے صلح کرنے والے ہیں جو ان سے صلح کرے۔

ﻟﮧ سلم، سین کے نیچے زیر اور اس پر بھی زبر پڑھ سکتے ہیں، اس کا معنی صلح ہے۔

۵۸۹۳ وَعَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ
۲۱
دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

جمیع ابن عمیر ﻟﮧ سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا میں نے اس سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انسانوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا۔ انھوں نے فرمایا فاطمہ۔ عرض کیا گیا مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے شوہر ﻟﮧ۔

(ترمذی)

ﻟﮧ جُمیع، جیم پر پیش ابن عمیر عین پر پیش، شیعہ تھے لیکن صادق اور صالح الحدیث تھے حضرت عائشہ اور ابن عمیر سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا: ان کی حدیث میں کلام ہے۔

ﻟﮧ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس جگہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انصاف اور ان کا سچ قابلِ دید ہے کہ انھوں نے کیا فرمایا؟ حالانکہ اس جگہ انھیں کہنا چاہیے تھا کہ میں اور میرے والد (جیسے کہ بخاری شریف میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے ۱۲ اشرف قادری) بعید نہیں کہ اگر حضرت سیدہ فاطمہ سے یہی سوال کیا جاتا تو وہ فرمائیں: عائشہ صدیقہ اور ان کے والد، یہ خلاف گمراہی اور تعصب والوں کے کہ وہ ان حضرات کو ایک دوسرے کا مخالف اور دشمن قرار دیتے ہیں حاشا وکلاّ! ایسا ہرگز نہیں۔ علاوہ ازیں محبت اور فضیلت میں فرق ہے خوب غور کیجیے۔

۵۸۹۴ وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ
۲۲
اَنَّ الْعَبَّاسَ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَاَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ اِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوْهٍ مُبْشَرَةٍ وَاِذَا لَقُوْنَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ

عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ﻟﮧ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ انھیں غصہ دلایا گیا تھا ﻟﮧ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا، آپ نے فرمایا: کس چیز نے آپ کو غصہ دلایا ہے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ ہمارا اور قریش کا کیا حال ہے؟ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو تر و تازہ چہروں ﻟﮧ سے ملتے ہیں اور جب

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى احْمَرَّ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلِ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ اٰذٰى عَمِّيْ فَقَدْ اٰذَانِيْ فَاِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنِ الْمُطَّلِبِ)

ہمیں ملتے ہیں تو اس وصف کے بغیر ملتے ہیں۔ اس پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے یہاں تک کہ آپ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی! کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے لیے تم سے محبت رکھے۔ پھر فرمایا: اے لوگو! جس نے ہمارے چچا کو تکلیف دی، اس نے ہمیں تکلیف دی۔ اس لیے کہ مرد کا چچا اس کے والد ہی کی طرح ہے[۵]۔ (ترمذی) مصابیح میں ہے کہ یہ حدیث مطلب[۶] سے مروی ہے۔

[۱] عبدالمطلب بن ربیعہ را پر زبر، ابن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم قریشی ہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے، صاحب جامع الاصول نے ان کا ذکر صحابہ کرام میں کیا ہے اور فرمایا کہ ان کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔ کاشف میں ہے کہ وہ شامی صحابی ہیں۔ پہلے مدینہ منورہ میں مقیم تھے، پھر شام چلے گئے اور وہیں ۶۲ھ میں وفات پائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

[۲] یعنی کسی نے انہیں غصہ دیا ہوا تھا کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کا باعث ہوئی۔

[۳] مُبْشِرَۃ میم پر پیش با ساکن اور نقطوں والے شین پر زبر، یہ بِشْرٌ سے مشتق ہے جس کا معنی خوش دلی اور خندہ پیشانی ہے۔ ایک روایت میں ہے مُسْفِرَۃٌ میم پر پیش بے نقطہ سین ساکن اور فاء کے نیچے زیر، یہ اِسْفَارٌ سے مشتق ہے جس کا معنی روشنی ہے۔

[۴] یعنی بنو ہاشم بن عبدالمطلب کو ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے نہیں ملتے۔

[۵] صِنْوٌ صاد کے نیچے زیر اور نون ساکن، درخت کے چند تنے جو ایک ہی جڑ سے ہوں۔ اور باپ کا بھائی۔ صِنْوَانِ تثنیہ اور صُنْوان پہلے حرف پہ پیش، جمع ہے، بعض علماء اسے کھجور کے درخت کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں۔

[۶] یعنی بجائے عبدالمطلب بن ربیعہ کے مطلب بن ربیعہ کہا ہے اور صحیح عبدالمطلب ہے۔

۵۸۹۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَبَّاسُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

عباس ہم سے ہیں اور ہم عباس سے ہیں [1] (ترمذی)

[1] یہ کنایہ ہے اتحاد، یگانگت اور محبت سے، اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شرافت اور نبوت کی فضیلت کے اعتبار سے اصل ہیں اور حضرت عباس نسب اور چچا ہونے کے اعتبار سے اصل ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس عبارت کا مطلب اتحاد، محبت اور اخلاص ہے، جیسے کہ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا اَنَا مِنْكَ وَاَنْتَ مِنِّیْ ہم تم سے متعلق ہیں اور تم ہم سے متعلق ہو۔

۵۸۹۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ اِذَا كَانَ غَدَاةُ الْاِثْنَيْنِ فَاْتِنِیْ اَنْتَ وَوَلَدُكَ حَتّٰی اَدْعُوَلَكُمْ بِدَعْوَةٍ يَّنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا وَوَلَدَكَ فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهٗ وَاَلْبَسَنَا كِسَاءَهٗ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِیْ وَلَدِهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَزَادَ رَزِيْنٌ وَاجْعَلِ الْخِلَافَةَ بَاقِيَةً فِیْ عَقِبِهٖ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو فرمایا: پیر کے دن صبح کے وقت آپ ہمارے پاس آئیں اور آپ کی اولاد [1] تاکہ ہم آپ کے لیے ایسی دعا کریں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو فائدہ عطا فرمائے چنانچہ حضرت عباس اور ہم ان کے ساتھ صبح کے وقت حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنا کمبل اوڑھایا [2] پھر دعا کی اے اللہ! عباس اور ان کی اولاد کی ایسی ظاہری اور باطنی مغفرت فرما جو کسی گناہ کو نہ چھوڑے۔ اے اللہ! ان کی حفاظت فرما ان کی اولاد میں [3] (ترمذی) رزین نے یہ اضافہ کیا اور خلافت [4] ان کی اولاد میں تادیر باقی رکھ۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

[1] ولد کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولد سے مراد ابن عباس ہوں یہ مطلب ان کے اس قول کے زیادہ موافق ہے کہ ہم ان کے ساتھ حاضر ہوئے (کیونکہ جگہ جگہ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے)

[2] ایک نسخے میں لَکُمْ کی بجائے لَہُمْ ہے (یہ ضمیر جمع اولاد کی طرف راجع ہو گی ۱۲ اشرف قادری)

[3] اس میں اشارہ ہے کہ یہ حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص ہیں اور ایک ذات کی حیثیت رکھتے ہیں کہ ایک کمبل سب کو شامل ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت پھیلا دے جس طرح ہم نے ان پر کمبل پھیلایا ہے۔

[4] یعنی انھیں عزت عطا فرما، ان کے حق کی رعایت فرما اور ان کو ان کی اولاد میں آفتوں اور بلاؤں سے

محفوظ فرما تاکہ وہ ضائع نہ ہوں ۔

۵ جو علم حدیث کے امام ہیں ۔

۶ اور بادشاہی اور ملک و دولت لمبی مدت تک ان کی اولاد میں قائم رکھ، کچھ عرصہ خلافت عباسیوں کے گھر میں رہی ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ درحقیقت امت کو حکم ہو کہ خلافت ان کا حق ہے لہٰذا چاہیے کہ ان کے علاوہ کسی کو خلیفہ مقرر نہ کریں ۔

۵۸۹۷ وَعَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰی جِبْرِيْلَ مَرَّتَيْنِ وَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت جبرئیل کو دو دفعہ دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دو دفعہ دعا فرمائی ۱
(ترمذی)

۱ حضرت جبرئیل کی دو دفعہ زیارت کے بارے میں علامہ سیوطی، جمع الجوامع میں روایت کرتے ہیں ۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا ۔ اس وقت میں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت دحیہ کلبی کے ساتھ رازداری کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے مجھے علم نہیں ہوا کہ وہ جبرئیل امین علیہ السلام ہیں ۔ حضرت جبرئیل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ ابن عباس ہیں اگر ہمیں سلام کہتے تو ہم سلام کا جواب دیتے ۔ نیز یہ کہ انھوں نے بہت سفید کپڑے پہن رکھے ہیں ۔ ان کے بعد ان کی اولاد سیاہ کپڑے پہنے گی ۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو مجھے فرمایا کہ جب تم ہمارے پاس سے گزر رہے تھے تو تمھیں سلام کرنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ حضرت دحیہ کلبی سے رازدارانہ انداز میں گفتگو فرما رہے تھے تو میں نے قطع کلامی کو پسند نہیں کیا ۔ اگر میں سلام عرض کرتا اور آپ جواب دیتے تو گفتگو میں خلل واقع ہوتا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ جبرئیل امین تھے، اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ دو دفعہ وقوع پذیر ہوا ۔ اسی طرح جامع الاصول میں ہے ۔
بندہ مسکین راقم الحروف عبدالحق بن سیف الدین کہتا ہے کہ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حضرت جبرئیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں حاضر ہوتے تھے اور صحابہ کرام انھیں دیکھتے تھے، اس صورت میں انھیں دیکھنے میں حضرت ابن عباس کی خصوصیت کیا ہوئی؟ ظاہر یہ ہے کہ ابن عباس نے حضرت جبرئیل کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا لیکن یہ دیکھنا عالمِ ملکوت میں تھا کہ ان کے علاوہ کسی صحابی نے نہیں دیکھا صحابہ کرام نے انھیں عالم ناسوت (یعنی اس دنیا) میں دیکھا ۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کو فرمایا : کہ جس نے نبی کے بغیر جبرئیل امین نے دیکھا اس کی بینائی جاتی رہی ۔ اے ابن عباس! تمھاری بینائی بھی جاتی رہے گی لیکن تمھاری وفات کے دن

تمھیں واپس دے دی جائے گی۔ روایت ہے کہ جب ابن عباس کی وفات ہوئی اور انھیں کفن پہنایا گیا، تو ایک سفید پرندہ آیا اور ان کے کفن میں غائب ہو گیا، ہر چند تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ نے فرمایا: کیا تم بے وقوف ہو؟ یہ ان کی بینائی تھی جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ ان کی وفات کے دن واپس دے دی جائے گی۔ جب ابن عباس کو لحد میں اتارا گیا تو غیب سے یہ آواز آئی جسے تمام حاضرین نے سنا۔

یٰاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً

(اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)۔

رہی یہ بات کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن عباس کے لیے دو دفعہ دعا فرمائی تو ان کی روایت میں پہلی فصل کے آخر میں گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے سینے سے چمٹایا اور دعا فرمائی۔ اے اللہ! انھیں حکمت اور کتاب کا علم عطا فرما، دوسری دعا بھی ان کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضوخانہ میں گئے اور میں نے وضو کا پانی لاکر رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ اہلِ خانہ نے عرض کیا کہ ابن عباس نے رکھا ہے، آپ نے دعا کی، اے اللہ! انھیں دین کی فقاہت عطا فرما۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ اس وقت دعا فرمائی جب ابن عباس نے حضرت میمونہ کے گھر رات گزاری اور دوسری دفعہ اس وقت جب آپ نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کو (پیر کے دن) بلایا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

۵۸۹۸/۲۶ وَعَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ دَعَالِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّؤْتِیَنِیَ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ مَرَّتَیْنِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دو دفعہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا فرمائے[1]

(ترمذی)

[1] اس حدیث کا اشارہ اسی حدیث کی طرف ہے جس کا ذکر ابھی ہوا ہے کیونکہ فقہ کا معنی حکمت ہے

۵۸۹۹/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ جَعْفَرٌ یُحِبُّ الْمَسَاکِیْنَ وَیَجْلِسُ اِلَیْہِمْ وَیُحَدِّثُہُمْ وَیُحَدِّثُوْنَہٗ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکَنِّیْہِ بِاَبِی الْمَسَاکِیْنِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جعفر مسکینوں سے محبت فرماتے تھے، ان کے پاس بیٹھتے، ان سے گفتگو کرتے وہ ان سے گفتگو کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ابوالمساکین کی کنیت سے یاد فرماتے تھے[2]

(ترمذی)

۱؎ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھائی)
۲؎ یعنی مسکینوں کا باپ، ان کا مربی اور ان پر مہربانی کرنے والا۔

۵۹۰۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ جَعْفَرًا يَّطِيْرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلٰٓئِكَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہوئے دیکھا (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۵۹۰۱ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں ۱؎ (ترمذی)

۱؎ شَبَاب، شین پہ زبر اور باء مخفف، شابٌ کی جمع ہے جس کا معنی جوان ہے جو تیس یا چالیس سال کی عمر کو پہنچا ہوا ہو۔ شَبَبَةٌ پہلے تینوں حرفوں پہ زبر اور شُبَّانٌ شین پہ پیش، باء مشدد اور آخر میں نون بھی شابٌ کی جمع ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ یہ ان لوگوں سے افضل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے۔ اس کلام میں نظر ہے کیونکہ جواں سال شہداء پر ان حضرات کی فضیلت کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ یہ بہت سے ان لوگوں سے بھی افضل ہیں جو بڑھاپے میں فوت ہوئے اس لیے بہتر وہ بات ہے جو بعض علماء نے کہی ہے اور وہ یہ کہ یہ حضرات اہل جنت کے سردار ہیں۔ اس لیے کہ تمام جنتی جوان ہوں گے لیکن یہ تخصیص کرتے ہیں کہ یہ انبیاء اور خلفاء راشدین کے علاوہ دوسرے جنتیوں کے سردار ہیں۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ شباب کا معنی فتوت، جواں مردی اور کرم ہے مطلب یہ ہے کہ جوانی کی حالت میں دنیا سے گئے یا ازراہ شفقت و محبت جوانوں سے تشبیہ دی۔ جیسے کہ باپ بیٹے کو جوان، غلام، صغیر، صبی اور ولید کہتا ہے اگرچہ معمر اور جوان ہو۔

۵۹۰۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَايَ مِنَ الدُّنْيَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ سَبَقَ فِي فَصْلِ الْاَوَّلِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حسن اور حسین دنیا سے ہمارے دو پھول ہیں (ترمذی) یہ حدیث پہلی فصل میں گزر چکی ہے ۱؎

۱؎ جسے عبدالرحمٰن بن ابی نعم نے روایت کیا اس جگہ یہ روایت حدیث کی جز تھی۔ صاحب مصابیح اسے دوسری فصل میں حدیث کے طور پہ لائے ہیں۔ یہ صاحب مشکوٰۃ کا صاحب مصابیح پہ اعتراض ہے حالانکہ

یہ بات محل اعتراض نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث دونوں طریقوں سے مروی ہو۔ محدثین کے ہاں یہ عام طریقہ ہے۔

۵۹۰۳ وَعَنْ اُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا اَدْرِيْ مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِيْ قُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهٗ فَاِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک رات کسی[1] حاجت کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ نے کوئی چیز اٹھا رکھی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ جب میں اپنی حاجت سے فارغ ہوا تو عرض کیا کہ آپ نے کیا اٹھا رکھا ہے آپ نے اس چیز سے کپڑا اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حسن اور حسین آپ کی پشت پر لیٹے ہوئے ہیں[2] آپ نے فرمایا: یہ ہمارے دو بیٹے اور ہماری بیٹی کے بیٹے ہیں[3] اے اللہ! میں انھیں محبوب رکھتا ہوں تو بھی انھیں محبوب رکھ اور جو اُن سے محبت رکھے تو بھی اسے محبوب بنا۔ (ترمذی)

[1] طُرُوْقٌ اور طَرْقٌ کا معنی ہے رات کے وقت آنا اور طَارِقٌ کا معنی ہے رات کے وقت آنے والا۔

[2] جیسے کسی نفیس چیز کو اٹھایا جاتا ہے۔ وَرِكَيْهِ واؤ پر زبر، راء کے نیچے زیر، اسے ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں، رانوں کے اوپر کا حصہ جسے سرین بھی کہتے ہیں، جیسے کَتِفٌ بازو کے اوپر والے حصے کو کہتے ہیں۔

[3] اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نواسہ بھی بیٹا ہے جیسے کہ پوتا بھی بیٹا ہے۔ اس سے ماں کی طرف سے بھی نسب کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ اولاد بعض بعض سے ہے شاعر نے اس کے برخلاف عرف اور عادت کی بناء پر کہا ہے

بَنُوْنَا بَنُوْ اَبْنَائِنَا وَبَنَاتُنَا
بَنُوْهُنَّ اَبْنَاءُ الرِّجَالِ الْاَبَاعِدِ

ہمارے بیٹے وہ ہیں جو ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں۔ ہماری بیٹیوں کے بیٹے تو اجنبی مردوں کے بیٹے ہیں۔

۵۹۰۴ وَعَنْ سَلْمٰی قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلِمَةَ وَهِیَ تَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْكِ قَالَتْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِیْ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاْسِهٖ وَلِحْیَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت سلمٰی[1] سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئی کہ وہ رو رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا آپکو کون سی چیز رلا رہی ہے؟ فرمایا: میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں زیارت کی کہ آپ کے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک پہ گرد و غبار تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا ہم ابھی حسین کی شہادت کو حاضر ہوئے تھے (ترمذی) اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے[2]

[1] حضرت سلمٰی حضرت ابورافع کی بیوی تھیں، بعض ازواج مطہرات کی خدمت کیا کرتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی تھیں۔ انھوں نے ہی حضرت اسماء بنتِ عمیس کے ہمراہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔

[2] مخفی نہ رہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۹ھ میں ہے۔ بعض نے کہا کہ ۶۲ھ میں ہے، دو قول ہیں پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۱ھ میں ہے اگر دوسرا قول صحیح ہے تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ پہلے قول کے مطابق بھی اشکال نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کے پائے جانے سے انھیں خواب میں دکھا دیا گیا ہو اور آنفا اس اعتبار سے فرمایا ہو کہ اس کا پایا جانا یقینی ہے۔

۵۹۰۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ اَهْلِ بَیْتِكَ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَكَانَ یَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ اُدْعِیْ لِیَ ابْنَیَّ فَیَشُمُّهُمَا وَیَضُمُّهُمَا اِلَیْهِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے اہلِ بیت میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا حسن اور حسین، آپ سیدہ فاطمہ کو فرمایا کرتے تھے ہمارے لیے دونوں بیٹوں کو بلاؤ پس انھیں سونگھتے تھے اور اپنے ساتھ چمٹاتے تھے (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۵۹۰۶ وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُنَا اِذْ

حضرت بریدہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے

جَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ اَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ اِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

کہ اچانک حسن و حسین آ گئے، انھوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے[2]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے انھیں اٹھایا اور آگے بٹھا لیا پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تمھارے اموال اور تمھاری اولاد فتنہ ہی ہیں[3]۔ ہم نے ان دو بچوں کو دیکھا جو چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے تو ہم نے صبر نہیں کیا یہاں تک کہ ہم نے سلسلہ گفتگو قطع کر دیا[4] اور انھیں بٹھا لیا[5] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

❊ ❊ ❊

[1] حضرت بریدہ باء پر پیش، راء پر زبر، ان کے حالات اس سے پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

[2] اور زمین پر گر پڑتے تھے جیسے کہ بچوں کا طریقہ ہے یَعْثُرَانِ ثاء پر پیش (باب نصر سے)

[3] یعنی ابتلاء اور محل آزمائش ہیں۔

[4] جو پند و نصیحت سے متعلق اور احکام اوامر و نواہی پر مشتمل تھی۔

[5] یہ قلب شریف میں رقت، رحمت اور شفقت کی تاثیر کی بناء پر تھا اولاد اور بچوں پر شفقت و رحمت مستحسن اور مستحب امر اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل ہے، خطبہ میں عمل جائز ہے پس یہ ایک عبادت سے دوسری عبادت میں داخل ہونے کی قسم سے ہے۔ اصل مقصد ان کی فرزندی کو ثابت کرنا اور اظہار محبت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معذرت کرنا از قبیل تواضع تھا اور صحابہ کرام کو تنبیہ تھی کہ اس قسم کے عمل کی عادت بنا لیں سہولت اختیار نہ کریں اور بہانہ نہ بنائیں۔ یا یہ کہ مقام قرب کی بلندی اور حقیقی خلوت سے کسی قدر تنزل واقع ہوا تھا۔ ہمیں آپ کے احوال شریفہ میں گفتگو کی ہمت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی حقیقت کو جانتا ہے۔

۵۹۰۷ / ۳۵ — وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت یعلیٰ ابن مرہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسین ہم سے ہیں اور ہم حسین سے ہیں اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھے جو حسین سے محبت رکھے۔ حسین نواسوں میں سے ایک نواسے ہیں[2] (ترمذی)

سلہ یعلیٰ یاء پر زبر، بے نقطہ عین ساکن اور لام پر زبر، ابن مرّہ میم پہ پیش اور راء مشدد، صحابی ہیں اور اہلِ کوفہ میں شمار کیے گئے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ اہلِ بصرہ سے ہیں ۔ حدیبیہ، خیبر، فتح حنین اور طائف میں حاضر ہوئے ۔

سلہ سِبطٌ سین کے نیچے زیر اور باء ساکن، اولاد کی اولاد، اس کی جمع اسباطٌ ہے ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بھی اسباط کہلاتے ہیں ۔ بنی اسرائیل کے اسباط اسی طرح تھے جس طرح عرب کے قبائل ہیں ۔ سبَط باء کی حرکت کے ساتھ، اصل میں اس درخت کو کہتے ہیں جس کے تنے بہت ہوں اور جڑ ایک ہو ۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو سبط کہنے میں اشارہ ہے کہ ان کی نسل سے بہت سی مخلوق پیدا ہو گی ۔

۵۹۰۸ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن سینے سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں اور حسین سینے سے پاؤں تک مشابہ ہیں سلہ (ترمذی)

سلہ گویا یہ دو شہزادے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعہ تھے، اور آپ کا وجود شریف دونوں کے درمیان منقسم تھا ۔

۵۹۰۹ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِاُمِّيْ دَعِيْنِيْ اٰتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُصَلِّيْ مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَاَسْاَلُهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لِيْ وَلَكِ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلّٰى حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِيْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا حُذَيْفَةُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اِسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں، آپ کے ساتھ نماز پڑھوں اور آپ سے درخواست کروں کہ میرے اور آپ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں سلہ پس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، آپ نے نوافل ادا کیے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی سلہ پھر کاشانہ اقدس کی طرف روانہ ہوئے میں آپ کے پیچھے چلا، آپ نے میری آواز سنی سلہ اور فرمایا یہ کون ہے؟ کیا حذیفہ ہو میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا: تمھاری کیا حاجت ہے؟ اللہ تعالیٰ تمھاری اور تمھاری والدہ کی مغفرت فرمائے

اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

بے شک یہ وہ فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، اس نے اپنے رب کریم سے اجازت طلب کی کہ ہمیں سلام عرض کرے اور ہمیں خوش خبری دے کہ فاطمہ اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے

؎۱ والدہ محترمہ نے مجھے اجازت دے دی۔

؎۲ اس حدیث سے مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کو نفلی نماز کے ساتھ مصروف کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ مشائخ اسے احیاء مابین العشائین کہتے ہیں (مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کو عبادت میں صرف کرنا۔

؎۳ یا تو جوتوں کی آواز مراد ہے یا حضرت حذیفہ کوئی بات کر رہے تھے (یا ذکر کر رہے تھے ۱۲ شرف قادری) جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔

؎۴ تم کیا کہتے ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟

؎۵ (حضرت حذیفہ کے عرض کرنے سے پہلے ہی ان کی مراد پوری فرما دی

کیوں اپنی گلی میں روادار صدا ہو؟
جو بھیک لیے راہ گدا دیکھ رہا ہو
(حسن رضا بریلوی)

— شرف قادری —

۵۹۱۰ / ۳۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن بن علی کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا: اے لڑکے! کتنی اچھی سواری پر سوار ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سوار بھی تو کتنا اچھا ہے؎۱ (ترمذی)

؎۱ یعنی سواری بھی اچھی ہے اور سوار بھی اچھا ہے۔ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ میں واؤ ایسی ہی ہے جیسی وَعَلَيْكَ السَّلَامُ میں ہے۔ جب اس شخص نے صرف سواری کی تعریف کی تو گویا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زیادہ ستائشی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں مذکورہ کلمات ارشاد

فرمائے۔ اس جگہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وارضاہ کی کمال مدح اور انتہائی فضیلت ہے۔

۵۹۱۱ (۳۹) وَعَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ فَرَضَ لِاُسَامَةَ فِيْ ثَلٰثَةِ اٰلَافٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ وَفَرَضَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِيْ ثَلٰثَةِ اٰلَافٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِاَبِيْهِ لِمَ فَضَّلْتَ اُسَامَةَ عَلَيَّ فَوَاللّٰهِ مَا سَبَقَنِيْ اِلٰى مَشْهَدٍ قَالَ لِاَنَّ زَيْدًا كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيْكَ وَكَانَ اُسَامَةُ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ فَاٰثَرْتُ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِبِّيْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت اسامہ کے لیے ساڑھے تین ہزار درہم مقرر فرمائے[۱] اور حضرت عبداللہ ابن عمر کے لیے تین ہزار، حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت کیوں دی ہے؟ اللہ کی قسم! انھوں نے کسی غزوہ کی طرف مجھ سے سبقت نہیں کی ہے حضرت عمر فاروق نے فرمایا، اس لیے کہ زید[۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھارے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسامہ تم سے زیادہ محبوب تھے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی[۳] (ترمذی)

[۱] حضرت فاروق اعظم نے اپنے دورِ خلافت میں بیت المال میں سے حضرت اسامہ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار درہم مقرر کیا اور اپنے بیٹے کا تین ہزار۔

[۲] زید بن حارثہ، حضرت اسامہ کے والد رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمھارے والد یعنی مجھ سے زیادہ محبوب تھے۔

[۳] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب یعنی حضرت اسامہ کو اپنے محبوب یعنی تم پر ترجیح دی۔

۵۹۱۲ (۴۰) وَعَنْ جَبَلَةَ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِبْعَثْ مَعِيَ اَخِيْ زَيْدًا قَالَ هُوَ ذَا فَاِنِ انْطَلَقَ مَعَكَ لَمْ اَمْنَعْهُ قَالَ زَيْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا اَخْتَارُ عَلَيْكَ اَحَدًا قَالَ فَرَاَيْتُ رَاْيَ اَخِيْ اَفْضَلَ مِنْ رَاْيِيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جبلہ ابن حارثہ[۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے بھائی زید کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا وہ[۲] تمھارے سامنے ہیں اگر تمھارے ساتھ جائیں تو ہم انھیں منع نہیں کریں گے۔ حضرت زید نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ جبلہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی رائے کو اپنی رائے سے افضل پایا[۳] (ترمذی)

ــــ جبلہ پہلے تینوں حرفوں پر زبر ابن حارثہ۔ حضرت زید بن حارثہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام) کے بڑے بھائی اور صحابی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہما۔

ــــ ۲ یعنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ــــ ۳ یعنی میں نے اپنے زید بن حارثہ کی رائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے اختیار کرنے کو اپنے رائے سے بہتر پایا کیونکہ میں انھیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔

حضرت جبلہ اور حضرت زید کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت زید یمن کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں آٹھ سال کی عمر میں عرب کی ایک قوم کے قیدی بنا لیے گئے پس وہ انھیں فروخت کرنے کے لیے بازار میں لائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزام نے انھیں اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لیے خرید لیا۔ جب حضرت خدیجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو انھوں نے حضرت زید آپ کو ہبہ کر دیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا اور اپنی آزاد کردہ کنیز حضرت ام ایمن کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ ان سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ کر دیا وہ (آزاد کردہ غلاموں میں) سب سے پہلے اسلام لائے جیسے کہ بعض حضرات کا قول ہے۔ عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال اور بعض علماء کے مطابق بیس سال چھوٹے تھے۔ بدر اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن کریم میں واقع ہے۔ ارشادِ ربانی ہے فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (۳۳/۳۷) پس جب زید نے ان سے (قطع تعلق کرنے کی) غرض پوری کر لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت جعفر بن ابی طالب کا بھائی بنایا۔ جنگِ موتہ میں پچپن سال کی عمر میں شہید ہوئے، رضی اللہ عنہ۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ انھوں نے اپنے ماں باپ کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت چاکری کو ترجیح دی ؏

جن پہ ماں باپ فدا یاں کرم ان کا دیکھو

(امام احمد رضا بریلوی ۱۲ شرف قادری)

۵۹۱۲ وَعَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ[۱] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی تو میں اور دوسرے لوگ مدینہ منورہ کی طرف اترے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

قَدْ اُصْمِتَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَىَّ وَيَرْفَعُهُمَا فَاَعْرِفُ اَنَّهٗ يَدْعُوْلِيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حال یہ تھا کہ سرکار پر خاموشی طاری کر دی گئی تھی۔ پس آپ نے کلام نہیں کیا [۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں مبارک ہاتھ مجھ پر رکھتے اور انھیں اٹھا لیتے تو میں پہچانتا ہوں کہ آپ میرے لیے دعا فرما رہے تھے [۳] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[۱] یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مہاجرین اور انصار کے ایک لشکر کے ساتھ (اس کا امیر مقرر فرما کر) بھیجا تھا۔ ہم مدینہ طیبہ سے باہر جا چکے تھے۔ چند دن کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناسازی طبع کی اطلاع سن کر واپس مدینہ منورہ آ گئے۔ ہبوط کا معنی ہے اوپر سے نیچے آنا۔ اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ جگہ جہاں لشکر نے پڑاؤ کیا تھا، مدینہ منورہ سے بالائی جانب تھی۔ اس کا نام جُرُف ہے جیم اور راء پر پیش، آخر میں فاء جیسے عرفات مکہ مکرمہ کے بائیں جانب ہے۔ عرب اپنے کلام میں اوپر اور نیچے والی جانبوں کا اعتبار کرتے ہیں، جیسے مکہ سے عرفات جائیں تو کہتے ہیں صَعِدْنَا اِلَى الْعَرَفَاتِ ہم عرفات کی طرف اوپر گئے اور اگر عرفات سے مکہ معظمہ آئیں تو کہتے ہیں هَبَطْنَا اِلٰى مَكَّةَ ہم مکہ کی طرف اترے۔ اسی طرح مدینہ منورہ سے جُرُف کی طرف جانا صعود (چڑھنا) ہے اور وہاں سے مدینہ طیبہ کی طرف آنا ہبوط (اترنا) ہے یہاں تک کہ مسجد حرام میں باب السلام کی طرف جائیں جو عرفات کی طرف جاتا ہے تو کہتے ہیں صَعِدْنَا اِلٰى بَابِ السَّلَامِ ہم باب السلام کی طرف چڑھے۔

[۲] آپ گفتگو کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے پس آپ نے گفتگو نہیں کی صَمْتٌ اور صُمُوْتٌ کا معنی ہے خاموش ہونا اِصْمَاتٌ اور تَصْمِيْتٌ کا معنی ہے خاموش کر دینا۔

[۳] یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ پر دونوں مبارک ہاتھ رکھنے اور ان کے اٹھانے سے میں نے جانا کہ آپ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں یہ انتہائی کرم اور شفقت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت اسامہ کے حق میں کہ ایسے وقت میں مہربانی فرما رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔

۵۹۱۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُنَحِّيَ مُخَاطَ اُسَامَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَعْنِيْ حَتّٰى اَنَا الَّذِيْ اَفْعَلُ قَالَ يَا عَائِشَةُ اَحِبِّيْهِ فَاِنِّيْ اُحِبُّهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کی ناک سے بہنے والے پانی کو صاف کرنے کا ارادہ فرمایا [۱] حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ مجھے صاف کرنے دیں [۲] آپ نے فرمایا اے عائشہ! اس سے محبت رکھو کیونکہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں [۳] (ترمذی)

ـــــ۵۱ یعنی بچپن میں حضرت اسامہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں ہوتے تھے ۔ آپ نے ان کی ناک صاف کرنے کا ارادہ فرمایا جیسے بچوں کی ناک صاف کی جاتی ہے ۔ مخاط میم پر پیش ناک کا پانی تمخط ناک صاف کرنا ۔

ـــــ۵۲ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اچھا نہیں لگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کریں ۔

ـــــ۵۳ یعنی اگر تم طبعی طور پر اس سے محبت نہیں رکھتیں تو اس بناء پر کہ ہم اس سے محبت رکھتے ہیں تم بھی اس سے محبت رکھو، کیونکہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اور حقیقت میں کمالِ محبت یہ ہے کہ محبوب سے تجاوز کر کے ہر اس چیز اور شخص تک پہنچ جائے جس کا محبوب سے تعلق ہو ۔ ؎

مِنْ مَذْهَبِيْ حُبُّ الدِّيَارِ لِاَهْلِهَا
وَلِلنَّاسِ فِيْ مَا يَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ

میرا مذہب یہ ہے کہ میں گھر والوں کی وجہ سے گھروں سے محبت کرتا ہوں، لوگوں کے عشق کے باب میں مختلف مذاہب ہیں ۔

۵۹۱۵/۴۲ وَعَنْ اُسَامَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا اِذْ جَاءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَا لِاُسَامَةَ اسْتَاْذِنْ لَنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَ اَتَدْرِيْ مَا جَاءَ بِهِمَا قُلْتُ لَا قَالَ لٰكِنِّيْ اَدْرِيْ اِئْذَنْ لَهُمَا فَدَخَلَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ اَيُّ اَهْلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَا مَا جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ عَنْ اَهْلِكَ مِنَ النِّسَاءِ قَالَ اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْهِ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَا ثُمَّ مَنْ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتَ عَمَّكَ اٰخِرَهُمْ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بیٹھا ہوا تھا ۵۴ اتنے میں حضرت علی اور حضرت عباس اجازت طلب کرنے کے لیے حاضر ہوئے ۔ انھوں نے حضرت اسامہ کو کہا کہ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کریں ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت علی اور حضرت عباس اجازت طلب کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا: جانتے ہو کہ انھیں کون سی چیز لائی ہے ؟ میں نے عرض کیا نہیں ۔ فرمایا لیکن ہم جانتے ہیں ۵۵ انھیں اجازت دو! وہ دونوں داخل ہوئے اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں یہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کے اہل میں سے کون زیادہ محبوب ہے ؟ فرمایا فاطمہ بنت محمد ۵۶ انھوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے اہلِ بیت کی عورتوں ۵۷ کے بارے میں پوچھنے کے لیے حاضر نہیں ہوئے ۔ فرمایا ہمارے میں سے ہمیں زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے

سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَذُكِرَ اِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ فِيْ كِتَابِ الزَّكٰوةِ ۔

احسان فرمایا^۵ اور جس پر ہم نے احسان کیا^۶ وہ ہے اسامہ بن زید^۷، انھوں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا علی بن ابی طالب، حضرت عباس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو اپنے اہلِ بیت میں سب سے آخر میں رکھا ہے^۸، فرمایا: بے شک علی نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے^۹ (ترمذی) یہ حدیث کہ مرد کا چچا اس کے باپ کی مانند ہے کتاب الزکوٰۃ میں ذکر کی گئی ہے۔

۱ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں۔

۲ کہ وہ کس مقصد کے لیے آئے ہیں (یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علمِ غیب ہے ۱۲ شرف قادری)

۳ اس وصف اور عنوان میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم شان اور تکریم ہے۔ نیز حکم کی علت بیان کی گئی ہے (کہ وہ اس لیے سب سے زیادہ محبوب ہیں کہ وہ ہماری چہیتی بیٹی ہیں ۱۲ شرف قادری)

۴ لفظ "من النساء" مصابیح میں مذکور ہے جامع الاصول اور جامع ترمذی میں نہیں ہے۔

۵ اسے ہدایت اور عزت عطا فرمائی۔

۶ اسے آزاد کر کے بیٹا بنا لیا۔

۷ مخفی نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انعام کا ذکر قرآنِ پاک میں حضرت اسامہ کے والد حضرت زید کے بارے میں ہے لیکن والد پر انعام کو بیٹے پر انعام لازم ہے۔ اس اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ کے مفہوم کو حضرت اسامہ پر منطبق فرما دیا گویا ارشاد فرمایا کہ زید اور ان کے بیٹے اسامہ۔

۸ یعنی اگر میں دریافت کر دوں کہ ان کے بعد کون؟ تو آپ میرا نام لیں گے۔

۹ حضرت عباس رضی اللہ عنہ واقعہ بدر کے بعد اسلام لائے بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت عباس مکہ مکرمہ میں بھی مسلمان تھے۔ لیکن اپنا اسلام مشرکوں سے مخفی رکھتے تھے اس کے باوجود ہجرت واقعہ بدر کے بعد کی۔ مخفی نہ رہے کہ اگر تعدد وجوہ پیشِ نظر نہ ہوتا تو زیادہ محبوب ہونے میں حضرت اسامہ کا حضرت علی سے مقدم ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اچھی طرح غور کیجیے اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ یقینی بات ہے کہ اس جگہ وجوہ اور حیثیات کا تعدد معتبر ہے۔

۱۰ اس جگہ (مناقب اہلِ بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ربیعہ ابن عبد المطلب کی حدیث کے ضمن میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

الفصل الثالث

۵۹۱۶ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ وَمَعَهٗ عَلِيٌّ فَرَاَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهٗ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَقَالَ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تیسری فصل

حضرت عقبہ ابن حارث[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے عصر کی نماز پڑھی پھر وہ اس حال میں نکلے کہ راستے میں چل رہے تھے اور ان کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ تھے ۔ حضرت ابوبکر نے حضرت حسن کو دیکھا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپ نے انھیں کندھے پر اٹھا لیا اور فرمایا: مجھے میرے باپ کی قسم! حسن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں، علی کے مشابہ نہیں ہیں اور حضرت علی ہنس رہے تھے ۔ (بخاری)

[1] عقبہ عین پر پیش اور قاف ساکن ابن الحارث، نوفل بن عبد مناف کی اولاد میں سے صحابی ہیں ۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے ۔

۵۹۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِيْ حُسْنِهٖ شَيْئًا قَالَ اَنَسٌ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيْءَ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِقَضِيْبٍ فِيْ اَنْفِهٖ وَيَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا فَقُلْتُ اَمَا اِنَّهٗ كَانَ مِنْ اَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد[2] کے پاس سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا اور اسے ایک تھال میں رکھ دیا گیا اس نے اپنی چھڑی سر اقدس کو لگاتے ہوئے آپ کے حسن کے بارے میں کوئی بات کہی[3] حضرت انس فرماتے ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب لوگوں سے زیادہ مشابہ تھے ۔ آپ کے سر مبارک کے بال وسمے سے رنگے ہوئے تھے (بخاری) امام ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا پس سیدنا حسین کا سر مبارک لایا گیا وہ اپنی چھڑی آپ کی ناک مبارک کو لگاتے ہوئے کہنے لگا: میں نے ان کی مثل حسن میں کوئی نہیں دیکھا ۔ میں نے کہا سنو! یہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے ۔ امام

ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح حسن غریب ہے۔

۱؎ ابن زیاد، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل اور یزیدی لشکر کا سردار

۲؎ یعنی اس نے بطور انکار اور استبعاد کہا کہ حسین زیادہ حسن نہیں رکھتے تھے۔ امام ترمذی کی (آئندہ) روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے تعریف کی اور آپ کے حسن وجمال کی تعریف میں مبالغہ کیا۔ ممکن ہے بطور استہزاء اور تمسخر اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کیا ہو جو اس بدبخت کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے حاصل ہوا۔

۳؎ وَسِمَہ ایک گھاس ہے جس کے ساتھ بالوں کو سیاہ کرتے ہیں۔ وسمہ کی واؤ پر زبر ہے۔ اس پہ پیش پڑھنا خطا ہے۔ سین ساکن، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ لغت حجاز میں سین کے نیچے زیر زیادہ فصیح ہے۔

۵۹۱۸ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَاَيْتُ حُلُمًا مُّنْكَرًا اللَّيْلَةَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ اِنَّهٗ شَدِيْدٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ كَاَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِيْ حِجْرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ وَكَانَ فِيْ حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِيْ حِجْرِهٖ ثُمَّ كَانَتْ مِنِّي الْتِفَاتَةٌ فَاِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِيْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَالَكَ قَالَ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ

حضرت اُمّ الفضل بنت حارث[۱] رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آج رات بُرا خواب[۲] دیکھا ہے، فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ وہ سخت ہے۔ فرمایا بتائیں تو سہی کہ وہ کیا ہے؟ عرض کیا گویا آپ کے جسدِ اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری آغوش میں رکھ دیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا وہ آپ کی آغوش میں[۳] ہوگا۔ پس حضرت فاطمہ کے ہاں حضرت حسین پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق میری آغوش میں تھے ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حسین آپ کی آغوش میں رکھ دیے۔ پھر جو میری نظر آپ پر پڑی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا ہمارے پاس

اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ ابْنِیْ هٰذَا فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ وَاَتَانِیْ بِتُرْبَةٍ مِّنْ تُرْبَتِهٖ حَمْرَاءَ

جبرئیل امین آئے اور انھوں نے ہمیں خبر دی کہ ہماری امت ہمارے اس بیٹے کو شہید کرے گی۔ ہم نے کہا[۴] اس کو تو انھوں نے عرض کیا ہاں اور ہمارے پاس اس جگہ کی سرخ مٹی لائے۔

ا؎ ام الفضل بنت الحارث (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی، حضرت عباس کی اہلیہ محترمہ) ابن عباس کی والدہ ماجدہ، حضرت فضل بھی ان کے بیٹے ہیں جو عبداللہ بن عباس سے بڑے ہیں۔ انھیں کی نسبت سے آپکی کنیت (ام الفضل) ہے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ان کی بہن ہیں۔

۲؎ حلم بے نقطہ حاء پر پیش، دیکھا جانے والا خواب

۳؎ یعنی قرابت اور رشتے داری کی بناء پر آپ کی آغوش میں دیا جائے گا تاکہ اس کی تربیت کریں۔

۴؎ بطور تعجب اور استبعاد

۵۹۱۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ[۱] فِيْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْيَوْمِ فَاُحْصِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتَ فَاَجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَاَحْمَدُ الْاَخِيْرَ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جیسے سونے والا خواب میں دیکھتا ہے، اس حال میں کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور غبار آلود تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں خون تھا۔ میں نے عرض کیا میرے والدین آپ پر فدا ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے آج سارا دن ہم اسے اکٹھا کرتے رہے ہیں، میں نے اس وقت کو نوٹ کر لیا۔ پس میں نے پایا کہ اسی وقت حضرت حسین شہید کیے گئے۔ ان دونوں حدیثوں کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا اور امام احمد نے دوسری حدیث روایت کی۔

ا؎ یہ حال کیسا ہے؟ اور اس بوتل میں کیا ہے۔

۵۹۲۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ تمھیں نعمت کھلاتا ہے[۱] اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے ہم سے محبت رکھو اور ہماری محبت[۲] کی بناء پر ہمارے

يُحِبِّيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) اہلِ بیت سے محبت رکھو (ترمذی)

؎۱ بعض نسخوں میں ہے مِنْ نِعَمِہٖ صیغہ جمع کے ساتھ ہے یعنی اپنی نعمتیں کھلاتا ہے

؎۲ یعنی اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت فرماتا ہے (یعنی لِحُبِّ اللہ میں اضافت مفعول کی طرف ہے یا فاعل کی طرف ۱۲ اشرف قادری)

؎۳ اس میں دونوں معنوں کا احتمال ہے (۱) اس لیے کہ تم ہم سے محبت رکھتے ہو (۲) اس لیے کہ ہم اپنے اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں ۱۲ اشرف قادری) ظاہر یہ ہے کہ پہلا معنی مراد ہے۔

۵۹۲۱ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیت اللہ شریف کے دروازے کو پکڑے ہوئے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سنو! تمھارے درمیان ہمارے اہلِ بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی ایسی ہے جو شخص کشتی نوح پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہو گیا۔ (امام مالک)

باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مناقب

یاد رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ایک وقت میں نو تھیں اور ایک وقت گیارہ تھیں بعض اوقات اس سے زیادہ تھیں اور بعض اوقات اس سے کم۔ جامع الاصول میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔ اسی طرح ان کی ترتیب اور ان امہات المومنین کے بارے میں اختلاف جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وفات پا گئیں اور ان امہات المومنین کے بارے جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل زوجیت کیا یا نہیں کیا۔ عورتوں کی ایک جماعت ایسی ہے جن کو پیغامِ نکاح دیا لیکن ان کے ساتھ نکاح نہیں فرمایا اور وہ عورتیں جنھوں نے اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ صاحب جامع الاصول نے فرمایا کہ ہم مشہور تر قول کو ذکر کریں گے۔ اس کے بعد انھوں نے ان خواتین کے نام اور ان کے احوال ذکر کیے۔ راقم الحروف (شیخ محقق) نے شرح (لمعات) میں ان کے نام، تاریخ نکاح اور تاریخ وفات ذکر کی ہے اور شرح کے تکملہ میں ان کے احوال بھی لکھے ہیں۔

اس جگہ صرف ان کے نام اور تاریخ لکھی جاتی ہے۔

۱:۔ ام المومنین خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا تو ان کی عمر چالیس سال اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال تھی۔ قول صحیح کے مطابق ہجرت سے تین سال پہلے ان کی وفات ہوئی۔

۲:۔ حضرت سودہ بن زمعہ۔ مکہ مکرمہ میں ان سے نکاح فرمایا اور ۵۴ھ ہجری میں ان کی رحلت ہوئی۔

۳:۔ حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق مکہ مکرمہ میں ان سے نکاح فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی، نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۴:۔ حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب۔ ان کے ساتھ ہجرت کے دوسرے یا تیسرے سال نکاح فرمایا۔ ۴۱ھ یا ۴۵ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

۵ - زینب بنت خزیمہ :- ہجرت کے تیسرے سال ان سے نکاح کیا اور چوتھے سال اُن کا انتقال ہوا
۶ - ام سلمہ بنت امیہ مخزومی - ہجرت کے تیسرے یا چوتھے سال نکاح فرمایا ۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی بعض علماء نے فرمایا ۶۲ھ میں فوت ہوئیں - پہلا قول زیادہ صحیح ہے -
۷ - حضرت زینب بنت جحش - ہجرت کے پانچویں سال ان سے نکاح فرمایا ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں انتقال ہوا - وہ پہلی امہات المومنین ہیں جن کا انتقال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا -
۸ - حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان - حضرت امیر معاویہ کی بہن، زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح حضرت نجاشی (شاہ حبشہ) نے حبشہ میں چھٹے سال کیا اور چار سو درہم مہر دیا - وہ اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ (حبشہ) گئی تھیں - عبید اللہ عیسائی ہو کر مر گیا -
۹ - حضرت جویریہ - جیم پر پیش واؤ پر زبر بنت حارث، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چھٹے سال غزوہ مریسیع میں قیدی بنایا - پھر آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا ۵۶ھ میں ان کا انتقال ہوا -
۱۰ - حضرت میمونہ بنت حارث ساتویں سال ان سے نکاح فرمایا اور ۵۱ھ یا ۶۱ھ میں ان کا انتقال ہوا وہ حضرت ابن عباس کی خالہ ہیں -
۱۱ - حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب - ساتویں سال غزوۂ خیبر میں انھیں گرفتار کیا، پھر آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا - اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی - ۵۰ھ اور ایک قول کے مطابق ۵۲ھ میں ان کا انتقال ہوا، اس کے علاوہ بھی بعض اقوال ہیں -
۱۲ - حضرت ریحانہ بنت زید - پہلے یہودیہ تھیں - قیدی ہو کر آئیں - انھیں آزاد کر کے چھٹے سال نکاح فرمایا حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ان کا انتقال ہوا - رضی اللہ تعالیٰ عنہن -

یہ گیارہ مقدس خواتین ہیں جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور رشتہ ازدواج قائم کیا بیس یا اس سے زیادہ خواتین تھیں جن کے ساتھ نکاح فرمایا لیکن رابطہ زوجیت سے پہلے ان سے علیحدگی فرما لی بعض کو پیغام نکاح دیا لیکن نکاح نہیں کیا - بعض وہ تھیں جنھوں نے آیۂ کریمہ یا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ الآیۃ نازل ہونے پر دنیا کو اختیار کیا اور الگ ہو گئیں - ان کی تفصیل جامع الاصول میں مذکور ہے

باقی رہیں کنیزیں تو بعض نے کہا کہ وہ چار تھیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت ماریہ قبطیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ ۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا، دوسری حضرت ریحانہ بنت شمعون یا بنت زید جن کا ذکر اس سے پہلے ہوا - بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کو آزاد نہیں فرمایا اور ملک یمین کی بناء پر (بحیثیت کنیز کے) ان سے قربت فرمائی - تیسری وہ کنیز تھیں جو حضرت زینب بنت جحش نے آپ کو ہبہ کی تھیں، چوتھی وہ تھیں جو کسی جگہ سے قیدی ہو کر آئی تھیں - واللہ تعالیٰ اعلم -

الفصل الاوّل

پہلی فصل

۵۹۲۲ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَآئِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَآئِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ أَبُوْ كُرَيْبٍ وَأَشَارَ وَكِيْعٌ إِلَى السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا کی عورتوں میں سے بہترین مریم بنت عمران ہیں[1] اور دنیا کی بہترین عورت[2] خدیجہ بنت خویلد ہیں (صحیحین) اور ایک روایت میں ہے کہ ابو کریب[3] نے کہا کہ وکیع[4] نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا۔

[1] یعنی اس امت کے اعتبار سے جس میں حضرت مریم تھیں۔
[2] اس امت کی عورتوں میں سے۔
[3] جو وکیع سے اس حدیث کے روایت کرنے والے ہیں۔
[4] حضرت وکیع جو حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ امام مالک کے ہم پایہ اور ان کے معاصرین میں سے ہیں انھوں نے آسمان اور زمین کی طرف دنیا کا معنی بیان کرنے کے لیے اشارہ کیا یعنی ان خواتین سے افضل جو آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہیں۔ اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت مریم اور حضرت خدیجہ ہر ایک اپنی امت کی بہترین خاتون ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہوا کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ فضیلت والی ہیں۔ تفسیر نسفی سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ قول صحیح کے مطابق حضرت مریم سے افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت مریم کسی نبی کی زوجہ نہیں ہیں۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ یہ امتِ مرحومہ دوسری امتوں سے افضل ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ میں سے کون افضل ہیں؟ اسی طرح حضرت سیدہ فاطمہ کے حضرت عائشہ سے افضل ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: سیدہ فاطمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر پارہ ہیں اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر سے کسی کو افضل قرار نہیں دیتا۔ مزید گفتگو مناقب اہلِ بیت کی پہلی فصل میں گزر چکی ہے۔

۵۹۲۳ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى جِبْرَئِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ فَإِذَا أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل امین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف فرما ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ خدیجہ ہیں اپنے ساتھ ایک برتن لا رہی ہیں جس میں سالن یا کھانا ہے[1] جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انھیں ان کے

بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیں[۲] اور انھیں جنت میں موتی[۳] کے ایک گھر کی خوش خبری دیں جس میں نہ شور ہے اور نہ ہی تھکاوٹ[۴] (صحیحین)

[۱] یہ راوی کو شک ہے (کہ سالن کہا یا کھانا) حضرت خدیجہ مکہ معظمہ سے غارِ حرا میں تشریف لائی تھیں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصروف عبادت رہتے تھے اور چند دن کی خوراک اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ غالباً ایک دن خود حضرت خدیجہ لے گئیں اور یہ بشارت پائی اسی طرح بعض شارحین نے فرمایا ہے۔
مخفی نہ رہے کہ مشہور یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے سے پہلے مشغول رہا کرتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ وہاں مصروف رہے اور اس زمانے میں حضرت خدیجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا لے کر گئی تھیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے میں یہ کھانا لائی ہوں۔

[۲] علماء فرماتے ہیں کہ اس جگہ حضرت خدیجہ کی فضیلت ہے۔ حضرت عائشہ پر، کیونکہ حضرت عائشہ کی حدیث میں حضرت جبرئیل کے سلام پر اکتفا کیا گیا ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا۔

[۳] قَصَبٌ قاف اور بے نقطہ صاد پر زبر، مروارید جو اندر سے خالی ہو اور فراخ مقدار والی کوٹھڑی جنت میں مروارید کے گنبد ہوں گے۔ جواہر میں سے قصب وہ ہے جو لمبا ہو اور اندر سے خالی ہو، احادیث میں صراحۃً لؤلؤ کا ذکر آیا ہے۔

[۴] صَخَب پہلے اور دوسرے حرف پر زبر، آواز اور فریاد، نَصَب پہلے دونوں حرفوں پر زبر تکلیف اٹھانا، یعنی ایسا گھر ہوگا جس میں کوئی زحمت اور تکلیف نہیں ہوگی۔ برخلاف دنیا کے گھروں کے کہ وہ اس طرح نہیں ہوتے، یا یہ مطلب ہے کہ گھر کے بنانے میں کوئی شور، فریاد اور زحمت کا برداشت کرنا نہیں ہوگا جب کہ گھر کے بنانے میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور دوسروں سے مدد مانگنی پڑتی ہے۔ اس جگہ تیار گھر ملے گا شارحین فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی جزا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے پہل برضا ورغبت آواز بلند کرنے جھگڑنے اور مشقت کے بغیر اسلام لائیں۔

۵۹۲۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا رَأَيْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ فَرُبَّمَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے کسی پر وہ غیرت[۱] نہیں کھائی جو حضرت خدیجہ پر کھائی۔ حالانکہ میں نے انھیں دیکھا نہیں لیکن آپ ان کا بکثرت ذکر کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات بکری ذبح فرماتے پھر اس کے اعضاء کو کاٹتے[۲] اور خدیجہ کی

قُلْتُ لَهُ كَاَنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَاَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةُ فَيَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سہیلیوں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ بعض اوقات میں آپ سے عرض کرتی کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدیجہ کے بغیر دنیا میں کوئی عورت نہیں تھی [۴]، آپ فرماتے وہ ایسی ایسی تھیں [۵] اور ان سے ہماری اولاد تھی [۶] (صحیحین)

[۱] غِرْتُ نقطے والی غین کے نیچے زیر، میں نے کسی اُمّ المومنین پر اتنا رشک نہیں کیا۔

[۲] يُقَطِّعُهَا طاء مشدد۔ تقطیع ٹکڑے ٹکڑے کرنا عضو میں پر پیش، حصۂ جسم

[۳] اس بکری کو یا اس کے اعضاء کو۔

[۴] جو صفات حمیدہ سے موصوف ہو۔

[۵] مبالغہ کے لیے بطور ابہام فرماتے تھے۔ یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ ان کی صفات حد اور اندازے سے باہر ہیں۔

[۶] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ حضرت ماریہ سے تھے۔ حضرت حسن و حسین کی والدہ تمام جہانوں کی سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے زیادہ فضیلت والی اولاد کون سی ہے؟ اس جگہ سیدہ عائشہ پر تعریض ہے کہ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور اشارہ ہے کہ عورتوں کی خصوصی اور محترم صفت اور ان کا فائدہ یہ ہے کہ ان سے اولاد ہو۔

۵۹۲۵ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَهُوَ يَرٰى مَا لَا اَرٰى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو سلمہ [۱] سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ [۲]! یہ جبرئیل ہیں تمہیں سلام کہلواتے ہیں انھوں نے کہا اور ان پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت، ام المومنین فرماتی ہیں آپ [۳] وہ کچھ دیکھتے تھے جو میں نہیں دیکھتی تھی۔ (صحیحین)

[۱] ابو سلمہ مشہور صحابی اور حضرت ام سلمہ ام المومنین کے شوہر کا نام ہے، نیز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے کا نام ہے وہ عظیم تابعی اور جلیل القدر امام تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور اس جگہ یہی مراد ہیں۔

[۲] یا عائِشُ آخر سے تاء حذف کر دی گئی ہے، اسے نحو کی اصطلاح میں ترخیم کہتے ہیں کہ منادیٰ کے آخری حرف کو (تخفیف کے لیے) حذف کر دیتے ہیں يُقْرِئُكِ یاء پر پیش، یہ اقرار سے مشتق ہے جس کا معنی پڑھانا اور کہلوانا ہے، چونکہ سلام کے پہنچنے کے بعد سلام کا جواب کہتے ہیں۔ گویا کسی کو سلام کہنا اس سے

سلام کا پڑھوانا اور کہلوانا ہے ۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ فلاں آپ کو سلام پڑھواتا ہے اور اگر کہیں کہ فُلَانٌ يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ یاء کی زبر کے ساتھ یعنی فلاں شخص تم پر سلام پڑھتا ہے اور تمھیں سلام کہتا ہے (یہ بھی درست ہے) جیسے کہ حدیث خدیجہ میں گزرا ۔ یہ بات کئی دفعہ بیان کی جاچکی ہے اسے یاد کر لیجیے ۔

سے۵ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کی شخصیت

۵۹۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلٰثَ لَيَالٍ يَجِيْئُ بِكِ الْمَلَكُ فِيْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ فَقَالَ لِيْ هٰذِهٖ امْرَأَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَاِذَا اَنْتِ هِيَ فَقُلْتُ اِنْ يَّكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم ہمیں تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں ۔ فرشتہ تمھیں[1] ریشم کے عمدہ کپڑے میں لاتا تھا ۔ اس نے ہمیں کہا کہ یہ آپ کی عورت ہیں ہم نے تمھارے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو اچانک وہ تم تھیں[2] ۔ ہم نے کہا اگر یہ[3] اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اسے نافذ فرمائے گا ۔ (صحیحین)

سے۱ یعنی تمھاری صورت اور مثال لاتا تھا ۔ سَرَقَۃ بے نقطہ سین اور قاف دونوں پہ زبر، سفید ریشم کا ٹکڑا، یا مطلق ٹکڑا، سرہ بمعنی عمدہ اور خالص کو عربی بنایا گیا ہے ۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور میری تصویر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں دی ۔ ان دو روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ تصویر ریشمی کپڑے پر تھی اور وہ کپڑا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں تھا ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو دفعہ نازل ہوئے ہوں ایک دفعہ تصویر ہاتھ میں دی ہو اور دوسری مرتبہ ریشمی کپڑے میں ہو ۔

سے۲ فَاِذَا اَنْتِ هِيَ پس اچانک اس وقت تم وہ صورت ہو جو ہم نے دیکھی تھی یا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمھارے چہرے سے اور تمھیں دیکھنے کے لیے کپڑا اٹھایا پس اچانک تم وہ صورت تھیں جو ہم نے دیکھی تھی ۔ دونوں معانی بیان کیے گئے ہیں (یعنی یہ جملہ موجودہ وقت کے لحاظ سے ہے یا خواب کے وقت کے اعتبار سے ۱۲ اشرف قادری)

سے۳ اگر یہ خواب کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس مہم کو پورا فرمائے گا ۔ سوال: ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں شک کا کیا مطلب ہے ۔ حالانکہ انبیاء کرام اور خصوصاً سید الانبیاء صلوات وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا خواب وحی ہوتا ہے ۔ علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ اگر خواب کا یہ واقعہ اعلانِ نبوت سے پہلے کا ہے تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ اس وقت وحی کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا ۱۲ قادری) اور اگر اعلانِ نبوت کے بعد کا ہو تو مقصد اس جگہ شک کا اظہار نہیں بلکہ اس کے واقع ہونے کی تاکید اور توثیق ہے ۔ ایسا کلام وہ شخص کہتا ہے

جس کے نزدیک وہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہو، جیسے کہ بادشاہ کہتا ہے کہ اگر میں بادشاہ ہوں تو دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں (یعنی یہ بھی یقینی بات کو بیان کرنے کا ایک انداز ہے ۱۲ اشرف قادری)

اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے کا آنا اس بات کے منافی ہے کہ یہ واقعہ اعلانِ نبوت سے پہلے کا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے کا دیکھنا خصوصاً خواب میں نبی کے ساتھ خاص نہیں ہے نبی کے ساتھ خاص یہ ہے کہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لائے، بعض علماء نے کہا ہے کہ اس خواب کا اصل حق ہے لیکن اس کی تعبیر میں شک ہے کہ مراد یہی ہے جو ظاہر ہے یا جو کچھ اور خلافِ ظاہر مراد ہے یا اس میں شک ہے کہ یہ دنیا میں ہماری زوجہ ہوں گی یا آخرت میں۔

۵۹۲۷ وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ اِنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْدِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيُهْدِهٖ اِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِيْ وَاَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَأَةٍ اِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ فَاَرْسَلْنَ

ان ہی سے روایت ہے کہ صحابہ کرام اپنے تحائف کے لیے عائشہ کی باری کو تلاش کرتے تھے[1] اس ذریعے سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی[2] چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات دو گروہ تھیں، ایک گروہ میں حضرت عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں[3]، دوسرا گروہ حضرت ام سلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات کا تھا[4] حضرت ام سلمہ کے گروہ نے گفتگو کی اور انھیں کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں کہ آپ صحابہ کرام سے بات کریں اور فرمائیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ پیش کرنا چاہے تو وہ آپ کی خدمت میں پیش کرے جہاں بھی آپ ہوں[5] حضرت ام سلمہ نے آپ سے بات کی تو آپ نے انھیں فرمایا تم ہمیں عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو۔ اس لیے کہ ہمارے پاس اس حال میں وحی نہیں آتی۔ جب ہم کسی عورت کے کپڑوں (لحاف اور بستر وغیرہ) میں ہوں سوائے عائشہ کے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی ایذا سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں پھر انھوں[6] نے سیدہ فاطمہ کو بلایا اور انھیں رسول اللہ

اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَلَّمَتْہُ فَقَالَ یَا بُنَیَّۃُ اَلَا تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ قَالَتْ بَلٰی قَالَ فَاَحِبِّیْ ھٰذِہٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَنَسٍ فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ فِیْ بَابِ بَدْءِ الْخَلْقِ بِرِوَایَۃِ اَبِیْ مُوْسٰی

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ سیدہ نے آپ سے گفتگو کی، آپ نے فرمایا بیٹی! کیا تم اس چیز سے محبت نہیں کرتیں جس سے ہم محبت کرتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں! (میں محبت کرتی ہوں) فرمایا: بس اس سے محبت کرو (صحیحین) حضرت انس کی حدیث "فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ" بروایت ابوموسیٰ اشعری "باب بدء الخلق" میں ذکر کر دی گئی ہے۔

۱؎ یعنی وہ جو تحفے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے تھے انھیں محفوظ رکھتے تھے۔ تاکہ جس دن حضرت عائشہ صدیقہ کی باری ہو اس دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں (کیونکہ وہ اس تعلق خاطر کو جانتے تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ سے تھا ۱۲ شرف قادری) تحری راء کی تشدید کے ساتھ، اس کا معنی ہے قصد کرنا اور طلب میں کوشش کرنا، جیسے کہتے ہیں تحری قبلہ یا تحری لیلۃ القدر یعنی اس چیز کو تلاش کرنا جو اولیٰ اور انسب ہے۔

۲؎ مرضات میم پر زبر، راء ساکن، یہ مصدر ہے اس کا معنی ہے رضا اور خوشنودی۔

۳؎ اس گروہ کی سردار حضرت عائشہ صدیقہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر اور حضرت حفصہ ان کی سہیلی اور ہم خیال تھیں، جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما متفق اور متحد تھے۔

۴؎ ان کی سردار حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

۵؎ خواہ حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر ہوں یا کسی دوسری ام المومنین کے ہاں۔ حضرت عائشہ کے گھر کی تخصیص نہ کریں۔

۶؎ حضرت ام سلمہ کے گروہ نے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

۷؎ اگر تم اس چیز سے محبت کرتی ہو جس سے ہم محبت کرتے ہیں تو تم اس عورت یعنی عائشہ سے محبت کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو حکم نہیں دیا تھا کہ جو تحفہ پیش کرنا ہو عائشہ کی باری میں پیش کیا کرو، دیگر امہات المومنین کا حق اس تحفے سے متعلق بھی نہیں تھا۔ اگر کوئی از خود لے آئے تو اسے کیوں منع کیا جائے؟

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ صحابہ کرام جو تحفہ پیش کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے دیگر امہات المومنین کو بھی شامل فرماتے ہوں گے۔ تاہم امہات المومنین کو یہ احساس پیدا ہوا کہ صحابہ کرام حضرت عائشہ کی باری کی تخصیص کیوں کرتے ہیں؟ ان کا یہ احساس کچھ ناروا بھی نہیں تھا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسے بھی پسند نہ فرمایا اور حضرت عائشہ کی فضیلت بیان فرمادی کہ صرف ان کے کپڑوں میں ہم پر وحی آجاتی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وحی کا نزول کس تقدس کا متقاضی ہے ۱۲ شرف قادری۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۹۲۸ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِّسَاءِ الْعٰلَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَّاٰسِیَۃُ امْرَأَۃُ فِرْعَوْنَ

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے لیے تمام جہانوں کی عورتوں میں سے ان چار عورتوں کے فضائل ومناقب جاننا کافی ہے (۱) مریم بنت عمران (۲) خدیجہ بنت خویلد (۳) فاطمہ بنت محمد اور (۴) آسیہ فرعون کی بیوی [۱] (ترمذی)

[۱] یہ چار عورتیں اپنے ماسوا سے فضیلت والی ہیں۔ اس حدیث میں حضرت عائشہ کا ذکر نہیں فرمایا، اس لیے کہ ان کا ذکر دوسری حدیثوں میں کیا جا چکا ہے۔ اسی پر اکتفا کیا گیا، اسی طرح شارحین نے فرمایا ہے۔ آسیہ پہلے ہمزہ پھر سین۔ یہ حضرت انس سے خطاب ہے یا عام ہے کہ کوئی بھی مخاطب ہو۔

۵۹۲۹ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ جِبْرِیْلَ جَاءَ بِصُوْرَتِہَا فِیْ خِرْقَۃِ حَرِیْرٍ خَضْرَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھٰذِہٖ زَوْجَتُكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جبریل امین ریشم کے سبز ٹکڑے [۱] میں ان کی تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہنے لگے: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں [۲] (ترمذی)

[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ سَرَقَۃ سفید ریشم کے ساتھ خاص نہیں ہے یا واقعات متعدد ہیں یا راوی کا شبہ ہے۔

[۲] اس جگہ حضرت عائشہ صدیقہ کے لیے جنت کی بشارت ہے (صرف جنت ہی نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کی بشارت بھی ہے ۱۲ شرف قادری) تمام امہات المومنین جنتی ہیں جیسے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ جنتی ہونے کی بشارت دس حضرات [۳] کے ساتھ خاص نہیں ہے (جنھیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے ۱۲ ق)

([۳]) ہو سکتا ہے کہ دس حضرات کی بشارت کے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں متعدد واقعات پیش آئے ہوں اور ابتداءً ہی یہ بشارت مشہور ہو گئی ہو بعد میں حد تواتر کو پہنچ گئی ہو ۱۲ مولوی امیر علی)

جیسے کہ یہ مسئلہ پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔

۵۹۳۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ اَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ لَهَا بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ فَقَالَتْ قَالَتْ لِيْ حَفْصَةُ اِنِّيْ ابْنَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ وَاِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَاِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيْمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِي اللّٰهَ يَا حَفْصَةُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ کو یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت حفصہ نے انھیں یہودی[1] کی بیٹی کہا ہے تو وہ رو پڑیں۔ ان کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا تمھیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ کہنے لگیں: حفصہ نے مجھے کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نبی کی بیٹی ہو اور چچا نبی[2] ہیں اور تم نبی کے نکاح میں ہو[3]، تو کس لیے تم پر فخر کرتی ہیں[4] پھر فرمایا: حفصہ اللہ سے ڈرو[5]

(ترمذی ونسائی)

[1] وہ حُیَی بن اخطب کی بیٹی تھیں، حیی بے نقطہ حاء پر پیش، پہلی باء پر زبر دوسری مشدد

[2] اس لیے کہ حضرت صفیہ کے والد حیی بن اخطب حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اس اعتبار سے ان کے باپ بھی نبی ہیں اور چچا بھی نبی ہیں۔

[3] یعنی خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔

[4] اس گفتگو کا مقصد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے عیب کو دور کرنا ہے کہ وہ صفاتِ فضل وکرم کی جامع ہیں۔ دوسری امہات المومنین پر فضیلت دینا مقصد نہیں ہے لہٰذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ صفات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خاص ہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات قریشی ہیں اور ان صفات میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ کیونکہ سب حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہیں۔

[5] اس بات سے کہ کسی کے ساتھ لڑائی کرو اور فخر کرو اور کسی کی عیب گیری کرو۔

۵۹۳۱ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَنْ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کو فتح مکہ کے سال بلایا اور ان کیساتھ رازداری سے بات کی تو وہ رو پڑیں، پھر ان سے گفتگو فرمائی، تو وہ ہنس پڑیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت

بُكَائِهَا وَضِحْكِهَا فَقَالَتْ اَخْبَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يَمُوْتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

فرما گئے تو میں نے ان سے پہلے رونے پھر ہنسنے کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ آپ عنقریب رحلت فرما جائیں گے تو میں رو پڑی۔ پھر مجھے خبر دی کہ میں مریم بنت عمران کے علاوہ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنس پڑی[۱] (ترمذی)

[۱] اس حدیث کا تعلق اس باب سے ظاہر نہیں ہے البتہ اس طرح تعلق ہو سکتا ہے کہ اس روایت کی طرف اشارہ ہو کہ حضرت مریم جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہوں گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۹۳۲ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ مَا اشْتَكَلَ عَلَيْنَا اَصْحٰبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَاَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)
۱۱

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر کبھی کوئی حدیث مشکل نہیں ہوئی[۱] پس ہم نے حضرت عائشہ سے سوال کیا مگر ہم نے ان کے پاس اس مشکل کے بارے میں علم پایا[۲] (ترمذی) انھوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

[۱] اِشْتَكَلَ شین کے بعد تاء کے ساتھ باب افتعال سے ہے، بعض نسخوں میں اِشْكَلَ بغیر تاء کے ہے۔

[۲] کہ اس مشکل کو حل کر دیا اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ان کے پاس علم کی فراوانی تھی اور وہ قوت اجتہاد بھی رکھتی تھیں۔

۵۹۳۳ وَعَنْ مُوْسٰى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)
۱۲

حضرت موسیٰ ابن طلحہ[۱] سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو حضرت عائشہ سے زیادہ فصیح نہیں دیکھا[۲] (ترمذی) اور حدیث حسن، صحیح غریب ہے۔

[۱] موسیٰ ابن طلحہ جلیل القدر تابعی اور ثقہ ہیں کہتے ہیں کہ ان کی ولادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔ ان کے والد ماجد حضرت طلحہ بن عبید اللہ ہیں جو عشرہ مبشرہ سے ہیں۔

[۲] یہ مبالغہ ہے یا مبنی بر حقیقت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا (یہ فیضان رسالت ہے اور بنت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہونے کا ثمرہ ۱۲ اشرف قادری)

باب

جامع المناقب

حضرت مؤلف نے اس باب میں بعض مشاہیر صحابہ کرام کے مناقب بیان کیے ہیں ، اس میں صحابہ کرام کی کسی جماعت اور کسی خاص عنوان کے حامل حضرات مثلاً خلفاء راشدین ، عشرہ مبشرہ ، اہل بیت ، ازواج مطہرات مہاجرین اور انصار وغیرہم کی تخصیص نہیں ہے ۔

الفصل الاوّل

پہلی فصل

۵۹۲۴ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَاَنَّ فِیْ یَدِیْ سَرَقَۃٌ مِّنْ حَرِیْرٍ لَا اَهْوِیْ بِهَا اِلٰی مَکَانٍ فِی الْجَنَّۃِ اِلَّا طَارَتْ بِیْ اِلَیْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلٰی حَفْصَۃَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَۃُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ اَوْ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے میں اس کے ساتھ جنت کی جس[۱] جگہ بھی جانا چاہتا ہوں وہ مجھے اڑا کر وہاں لے جاتا ہے ، میں نے یہ خواب حضرت حفصہ[۲] کو بیان کیا ۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا ، آپ نے فرمایا تمھارا بھائی نیک مرد ہے یا فرمایا کہ عبد اللہ نیک مرد ہے ۔[۳] (صحیحین)

[۱] جس بلند و بالا جگہ جانا چاہتا ہوں وہ ریشمی کپڑا مجھے وہاں پہنچا دیتا ہے گویا وہ کپڑا باز کی طرح پرندہ بن گیا ۔

[۲] حضرت (ام المؤمنین) حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی (بڑی) بہن تھیں ۔

[۳] اور یہ خواب بھی اچھا ہے ۔

۵۹۲۵ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ اِنَّ اَشْبَهَ النَّاسِ دَلًّا وَّسَمْتًا وَهَدْیًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت ، ہیئت اور سیرت[۱] کے اعتبار سے مردوں میں سے

مِنْ حِیْنِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْتِہٖ اِلٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَیْہِ لَا نَدْرِیْ مَا یَصْنَعُ فِیْ اَھْلِہٖ اِذَا خَلَا (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

مشابہ ترین ابن ام عبد[2] تھے۔ گھر سے نکلنے سے لے کر واپس گھر جانے تک، ہم نہیں جانتے کہ وہ اپنے اہل میں کیا کرتے تھے؟ جب وہ تنہا ہوتے تھے[3]۔ (بخاری)

[1] دَلٌّ دال پہ زبر اور لام مشدد، اس کا معنی ہے سیرت، حالت اور ہیئت بعض علماء نے اس کا معنی حسن بیان کیا ہے یہ حدیث گویا دلالت سے ماخوذ ہے کہ ان کا ظاہر حال حسنِ سیرت پر دلالت کرتا ہے قاموس میں ہے کہ دَلٌّ ہَدْیٌ کی طرح ہے۔ سکون وقار اور حسن صورت میں، مجمع البحار میں ہے کہ دَلٌّ کا معنی شکل و شمائل ہے، سَمْتٌ سین پر زبر اور میم ساکن اس کا معنی ہے طریقہ اور ارادہ، زیادہ تر اس کا اطلاق اہل خیر کے طریقے پر ہوتا ہے۔ قاموس میں ہے کہ سَمْتٌ کا معنی اہلِ خیر کا طریقہ اور ہیئت ہے۔ صراح میں ہے سَمْتٌ اچھی راہ اور روش۔ ہَدْیٌ ہاء پر زبر اور دال ساکن۔ اس کا معنی ہے طریقہ، سیرت اور ہیئت، مختصر یہ کہ ان تینوں الفاظ کے معنی قریب قریب ہیں اور یہ تینوں ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود کے شاگرد حضرت عمر فاروق کے پاس جاتے تھے اور ان کی حالت ہیئت اور سیرت کو دیکھتے تھے اور ان کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔

[2] یعنی عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ ماجدہ کی کنیت اُمِّ عبد تھی۔

[3] یعنی ان کا ظاہر حال جو ہم پر ظاہر ہے ان کے حسنِ استقامت پر دلالت کرتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ان کا باطن کیسا ہے؟ اور خلوت میں ان کا کیا حال ہے؟ حضرت حذیفہ نے یہ بات ان کے طریقے حال، حسن اور کمال کو عجیب و غریب جانتے ہوئے کہی۔ یعنی ایسے عجیب حال، روش اور استقامت کا دائمی ہونا اور حضور و غیبت میں یکساں ہونا مشکل ہے یا اس بنا پر کہ حضرت حذیفہ کو تکلف، تصنع اور نفاق کا خوف تھا اور انھیں منافقین کا علم تھا (یہ بات بہت سخت اور راقم کی سمجھ سے بالاتر ہے، حضرت حذیفہ کو منافقین کا علم تھا تو انھیں یہ بھی علم ہوگا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان میں سے نہیں ہیں۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں ہے کہ اندرونِ خانہ ان کی کیا حالت ہوتی تھی، کیونکہ اس وقت وہ ہمارے سامنے نہیں ہوتے تھے اور یہ ان کی احتیاط کا کمال ہے ۱۲ شرف قادری)

۵۹۳۶ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِیْ مِنَ الْیَمَنِ فَمَکَثْنَا حِیْنًا مَّا نَرٰی اِلَّا اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰی مِنْ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے اور ہم کچھ عرصہ[1] ٹھہرے اور ہم یہی سمجھتے رہے کہ عبد اللہ ابن مسعود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ایک مرد ہیں کیونکہ ہم دیکھتے تھے کہ وہ اور ان کی والدہ

دُخُوْلِہٖ وَدُخُوْلِ اُمِّہٖ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ۔

۱ مدینہ طیبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ۔

۲ ابتداء میں نرای نون کے پیش کے ساتھ ہے جس کا معنی ہے کہ ہم گمان کرتے تھے اور دوسرے کے نون پر زبر ہے (جس کا معنی ہے کہ ہم دیکھتے تھے) مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کو حکم دیا ہوا تھا کہ اگر تم دیکھو کہ ایک دو افراد ہمارے پاس ہیں تو تم آجاؤ اور ایسی صورت میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے ۔

۵۹۲۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ ابن عمرو[۱] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار صحابہ کرام سے قرآن سیکھو[۲] (۱) عبداللہ ابن مسعود[۳] (۲) ابوحذیفہ کے مولیٰ سالم[۴] (۳) ابی بن کعب[۵] اور (۴) معاذ بن جبل[۶] رضی اللہ عنہم (صحیحین)

۱ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما

۲ لفظی معنی یہ ہے کہ تم چار صحابہ سے قرآن پاک کی قرارت طلب کرو (مرادی معنی وہ ہے جو اوپر لکھا گیا)۔

۳ جو اس جماعت میں سے زیادہ قاری تھے ۔

۴ حضرت سالم آزاد کردہ غلاموں میں سے افضل اور اعلیٰ درجہ رکھتے تھے اور اکابر صحابہ میں سے تھے ۔ فارس کے مقام اصطخر کے رہنے والے تھے ۔ جس وقت صحابہ کرام مدینہ منورہ آئے تو مہاجرین اولین کی امامت کیا کرتے تھے ۔ حالانکہ ان میں حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما بھی تھے ۔ حضرت ابوحذیفہ کا نام ہشام ہے وہ عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس کے بیٹے اکابر صحابہ میں سے اور اولین مہاجرین میں سے تھے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں تشریف لانے سے پہلے اسلام لائے ۔

۵ حضرت ابی بن کعب صحابہ کرام میں سے بڑے قاری تھے انہیں سید القراء کہا جاتا تھا ، حضرت امیر المومنین عمر فاروق انہیں سید المسلمین کہا کرتے تھے اور وہ کاتب وحی بھی تھے ۔

۶ حضرت معاذ بن جبل کے مناقب گنتی اور شمار سے باہر ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا بھائی بنایا تھا اور انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا ۔ ان کے کچھ احوال اس سے پہلے لکھے جا چکے ہیں ۔

۵۹۳۸ وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَاَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَاِذَا شَيْخٌ قَدْ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا اَبُو الدَّرْدَاءِ قُلْتُ اِنِّيْ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِيْ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَوَلَيْسَ عِنْدَكُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ وَفِيْكُمُ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ يَعْنِيْ عَمَّارًا اَوَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ يَعْنِيْ حُذَيْفَةَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت علقمہ[1] سے روایت ہے کہ میں شام آیا اور دو رکعتیں[2] پڑھ کر دعا کی: اے اللہ! مجھے اچھا ہم نشین عطا فرما۔ اس کے بعد میں ایک جماعت کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ تشریف لاکر میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں[3] نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت ابوالدرداء[4] صحابی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ مجھے اچھا ہم نشین عطا فرمائے، اس کریم نے مجھے آپ میسر فرما دیئے۔ انھوں نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں[5]۔ فرمایا کیا تمھارے پاس ابن ام عبد[6] نعلین، تکیہ اور وضو کے برتن[7] والے نہیں ہیں؟ اور تمھارے درمیان وہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان پر شیطان سے پناہ دی۔ یعنی حضرت عمار[8] اور کیا تم میں اس راز کے جاننے والے[9] نہیں جس راز کو ان کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جانتا یعنی حضرت حذیفہ (بخاری)

---

[1] حضرت علقمہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پیدا ہوئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں اور ان کے متبعین میں سے تھے۔

[2] (یہ دو رکعتیں صلوٰۃ الحاجت تھیں ۱۲ شرف قادری)

[3] ان لوگوں سے پوچھا جن کے پاس میں بیٹھا تھا۔

[4] حضرت ابوالدرداء جلیل القدر اور مشہور صحابی ہیں۔ فقیہ، عالم، حکیم، زاہد اور اصحاب صفہ میں سے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت سلمان فارسی کا بھائی بنایا تھا۔ رضی اللہ عنہما۔

[5] اور کہاں کے رہنے والے ہو؟

[6] حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

[7] مِطْهَرَة میم کے نیچے زیر، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں (وضو کے پانی کا برتن)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں حضرت ابن مسعود کے سپرد کر رکھی تھیں اور وہ ان خدمات اور سعادتوں سے دن رات مشرف ہوتے تھے اور ممتاز تھے۔ اس ملازمت (اور حاضر باش ہونے) کے سبب ان کے پاس وہ علوم ہوں گے

جن کی بناء پر طالب ان کے ماسوا سے بے نیاز ہوگا۔

ـ۵ حضرت ابوالدرداء کی مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے۔ جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طیب اور مُطَیَّب فرمایا کرتے تھے انھیں جنت کی بشارت عطا فرمائی اور اس وقت ان کے لیے دعا فرمائی جب مشرکین انھیں عذاب دیا کرتے تھے اور آگ سے جلاتے تھے۔ آگ کو فرمایا اے آگ! عمار پر سرد ہو جا، جس طرح تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر سرد ہوئی تھی اور فرمایا: اے عمار! تمھیں باغیوں کا گروہ قتل کرے گا، تم انھیں جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمھیں آگ کی طرف بلائیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں شیطان سے امان دے دی گئی کہ وہ صراط مستقیم پر رہیں گے اور شیطان ان کے دل میں وسوسہ نہیں ڈال سکے گا۔

ـ۹ صاحبِ راز سے مراد حضرت حذیفہ ابن الیمان ہیں جنھیں صحابہ کرام "صاحبُ سِرِّ رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے اور منافقوں اور منافقت کی علامات کا علم تھا۔ یہ علم انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا اور اس علم کے ساتھ مخصوص فرمایا تھا۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے پوچھا کرتے تھے کہ اے حذیفہ! کیا آپ میرے اندر منافقت کی کوئی علامت دیکھتے ہیں؟ وہ کہتے: اللہ کی قسم! میں کوئی علامت نہیں دیکھتا۔ سوائے اس کے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے دستر خوان پر رنگ برنگے کھانے ہوتے ہیں اور جب تحقیق کی گئی تو وہ ٹوٹے ہوئے انڈے تھے۔ جن کی سفیدی اور زردی دکھائی دیتی تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کو اپنے آپ سے افضل جانے اور طالب کو اس کے سپرد کر دے۔ نیز اگر طالب علم اپنی جگہ علماء کو پائے تو اسے سفر اور اپنے آپ کو تھکانے کی حاجت نہیں ہے۔

۵۹۳۹ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَرَاَيْتُ امْرَاَةَ اَبِيْ طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْخَشَةً اَمَامِيْ فَاِذَا بِلَالٌ[۲]

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں جنت دکھائی گئی۔ ہم نے ابوطلحہ کی بیوی[۱] کو دیکھا اور ہم نے اپنے آگے پاؤں کی آہٹ سنی، تو وہ بلال تھے[۲]

(مسلم)

ـ۱ حضرت ابوطلحہ کی بیوی، حضرت انس بن مالک کی والدہ، ان کی کنیت ام سلیم ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ پہلے مالک ابن النضر کے نکاح میں تھیں۔ اس سے حضرت انس پیدا ہوئے۔ مالک حالتِ شرک میں مارا گیا۔ حضرت ام سلیم اسلام لے آئیں۔ ابوطلحہ نے انھیں پیغام نکاح دیا، حضرت ام سلیم نے انکار کر دیا اور انھیں اسلام کی دعوت دی، چنانچہ ابوطلحہ اسلام لے آئے، تب حضرت ام سلیم نے انھیں قبول کیا اور فرمایا کہ آپ کے اسلام لانے پر میں آپ کی زوجہ بنتی ہوں اور میرا مہر یہی آپ کا اسلام لانا ہے۔

ـ۲ جو ہم سے آگے آگے جنت میں جا رہے تھے (جیسے غلام اپنے آقا کے آگے آگے خادمانہ انداز میں چلتے ہیں ۱۲ اشرف قادری) خَشْخَشَۃٌ ہر دو خاء پر زبر، پہلا لفظوں والا شین ساکن، ہتھیار اور ہر خشک چیز کی آواز

جس کے اجزاء آپس میں رگڑ کھائیں جیسے ہتھیار، جوتے اور کپڑے وغیرہ ۔ ایسی ہی حدیث حضرت بلال کی شان میں باب التطوع میں بھی گزر چکی ہے ۔

۵۹۴۰ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِؤُنَ عَلَيْنَا قَالَ وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَّرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيْهِمَا فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مشرکین نے کہا کہ آپ ان لوگوں کو یہاں سے نکال دیں[۱] تاکہ یہ ہم پر جرأت نہ کریں ۔ فرماتے ہیں کہ میں تھا ۔ ابن مسعود تھے ۔ قبیلہ ہذیل کا ایک شخص تھا ۔ بلال تھے اور دو اور مرد تھے جن کا نام میں نہیں[۳] لیتا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں وہ بات آئی جو اللہ تعالیٰ نے چاہی[۴] ۔ پس حضور نے اپنے آپ سے بات کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی (ترجمہ) آپ ان لوگوں کو دور نہ کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں (اور) اس کی رضا چاہتے ہیں ۔ (مسلم)

[۱] تاکہ ہم آپ کے ساتھ گفتگو کریں، تو یہ گفتگو کرنے پر ہم پر دلیری نہ کریں ۔ اُطْرُدْ ہمزے پر پیش اور طاء ساکن، اس کے بعد راء ۔

[۲] ان چھ صحابہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے، ہُذَیل ہاء پر پیش، نقطے والی ذال پر زبر ۔

[۳] کہتے ہیں کہ وہ دو مرد حضرت خباب اور حضرت عمار تھے ۔ یہ جو فرمایا کہ میں ان دو حضرات کا نام نہیں لیتا تو اس میں کوئی مصلحت ہوگی یا یہ کہ بھول گئے ہوں گے ۔ عبارت سے زیادہ ظاہر پہلا مطلب ہے ۔

[۴] یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے دلوں کو مائل کرنے اور اس امید پر کہ وہ ایمان لے آئیں، ارادہ فرمایا کہ ان حضرات کو مجلس سے اٹھا دیں ۔

۵۹۴۱ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا اَبَا مُوْسٰى لَقَدْ اُعْطِيْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا، اے ابو موسیٰ تمھیں داؤد علیہ السلام کی خوش الحانیوں میں سے خوش الحانی دی گئی ہے[۱] ۔ (صحیحین)

[۱] مِزْمَارٌ میم کے نیچے زیر، زمر اور گانے کا آلہ جیسے بنسری، دف، طنبورہ وغیرہ جو زبان سے نہ ہو اس جگہ اچھی آواز مراد ہے، لفظ آل زائد ہے، کیونکہ خوش آوازی میں حضرت داؤد علیہ السلام مشہور ہیں نہ کہ ان کی آل، بعض علماء نے فرمایا کہ اس جگہ آل کا معنی شخص ہے ۔ حضرت داؤد علیہ السلام انتہائی خوش آواز تھے جس وقت

زبور شریف خوش الحانی سے پڑھتے تھے تو مجلس سے کئی جنازے اٹھتے تھے (یعنی بعض اس حد تک متاثر ہوتے کہ فوت ہو جاتے۔ اسی طرح اس امت میں صالح مری دمشقی کے تذکرے میں بیان کیا گیا ہے جو بڑے عابد وزاہد تھے ۱۲ مولوی امیر علی) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی انتہائی درجے کے خوش الحان اور خوش آواز تھے۔ باب تلاوت حدیث گزر چکی ہے جس میں ان کی تلاوت قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماعت فرمانے کا ذکر ہے۔

۵۹۴۲ وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضٰى لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت خباب ابن الارت[۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے تھے تو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو گیا۔ پس ہم میں سے بعض وہ تھے جو دنیا سے چلے گئے اور اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہ کھایا، ان میں سے مصعب ابن عمیر[۲] تھے۔ اُحد کے دن شہید ہوئے تو ان کے کفن کے لیے صرف ایک چادر[۳] ملی جب ہم ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں باہر نکل جاتے اور جب ان کے پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر باہر نکل جاتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس چادر کے ساتھ ان کا سر ڈھانپ[۴] دو اور ان کے پاؤں پر کچھ اذخر ڈال دو۔ اور ہم میں[۵] سے بعض وہ ہیں جن کا میوہ ان کے لیے پک چکا ہے پس وہ اسے چن رہے ہیں[۶]

(صحیحین)

[۱] حضرت خباب نقطے والی خاء پر زبر اور ایک نقطے والی باء مشدد ابن الارت ہمزے اور راء پر زبر، تاء مشدد، قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے، اسلام لانے پر انھیں عذاب دیا گیا اور انھوں نے صبر کیا۔ اولین مہاجرین میں سے ہیں۔ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے (مشرکین اہلِ مکہ نے انھیں سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ اشرف قادری)

[۲] مصعب میم پر پیش بے نقطہ صاد ساکن اور بے نقطہ عین پر زبر ابن عمیر عین پر پیش، میم پر زبر اور یاء ساکن۔

[۳] نمرۃ نون پر زبر میم کے نیچے زیر چیتے کی کھال کی طرح رنگ برنگی، سیاہ اور سفید چادر، یہ بھی مکمل نہ تھی جس سے پورا جسم ڈھانپا جا سکے۔

[۴] غطوا نقطے والی غین پر زبر اور بے نقطہ مشدد طاء پر پیش۔

ﮥ اِذْخَر ہمزے کے نیچے زیر نقطے والا ذال ساکن، مکہ معظمہ میں پائی جانے والی خوشبودار گھاس احادیث میں اس کا ذکر بکثرت آتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دن حضرت مصعب بن عمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے بکری کی تازہ کھال کمر میں باندھ رکھی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو جس کا دل اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان سے منور فرما دیا ہے۔ ہم نے انھیں مکہ معظمہ میں دیکھا۔ ان کے والدین انھیں بہترین طعام اور مشروب مہیا کرتے تھے۔ ہم نے انھیں ایسا حلہ پہنے ہوئے دیکھا جو ان کے والدین نے ان کے لیے دو سو درہم میں خریدا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انھیں اس حال کی طرف لے آئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔

ﮦ یہ حضرت خباب بن الارت کا مقولہ ہے۔

ﮧ اس سے مراد وہ اموال غنیمت ہیں جو ان صحابہ کرام کو ملے جو شہروں کی فتوحات کے زمانے میں موجود تھے اور انھیں دنیا کے اجر سے اپنا حصہ مل گیا۔ انھوں نے ابتداء میں صبر کیا اور آخر میں شکر کیا۔ پس پھل آخرت کے ثواب میں منحصر نہیں ہے۔ یُنُوعٌ کا معنی ہے میوے کا پک جانا، یَانِعٌ پکا ہوا میوہ، یَہْدِبُ دال کے نیچے زیر، اس پر پیش بھی ایک روایت ہے۔ ہَدْبٌ کا معنی ہے میوے کا چننا۔

۵۹۴۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّاَبُوْ زَيْدٍ قِيْلَ لِاَنَسٍ مَّنْ اَبُوْ زَيْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چار حضرات نے قرآن پاک کو جمع کیا[1] (۱) ابی بن کعب (۲) معاذ بن جبل (۳) زید بن ثابت اور (۴) ابوزید[2] حضرت انس کو کہا گیا کہ ابوزید کون ہیں؟ انھوں نے کہا میرے ایک چچا ہیں[3]

ﮯ۱ یعنی پورے قرآن پاک کو یاد کیا

ﮯ۲ ابوزید انصاری ان کا نام سعد بن عمرو ہے، بعض علماء نے ان کا نام قیس ابن السکن بتایا۔ اہل بدر میں سے ہیں۔

ﮯ۳ عُمُومَۃٌ عین پر پیش، عَمّ کی جمع ہے، جیسے اَعْمَامٌ اور اَعْمُم جمع ہے، اسی طرح قاموس میں ہے مطلب یہ ہے کہ انصار بلکہ قبیلہ خزرج سے چار حضرات نے پورا قرآن یاد کیا۔ حضرت انس کی قوم خزرج ہے۔ یہ بات انھوں نے مقام فخر میں کہی، جب قبیلہ اوس کے افراد نے اپنی قوم کے چار افراد کے فضائل پر فخر کیا جیسے کہ ہم نے تورپشتی کے حوالے سے شرح میں بیان کیا ہے اور اگر ہم اسے عام بھی رکھیں تو اس میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ ان چار کے علاوہ کوئی پورے قرآن کریم کا حافظ نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے مقامات میں عدد کا مفہوم معتبر نہیں ہوتا (یعنی زائد کی نفی نہیں ہوتی ۱۲ شرف قادری) تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہت سے صحابہ

کرام کو پورا قرآن پاک یاد تھا ۔ اس مقام میں پوری تفصیل اتقان (امام سیوطی) میں دیکھی جائے ۔

۵۹۴۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ بِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سعد بن معاذ[1] کی وفات کے سبب عرش حرکت میں آگیا اور ایک روایت میں ہے سعد بن معاذ کی وفات کے سبب رحمٰن کا عرش حرکت میں آگیا[2]

[1] سعد بن معاذ بن نعمان انصاری اشہلی اوسی رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور اکابر صحابہ میں سے ہیں ۔ مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اس وقت ایمان لائے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ منورہ میں اپنی تشریف آوری سے پہلے بھیجا تھا ۔ اس کے زمانے میں بنو عبد الاشہل اسلام لائے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو سید الانصار فرمایا ۔ بدر اور احد میں حاضر ہوئے اور اُحد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے ۔ خندق کے دن ان کی اکحل (کلائی کے درمیان رگ خون) میں تیر لگا اور خون نہ رکا اور ایک ماہ کے بعد جام شہادت نوش کیا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ان کی وفات پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے اور یہ بھی فرمایا کہ سعد بن معاذ کی وفات کی بناء پر عرش حرکت میں آگیا ۔

[2] شارحین کا اس میں اختلاف ہے کہ عرش کے حرکت کرنے کا مطلب اور اس کا سبب کیا ہے ؟ بعض شارحین نے فرمایا کہ عرش کے حرکت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد کی روح کی آمد کے سبب عرش خوشی اور مسرت سے جھوم اٹھا ۔ حقیقۃً یا مجازاً ، صحیح یہ ہے کہ یہ حقیقت پر محمول ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں میں علم اور تمیز رکھی ہے ۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسا پہاڑ ہے جو ہمارے ساتھ محبت رکھتا ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ اہل عرش یعنی فرشتے مراد ہیں ۔ بعض نے کہا کہ عرش کے حرکت کرنے کو حضرت سعد کی وفات کی علامت قرار دیا گیا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی وفات بڑا حادثہ ہے ۔ جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی وفات سے قیامت واقع ہو گئی ، اس حدیث پر کتاب کی ابتداء میں " اثبات عذاب قبر " کے باب کی تیسری فصل میں گفتگو کی جا چکی ہے ۔

۵۹۴۵ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَمَسُّوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ لِيْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْهَا وَاَلْيَنُ

حضرت براء بن عازب[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا جوڑا[2] پیش کیا گیا ، آپ کے صحابہ کرام اسے چھونے لگے اور اس کی نرمی سے تعجب کرنے لگے[3] آپ نے فرمایا کیا تم اس کی نرمی سے تعجب کرتے ہو ؟ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال[4] اس سے بہتر اور

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) زیادہ نرم ہیں ۔ (صحیحین)

لہ حضرت براء بن عازب مشہور صحابی ہیں ۔

لہ ریشمی کپڑوں کا جوڑا پیش کیا گیا ، ظاہر یہ ہے کہ کسی عجمی بادشاہ نے بھیجا تھا ۔

لہ ایک روایت میں ہے کہ کہتے تھے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آسمان سے بھیجا گیا ہے ۔ چونکہ انھوں نے ایسا کپڑا کبھی نہیں دیکھا تھا اس لیے انتہائی تعجب کے طور پر یہ بات کہی ۔

لہ مَنْدِیْلٌ میم کے نیچے زیر ، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں ، بروزن منبر ، وہ کپڑا جس سے ہاتھ صاف کیے جائیں (یعنی تولیہ یا رومال) اس کی اصل مدل ہے جس کا معنی میل ہے ۔ دوسرے کپڑوں کی بجائے رومال کے ذکر میں مبالغہ ہے ، جیسے کہ مخفی نہیں ہے (عام طور پر کپڑے رومال سے زیادہ صاف ہوتے ہیں کیونکہ رومال سے ہاتھ اور منہ صاف کیا جاتا ہے جب حضرت سعد کے رومال کی عمدگی کا یہ عالم ہے تو ان کے دوسرے کپڑے کیسے ہوں گے ؟ شرف قادری)

۵۹۴۶ وَعَنْ اُمِّ سُلَیْمٍ اَنَّہَا قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَسٌ خَادِمُكَ اُدْعُ اللّٰہَ لَہٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِكْ لَہٗ فِیْمَا اَعْطَیْتَہٗ قَالَ اَنَسٌ فَوَاللّٰہِ اِنَّ مَالِیْ لَکَثِیْرٌ وَاِنَّ وَلَدِیْ وَوَلَدَ وَلَدِیْ لَیَتَعَادُّوْنَ عَلٰی نَحْوِ الْمِائَۃِ الْیَوْمَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ام سلیم لہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! انس آپ کا خادم ہے ۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا فرمائیں لہ آپ نے دعا کی اے اللہ ! ان کے مال اور اولاد کو کثرت عطا فرما اور جو کچھ لہ تو نے انھیں عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما ۔ حضرت انس فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم ! میرا مال بہت لہ ہے اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد آج ایک سو سے زائد ہے ۵ (صحیحین)

لہ حضرت ام سلیم سین پر پیش ، حضرت انس کی والدہ ماجدہ جو انھیں نو عمری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر گئی تھیں ۔

لہ یعنی دنیا کی برکتوں کے لیے ، کیونکہ آپ کی خدمت اور صحبت کی بناء پر آخرت کا ثواب تو حاصل ہو ہی جائے گا ۔

لہ یعنی جو نعمتیں تو نے انھیں فرمائی ہوئی ہیں ۔

لہ ان کا کھجوروں کا باغ (سال میں) دو دفعہ پھل دیتا تھا ۔

۵ یعنی آج جو میں یہ گفتگو کر رہا ہوں ان کی تعداد اس مقدار کو پہنچی ہوئی ہے ۔ اس کے بعد اس میں مزید اضافہ ہوا ہوگا لہٰذا یہ دوسری روایت کے منافی نہیں ہے جس میں آیا ہے کہ میری اولاد کی اولاد کے علاوہ صرف

صلبی اولاد کی تعداد ایک سو پچیس ہے، یہ سب لڑکے تھے ان میں دو لڑکیاں تھیں اور انھوں نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی صلبی اولاد میں سے جو بچے دفن کیے ہیں ان کی تعداد سو کے قریب ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا سبب اور معصیت کا باعث نہ ہوں ۔

۵۹۴۷/۱۴ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِاَحَدٍ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی زمین پر چلنے والے کے لیے یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ قطعی طور پر جنتی ہے ۔ سوائے عبداللہ ابن سلام[۱] کے ۔ (صحیحین)

[۱] عبداللہ ابن سلام یہودیوں کے اکابر اور ان کے علماء میں سے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اسی دن مشرف باسلام ہوئے ان کے فضائل و مناقب بہت ہیں ۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ بشارت ان کے ساتھ مخصوص ہو ۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت سعد نے نہیں سنا ہوگا اور اپنے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہیں سنا ہوگا ۔ یا اپنے بارے میں اس لیے بیان نہیں کیا کہ انھوں نے تزکیہ نفس (اپنی تعریف کو) پسند نہیں کیا (ورنہ حضرت سعد خود عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۱۲ اشرف قادری) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ بات دوسرے حضرات کی بشارت سے پہلے کہی ہو یا اس وقت کہی ہو جب دوسرے حضرات اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہوں ۔ جن کے بارے میں بشارت دی گئی تھی ۔ اس کی تائید امام دارقطنی کی روایت سے ہوتی ہے کہ میں نے نہیں سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چلنے والے کے بارے میں فرمایا ہو کہ وہ جنتی ہے ۔

۵۹۴۸/۱۵ وَعَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا فِی الْمَسْجِدِ الْمَدِیْنَۃِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی وَجْھِہٖ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا ھٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ تَجَوَّزَ فِیْھِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُہٗ فَقُلْتُ اِنَّکَ حِیْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا ھٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ قَالَ وَاللّٰہِ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک شخص داخل ہوا جس کے چہرے پر خشوع کا اثر تھا ۔ حاضرین نے کہا کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے ۔ اس شخص نے دو مختصر رکعتیں ادا کیں پھر مسجد سے نکل گیا ۔ میں اس کے پیچھے گیا اور اسے کہا کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو حاضرین نے کہا کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے ۔ انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! کسی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بات کہے جو نہیں جانتا[۱]

فَمَا حَدَّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَأَيْتُ رُؤْيَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَأَيْتُ كَاَنِّي فِي رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا فِي وَسْطِهَا عَمُوْدٌ مِّنْ حَدِيْدٍ اَسْفَلُهٗ فِي الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِي السَّمَآءِ فِي اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيْلَ لِيَ ارْقَهْ فَقُلْتُ لَا اَسْتَطِيْعُ فَاَتَانِيْ مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِيْ مِنْ خَلْفِيْ فَرَقِيْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي اَعْلَاهُ فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيْلَ اسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِيْ يَدِيْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذَالِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ وَذَالِكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

میں تمھیں بتاتا ہوں کہ انھوں نے یہ بات کیوں کہی؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک خواب دیکھا جو میں نے آپ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ میں نے دیکھا کہ جیسے میں ایک باغ میں ہوں۔ انھوں نے اس باغ کی وسعت اور سرسبزی کا ذکر کیا۔ اس کے درمیان[۱] لوہے کا ایک ستون تھا جس کا نچلا حصہ زمین میں اور اوپر والا حصہ آسمان میں ہے۔ اس کے اوپر ایک دستہ ہے[۲] مجھے کہا گیا کہ اس پر چڑھ[۳] میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا۔ میرے پاس ایک خادم آیا اس نے میرے پیچھے سے کپڑے اٹھائے تو میں چڑھا یہاں تک کہ میں اس کے اوپر والے حصے تک پہنچ گیا میں نے دستہ پکڑ لیا کہا گیا کہ مضبوطی سے پکڑ لے اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ اس حال میں کہ وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے یہ خواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا وہ باغ اسلام[۹] ہے۔ وہ ستون اسلام کا ستون ہے[۱۰] اور وہ دستہ العروۃ الوثقیٰ ہے[۱۱] اور تم اسلام پر رہو گے[۱۲] یہاں تک کہ فوت ہو جاؤ، وہ شخص عبد اللہ بن سلام تھے[۱۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحیحین)

[۱] قیس بن عباد عین پر پیش اور باء مخفف، بصرہ کے تابعین کے طبقہ اولیٰ سے ہیں۔ ثقہ اور اولیاء اللہ سے ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب ثقات میں اس طرح کیا ہے کہ وہ متقی اللہ والے اور عبادت گزار تھے حجاج بن یوسف نے انھیں گرفتار کر کے شہید کیا۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبد اللہ ابن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے حضرت حسن بصری اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے کم حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

[۲] خشوع کا معنی ہے عاجزی کرنا اور نگاہیں جھکائے رکھنا۔ ان کے چہرے پر اطاعت اور حضور کے آثار تھے۔

[۳] یعنی جلدی جلدی دو رکعتیں ادا کیں۔

ﮯ ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے لوگوں کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی ۔ یعنی جب وہ بات کہتے ہیں تو انھیں اس کا علم بھی ہو گا اور میں بھی اس کے بارے میں کچھ جانتا ہوں اور جو کچھ اس صاحب نے بیان کیا ۔ دہی ان کی طرف سے جواب ہے اور ان لوگوں نے بھی وہ حدیث سنی ہو گی یا کسی دوسرے طریقے سے انھیں علم حاصل ہوا ہو گا ۔ انھوں نے حضرت سعد کی روایت کر دہ حدیث (اس سے پہلی حدیث) نہیں سنی ہو گی ۔ دوسرے لوگوں نے سنی ہو گی ۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے یہ اپنی مدح وثنا کی ہو، اور مقصد یہ ہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے اور اس کی بنا پر جنتی ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی طرح شارحین نے بیان کیا ہے ۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ تم آخر دم تک اسلام پر رہو گے تو شک اور تردد کی گنجائش نہیں رہتی (اور یہ بات یقینی ہے) لہٰذا انھوں نے مذکورہ بالا کلمات بطور عاجزی اور انکساری کہے ہوں گے ۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ دوسرے حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر یہ بات نہیں کی بلکہ بطور استدلال اور اجتہاد کہی تھی اور ان کا جنتی ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے ۔ لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے یہ بات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سن کر کہی ہو گی ۔ خوب اچھی طرح غور کیجیے ۔

ﮯ وَسْطِهَا سین ساکن ہے ۔

ﮯ عروہ عین پر پیش، اصل میں اس کا معنی ہے ڈول اور لوٹے کے پکڑنے کی جگہ (دستہ) اس کا استعمال ہر اس چیز میں کیا جاتا ہے جس کے ساتھ کوئی چیز ہموار کی جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے ۔ اس جگہ یہی معنی مراد ہے ۔

ﮯ اِرْقَهْ یہ سکتہ کی ہاء ہے (اسے ضمیر بھی قرار دے سکتے ہیں جو ستون کی طرف راجع ہے ۱۲ اشرف قادری)

ﮯ مِنْصَفٌ میم کے نیچے زیر، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، بے نقطہ صاد پر زبر، اس کا معنی ہے خادم اور نوکر ۔

ﮯ اور تر و تازہ ہے ۔

ﮯ اس سے مراد اسلام کے احکام اور ارکان ہیں جن پر مسلمانی کی بنیاد ہے ۔

ﮯ جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے فرمان فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (الآیہ) کا اشارہ ہے ۔

ﮯ جسے تم نے مضبوطی سے تھام رکھا ہے اور اس کے بلند مقام پر فائز ہے ۔

ﮯ ظاہر یہ ہے کہ یہ اس حدیث کے راوی حضرت قیس بن عباد کا قول ہے ۔

۵۹۴۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيْبَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِيْ بَيْتِهٖ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ ابْنَ مُعَاذٍ مَا شَاْنُ ثَابِتٍ اَيَشْتَكِيْ فَاَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ مِنْ اَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت ابن قیس بن شماس[۱] خطیب الانصار تھے[۲] جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) تم اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند نہ کرو (الآیہ) تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد ابن معاذ سے پوچھا کہ ثابت کا کیا حال ہے[۳] کیا وہ بیمار ہیں؟ حضرت سعد ان کے پاس گئے اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی بتایا[۴] حضرت ثابت نے فرمایا[۵] کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سب سے زیادہ بلند آواز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا ہوں۔ اس لیے میں جہنمی ہوں[۶] حضرت سعد نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ وہ اہلِ جنت میں سے ہیں[۷] (مسلم)

[۱] شماس نقطوں والے شین پر زبر، میم مشدد اور آخر میں بے نقطہ سین۔

[۲] یعنی انصار کے حسب و نسب کا خطبہ پڑھا کرتے تھے یا یہ مطلب ہے ان کے مطالبوں اور بڑے کاموں میں خطاب کیا کرتے تھے۔

[۳] کہ وہ حاضر نہیں ہوتے اور دکھائی بھی نہیں دیتے کیا وہ بیمار ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ثابت کے حال کی سچائی نے اثر کیا اور اس بات کا سبب بنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حال کے بارے میں دریافت کریں۔ سے

حالتِ خویش چہ حاجت کہ بوے شرح دہم
گر مرا سوز دلی ہست اثر خواہد کرد

کیا ضرورت ہے کہ میں اپنے حال کی تفصیل آپ کی خدمت میں عرض کروں اگر میرے دل کا سوز ہے تو وہ خود اثر دکھائے گا۔

سے کہ آپ پوچھتے ہیں کہ ثابت کا کیا حال ہے؟ کیا وہ بیمار ہیں؟
سے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہونے کا عذر بیان کیا۔
سے اور میرے اعمال برباد ہوچکے ہیں جیسے کہ آیت کریمہ نے بیان کیا ہے۔
سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تصدیق اس طرح ہوگئی کہ حضرت ثابت یمامہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں (مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کرتے ہوئے) شہید ہوگئے۔ مروی ہے کہ جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی تو حضرت ثابت نے اپنا کفن سیا اور اسے زیب تن کیا اور جنگ میں کود پڑے اور کفن ہی میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مدارج النبوۃ میں ان کے حالات اس سے زیادہ لکھے گئے ہیں۔

(بعض لوگ اہل سنت وجماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہو، اس کے باوجود چلا چلا کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہو اور اونچی آواز میں یارسول اللہ کے نعرے لگاتے ہو تمہیں اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں۔ اس کے جواب میں چند باتیں قابل غور ہیں۔
(۱) آیت مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ان حضرات کو ہدایت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہے ہوں اور آپ ان سے ہم کلام ہوں کیونکہ ارشادِ ربانی ہے کہ تم نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو اور یہ اسی وقت ہوگا جب دونوں طرف سے گفتگو ہو رہی ہو۔
(۲) حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے واقعے سے واضح ہے کہ اصل مسئلہ آواز کے بلند ہونے کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ بارگاہِ رسالت کا ادب ملحوظ رکھا جائے۔ اگر کوئی شخص آہستہ آواز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ترّحم کر جواب دے تو وہ وعید کا مستحق ہوگا۔ اگر کسی شخص کی آواز حضرت ثابت کی طرح فطرتی طور پر بلند ہو یا فرطِ شوق میں آواز بلند ہوجائے اور اس کا دل محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم سے معمور ہو تو وہ وعید کا مستحق نہیں ہوگا۔
(۳) ادب کا تقاضا یہ ضرور ہے کہ چلانے سے احتراز کیا جائے ۱۲ محمد عبدالحکیم شرف قادری

۵۹۵۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالُوْا مَنْ هٰؤُلَاءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۂ جمعہ نازل ہوگئی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ توصحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کون ہیں؟ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں ہم میں حضرت سلمان فارسی تشریف فرما تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ ھٰؤُلَاءِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اپنا دستِ اقدس حضرت سلمان پر رکھا ۔ پھر فرمایا: اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ان میں سے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیتے ۔ (صحیحین)

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جماعت جس کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے ہیں اس میں سے کچھ دوسرے ہیں جو ابھی نہیں آئے اور وہ صحابہ کرام کی اس جماعت سے نہیں ملے جو کہ امی یعنی عرب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دوسرے اصحاب میں نہیں بھیجے گئے ۔

۲؎ جو ابھی نہیں آئے اور ہمارے ساتھ لاحق نہیں ہوئے ۔

۳؎ یعنی (سلمان) فارسی کی قوم سے، مطلق عجمی اور غیر عربی مراد ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جماعت جو ابھی نہیں آئی اور لاحق نہیں ہوئی وہ عجمی تابعین ہیں اور ان کی صفت یہ ہے کہ اگر دین و ایمان آسمان پر ہو تو اسے حاصل کر لیں اور اس تک پہنچ جائیں گے ۔ اس ارشاد میں حضرت سلمان کی تعریف ہے کہ وہ بھی عجمی ہیں ۔ اکثر تابعین عجمی ہیں اور صحابہ کرام عربی ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ علم کی وسعت اور اجتہاد میں اتنا ظاہر ہوا کہ دوسرے حضرات میں ظاہر نہیں ہوا ۔ حالانکہ فضیلت و کرامت صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے ۔

حضرت سلمان فارسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں ۔ آپ نے انھیں یہودیوں سے خرید کر آزاد فرمایا، وہ دانش ور صحابہ میں سے ہیں ۔ ان کا اصل فارس یا رامہرمز سے ہے ۔ یہ وہ لوگ تھے جو چنگبرے گھوڑے کی عبادت کرتے تھے ۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات سن کر دین حق کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلے ۔ مختلف دینوں کو اختیار کرتے رہے کئی جگہ فروخت کیے گئے ۔ تین سو پچاس سال عمر پائی ۔ آخر عمر میں مقصد کا چہرہ دیکھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر مشرف بصحابیت ہوئے ۔

(علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح اور قابلِ اعتماد اصل ہے جس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بشارت ہے ۔ علامہ سیوطی کے شاگرد اور سیرت شامیہ کے مصنف حضرت شیخ محمد بن یوسف صالحی شافعی فرماتے ہیں کہ شیخ کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے کہ اس حدیث کا اشارہ امام اعظم کی طرف ہے ۔ کیونکہ اہلِ فارس میں سے کوئی بھی آپ کے مبلغ علم کو نہیں پہنچ سکا ۔ ابن عابدین شامی، علامہ ، رد المحتار ج اول ص ۴۹ شرف قادری)

۵۹۵۱ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ عُبَیْدَکَ ھٰذَا یَعْنِیْ اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَاُمَّہٗ اِلٰی عِبَادِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَحَبِّبْ اِلَیْھِمُ الْمُؤْمِنِیْنَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱؎ دعا کی، اے اللہ! اپنے اس چھوٹے سے بندے یعنی ابوہریرہ اور ان کی ماں کو اپنے مومن بندوں کے ہاں محبوب بنا دے ۲؎ اور مومنوں کو ان کے نزدیک محبوب بنا دے ۳؎ (مسلم)

؎ حضرت ابوہریرہ اور ان کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے دعا فرمائی ۔
؎ یعنی ان کو مسلمانوں کا محبوب بنا دے ، کیونکہ یہ بے کس اور نادار ہیں ۔ صیغہ تصغیر عبید لطف و کرم اور تحسین کے لیے ہے ۔
؎ یہ مسلمانوں کو دوست رکھیں اور مسلمانوں کے محبّ بھی ہوں اور محبوب بھی ، بعض نسخوں میں اِلَیْھِمَا ہے اور تثنیہ کی ضمیر حضرت ابوہریرہ اور ان کی والدہ کی طرف راجع ہے ۔
مشکوٰۃ شریف کے اکثر نسخوں اور مسلم شریف کے متعدد نسخوں میں اِلَیْھِمْ ہے ، جمع کی ضمیر کے ساتھ ۔ اس سے مراد حضرت ابوہریرہ ، ان کی والدہ ، ان کے متبعین ، متعلقین اور اولاد ہے ۔

۵۹۵۲/۱۹ وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِيْ نَفَرٍ فَقَالُوْا مَا اَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاخَذَهَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ يَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ قَالُوْا لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَخِيْ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ؎ سے روایت ہے کہ ابوسفیان؎ حضرت سلمان ، صہیب اور بلال کے پاس آئے جب کہ یہ حضرات دوسرے صحابہ کرام کی ایک جماعت میں تھے؎ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں نے اللہ تعالیٰ کے دشمن کی گردن سے اپنی جگہ نہیں پکڑی؎ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کیا آپ لوگ یہ بات قریش کے شیخ اور سردار کو کہتے ہیں؎ اس کے بعد حضرت ابوبکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی آپ کو خبر دی ۔ آپ نے فرمایا : اے ابوبکر ! شاید تم نے انھیں غصّہ دلا دیا ہے؎ اگر تم نے انھیں غصّہ دلایا ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا ہے؎ حضرت ابوبکر ان حضرات کے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھائیو ! کیا میں نے تمھیں غصّہ دلایا ہے ؟؎ انھوں نے کہا نہیں؎ ، اے بھائی؎ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے ۔ (مسلم)

؎ عائذ الف کے بعد یاء ، اس کے بعد ذال ابن عمرو ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنھوں نے (حدیبیہ کے) درخت کے نیچے بیعت کی ۔ بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے ۔ حضرت حسن بصری وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں ۔
؎ امیر معاویہ کے والد ابوسفیان علوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اسلام لانے سے پہلے صلح حدیبیہ کے بعد

مدینہ منورہ اس معاہدے کی تجدید اور توثیق کرنے کے لیے آئے جسے توڑنے کے مقدمات کا آغاز مشرکین قریش کر چکے تھے۔ ابوسفیان آئے تو صحابہ کرام کی مذکورہ جماعت نے انھیں دیکھا۔

۵۳ یعنی افسوس کہ یہ مشرک ہمارے ہاتھوں قتل نہیں ہوا۔

۵۴ یہ بات ابوسفیان کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے کہی کیونکہ وہ اجازت لے کر آئے تھے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات قبائل کے سردار مشرکوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔

۵۵ ایک روایت ہے کہ اَدْرِكْ يَا أَبَا بَكْرٍ اے ابوبکر! ان کو پالو (یعنی ان سے ملاقات کرو)۔

۵۶ بعض روایات میں ہے کہ تحقیق تم نے عرش عظیم کے رب کو ناراض کیا ہے۔

۵۷ اور تم مجھ سے ناراض ہو؟

۵۸ آپ نے ہمیں ناراض نہیں کیا اور ہم آپ سے رنجیدہ نہیں ہیں۔

۵۹ بعض روایات میں ہے يَا أُخَيَّ یاء کی تشدید اور صیغہ تصغیر کے ساتھ۔ اس حدیث میں فقراء صحابہ کی عظیم فضیلت ہے اور ان کی تعظیم و تکریم اور خاطرداری پر ابھارا گیا ہے۔

دلا خوش باش کاں سلطان دیں را
بدرویشان و مسکیناں سرے ہست

(اے دل خوش ہو جا کہ اس سلطانِ دین (صلی اللہ علیہ وسلم) کو درویشوں اور مسکینوں کا بڑا خیال ہے)۔

۵۹۵۲ وَعَنْ أَنَسٍ[۱] عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی نشانی انصار کی محبت اور منافقت کی نشانی انصار کی دشمنی ہے[۲] (صحیحین)

۱ حضرت انس بن مالک انصاری صحابی ہیں ان کا تعلق قبیلہ بنو خزرج سے تھا۔

۲ انصار جمع ہے نَاصِرٌ یا نَصِيْرٌ کی، ان سے مراد وہ خوش بخت اہلِ مدینہ ہیں جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و خدمت کی۔ انصار دو قبیلے ہیں۔ ان دو قبیلوں میں ایک سو بیس سال تک جنگ جاری رہی۔ اسلام اور کلمہ توحید کی بدولت ان کی عداوت محبت سے تبدیل ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں انصار کا لقب عنایت فرمایا اور وہ اسی لقب سے مشہور اور ممتاز ہوئے۔ ان کے بعد ان کی اولاد اور ان کے آزاد کردہ غلام اسی نام سے پکارے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و خدمت عرب و عجم کے کافروں کی دشمنی کا سبب بنی۔ لازمی بات ہے کہ ان کی محبت ایمان کی علامت اور ان کی عداوت

کفر اور منافقت کی علامت قرار پائی، کمال ایمان کا موجب اور محبت کا نقصان ایمان کے ناقص ہونے کا سبب ہے۔ اگر ان کی نصرت کی بناء پر عداوت ہو تو یقینی بات ہے کہ یہ عداوت حقیقتِ کفر کا سبب ہوگی۔

۵۹۵۴ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِلْاَنْصَارِ لَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُھُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ اَبْغَضَہُ اللّٰہُ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت براء[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ ان سے صرف مومن محبت رکھے گا اور منافق ہی ان سے عداوت رکھے گا۔ پس جو ان سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنائے اور جو ان سے دشمنی رکھے اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی رکھے۔
(صحیحین)

[1] حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری صحابی ہیں اور قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں۔

۵۹۵۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا حِیْنَ اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَمْوَالِ ھَوَازِنَ مَا اَفَاءَ فَطَفِقَ یُعْطِیْ رِجَالًا مِّنْ قُرَیْشٍ اَلْمِائَۃَ مِنَ الْاِبِلِ فَقَالُوْا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْ قُرَیْشًا وَّیَدَعُنَا وَسُیُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِھِمْ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِھِمْ فَاَرْسَلَ اِلَی الْاَنْصَارِ فَجَمَعَھُمْ فِیْ قُبَّۃٍ مِّنْ اَدَمٍ وَّلَمْ یَدْعُ مَعَھُمْ اَحَدًا غَیْرَھُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِیْثٌ بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ فَقَالَ فُقَھَاؤُھُمْ اَمَّا ذَوُوْ رَأْیِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَمْ یَقُوْلُوْا شَیْئًا وَّاَمَّا اُنَاسٌ مِّنَّا حَدِیْثَۃٌ اَسْنَانُھُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہوازن[1] کے اموال میں سے اپنے رسول کو وہ مالِ غنیمت عطا فرمایا جو عطا فرمایا تو آپ قریش کے کچھ مردوں[2] کو سو سو اونٹ عطا فرمانے لگے۔ تو انصار کے کچھ افراد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے کہ آپ قریش کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خونوں سے ٹپک رہی ہیں[3] ان کی گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ نے انصار کو پیغام بھیجا اور انھیں چمڑے کے ایک خیمے میں جمع کیا اور ان کے ساتھ کسی غیر انصاری کو نہیں بلایا، جب وہ جمع ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا بات ہے جو ہمیں تمھاری طرف سے پہنچی ہے؟ ان کے دانا حضرات نے عرض کیا کہ ہمارے ارباب دانش و خرد نے تو کوئی بات نہیں کہی[4] البتہ ہمارے کچھ نو عمر

قَالُوْا یَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْ قُرَیْشًا وَیَدَعُ الْاَنْصَارَ وَسُیُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُعْطِیْ رِجَالًا حَدِیْثِیْ عَهْدٍ بِکُفْرٍ اَتَاَلَّفُهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْنَ اِلٰی رِحَالِکُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِیْنَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

افراد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے کہ قریش کو عطا فرماتے ہیں اور انصار کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خونوں سے ٹپک رہی ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ایسے لوگوں کو عطا کرتے ہیں جن کا تعلق کفر سے قریبی ہے ہم ان کی تالیف (اور دلداری) کرتے ہیں ۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ اموال لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے گھروں میں لے جاؤ ؟ انصار نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ! تحقیق ہم راضی ہیں ۔ (صحیحین)

لہ ہوازن ایک قبیلے کا نام ہے (جن کا بہت سا مالِ غنیمت غزوۂ حنین میں صحابہ کرام کے ہاتھ آیا ۔ ۱۲ شرف قادری) اس عبارت میں اشارہ ہے ان اموال کی کثرت کی طرف، اس لیے کہ اس قبیلے سے بھاری مقدار میں اموالِ غنیمت حاصل ہوئے ۔ روایات میں آیا ہے کہ چھ ہزار قیدی ، چوبیس ہزار اونٹ ، چار ہزار اوقیہ چاندی ، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے ، اور چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں مالِ غنیمت تھیں ۔ ایک روایت میں ہے کہ بکریاں شمار سے باہر تھیں ۔

(قبیلہ ہوازن نے اپنے تمام اہل و عیال اور اموال محاذِ جنگ پر جمع کر دیئے تھے تاکہ جنگجو افراد ان کی حفاظت کے خیال سے راہِ فرار اختیار نہ کریں ۔ لیکن وہ مجاہدین صحابہ کرام کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گیا ۱۲ شرف قادری)

سلہ یہ نو مسلم اہلِ مکہ تھے جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے اور ابھی نورِ ایمان ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا تھا ۔ ان کو مؤلفۃ القلوب کہتے ہیں ۔

سلہ ہمیں کچھ نہیں دیتے ۔

سلہ یعنی ان کے خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہے ہیں ۔

سلہ کہ انصار اس طرح کہتے ہیں

سلہ جو آپ کو ہماری طرف سے پہنچائی گئی ہے

سلہ ہم ان سے اظہارِ الفت کرتے ہیں تاکہ ان کا ایمان دنیا کی امداد کے ذریعے باقی رہے ۔ تالیف کا معنی ہے دو چیزوں کو آپس میں ترتیب دینا ۔ تالیف کا ایک معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی چیز سے ہم آہنگ پانا اسی لیے ان کا نام مؤلفۃ القلوب رکھا گیا ۔

شہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سب سے بڑے ماہر نفسیات (سائیکالوجسٹ) تھے اس لیے آپ نے انصار کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا جس میں اشارہ یہ تھا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمھیں اموال مل جائیں اور اہل مکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جائیں۔ انصار اس معاملے کو کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ انھیں تو یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ مکہ معظمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین شہر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ فتح مکہ کے بعد آپ مکہ معظمہ تشریف لے جائیں۔ اس لیے فوراً راضی ہو گئے یوں بھی جو کلمات کہے تھے وہ چند جذباتی نوجوانوں نے کہے تھے، سمجھدار حضرات نے کوئی بات نہیں کی تھی ۱۲ اشرف قادری)

۵۹۵۶/۲۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْاَنْصَارِ وَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِیًا وَّ سَلَكَتِ الْاَنْصَارُ وَادِیًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ وَ شِعْبَهَا الْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَّالنَّاسُ دِثَارٌ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو ہم انصار کے ایک فرد ہوتے[۱] اگر لوگ ایک وادی میں چلتے اور انصار دوسری وادی اور پہاڑی راستے میں چلتے تو ہم انصار کی وادی اور ان کے راستے میں چلتے[۲] انصار بنیان[۳] کی طرح اور دوسرے لوگ اوپر والے کپڑے[۴] کی طرح ہیں۔ تم ہمارے بعد ترجیح دیکھو گے[۵] تو صبر کرنا یہاں تک کہ حوض پر ہماری ملاقات کرنا[۶] (بخاری)

سلہ یعنی اگر نسبت ہجرت کی شرافت اور فضیلت نہ ہوتی تو ہم اپنی نسبت انصار اور ان کے خطے سے کرتے اور مہاجرین کے نام سے انصار کے نام کی طرف منتقل ہو جاتے۔ اس جگہ انصار کے اعزاز اور نصرت کی نسبت کی فضیلت بیان کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس میں ہجرت کی فضیلت اور مرتبہ مہاجرین کی جلالت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ مہاجرین نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر اپنے وطنوں اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دیا۔ انصار کی نصرت اور ان کا ایثار کامل فضیلت ہے۔ لیکن وہ اپنے وطن، اپنے قبیلے اور رشتہ داروں میں قیام پذیر ہیں۔ لہٰذا نصرت کی فضیلت ہجرت کے بعد ہے اور انصار کی فضیلت مہاجرین کے بعد ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ہم انصار سے ہجرت کی فضیلت کی وجہ سے ممتاز ہیں اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو ہم ان ہی میں سے ہوتے اور مرتبے میں ان کے برابر اور ان کی مثل ہوتے۔ اس میں عظیم تواضع ہے اور انصار کی بڑی عزت افزائی ہے (برابری اور مماثلت کی بات بعید از قیاس ہے کیونکہ مہاجرین اپنی تمام تر فضیلت کے باوجود نہیں کہہ سکتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبے میں ہمارے برابر اور ہماری مثل ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاطلاق تمام صحابہ کرام کو فرمایا۔ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں سے کون ہماری مثل ہے؟ ہاں یہ صحیح ہے کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو ہم اپنا شمار انصار میں کرتے۔ یہ انصار کا بہت بڑا

اعزاز اور کریمانہ حوصلہ افزائی ہے ۱۲ اشرف قادری

ے وادی اس راستے کو کہتے ہیں جو پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان ہو۔ اس کی جمع اَوْدَاءٌ اور اَوْدِيَةٌ ہے شِعْبٌ شین کے نیچے زیر پہاڑی راستے اور دو پہاڑوں کے درمیانی راستے کو کہتے ہیں۔ اس جگہ رائے اور مذہب مراد ہے یعنی اگر لوگوں کا آراء اور مذاہب میں اختلاف ہو جائے تو ہم انصار کی رائے اور ان کے مذہب کو اختیار کریں گے اور ان کے موافق ہوں گے۔ ان کی موافقت اور مرافقت کی عمدگی کا بیان کرنا مقصود ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں وفا اور ہمسائیگی کی خوبی ملاحظہ فرمائی یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کی پیروی کریں گے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدائے مطلق ہیں اور سب آپ کے تابع ہیں۔

ے شِعار شین کے نیچے زیر، وہ اندرونی کپڑا جو جسم کے ساتھ متصل ہو۔ شَعْرٌ کا معنی بال ہے۔ انصار کو نبیان سے اس لیے تشبیہ دی کہ ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی تعلق اور اتصال ہے۔

ے دِثار دال کے نیچے زیر، بیرونی کپڑا جسے اوپر پہنا جاتا ہے جیسے اوپر لینے والی چادر یہ دُثُرٌ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے اشتمال (پہننا)

ے یہ انصار کو خطاب ہے۔ اَثَرَةٌ ہمزہ اور تین نقطے والی ثاء پر زبر، ہمزے پر پیش اور ثاء کو ساکن یا مفتوح بھی پڑھ سکتے ہیں (اُثْرَةٌ۔ اُثَرَةٌ) یہ استیثار کا اسم ہے جس کا معنی مستقل ہونا اور اختیار کرنا ہے صراح میں ہے اَلْاِسْتِيثَارُ خود بخود کسی کام میں مصروف ہونا (یعنی کسی کے مشورے کے بغیر) ایثار کا معنی ہے منتخب کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنے آپ کو تم پر ترجیح دیں گے اور امیر (سرکردہ) بن جائیں گے۔ باوجودیکہ وہ تم سے کم مرتبہ ہوں گے لیکن تم سے بلند و بالا مرتبے پر فائز ہو جائیں گے۔ جس طرح مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ خصوصاً حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی کے زمانے اور بعض دیگر زمانوں میں، جب بنو امیہ غالب آگئے۔

ے اس ابتلاء اور شدت پر صبر کرنا، یہاں تک کہ حوض پر ہم سے ملاقات کرنا۔ اس ارشاد میں انصار کے لیے جنت میں داخل ہونے کی بشارت ہے ان کے صبر کی بدولت، مروی ہے کہ بعض انصار نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے دورِ امارت میں بعض مہاجرین کی شکایت کی تو انھوں نے اس کا ازالہ نہ کیا۔ اس انصاری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ تم ہمارے بعد ترجیح دیکھو گے۔ امیر معاویہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا حکم دیا؟ کہنے لگے صبر کا حکم دیا۔ امیر معاویہ نے فرمایا: پھر صبر کرو جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے۔

۵۹۵۷ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِىْ سُفْيَانَ فَهُوَ

ان ہی سے روایت ہے کہ ہم فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا: جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ امن والا ہے

اٰمِنٌ وَّمَنْ اَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَمَّا الرَّجُلُ فَقَدْ اَخَذَتْهُ رَأْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَرَغْبَةٌ فِيْ قَرْيَتِهٖ وَنَزَلَ الْوَحْيُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُمْ اَمَّا الرَّجُلُ اَخَذَتْهُ رَأْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَرَغْبَةٌ فِيْ قَرْيَتِهٖ كَلَّا اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ هَاجَرْتُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلَيْكُمُ الْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا قُلْنَا اِلَّا ضِنًّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُصَدِّقَانِكُمْ وَيَعْذِرَانِكُمْ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جس نے ہتھیار ڈال دیئے وہ امن والا ہے[۲]۔ انصار نے کہا اس ہستی کو ان کے قبیلہ کی محبت اور ان کی بستی کی رغبت نے پکڑ لیا ہے[۳]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوگئی[۴] آپ نے فرمایا: تم نے کہا ہے کہ اس ہستی کو ان کے قبیلے کی محبت اور ان کی بستی کی دلچسپی نے پکڑ لیا ہے۔ ہرگز نہیں میں اللہ کا بندۂ مقرب اور اس کا رسولِ گرامی ہوں[۵] میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اور تمھاری طرف ہجرت کی ہے[۶] ہماری زندگی تمھاری زندگی کے ساتھ اور ہماری رحلت تمھاری وفات کے ساتھ ہے[۷]۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے یہ بات صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے غلبے کی بناء پر کہی ہے[۸] آپ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ اور تمھاری تصدیق کرتے ہیں اور تمھارا عذر قبول کرتے ہیں[۹] (مسلم)

[۱] کوئی اس سے تعرض نہ کرے۔

[۲] جو مشرک ہتھیار ڈال دے وہ بھی امن والا ہے۔ مروی ہے کہ جب ابوسفیان اسلام میں داخل ہوئے تو حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان ایسے شخص ہیں جو فخر اور بزرگی کو محبوب رکھتے ہیں۔ پس آپ انھیں کوئی اعزاز عطا فرمادیں جس پر یہ فخر کرسکیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگیا وہ امن والا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے قریش کی دشمنی کے دنوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امن دیا تھا اور اپنے گھر لائے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو اس خدمت کا بدلہ عطا فرمادیا۔

[۳] انصار نے جب ابوسفیان پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت اور ان کی رعایت دیکھی حالانکہ وہ ماضی میں آپ کے شدید دشمن تھے۔ اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہے اور جو ہتھیار ڈال دے وہ امن والا ہے تو انصار کو تعجب ہوا اور حیران رہ گئے۔ ازراہِ غیرت و سادگی کہنے لگے: کہ اس ہستی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی محبت اور اپنی بستی یعنی مکہ مکرمہ کی رغبت والفت نے پکڑ لیا ہے۔ یعنی انسانی طبیعت کے تقاضے کی بناء پر ایسا ہوا ہے۔

۵۴ کہ انصار نے یہ کہا ہے۔
۵۵ یعنی ہم جو کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر کی بناء پر کرتے ہیں۔
۵۶ ہم نے اپنے وطن سے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے فضل وکرم اور امداد واعانت کی امید پر ہجرت کی اور تمھاری طرف اور تمھارے خطّے کی طرف ہجرت کی تاکہ ظاہر کے اعتبار سے تم خدمت ونصرت انجام دو اور اس سعادت وکرامت کا شرف حاصل کرو۔ پھر انھیں تسلی دینے اور دلداری کے لیے آئندہ کلمات ارشاد فرمائے مَحْیَا کا معنی زندگی ہے یا زندگی کی جگہ۔ معنی یہ ہوگا کہ ہماری زندگی تمھاری زندگی کے ساتھ اور ہماری وفات تمھاری وفات کے ساتھ ہوگی۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہماری زندگی کی جگہ تمھاری زندگی کی جگہ کے ساتھ اور ہماری وفات کی جگہ تمھاری وفات کی جگہ کے ساتھ ہوگی۔ یعنی ہم تم سے زندگی میں جدا ہوں گے اور نہ ہی وفات میں، اطمینان رکھو کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں اور تم ہمارے ساتھ ہو۔
۵۷ یعنی ہم نے جو بات کہی ہے وہ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل پر بخل کرتے ہوئے کہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی اور آپ کی صحبت پر بخل کرتے ہوئے تیز غیرت کی بناء پر اور اس لیے کہی ہے کہ آپ کا میلان اور آپ کی محبت دوسروں سے ہماری برداشت سے باہر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی عنایت و محبت، صحبت اور ہمسائیگی سے محروم ہو جائیں۔ غیرت محبت کو لازم ہے اور محبت ہرگز نہیں چاہتی کہ محبوب کی نظر ایک لمحے کے لیے بھی غیروں پر پڑے۔

غیرتم با تو چناں ست کہ اگر دست دہد
نگذارم کہ در آئی بخیال دگراں

مجھے آپ کے ساتھ ایسی غیرت ہے کہ اگر ممکن ہو تو میں آپ کو دوسروں کے خیال میں بھی نہ آنے دوں گا۔
ضِنٌّ اور ضِنَّۃٌ کا معنی ہے بخل کرنا۔ مَضْنُوْنٌ اس نفیس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو نہ دی جاسکے۔
۵۹ یُعْذِرَانِکُمْ یاء پر پیش اور عین ساکن۔ اِعْذَارٌ کا معنی ہے کسی کا عذر قبول کرنا۔

۵۹۵۸/۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی صِبْیَانًا وَّنِسَآءً مُّقْبِلِیْنَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتُمْ مِّنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ اَللّٰھُمَّ اَنْتُمْ مِّنْ اَحَبِّ اِلَیَّ یَعْنِی الْاَنْصَارَ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو ایک شادی کی دعوت سے آتے ہوئے دیکھا[۱]، تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے اللہ! تم ہمارے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہو، اے اللہ تم ہمارے محبوب ترین لوگوں میں سے ہو[۲] یعنی انصار[۳]
(صحیحین)

[۱] یہ انصار میں سے تھے۔

لہ بعض نسخوں میں الی اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک، صحیح بخاری میں ہے کہ یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے ۔ اس سے پہلی روایت کی تائید ہوتی ہے ۔

سلہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مراد لیے ۔ اَللّٰھُمَّ کا معنی یا تو قسم ہے یا یہ معنی ہے کہ اے اللہ! تو جانتا ہے میری بات کی مراد کی سچائی کو، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو دیکھا تو ان کے دیکھنے سے خوش ہو گئے اور آپ کا داعیۂ محبت جوش میں آگیا تو از راہِ کمال عنایت و اعزاز انھیں خبر دی اور اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا۔

۵۹۵۹ / ۲۶ وَعَنْهُ قَالَ مَرَّ اَبُوْبَكْرٍ وَّالْعَبَّاسُ بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ الْاَنْصَارِ يَبْكُوْنَ فَقَالَا مَا يُبْكِيْكُمْ قَالُوْا ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ اَحَدُهُمَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِذَالِكَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى رَاْسِهٖ حَاشِيَةَ بُرْدٍ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذَالِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عباس انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں وہ رو رہے تھے ۔ ان دونوں حضرات نے پوچھا کہ آپ حضرات کو کون سی چیز رُلا رہی ہے[1] انھوں نے کہا کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے پاس بیٹھنا یاد آگیا ہے[2] ان دونوں میں سے ایک[3] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا[4] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ نے اپنے سر مبارک پر چادر کا کنارہ[5] باندھ رکھا تھا، آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے[6]، اس دن کے بعد منبر پر جلوہ افروز نہیں ہوئے[7] آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: ہم تمھیں انصار کے بارے میں وصیت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ہمارا معدہ اور ہیک[8] ہیں ۔ جو حق ان کے ذمہ[9] تھا وہ انھوں نے ادا کر دیا اور جو اُن کے لیے ہے[10] وہ باقی ہے، اس لیے ان کے نیکو کار سے قبول کرو اور ان کے خطا کار سے درگزر کرو۔

(بخاری)

لہ اور آپ کیوں رو رہے ہیں ؟

سلہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال کے دنوں کا واقعہ ہے (یعنی آج ہمیں یہ سعادت میسر نہیں ہے ۱۲ قادری)

۲؎ حضرت ابوبکر یا حضرت عباس رضی اللہ عنہما
۳؎ کہ انصار اپنے پاس آپ کے تشریف فرما ہونے کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔
۴؎ تَعْصِیْبٌ سر پر پٹی کا باندھنا۔ عِصَابہ عین کے نیچے زیر، سر پہ باندھی جانے والی پٹی۔
۵؎ تاکہ خطاب فرمائیں۔
۶؎ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا۔
۷؎ کَرِشٌ کاف پہ زبر اور راء کے نیچے زیر، بروزن کَتِفٌ جانور کی اوجھڑی جیسے انسان کا معدہ ہے عَیْبَۃٌ بے نقطہ عین پر زبر، یاء ساکن، اس کے بعد باء ایک نقطے والی۔ کپڑے رکھنے والی چیز جسے بقچہ (پوٹلی) کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انصار اندرونی دوست اور ہمارے راز، امانت اور اعتماد کی جگہ ہیں۔ جانور اپنے چارے کو اوجھڑی میں جمع کرتا ہے اور انسان اپنے کپڑے، کپڑے رکھنے والی پوٹلی (آج کل بیگ) میں رکھتے ہیں عرب دل اور سینے کو بطور کنایہ کَرِش اور عیبہ سے تعبیر کرتے ہیں مراد چھوٹے بچے اور عیال لیتے ہیں۔ جماعت کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس معنی پر محمول کرنا بھی درست ہے۔ یعنی انصار ہماری جماعت اور ہمارے صحابہ ہیں اور ہمارے عیال اور چھوٹے بچوں کی مانند ہیں کہ ان پہ شفقت، مہربانی اور غمخواری زیادہ ہوتی ہے۔
۸؎ یعنی نصرت، خیرخواہی اور جان و مال کا قربان کرنا
۹؎ اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے لیے ہے یعنی ثواب، جنت میں داخل کرنا، یہ اس عہد کی طرف اشارہ ہے جس پر انصار نے لیلۃ العقبۃ (منیٰ شریف میں بڑے شیطان کے پاس رات کے وقت) بیعت کی اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (۹/۱۱۱) بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے۔ اس کے بدلے کہ ان کے لیے جنت ہے۔

۵۹۶۰ ۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ حَتّٰی جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ یَکْثُرُوْنَ وَیَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰی یَکُوْنُوْا فِی النَّاسِ بِمَنْزِلَۃِ الْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِیَ مِنْکُمْ شَیْئًا یَضُرُّ فِیْہِ قَوْمًا وَیَنْفَعُ فِیْہِ اٰخَرِیْنَ فَلْیَتَقَبَّلْ مِنْ مُّحْسِنِھِمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض وصال میں باہر تشریف لائے یہاں تک کہ منبر پہ تشریف فرما ہوئے پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اما بعد! بیشک لوگ زیادہ ہوں گے ۱؎ اور انصار کم ہوں گے ۲؎ یہاں تک کہ لوگوں میں اس طرح ہوں گے جس طرح کھانے میں نمک ۳؎ پس تم میں سے جو کسی کام کا والی بنے جس میں وہ ایک گروہ کو نقصان دے اور دوسرے گروہ کو فائدہ دے ۴؎ تو وہ ان کے نیکوکار سے قبول کرے

وَلْيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور ان کے خطا کار سے درگزر کرے۔
(بخاری)

۱؎ لوگ اسلام میں دن بدن زیادہ ہوں گے، ہر طرف سے آئیں گے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کریں گے۔

۲؎ کیونکہ ان کا کوئی بھی بدل نہیں ہے۔ اس لیے کہ انصار اس جماعت کا نام ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ پیش کی اور آپ کی خدمت و نصرت کی، یہ چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ حیات ظاہری ختم ہونے سے ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح کہا گیا ہے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آنے والے مہاجرین میں بھی پائی جاتی ہے (تو انصار کی کیا خصوصیت ہوئی؟ ۱۲ اشرف قادری) اس لیے ظاہر یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے مہاجرین اور ان کی اولاد کی کثرت کی اور اس بات کی کہ مہاجرین مختلف شہروں میں پھیل جائیں گے وہاں قیام اور حکومت کریں گے، اس کے برخلاف انصار کا وجود کم ہوگا اور وہ باقی نہیں رہیں گے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ انصار کا وجود کم ہوا جس طرح مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔

۳؎ اس تشبیہ میں بھی انصار کی قلت کا بیان ہے، نیز ان کی تعریف کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح نمک کھانے کی اصلاح کرتا ہے اسی طرح انصار کا وجود اہل اسلام کی اصلاح کرے گا۔

۴؎ یعنی والی اور حاکم ہو۔

۵۹۶۱/۲۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! انصار کو ان کے بیٹوں کو اور ان کے پوتوں کو بخش دے۱؎ (مسلم)

۱؎ اس حدیث کے ظاہر سے مغفرت کی تخصیص دو مرتبوں (بیٹوں اور پوتوں) کے ساتھ معلوم ہوتی ہے اور اگر اسے ابناء (بیٹوں) کے آخری مرتبے پر محمول کیا جائے خواہ وہ کہیں بھی ہو تو بعید نہیں ہے۔ بلکہ اگر ابناء کو اولاد پر محمول کریں تو بھی بعید نہیں ہوگا۔

۵۹۶۲/۲۹ وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ

حضرت ابو اسید۱؎ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انصار کے بہترین گھر بنو نجار کے ہیں۲؎ پھر بنو عبدالاشہل۳؎ پھر بنو حارث بن خزرج۴؎ پھر بنو ساعدہ۵؎ اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۶؎

دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(صحیحین)

؎۱ ابو اُسید ہمزے پر پیش، سین پر زبر یا ہمزے پر زبر، سین کے نیچے زیر، دونوں طرح علماء نے بیان کیا ہے۔ دوسری صورت زیادہ صحیح ہے۔ ان کا نام مالک بن ربیعہ ہے، کنیت کے ساتھ مشہور ہوئے وہ بدری صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

؎۲ انصار کے بہترین قبیلے اور بہترین گھر بنو نجار ہیں۔ نون پر زبر، جیم مشدد، انصار کے ایک قبیلے کا نام ہے (جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال ہونے کا شرف حاصل ہے ۱۲ شرف قادری)۔

؎۳ بنو عبد الاشہل یہ بھی انصار کا ایک قبیلہ ہے۔

؎۴ بنو حارث بن خزرج نقطے والی خاء پر زبر، زاء ساکن، راء پر زبر

؎۵ بنو ساعدہ عین کے نیچے زیر

؎۶ یعنی انصار کے تمام قبائل کو فضیلت و شرافت حاصل ہے اگرچہ ان میں سے بعض زیادہ فضیلت والے ہیں۔ فضیلت کے مراتب مختلف ہیں لہٰذا ابتداء میں خیر کا معنی بہترین ہے اور آخر میں خیر کا معنی بہتری ہے صراح میں ہے خیر کا معنی ہے اچھائی، بھلائی اور بہترین۔

۵۹۶۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاَبَا مَرْثَدٍ بَدَلَ الْمِقْدَادِ فَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى اَتَيْنَا اِلَى الرَّوْضَةِ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِيَ مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِيْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى نَاسٍ مِنَ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زبیر اور مقداد کو بھیجا اور ایک روایت میں مقداد کی بجائے ابو مرثد [1] کا نام ہے اور فرمایا تم روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ خاخ [2] نامی باغ تک پہنچو، وہاں ایک ہودج سوار عورت ہے اس کے پاس ایک مکتوب [3] ہے۔ وہ اس سے لے لو چنانچہ ہم روانہ ہوئے۔ ہمارے گھوڑے ہمیں لے کر دوڑ رہے تھے یہاں تک کہ ہم باغ تک پہنچ گئے اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار عورت ہے۔ ہم نے کہا مکتوب نکال دے۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی مکتوب نہیں [4] ہے۔ ہم نے کہا کہ یا تو مکتوب نکال دے یا ہم تیرے کپڑے اتار دیں [5] گے چنانچہ اس نے اپنے جوڑے [6] سے مکتوب نکال دیا وہ لا کر ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اچانک اس میں لکھا ہوا تھا کہ حاطب

اَلْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ اِنِّيْ كُنْتُ امْرَاً مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ وَلَمْ اَكُنْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ كَانَ مَنْ مَّعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَةٌ يَحْمُوْنَ بِهَا اَمْوَالَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ بِمَكَّةَ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِيْ ذَالِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ فِيْهِمْ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِيْ وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَّلَا اِرْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ وَلَا رَضِيً بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَّمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهُ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ابن ابی بلتعہ کی طرف سے اہلِ مکہ کے کچھ مشرک لوگوں کی طرف، اس حال میں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معاملات[۳] کی خبر دے رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا ہے[۸]؟ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس عمل کی بنا پر مجھے سزا دینے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں قریش سے وابستہ شخص ہوں[۹] خود ان میں سے نہیں ہوں آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی (اہلِ مکہ سے) رشتہ داری ہے جس کے ذریعے اہلِ مکہ مہاجرین کے اموال اور اہل و عیال کو جمع کرتے ہیں[۱۰] پس چونکہ میری ان سے رشتہ داری نہیں ہے۔ اس لیے میں نے پسند کیا کہ ان پر کوئی احسان کروں جس کے سبب وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں[۱۲] میں نے یہ کام کفر کی بناء پر نہیں کیا[۱۳] اور نہ ہی اپنے دین سے برگشتہ ہونے کی بناء پر[۱۴] اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس نے تمھیں سچ کہا ہے[۱۵] حضرت عمر فاروق نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں[۱۶] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک وہ بدر میں حاضر ہوئے ہیں اور تمھیں کیا پتہ[۱۷]؟ شاید کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کے دلوں پر مطلع ہوا۔ پس فرمایا تم جو چاہو کرو۔ تمھارے لیے جنت واجب ہو گئی ہے اور ایک روایت میں ہے: میں نے تمھیں بخش دیا ہے[۱۸]۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی[۱۹]۔ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

(صحیحین)

۱؎ ابومرثد میم پر زبر، راء ساکن اور تین نقطے والی ثاء پر زبر۔ یعنی ایک روایت میں حضرت مقداد کی جگہ حضرت ابومرثد کا نام ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

۲؎ خاخ نقطے والی دو خاء، مکہ روڈ پر مدینہ طیبہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے۔

۳؎ جو اہلِ مکہ کے پاس لے جا رہی ہے۔ صراح میں ہے ظَعِیْنَۃٌ نقطے والی ظاء اور بے نقطہ عین کے ساتھ، اس کا معنی ہے کجاوہ اور کجاوے میں بیٹھنے والی عورت۔

۴؎ جو تمھیں نکال دوں۔

۵؎ اور تمھیں ننگی کر دیں گے، بعض نسخوں میں ہے لَنُلْقِیَنَّ دو نقطے والی تاء کے ساتھ، یعنی تو اپنے کپڑے اتارے گی۔

۶؎ عَقِیْصَتِہٖ وہ بال جنھیں گرہ لگائی گئی ہو (جوڑا) اس کی جمع ہے عِقَاصٌ عین کے نیچے زیر۔

۷؎ حاطب بے نقطہ حاء اور طاء کے ساتھ۔ ابنِ ابی بَلْتَعَہ باء پر زبر، لام ساکن اور تاء پر زبر۔

۸؎ اور وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کو فتح کرنے کی تیاری فرما رہے تھے آپ نے اس پروگرام کی کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔ یہ راوی کا کلام ہے ورنہ حضرت حاطب نے یہ مکتوب اہلِ مکہ کی خوشامد اور ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے لکھا تھا وہ یہ عبارت کس طرح لکھ سکتے تھے؟ کہ حاطب کی طرف سے کچھ مشرک لوگوں کے نام۔ اس قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے ارادے سے مدینہ منورہ سے خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور کسی کو اس حال کی حقیقت کی اطلاع نہیں دی تھی۔ یہ ایک چال تھی جو جنگ میں جائز ہے۔ شعر

سکندر کہ با شرقیاں حرب برداشت
در خیمہ گویند در غرب برداشت

سکندر جو مشرق کے لوگوں سے جنگ کرتا تھا کہتے ہیں کہ خیمے کا دروازہ مغرب میں رکھتا تھا (یہ شیخ سعدی کا شعر ہے یہ بھی فرماتے ہیں کہ از چپ آوازہ انداخت از راست رفت وہ بائیں جانب جانے کا تاثر دیتا تھا اور دائیں جانب جاتا تھا۔ ایسے جنگی چال (اسٹراٹیجی) کہتے ہیں ۱۲ شرف قادری۔

حضرت حاطب صحابی تھے انھوں نے اہلِ مکہ کو تحریری اطلاع بھجوائی اور حقیقتِ حال سے آگاہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری طرف آ رہے ہیں، ہوشیار ہو جاؤ۔

۹؎ تمھارا یہ مکتوب لکھنا اور مشرکینِ مکہ کو حقیقتِ حال کی اطلاع دینا کیا ہے؟

۱۰؎ حضرت حاطب قریش کے حلیف تھے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ان کے غلام تھے۔

۱۱؎ ہو سکتا ہے کہ یہ ضمیر بن مہاجرین کی طرف راجع ہوں (یعنی مہاجرین رشتہ داری کی بنا پر اپنے اموال

اور اہل وعیال کو جمع کرتے ہیں ۔ ایک نسخے میں یَحْمُوْنَ ہے ۔ بے نقطہ حاء کے ساتھ ، یعنی مہاجرین اپنے اموال اور عیال کی حفاظت کرتے ہیں ۔ یہ نسخہ زیادہ واضح ہے (۱۲ شرف قادری)

۲ یعنی میں نے یہ کام اپنے ان رشتہ داروں کے فائدے کے پیشِ نظر کیا ہے جو مکہ معظمہ میں ہیں مشرکین میری خوشامد کی وجہ سے میرے رشتہ داروں کا خیال کریں گے ۔

۳ یعنی اس لیے یہ کام نہیں کیا کہ میں کافر اور منافق ہوں اور دل سے ایمان نہیں لایا ۔

۴ اس لیے یہ کام نہیں کیا کہ میں ایمان لانے کے بعد کافر ہوگیا ہوں اور اپنے دین سے نکل گیا ہوں ۔

۵ اور حقیقتِ حال وہی ہے جو اس نے کہی ہے ۔

۶ شارحین کہتے ہیں کہ شاید واقعہ کے بیان کرنے میں تقدیم وتاخیر ہو گئی ہو ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدیق فرمانے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بات کہنا بعید ہے ۔

۷ گویا حضرت عمر فاروق نے عرض کیا کہ کیا ہوا اگرچہ یہ بدر میں حاضر تھے ۔

۸ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر نظرِ رحمت وشفقت فرمائی ۔ لَعَلَّ ترجی اور امید رکھنے کے معنی میں آتا ہے اس کا تعلق حضرت عمر فاروق سے ہے ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقتِ حال کا یقین تھا ۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ لَعَلَّ کا لفظ اس لیے استعمال فرمایا کہ اہلِ بدر اس پر اعتماد اور تکیہ نہ کرلیں اور عمل نہ چھوڑ دیں اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ تم جو چاہو کرو ، کرم اور عنایت کے اظہار کے لیے ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انھیں اجازت دے دی ہے کہ جو چاہیں کریں ، اچھی طرح سمجھ لیجیے ، اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے ۔

۹ حضرت حاطب اور ان کے امثال کو اس فعل سے روکنے کے لیے ۔

(فائدہ : غور کیجیے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ایک ٹاپ سیکرٹ جنگی راز افشا کرنے کی کوشش کی تھی ، دنیا کی کوئی حکومت ایسے عمل کو معاف نہیں کرے گی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل کی کیفیت پر آگاہ ہو کر اس لیے انھیں معاف کر دیا کہ وہ اہلِ بدر میں سے ہیں ۔ ہمارے قائرین کو یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہیے اور اگر کسی شخص سے خطا سرزد ہو جائے تو اس کی سابقہ خدمات اور قربانیوں پر پانی نہیں پھیر دینا چاہیے ۱۲ شرف قادری) ۔

۵۹۶۴/۱ وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَاءَ جِبْرَئِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ

حضرت رفاعہ ابن رافع ۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے آپ اپنے درمیان اہلِ بدر کو کس مرتبے پر رکھتے ہیں ۲ فرمایا ہم انھیں افضل مسلمان قرار دیتے ہیں ۔ یا اس

وَكَذَالِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

جیسا کوئی کلمہ فرمایا [۲] جبرئیل امین نے کہا: اسی طرح وہ فرشتے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے [۴] (بخاری)

[۱] رفاعہ راء کے نیچے زیر، اس کے بعد فاء ابن رافع انصاری اور بدری صحابی ہیں۔
[۲] اور انھیں کس گروہ میں شمار کرتے ہیں۔
[۳] جس سے ان کی شرافت اور مرتبے کی زیادتی معلوم ہوتی ہے۔
[۴] ہم ان کی فضیلت جانتے ہیں۔

۵۹۶۵ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَيْبِيَّةَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا قَالَ فَلَمْ تَسْمَعِيْهِ يَقُوْلُ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اَحَدٌ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا تَحْتَهَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ام المؤمنین حفصہ [۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں امید ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا [۲] تو کوئی ایسا شخص جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا جو بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہیں ہے مگر وہ دوزخ کی آگ میں آنے والا ہے [۳] (ترجمہ) فرمایا پس تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جنھوں نے تقوٰی اختیار کیا [۴] اور ایک روایت میں ہے: آگ میں داخل نہیں ہوگا، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اصحاب شجرہ میں سے کوئی بھی، جنھوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی [۵]

[۱] حضرت حفصہ ام المؤمنین اور حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب کی صاحبزادی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)
[۲] اللہ تعالیٰ کی مشیت کی قید شک کے لیے نہیں بلکہ رغبت اور بارگاہِ الٰہی کے ادب کے لیے ہے۔
[۳] یعنی پل صراط سے گزرتے وقت، مطلب یہ ہے کہ جب دوزخ میں آنا تمام انسانوں کو شامل ہے تو اہلِ بدر و حدیبیہ سے اس کی نفی کس طرح درست ہوگی؟
[۴] پس آگ سرد اور سلامتی والی ہو جائیگی۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہوئی تھی یعنی آگ میں داخل ہوں گے اور چمکنے والی بجلی یا آندھی کی طرح گزر جائیں گے اور اس آگ سے انھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ یہ مراد ہے داخل ہونے کی نفی سے۔ اور یہ کیفیت متقیوں کے لیے ہوگی۔ اہلِ بدر اور حدیبیہ اس جماعت میں

داخل ہیں ۔

ے یہ اصحاب شجرہ کی تفسیر (اور صفت) ہے یہ درخت حدیبیہ میں تھا ۔

۵۹۶۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے لہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آج روئے زمین کے بہترین لوگ ہو۔ (صحیحین)

لہ ایک روایت میں ہے کہ تیرہ سو تھے ، ان دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق شرح (لمعات) میں بیان کی گئی ہے ۔

۵۹۶۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ فَاِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَكَانَ اَوَّلُ مَنْ صَعِدَهَا خَيْلَنَا خَيْلَ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ مَغْفُوْرٌ لَهٗ اِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ فَاَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا تَعَالَ يَسْتَغْفِرْ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ اَجِدَ ضَالَّتِيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لِيْ صَاحِبُكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو پہاڑ کے بلند راستے ثنیۃ المرار لہ پر چڑھے گا؟ اس لیے کہ شان یہ ہے کہ اس سے وہ کچھ کم کیا جائے گا جو بنی اسرائیل سے کم کیا گیا ۲ہ سب سے پہلے جو اس گھاٹی پر چڑھے وہ ہمارے یعنی بنو الخزرج کے گھوڑے تھے ۔ پھر سب لوگ یکے بعد دیگرے آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب بخشے ہوئے ہو سوائے سرخ اونٹ والے کے ، ہم اس کے پاس آئے اور کہا: کہ تیرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائے مغفرت فرمائیں ۔ اس نے کہا کہ مجھے اپنی گمشدہ چیز کا پالینا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمہارے صاحب میرے لیے دعائے مغفرت کریں (مسلم)

وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ بَابٍ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں سورہ لم یکن الذین کفروا پڑھ کر سناؤں ، یہ حدیث فضائل قرآن کے بعد والے باب میں ذکر کر دی گئی ہے ۔ ۳ہ

ؔ۱ ثَنِیَّتَہ" تین نقطوں والی ثاء پر زبر، نون کے نیچے زیر، یاء مشدد، اس کا معنی ہے بلند پہاڑی راستہ، مرار، میم پہ پیش، اس پر زبر بھی آتی ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان حدیبیہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رات کے وقت پہنچے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھاٹی پر تیزی سے چڑھنے کی ترغیب دی بظاہر حکمت یہ تھی کہ اہل مکہ کے حال پر آگاہی حاصل کی جائے کہیں وہ کسی جگہ گھات لگائے نہ بیٹھے ہوں کہیں برا منصوبہ بنا کر اپنی ہلاکت کی کوشش نہ کر رہے ہوں اسی طرح کہا گیا ہے۔

ؔ۲ یہ اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی طرف وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ اور کہو ہمارا سوال یہ ہے کہ ہمارے گناہ معاف فرما، ہم تمھیں معاف کر دیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل چالیس سال تک جنگل میں حیران اور سرگرداں رہے۔ بادل ان پر سایہ فگن رہا۔ انھیں منّ وسلویٰ عطا کیا گیا۔ اس کے بعد ان کو اس جنگل سے نکالا گیا اور حکم دیا گیا کہ شام کی اریحا نامی بستی میں داخل ہو جاؤ، سجدہ کرو، گناہوں کی معافی کی دعا کرو اور استغفار کرو تاکہ تمھارے گناہ بخش دیئے جائیں لیکن انھوں نے ردو بدل کر دیا اور توبہ و استغفار کی بجائے دنیا کی پسندیدہ اغراض کا مطالبہ کیا تو ان پر عذاب نازل کیا گیا۔ پس بنی اسرائیل سے کم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مغفرت کا وعدہ کیا گیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو فرمایا کہ جو ثنیۃ مرار پر چڑھے گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس سے وہ کچھ کم کر دیا جائے گا جس کے کم کرنے کا وعدہ بنی اسرائیل سے کیا گیا تھا۔

ؔ۳ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ سب سے پہلے بنو خزرج کے گھوڑے چڑھے۔ بنو خزرج انصار کا ایک قبیلہ ہے۔ حضرت جابر بھی اسی قبیلے سے تھے۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ انصار دو قبیلے تھے (۱) اوس اور (۲) خزرج، یہ دونوں بھائی تھے (ان کی اولاد انھیں کے نام سے پکاری گئی) تَمَّ تَسَامَّ دونوں تاء مفتوح اور میم مشدد۔

ؔ۴ اس کا وہی سرخ اونٹ گم ہو گیا تھا یا کوئی اور چیز۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ شخص کافر تھا اور اپنے آپ کو منافقت کے ساتھ مسلمانوں میں چھپایا ہوا تھا۔

ؔ۵ صاحب مصابیح نے یہ حدیث اس فصل میں ذکر کی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے ذکر قرآن کی وجہ سے اس جگہ ذکر کرنا مناسب سمجھا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۹۶۸
۲۵ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے بعد

مِنْ بَعْدِیْ مِنْ اَصْحَابِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْیِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّکُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ وَفِیْ رِوَایَۃِ حُذَیْفَۃَ مَا حَدَّثَکُمْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْهُ بَدَلَ وَ تَمَسَّکُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

ہمارے دو صحابیوں، ابوبکر اور عمر کی پیروی کرو[۱] اور عمار کی سیرت کو اختیار کرو[۲] اور ابن ام عبد[۳] کے انداز کو مضبوطی سے پکڑو۔ حضرت حذیفہ کی روایت میں ابن ام عبد کے انداز کو مضبوطی سے پکڑو کی بجائے یہ ہے کہ تمہیں جو کچھ ابن مسعود بیان کریں[۴] اس کی تصدیق کرو (ترمذی)

[۱] جو ہمارے بعد خلیفہ ہوں گے۔

[۲] اِهْتَدُوْا دال پر پیش، اس میں اشارہ ہے۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف (کیونکہ اختلافِ صحابہ کے وقت حضرت عمار بن یاسر، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ۱۲ اشرف قادری)

[۳] یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، اُمِّ عبد ان کی والدہ کی کنیت ہے۔ جیسے اس سے پہلے بیان ہوا۔

[۴] دین کے امور اور احکام بیان کریں تو ان کی تصدیق کرو اور انہیں سچا جانو۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو بیان فرمایا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے۔ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم اس شخصیت کو مؤخر نہیں کر سکتے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز پڑھانے کے لیے) آگے کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔

۵۹۶۹ — ۲۶ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِنْ غَیْرِ مَشُوْرَۃٍ لَاَمَّرْتُ عَلَیْهِمْ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہم کسی کو بغیر مشورے کے امیر بناتے تو ہم ان لوگوں پر ابنِ اُمِّ عبد کو امیر بناتے[۱] (ترمذی، ابن ماجہ)

[۱] یعنی انہیں امیر بنانے میں مشورے اور سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہے۔ شارحین کہتے ہیں کہ ابنِ اُمِّ مسعود رضی اللہ عنہ کو کسی معین لشکر یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کسی معاملے کا امیر بنانا مراد ہے۔ ورنہ آپ کے بعد خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ قریشی نہیں ہیں۔

۵۹۷۰ — ۲۷ وَعَنْ خَیْثَمَۃَ بْنِ اَبِیْ سَبْرَۃَ قَالَ اَتَیْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَسَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ

حضرت خیثمہ ابن ابی سبرہ[۱] سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی

يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَ لِي أَبَا هُرَيْرَةَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ إِنِّي سَأَلْتُ اللّٰهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَ لِي فَوُفِّقْتَ لِي فَقَالَ مِنْ أَيْنَ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ جِئْتُ أَلْتَمِسُ الْخَيْرَ وَأَطْلُبُهُ فَقَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ مُجَابُ الدَّعْوَةِ وَابْنُ مَسْعُودٍ صَاحِبُ طَهُورِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعْلَيْهِ وَحُذَيْفَةُ صَاحِبُ سِرِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّارُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلْمَانُ صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ يَعْنِي الْإِنْجِيلَ وَالْقُرْآنَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کہ مجھے اچھا ہم نشیں میسر فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابو ہریرہ میسر فرمائے۔ میں ان کے پاس بیٹھا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ مجھے اچھا ہم نشیں عطا فرمائے تو آپ کو میسّر کر دیا اور آپ میرے لیے موافق کر دیئے گئے[۲] انھوں نے فرمایا تم کہاں سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں اہل کوفہ میں سے ہوں۔ میں نیکی کی طلب اور تلاش میں آیا ہوں[۳] فرمایا کیا تم میں یہ حضرات نہیں ہیں؟ سعد بن مالک[۴] جو مستجاب الدعوات ہیں اور ابن مسعود جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کا اہتمام کیا کرتے تھے[۵] اور صاحب نعلین تھے[۶] اور حضرت حذیفہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب راز تھے[۷] اور عمار جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان سے پناہ دی[۸] اور دو کتابوں یعنی انجیل اور قرآن والے سلمان فارسی[۹] رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ترمذی)

[۱] خیثمہ نقطے والی خاء، یا ساکن اور تین نقطے والی ثاء پر زبر ابن ابی سبرہ بے نقطہ سین پر زبر، باء ساکن، اکابر اور ثقہ تابعین میں سے ہیں۔

[۲] وُفِّقْتَ فاء کی تخفیف کے ساتھ، صیغہ مجہول، وَفْقٌ سے ہے جس کا معنی ہے موافق واقع ہونا، بعض نسخوں میں فَیَسَّرَ لِی نہیں ہے۔

[۳] اپنی ذات کے لیے

[۴] حضرت سعد بن ابی وقاص مراد ہیں۔ ان کے والد ابو وقاص کا نام مالک ہے۔

[۵] آپ کے وضو کا پانی ان کے حوالے تھا اور وہ پانی مہیا رکھتے تھے اور حاضر کرتے تھے۔ طَهور طاء پر زبر، اس کا معنی ہے پاک کرنے والا یعنی پانی اور طُہور طاء کے پیش کے ساتھ، اس کا معنی طہارت ہے۔

[۶] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک بحفاظت رکھتے تھے (اور بوقت ضرورت پیش کر دیتے تھے۔

[۷] ان کے پاس منافقوں کا علم تھا۔

شہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عمار کو شیطان اور اس کی پیروی سے محفوظ فرمایا ہے ۔

ؔ۹ کیونکہ وہ انجیل پڑھ کر اس پر ایمان لائے تھے اس کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرآن پاک پڑھا ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی تھی ۔ مشہور یہ ہے کہ ان کی عمر تین سو سال تھی ۔ صحیح یہ ہے کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ان کا لقب سلمان الخیر ہے ان کے والد کا نام معلوم نہیں ہے ۔ جب ان سے والد کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے میں اسلام کا بیٹا ہوں ۔ رضی اللہ عنہ

۵۹۷۱/۳۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْبَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے مرد ہیں ابوبکر، اچھے مرد ہیں عمر، اچھے مرد ہیں ابوعبیدہ ابن الجراح، اچھے مرد ہیں اسید بن حضیر[۱]، اچھے مرد ہیں ثابت بن قیس، اچھے مرد ہیں معاذ بن جبل اچھے مرد ہیں معاذ بن عمرو بن الجموح[۲] (ترمذی) انھوں نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ۔

ؔلہ اُسید ہمزے پر پیش، سین پر زبر، علماء نے ہمزے پر زبر اور سین کے نیچے زیر کے ساتھ بھی بیان کیا ہے ۔ ابن حضیر بے نقطہ حاء پر پیش اور نقطے والی ضاد پر زبر ۔

ؔ۲ معاذ بن عمرو بن الجموح، جیم پر زبر اور بے نقطہ حاء کے ساتھ، انصاری صحابی ہیں ۔ بیعت عقبہ اولیٰ میں حاضر ہوئے ۔ غالباً یہ اکابر صحابہ مہاجرین اور انصار ایک مجلس میں حاضر تھے اس لیے ان میں سے ہر ایک کو مدح و ثنا سے مشرف فرمایا یا ان حضرات کو جمع کرنے کی کوئی دوسری تقریب (مناسبت) ہوگی ۔

۵۹۷۲/۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰى ثَلٰثَةٍ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک جنت تین افراد کی مشتاق ہے (۱) علی مرتضیٰ (۲) عمار اور (۳) سلمان[۱] (ترمذی)

ؔلہ مقصد ان تین حضرات کے جنتی ہونے کی اس حد تک تاکید اور اس میں مبالغہ ہے کہ جنت ان کی مشتاق اور ان کے لیے بے تاب ہے کہ کب یہ اس میں آئیں ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اہلِ جنت یعنی فرشتوں اور حور و غلمان کا شوق مراد ہے ۔

۵۹۷۳/۴۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اسْتَاْذَنَ عَمَّارٌ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کہ عمار بن یاسر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا انھیں اجازت دو۔ پاکیزہ اور پاک کیے ہوئے کو خوش آمدید[۱] (ترمذی)

[۱] وہ شخص جو اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہے اور اسے تہذیب صفات و اخلاق سے پاک کیا گیا ہے۔

۵۹۷۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَشَدَّهُمَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمار بن یاسر کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو انھوں نے ان دونوں میں سے وہ کام اختیار کیا جو ان کے لیے سخت ترین تھا[۱] (ترمذی)

[۱] یعنی وہ کام جس میں احتیاط اور فضیلت زیادہ تھی جیسے کہ قرب اور ولایت کے راستے کے سالکوں کا طریقہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو آسان اور رخصت والا کام اختیار کرتے تھے تو اس کے لیے کہ آپ امت کو سہولت اور آسانی عطا فرمانا چاہتے تھے۔ بعض نسخوں میں ہے اَرْشَدَهُمَا یہ رشد و ہدایت سے مشتق ہے۔ معنی یہ کہ عمار اس کام کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ ہدایت والا ہوتا ہے۔ یہ پہلے معنی کے قریب ہے

۵۹۷۵ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ الْمُنَافِقُوْنَ مَا أَخَفَّ جَنَازَتَهٗ وَذٰلِكَ لِحُكْمِهٖ فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے کہا کہ ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے؟ اور یہ اس لیے ہے کہ انھوں نے بنو قریظہ کے بارے میں حکم کیا تھا۔ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا بے شک فرشتے انھیں اٹھائے ہوئے تھے[۱] (ترمذی)

[۱] بنو قریظہ یہودیوں کا ایک قبیلہ ہے ان کا واقعہ یہ ہے کہ یہ قبیلہ حضرت سعد بن معاذ کی امان اور ان کے معاہدہ میں تھا۔ یہ لوگ ان کے عہد میں قلعے سے نیچے آ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو کہا کہ آپ ان کے بارے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں انھوں نے عرض کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر عمل فرمایا اور سعد بن معاذ کو فرمایا: آپ نے وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے۔

منافقوں کو بات کرنے کا موقع مل گیا انھوں نے زبان طعن دراز کی اور کہا کہ ان کے جنازے کے ہلکا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے یہ ناحق فیصلہ کیا تھا، یہ ان کی بکواس تھی۔ جنازے کے ہلکا ہونے کی اس بات سے کیا مناسبت ہے؟ (وجہ وہ تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ۱۲ اشرف قادری) آپ نے خبر دی کہ ستر ہزار فرشتے سعد کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔

۵۹۷۶/۴۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ اَصْدَقَ مِنْ اَبِيْ ذَرٍّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ نیلگوں آسمان نے ابوذر غفاری سے زیادہ سچے شخص پر سایہ نہیں ڈالا اور گرد آلود زمین نے کسی ایسے شخص کو نہیں اٹھایا[۱] (ترمذی)

[۱] حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ اور اصحاب فقر و تجرید و زہد میں سے تھے۔ ان کے حالات اس کتاب کے بعض مقامات پر لکھے گئے ہوں گے۔ شارحین کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بطور مبالغہ ہے یا انبیاء کرام اور ان صحابہ کرام کے ماسوا کے ساتھ مخصوص ہے جو ان سے زیادہ فضیلت رکھنے والے ہیں۔

۵۹۷۷/۴۳ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ مِنْ ذِيْ لَهْجَةٍ اَصْدَقَ وَلَا اَوْفٰى مِنْ اَبِيْ ذَرٍّ شِبْهِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ يَعْنِيْ فِي الزُّهْدِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے نہیں اٹھایا ایسے صاحب زبان کو جو ابوذر سے زیادہ سچا اور صاف گو[۱] ہو۔ ابوذر، عیسیٰ ابن مریم کے مشابہ ہیں یعنی زہد میں[۲] (ترمذی)

[۱] کیونکہ وہ حق بات کہنے میں کسی چشم پوشی اور مداہنت سے کام نہیں لیتے اور حق بات کہہ دیتے ہیں، اگرچہ تلخ ہو جیسے کہ ان کے احوال میں مذکور ہے۔ لَهْجَة لام پر زبر اور ہاء ساکن، اس کا معنی زبان ہے مِنْ اَبِيْ ذَرٍّ متعلق ہے اَصْدَقَ اور اَوْفٰى دونوں سے۔

[۲] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مذہب میں مال کا ذخیرہ کرنا حرام تھا اگرچہ آدمی حق زکوٰۃ ادا کرے یہ الفاظ يَعْنِيْ فِي الزُّهْدِ راوی کے الفاظ ہیں اور مصابیح میں مذکور نہیں ہے۔

۵۹۷۸/۴۵ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ الْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ اَرْبَعَةٍ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے فرمایا:

عِنْدَ عُوَيْمِرٍ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ وَعِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعِنْدَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامِ الَّذِیْ کَانَ یَھُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ عَاشِرُ عَشَرَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

چار حضرات سے علم طلب کرو (۱) عویمر بن ابو الدرداء[1] (۲) سلمان[2] (۳) ابن مسعود[3] (۴) عبد اللہ ابن سلام جو یہودی تھے پھر اسلام لے آئے تھے[4] اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جنت میں دس افراد میں سے دسویں ہیں[5] (ترمذی)

[1] عُوَیمِر عین پر پیش، واؤ پر زبر (میم کے نیچے زیر) اور آخر میں راء اَبی الدرداء ان کا نام عویمر ہے اور ابو الدرداء کی کنیت سے مشہور ہوئے۔ یہ کنیت ان کی بیٹی کی نسبت سے ہے جن کا نام درداء ہے حضرت ابو الدرداء انصاری خزرجی ہیں۔ فقیہ، عالم، زاہد اور اہلِ صُفّہ کے حکیم تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اور حضرت سلمان فارسی کو بھائی بنایا تھا۔

[2] سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مناقب مشہور ہیں اور اس سے پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

[3] حضرت ابنِ مسعود کے مناقب بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے (اس لیے کہ مشہور و معروف ہیں اور اس سے پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

[4] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے پہلے دن اسلام لائے۔ تورات کے پڑھنے کی بناء پر پہلے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم و معرفت رکھتے تھے اور آپ کی زیارت کے مشتاق تھے۔ ؎

عمرہا بود کہ مشتاقِ لقایت بودم
لاجرم روئے ترا دیدم و از جا رفتم

(میں مدتوں سے آپ کی زیارت کا شوق رکھتا تھا، لازمی بات ہے کہ میں نے آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو بے خود ہو گیا۔)

[5] یعنی دس جنتی افراد میں سے دسویں کی مانند ہیں۔ یہ تاویل اس لیے کی کہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے نہیں ہیں۔ اسی طرح علامہ طیبی نے فرمایا۔ ان کی اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے فِی الْجَنَّۃِ کو عَشَرَۃٍ کی صفت قرار دیا ہے اور عشرۃ سے عشرہ مبشرہ مراد لیے ہیں۔ عبارت سے ظاہر یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل ہونے والے دسویں ہوں گے۔ ان سے پہلے صرف نو جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جس جماعت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے وہ دسویں جماعت ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۹۶۹/۴۶ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ اِذَا اسْتَخْلَفْتُ

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوْهُ عُذِّبْتُمْ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوْهُ وَمَا اَقْرَأَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کتنا اچھا ہوتا کہ آپ کسی کو خلیفہ بنا دیتے۔ آپ نے فرمایا: اگر ہم کسی کو تم پر خلیفہ مقرر کر دیتے اور تم اس کی نافرمانی کرتے[1] تو تمھیں عذاب دیا جاتا، لیکن تمھیں جو کچھ حذیفہ بیان کریں اس کی تصدیق کرو[2] اور تمھیں جو کچھ عبداللہ ابن مسعود پڑھائیں اسے پڑھو[3]۔ (ترمذی)

[1] تم اس کی اطاعت نہ کرتے، اس کی خدمت کو قبول نہ کرتے اور ان کی مخالفت کرتے تو تمھیں عذاب دیا جاتا۔

[2] اور انھیں سچا جانو

[3] شارحین نے اس کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے لیے یہ ضروری اور اہم نہیں ہے کہ ہم سے خلیفہ بنانے کا سوال کرو کیونکہ تم جس شخص کو خلافت کا اہل سمجھو گے، تمھارے اجماع اور اتفاق سے وہ خلیفہ بن جائے گا۔ علاوہ ازیں تخصیص کے ساتھ کسی کو خلیفہ مقرر کرنے سے مانع موجود ہے۔ تمھارے لیے ضروری یہ ہے کہ تم کتاب وسنت پر عمل کرو اور انھیں مضبوطی سے تھام لو۔ اس سلسلے میں خاص طور پر حضرت حذیفہ اور ابن مسعود کا ذکر فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ علم اور یقین میں انھیں بڑا مرتبہ اور بڑی فضیلت حاصل ہے۔ نیز منافقت سے اجتناب کا علم ہے۔ یہ علم حضرت حذیفہ کے پاس تھا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تھے اور انھیں منافقین کا علم تھا اور ان احکام کا علم تھا جن کی تعمیل کرنی چاہیے۔ یہ علم حضرت ابن مسعود کے پاس تھا، کیونکہ ان کے بارے میں ارشاد فرمایا رَضِيْتُ لِاُمَّتِيْ مَا رَضِيَ بِهٖ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ ہم اپنی امت کے لیے اس چیز پر راضی ہیں جس پر ابن ام عبد یعنی عبداللہ ابن مسعود راضی ہیں۔ یہ بھی فرمایا تَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ ابن مسعود کی نصیحت کو مضبوطی سے پکڑو۔ شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث اور اس فصل کی پہلی حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا بیان بھی ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو ہمارے دین کے کام یعنی نماز کے کام میں آگے کیا تو ہم انھیں اپنی دنیا کے کام (خلافت) میں پیچھے نہیں کریں گے۔

۵۹۰۰ - وَعَنْهُ قَالَ مَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ اِلَّا اَنَا اَخَافُهَا عَلَيْهِ اِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جس شخص کو بھی فتنہ لاحق ہو مجھے خوف ہے کہ فتنہ اس میں اثر کر جائے گا سوائے محمد بن مسلمہ[1] کے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمھیں فتنہ نقصان نہیں

وَسَكَتَ عَنْهُ وَاَقَرَّهُ عَبْدُ الْعَظِيْمِ الْمُنْذِرِيُّ -

دے گا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا اور اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی[۲] شیخ عبدالعظیم منذری[۳] نے اس حدیث کو برقرار رکھا۔

[۱] محمد بن مسلمہ میم پر زبر، سین ساکن اور لام پر زبر، انصاری خزرجی اور اشہلی ہیں۔ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تبوک کے موقع پر خلیفہ مقرر کیا وہ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ میں اسلام لائے اور سن ۴۲ - ۴۶ یا ۴۷ھ میں انتقال کیا۔ فتنے کے دنوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گوشہ نشینی اختیار کی اور فتنے کے نقصان اور شر سے محفوظ رہے۔

[۲] یعنی اس پر طعن نہیں کیا، اگرچہ اسے صحیح یا حسن بھی قرار نہیں دیا۔ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے وہ صحیح ہے یا حسن ہے یا ضعیف قابلِ استدلال ہے جیسے کہ اپنی جگہ مذکور ہے۔

[۳] جو علماء محدثین میں سے ہیں۔ دراصل مشکوٰۃ شریف میں یہ جگہ خالی تھی۔ حاشیہ میں یہ عبارت علامہ جزری کی لکھی ہوئی ہے۔

۵۹۸۱ - ۴۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ بَيْتِ الزُّبَيْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا اُرٰى اَسْمَاءَ اِلَّا قَدْ نُفِسَتْ وَلَا تُسَمُّوْهُ حَتّٰى اُسَمِّيَهُ فَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ بِيَدِهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر بن عوام[۱] کے گھر میں چراغ دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! ہمارا گمان ہے کہ اسماء کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے[۲] تم اس کا نام نہ رکھنا، ہم اس کا نام رکھیں گے۔ چنانچہ آپ نے ان کا نام عبداللہ رکھا[۳] اور اپنے دستِ اقدس سے انھیں کھجور کے ساتھ گھٹی دی[۴] (ترمذی)

[۱] حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے، حضرت ابوبکر صدیق کے داماد اور حضرت اسماء بنت ابی بکر کے شوہر ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

[۲] یعنی اس وقت چراغ کا جلانا اس بات کی علامت ہے کہ اسماء جو حاملہ تھیں ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے نُفِسَتْ نون پر پیش، فاء کے نیچے زیر، صیغہ مجہول نون کی زبر کے ساتھ بھی شارحین نے لکھا ہے۔ صراح میں ہے نِفَاسٌ عورت کا بچہ جننا (زچگی)

۵ یہ عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما مشہور صحابی ہیں ۔ ان کے مناقب اور واقعات مشہور و معروف ہیں ۔ وہ ہجرت کے بعد مہاجرین کے ہاں پیدا ہونے والے پہلے فرد ہیں ۔

۶ تحنیک کھجور یا کسی اور چیز کو چبا کر نومولود بچے کے تالو میں لگانا اور یہ سنت ہے ۔

۵۹۸۲/۴۹ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمِیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَاھْدِ بِہٖ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عمیرہ[۱] سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے بارے میں دعا مانگی: اے اللہ انھیں ہدایت دینے والا اور ہدایت دیا ہوا بنا اور ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما[۲] (ترمذی)

۱ عبد الرحمٰن بن ابی عمیرہ عین پر زبر، میم کے نیچے زیر اور یاء ساکن، مضطرب الحدیث، صحابہ میں سے ہونا ثابت نہیں ہے ۔ بعض نے کہا کہ صحابی ہیں ۔ امام ترمذی نے ان سے یہی ایک حدیث روایت کی ہے ۔

۲ یاد رہے کہ امام سیوطی اور صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ محدثین کہتے ہیں کہ امیر معاویہ کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے ۔ جامع الاصول میں ہے کہ جو چیز ثابت ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ لکھا ہے ۔ وحی کی کتابت ثابت نہیں ہے ۔ البتہ ان کی شان میں ایک حدیث وارد ہے جسے امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے ۔ حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں ۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! معاویہ کو لکھنا اور حساب سکھا دے اور ان کو عذاب سے محفوظ فرما (اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ) اس حدیث کے متعدد طرق ہیں ۔ بعض روایات میں ان کلمات کا اضافہ ہے وَمَکِّنْ لَہٗ فِی الْبِلَادِ اور انھیں شہروں میں قیام اور قدرت عطا فرما ۔ تمکین کا معنی ہے کسی جگہ پاؤں رکھنا ۔ اس کے علاوہ یہ حدیث ہے یَا مُعَاوِیَۃُ اِذَا مَلَکْتَ فَاسْجَحْ اے معاویہ جب تم مالک اور بادشاہ بن جاؤ تو لوگوں سے نرمی برتنا، ان پر سختی نہ کرنا اور ایک روایت میں ہے فَاَحْسِنْ تو لوگوں پر احسان کرنا اور ان سب سے اوپر یہ حدیث ہے جسے امام ترمذی نے امام عبد الرحمٰن ابن ابی عمیرہ سے روایت کیا ہے ۔ علماء نے فرمایا ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

محققین نزدیک ہے کہ ہدایت کا معنی راستہ دکھانا ہے اور یہ علم کی فرع ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ دین کے احکام اور اوامر و نواہی کے عالم تھے ۔ اگر چہ اس علم میں ان کے درجات مختلف تھے ۔ حدیث شریف (اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ)، ہمارے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے کا اسی پر مدار ہے ۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ (اور ہر مسئلے) میں ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہوں ۔ ان کا یہ وصف اس مسئلے کے ماسوا میں ہوگا ۔

جہاں انھوں نے خطا کی ہو اور حق ان کے ہاتھ نہ آیا ہو اور فتنہ و ابتلاء میں واقع ہو کر راہِ ہدایت سے برگشتہ نہ ہوئے ہوں۔ اس واقعے کے علاوہ وہ صاحب علم بھی ہیں اور صاحب ہدایت بھی جیسے کہ مخفی نہیں ہے۔ یہ بات حق ہے۔ برخلاف دونوں طرف (سُنی اور شیعہ) کے متعصبین کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۹۸۳ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمَ النَّاسُ وَاٰمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ)

حضرت عقبہ بن عامر[۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اسلام لائے اور عمرو بن عاص ایمان لائے[۲] (ترمذی) انھوں نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند قوی نہیں ہے۔

[۱] حضرت عقبہ بن عامر صحابی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ نے اپنے بھائی عتبہ بن ابی سفیان کو معزول کر کے انھیں مصر کا والی مقرر کیا۔ اس کے بعد انھیں بھی معزول کر دیا ۵۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، ان سے حضرت جابر، ابن عباس اور کثیر تابعین نے روایت کی۔ اسی طرح جامع الاصول میں ہے۔ ذہبی نے کاشف میں ان کے بارے میں کہا کہ: کبیر صحابی تھے۔ امیر، شریف، فصیح، قرارت کے استاد، علم میراث کے ماہر اور شاعر تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[۲] ناس (لوگوں) سے مراد مکہ معظمہ کے وہ لوگ ہیں جو فتح مکہ کے دن جبراً قہراً اسلام لائے۔ اس کے بعد جسے اللہ تعالیٰ کو منظور صحیح ایمان حاصل ہو گیا۔ ان میں سے عمرو بن عاص اطاعت اور رغبت کے ساتھ ایمان لائے اور حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت نجاشی (شاہِ حبشہ) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان ڈال دیا۔ پس کسی کی طرف کے بغیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور دوڑتے ہوئے مدینہ منورہ آئے اور ایمان لائے۔ اسلام لانے سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں زور شور سے حصہ لیتے تھے۔ ان کی ایمان کے ساتھ تخصیص اور دوسرے لوگوں کی طرف اسلام کی نسبت اس اعتبار سے ہے جب انھوں نے ایمان لانے کا ارادہ کیا تو بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! تم نے ہاتھ کیوں کھینچ لیا ہے؟ کہنے لگے یا رسول اللہ! میری ایک شرط ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ میں اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے جو گناہ کیے ہیں وہ سب بخش دیئے جائیں۔ فرمایا عمرو! تم نہیں جانتے؟ کہ اسلام ہر اس گناہ کو ختم کر دیتا ہے اور ڈھانپ دیتا ہے جو اس سے پہلے کیا گیا ہو سا ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ عمرو بن عاص اور ان کے بھائی ہشام بن عاص دونوں مومن ہیں۔ یہ بھی آیا ہے کہ عمرو بن عاص صالحین قریش میں سے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا اِنَّكَ لَرَشِيْدٌ بے شک تم ہدایت والے ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: عمرو بن عاص دوسروں سے بہتر صدقہ لاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمرو بن عاص بڑے عقل مند اور دانش ور تھے جب کسی کو عیب والا اور پلید دیکھتے تو کہتے سبحان اللہ! اس کا اور عمرو بن عاص کا خالق ایک ہے (اس نے ایک کو پاک کیا اور دوسرے کو پلید بنایا) روایت ہے کہ وہ دنیا سے رخصت کے وقت خوفزدہ، بے چین اور بے کل تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے عرض کیا والدِ محترم! یہ گھبراہٹ کیا ہے؟ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر آئی اور آپ کے ساتھ غزوات میں شریک رہے۔ انھوں نے فرمایا: بیٹے مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں، میں ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ اس کے بعد مسلمان ہو گیا اور میں آپ سے محبت رکھتا تھا۔ اس کے بعد میں امارت و ولایت میں مبتلا ہوا اور دنیا کے راستے میں مجھے پہنچا جو کچھ کہ پہنچا، میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ ان حالات میں سے کس حال کے مطابق معاملہ کریں گے اور کیا پیش آنے والا ہے؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۹۸۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا جَابِرُ مَا لِيْ اَرَاكَ مُنْكَسِرًا قُلْتُ اسْتُشْهِدَ اَبِيْ وَتَرَكَ عِيَالًا وَّدَيْنًا قَالَ اَفَلَا اُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهٖ اَبَاكَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا كَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ وَّاَحْيٰى اَبَاكَ فَكَلَّمَهٗ كِفَاحًا قَالَ يَا عَبْدِيْ تَمَنَّ عَلَيَّ اُعْطِكَ قَالَ يَا رَبِّ تُحْيِيْنِيْ فَاُقْتَلَ فِيْكَ ثَانِيَةً قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ اَنَّهُمْ لَا يُرْجَعُوْنَ فَنَزَلَتْ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا اَلْاٰيَةَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور فرمایا: اے جابر! کیا بات ہے کہ ہم تمھیں غمگین دیکھتے ہیں؟[1] میں نے عرض کیا کہ میرے والد شہید کر دیئے گئے ہیں اور انھوں نے بچے اور قرض چھوڑا ہے[2]۔ فرمایا: کیا ہم تمھیں اس چیز کی بشارت نہ دیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمھارے والد سے ملاقات فرمائی ہے[3]۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی کے ساتھ کلام نہیں کیا مگر پس پردہ اور تمھارے باپ کو زندہ فرمایا اور ان سے بے پردہ گفتگو فرمائی[4]۔ ارشاد فرمایا اے میرے بندے! مجھ سے مانگ[5] میں تمھیں عطا کروں گا۔ انھوں نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے زندہ فرما تاکہ تیرے راستے میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا یہ حکم ہو چکا ہے کہ انسان دنیا میں واپس نہیں جائیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) تو ان لوگوں کو ہرگز مردہ گمان نہ کر جو اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں۔

(ترمذی)

[1] اور تمھاری پریشانی اور دلگیری کا سبب کیا ہے؟

۵۲ یہ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے پس میں غمگین کیوں نہ ہوں ۔

۵۳ یعنی دنیا کے فکر و غم کی بناء پر دل گرفتہ نہ ہوں کیونکہ یہ مشکلات آسان ہو جائیں گی لیکن اس بات پر خوش ہو جاؤ جس میں مولائے کریم جل شانہ کا قرب اور اس کی طرف سے اعزاز ہے ۔ اس میں اشارہ ہے کہ آباء کی فضیلت و کرامت ان بیٹوں کی طرف سرایت کرتی ہے جو راہِ راست پر ہوں ۔ نیز یہ کہ آباء کی دینی خوشی پر بیٹوں کو خوش ہونا چاہیے (مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کے حق میں یہ کرم کیا ہے تو تمہیں اور ان کی دوسری اولاد کو کب ضائع کرے گا ؟ ۱۲ مولوی امیر علی)

۵۴ شہداء خود زندہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زیادہ قوت اور روحانیت عطا فرمائی ۔ جس کی بنا پر انہوں نے بے حجابانہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ، پردے کی شرط اس جہان میں ہے ۔ اس جہان کا قیاس اس جہان پر نہیں کیا جا سکتا ۔

۵۵ اے میرے بندے! میرے فضل اور اکرام پر اعتماد کرتے ہوئے جو چاہتا ہے مجھ سے مانگ میں تجھے عطا کروں گا (ظاہر ہے وہی چیز عطا کی جائے گی جس کا عطا کرنا ممکن ہو چونکہ دنیا میں واپس نہ ہونے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ارادۂ ازلی میں ہو چکا ہے اس لیے ان کی آرزو پوری نہیں کی گئی ۔ (۱۲ اشرف قادری)

۵۹۸۵ وَعَنْهُ قَالَ اسْتَغْفَرَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
۵۲

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی [۱] (ترمذی)

[۱] معلوم نہیں کہ اتنی مرتبہ دعائے مغفرت ایک وقت اور ایک مجلس میں کی گئی یا متعدد اوقات میں زیادہ ظاہر دوسرا احتمال ہے ۔

۵۹۸۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)
۵۳

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بہت الجھے ہوئے اور غبار آلود بالوں والے ، دو پرانے کپڑوں والے [۱] جن کی پروا نہیں کی جاتی [۲] ایسے ہیں کہ اگر قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کچھ عرض کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دے گا ۔ ان میں سے براء بن مالک ہیں [۳] ۔ (ترمذی ، امام بیہقی دلائل النبوۃ میں یہ حدیث لائے ہیں)

[۱] طِمْرٌ پرانا کپڑا یا پرانی گدڑی ۔

[۲] لوگوں کے نزدیک غیر معتبر اور حقیر ہونے کی بناء پر اس کو پہچانا نہیں جاتا کہ وہ کون ہے ؟

سے یعنی اگر وہ قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی قسم کو پورا فرما دے گا یا یہ مطلب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے فعل پر قسم کھاتا ہے کہ میں اس طرح کروں گا تو اللہ تعالیٰ اُسے فعل کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے اور اسے اس فعل کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

سے حضرت انس بن مالک کے سگے بھائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وہ صاحبِ فضیلت، دلیر اور پہلوان صحابہ کرام میں سے ہیں، احد اور اس کے بعد غزوات میں حاضر ہوئے، متعدد مشرکوں کو قتل کیا۔ یہ ان مشرکوں کے علاوہ تھے جنھیں دوسرے صحابہ کرام کی شراکت میں قتل کیا، یمامہ کے دن سخت مقابلہ کیا ۲۰ھ میں شہید ہوگئے۔

۵۹۸۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ عَیْبَتِیَ الَّتِیْ اٰوِیْ اِلَیْہَا اَھْلُ بَیْتِیْ وَاِنَّ کَرِشِیَ الْاَنْصَارُ فَاعْفُوْا عَنْ مُّسِیْئِہِمْ وَاقْبَلُوْا عَنْ مُّحْسِنِہِمْ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! ہمارے اندرونی دوست[۱] جن کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں ہمارے اہلِ بیت ہیں اور ہمارا معتمد[۲] انصار ہیں، لہذا ان کے خطا کار کو معاف کرو اور ان کے نیکو کار سے قبول کرو (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

سلہ ہماری امانت اور محل سرا ہمارے اہلِ بیت ہیں عَیْبَۃٌ کا معنی پہلی فصل میں بیان کیا جا چکا ہے اس جگہ یہ لفظ انصار کی تعریف میں واقع ہوا ہے وہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ یہ لفظ ان کے ماسوا میں وارد ہو، خصوصاً اہلِ بیت جنھیں اس صفت میں زیادہ خصوصیت حاصل ہے ممکن ہے کہ اس حدیث میں جو صفت واقع ہوئی ہے کہ ہم ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تخصیص اور تقیید کے لیے ہو اور یہ بیان کرنے کے لیے ہو کہ اس صفت میں اہلِ بیت کو زیادہ فضیلت و شرافت حاصل ہے۔

سے کرِش کا معنی بھی پہلی فصل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی شرح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

۵۹۸۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُبْغِضُ الْاَنْصَارَ اَحَدٌ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص انصار کو دشمن نہیں رکھے گا (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۹۸۹ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْرِءْ

حضرت انس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

قَوْمَكَ السَّلَامَ فَإِنَّهُمْ مَا عَلِمْتُ أَعِفَّةٌ صُبُرٌ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وسلم نے فرمایا: تم اپنی قوم کو سلام پڑھا دو کیونکہ جہاں تک ہمیں علم ہے وہ پاک دامن اور صبر کرنے والے ہیں۔ (ترمذی)

۱؎ حضرت ابوطلحہ حضرت انس کی والدہ امّ سلیم کے شوہر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۲؎ اَقْرِءْ ہمزے پر زبر، قاف ساکن اور راء کے نیچے زیر، دوسری صورت یہ ہے کہ ہمزے کے نیچے زیر اور راء پر زبر، دوسری صورت میں اس کا استعمال عَلٰی کے ساتھ اور پہلی صورت میں عَلٰی کے بغیر ہوگا۔ اس کا معنی ہے سلام پڑھانا، کیونکہ جب ایک شخص دوسرے کو سلام پہنچاتا ہے تو وہ دوسرا سلام کا جواب دیتا ہے اس معنی کی تحقیق کئی دفعہ کی جا چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ کو فرمایا کہ اپنی قوم کو ہماری طرف سے سلام پہنچاؤ۔

۳؎ اَعِفَّۃٌ ہمزے پر زبر عین کے نیچے زیر، فاء مشدد پر زبر، عَفِیْفٌ کی جمع ہے، عِفَّت اور عِفَافٌ کا معنی ہے پارسائی اور حرام سے باز رہنا۔ صُبُرٌ پہلے دونوں حرفوں پر پیش اور باء مخفف جمع ہے صَبُوْرٌ کی، صاد پر پیش اور باء مشدد مفتوح (صُبَّرٌ) کو بھی صحیح قرار دیا ہے یہ جمع ہے صَابِرٌ کی، مطلب یہ کہ یہ لوگ فقر و فاقہ یا جہاد و قتال پر یا غضب میں صبر کرنے والے ہیں۔ پہلا معنی عفت کے معنی کے ساتھ زیادہ موافق ہے۔

۵۹۹۰/۵۷ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُوْ حَاطِبًا إِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب ابن ابی بلتعہ کا غلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاطب کی شکایت لے کر حاضر ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ! حاطب ضرور آگ میں داخل ہوگا۱؎ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے جھوٹ کہا اس لیے کہ وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ (مسلم)

۱؎ کیونکہ وہ ظلم کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جن کی بناء پر وہ دوزخ کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس غلام نے وہی واقعہ بیان کیا ہوگا کہ حضرت حاطب نے اہل مکہ کو مکتوب ارسال کیا ہے۔ (یہ صورت غیر حاضر ہے کیونکہ مکتوب ارسال کرنے کی حقیقت وحی کے ذریعے سے معلوم ہوئی یہاں تک کہ خاخ نامی باغ کے پاس مکتوب بردار عورت کے ملنے کی اطلاع دی۔ اس لیے ظاہر یہ ہے کہ غلام مذکور اپنے مولا کی مار کی وجہ سے ناخوش تھا۔ اسی لیے اس نے شکایت کی۔ (۱۲ مولوی امیر علی)

۵۹۹۱/۵۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَ اللّٰهُ اِنْ تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوْا بِنَا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَنَا فَضَرَبَ عَلٰى فَخِذِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وَقَوْمُهٗ وَلَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِّنَ الْفُرْسِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) اگر تم ایمان و اسلام سے منہ پھیر لو تو اللہ تعالیٰ تمھاری جگہ تمھارے علاوہ دوسرے گروہ کو لے آئے گا پھر وہ لوگ تم جیسے نہیں ہوں گے[۱] صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر ہم منہ پھیر لیں تو انھیں ہمارے بدلے میں لایا جائے گا پھر وہ ہم جیسے نہیں ہوں گے۔ آپ نے سلمان فارسی کی ران پر ہاتھ مارا پھر فرمایا: یہ اور اس کی قوم[۲] اور اگر دین ثریا کے پاس[۳] ہوتا تو عجم کے کچھ مرد اسے حاصل کر لیتے[۴] (ترمذی)

[۱] روگردانی اور حق سے اعراض کرنے میں۔

[۲] یعنی فارسی اور عجمی

[۳] یعنی آسمان میں

[۴] جیسے کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اکثر تابعین عجمی تھے اور ان کے ذریعے علم اور دین کا مرتبہ بلند ہوا (بے شمار اولیاء اور اہلِ علم عجم سے تعلق رکھتے تھے ۱۲ مولوی امیر علی) علامہ بیضاوی نے اس قوم کی تفسیر انصار اور اہلِ یمن سے بھی کی ہے۔

۵۹۹۲ وَعَنْهُ قَالَ ذُكِرَتِ الْاَعَاجِمُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنَا بِهِمْ اَوْ بِبَعْضِهِمْ اَوْثَقُ مِنِّيْ بِكُمْ اَوْ بِبَعْضِكُمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

یہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہلِ عجم[۱] کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق ہم ان پر یا ان کے بعض پر اس سے زیادہ اعتماد کرنے والے ہیں[۲] جتنا کہ ہم تم پر یا تمھارے بعض پر اعتماد کرنے والے ہیں[۳] (ترمذی)

[۱] عجم غیر عرب لوگوں کو اور عجمی ایک شخص کو کہتے ہیں۔ عجم اور عرب پہلے حرف کے پیش کے ساتھ بھی آیا ہے۔ عجمی وہ شخص جو فصیح گفتگو نہ کر سکے اگرچہ عربوں میں سے ہی ہو اس کی جمع اعاجم، عجمیوں پر عجم کا اطلاق اس لیے کرتے ہیں کہ عربوں کے نزدیک ان کی گفتگو واضح اور فصیح نہیں ہوتی۔

[۲] دین کی حفاظت اور امانت میں۔

۳ؔ یعنی عربوں کی نسبت سے ۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ مخصوص جماعت سے خطاب ہے جنھیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال کے خرچ کرنے کی طرف بلایا گیا تو انھوں نے اس معاملے میں سستی اور بے دلی کا مظاہرہ کیا بہر صورت اس حدیث میں اہل عجم کی تعریف، ان کی رعایت اور ان کی طرف التفات کا مظاہرہ ہے بَعْضِهِمْ اور بِبَعْضِكُمْ راوی کی شک کی بنا ہے یا تقسیم کے لیے ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۹۹۲ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ سَبْعَةَ نُجَبَاءَ وَرُقَبَاءَ وَاُعْطِيْتُ اَنَا اَرْبَعَةَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ هُمْ قَالَ اَنَا وَابْنَايَ وَحَمْزَةُ وَجَعْفَرُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ وَبِلَالٌ وَسَلْمَانُ وَعَمَّارٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے لیے سات منتخب اور اس نبی کے ظاہری اور باطنی احوال کے محافظ اصحاب ہوتے ہیں[۱] اور ہمیں چودہ اصحاب عطا کیے گئے ہیں[۲] ہم نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں؟ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا: ایک میں ہوں دو میرے بیٹے جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ ابن مسعود، ابوذر اور مقداد[۳] (رضی اللہ عنہم)

(ترمذی)

۱ؔ نُجَبَاء نون پر پیش اور جیم پر زبر، جمع ہے نجیب کی، جس کا معنی ہے کریم اور بلند اخلاق مرد، رُقَبَاء راء پر پیش اور قاف پر زبر جمع ہے رقیب کی، اس کا معنی ہے محافظ اور پاسبان۔

۲ؔ جو ہمارے نجباء اور رقباء ہیں

۳ؔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چودہ حضرات میں نجابت اور پاسبانی کے اعتبار سے خصوصیت ہے جو دوسروں میں نہیں ہے۔ دوسرے صحابۂ کرام میں بھی فضائل و کمالات جو ان کے ساتھ خاص ہیں اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک صحابی میں ایسی خصوصیت اور صفت تھی جو ان کے ساتھ خاص تھی (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو بھی ایمان کے ساتھ حاضر ہو گیا، آپ کی ایک ہی نگاہ کیمیا اثر نے اسے ولایت کبریٰ کے مقام پر پہنچا دیا اور اسے کوئی نہ کوئی خصوصیت عطا فرما دی ۱۲ شرف قادری)

۵۹۹۳ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ كَلَامٌ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے اور عمار بن یاسر کے درمیان گفتگو ہو گئی

فَاَغْلَظْتُ لَهٗ فِي الْقَوْلِ فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَّشْكُوْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ خَالِدٌ وَّهُوَ يَشْكُوْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهٗ وَلَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا غِلْظَةً وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتٌ لَّا يَتَكَلَّمُ فَبَكٰى عَمَّارٌ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهٗ وَقَالَ مَنْ عَادٰى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَهُ اللّٰهُ قَالَ خَالِدٌ فَخَرَجْتُ فَمَا كَانَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رِّضَا عَمَّارٍ فَلَقِيْتُهٗ بِمَا رَضِيَ فَرَضِيَ

تو میں نے ان سے سخت کلامی کی[۱]۔ عمار میری شکایت کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خالد آئے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ خالد بن ولید ان سے سختی کرنے لگے اور سختی میں اضافہ ہی کرتے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ حضرت عمار رو پڑے[۲] اور کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا آپ انھیں نہیں دیکھتے ہیں[۳] تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھایا اور فرمایا: جو شخص عمار سے دشمنی کرے اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی فرمائے اور جو شخص عمار سے بغض رکھے اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے[۴] حضرت خالد فرماتے ہیں: میں وہاں سے نکلا تو مجھے عمار کے راضی ہونے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی[۵] میں نے ان سے اس چیز[۶] سے ملاقات کی کہ وہ راضی ہو جائیں تو وہ راضی ہو گئے۔

(حوالہ آگے آئے گا)

[۱] حضرت خالد بن ولید اکابر قریش میں سے تھے اور حضرت عمار بن یاسر آزاد کردہ غلاموں اور فقراء میں سے تھے۔ حضرت خالد نے انھیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھا اور سخت لہجے میں گفتگو کی۔

[۲] اپنی شکستگی اور بے مائیگی، حضرت خالد کی سختی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی کی بناء پر۔

[۳] کہ یہ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟

[۴] بغض اور عداوت کا ایک ہی معنی ہے لہذا یہ تاکید ہے یا ایک سے مراد فعل کے ذریعے دشمنی ہے اور دوسرے مراد ایسا کام کرنا ہے جو دشمنی کا باعث ہو۔

[۵] یعنی میں ایسا کام کروں کہ عمار مجھ سے راضی ہو جائیں۔ تاکہ میرے اور ان کے درمیان محبت پیدا ہو۔

[۶] یعنی تواضع، انکسار، معذرت اور ہدیہ پیش کرنا۔

۵۹۹۵ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ اَنَّہٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَالِدٌ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَنِعْمَ فَتَی الْعَشِیْرَةِ (رَوَاھُمَا اَحْمَدُ)

حضرت ابو عبیدہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ خالد بن ولید اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں[2] اور اپنے قبیلے[3] کے اچھے جوان ہیں (ان دونوں[4] حدیثوں کو امام احمد نے روایت کیا)۔

[1] ابو عبیدہ عین پر پیش، باء پر زبر، ابن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[2] دشمنانِ دین پر قہر اور غلبے، کافروں کے قتل کرنے اور حق کے ساتھ جاری ہونے میں۔
[3] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو مخزوم میں سے تھے۔ قریش کی ایک شاخ کے جدِ امجد کا نام مخزوم تھا۔
[4] (اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث ۱۲ اشرف قادری)

۵۹۹۶ وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَتَبَارَکَ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَّاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ یُحِبُّھُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ سَمِّھِمْ لَنَا قَالَ عَلِیٌّ مِّنْھُمْ یَقُوْلُ ذٰلِکَ ثَلٰثًا وَّاَبُوْذَرٍّ وَّالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ اَمَرَنِیْ بِحُبِّھِمْ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ یُحِبُّھُمْ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں چار افراد سے محبت کروں اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے عرض کیا گیا[1] یارسول اللہ! ہمیں ان کے نام بتائیں۔ فرمایا علی مرتضیٰ ان میں سے ہیں، یہ بات تین مرتبہ فرمائی[2] اور ابوذر، مقداد اور سلمان[3] اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی محبت کا حکم دیا اور مجھے خبر دی کہ وہ ان سے محبت رکھتا ہے (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[1] یعنی صحابہ کرام نے عرض کیا۔
[2] بطور تاکید تین مرتبہ فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ علی مرتضیٰ ان میں سے ہیں اور باقی تین حضرات کے ساتھ شمار نہ کرنا اہتمام اور خصوصی توجہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس جماعت کے فردِ کامل ہیں۔
[3] حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ کی کیا تعریف کی جاسکتی ہے (یعنی وہ حدِ توصیف و تعریف سے ماوراء ہیں ۱۲ اشرف قادری۔ حضرت ابوذر صحابہ کرام میں سے سچائی اور زہد میں ممتاز ترین تھے

حضرت مقداد بھی قدیم الاسلام اور چھٹے نمبر پہ ایمان لانے والے ہیں ۔ بدر، احد اور تمام اہم مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ۔ برگزیدہ، منتخب اور اکابر فضلا صحابہ میں سے تھے ۔ امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے روایت کرتے ہیں ۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عثمان غنی نے پڑھائی رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ حضرت سلمان اہلِ بیت میں شمار کیے گئے ہیں ۔ تین سو سال نبی اکرم آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب میں پھرتے رہے ۔ تب چہرۂ مقصود دیکھنا نصیب ہوا، زاہد تھے اور اپنی روزی بوریاں بُن کر حاصل کرتے تھے اور اپنے حصّے کے وظیفے فقراء کو دے دیتے تھے ۔ آخر میں پھر بڑائے تاکید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ بھی ان سے خالص محبت رکھتا ہے ۔

۵۹۹۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِيْ بِلَالًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق کہا کرتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا [۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بخاری)

[۱] شارحین فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے یہ بات بطور تواضع کہی ۔ ورنہ وہ حضرت بلال سے افضل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔ بعض علماء نے فرمایا سردار ہونے کو افضل ہونا لازم نہیں ہے اسی طرح اہلِ علم نے فرمایا ہے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ ضمیر متکلم مع الغیر (جو سیدنا میں ہے) ضروری نہیں کہ سب کو شامل ہو، اکثر افراد کے اعتبار سے بھی اس کا استعمال درست ہے، اس ضمیر سے مراد صحابہ کرام ہیں ۔ پس حضرت ابوبکر صدیق کو جو سیدنا کہا ہے تو یہ تمام صحابہ کو شامل ہے اور حضرت بلال کے لیے جو یہی لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے مراد اکثر صحابہ ہیں ۔ اس فقرے میں اضافت تخصیص کے لیے ہے یعنی ہمارے درمیان سید ہیں ۔

(آج امریکہ اور یورپ کے اکثر لوگ تمام تر علمی اور سائنسی ترقی کے باوجود نسلی تعصب کا شکار ہیں گوری چمڑی والے کالوں کو بنیادی انسانی حقوق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں ۔ جب کہ اسلام نے ایمان واخلاص کا ایسا رنگ چڑھایا کہ رنگ ونسل کا امتیاز ختم کر دیا ۔ حضرت بلال حبشی تھے اور آزاد کردہ غلام، لیکن ان کے اسلام اور غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بناء پہ قریش کے معزز ترین فرد اور پچیس لاکھ مربع میل کے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انھیں سیّدنا کہتے ہیں ۔ ہم جس قدر اللہ تعالیٰ، اس کے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسلام کے قریب ہوں گے اسی قدر رنگ ونسل اور علاقائیت کے فاصلے ختم ہوتے جائیں گے اور صرف ایک ہی رنگ رہ جائے گا اور وہ ہے اللہ کا رنگ جس سے بہتر کوئی رنگ نہیں ۔ آج اگر اسلام کے اس پہلو کو امریکہ اور یورپ میں اجاگر کیا جائے تو غیر مسلموں کے اسلام میں داخل ہونے کی رفتار

یقیناً تیز ہو جائے گی ۱۲ اشرف قادری)

۵۹۹۸ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ اَنَّ بِلَالًا[۲] قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِيْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِلّٰهِ فَدَعْنِيْ وَعَمَلَ اللّٰهِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت قیس بن ابی حازم[۱] سے روایت ہے کہ حضرت بلال نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا[۲] کہ اگر آپ نے مجھے اپنے لیے خریدا ہے تو مجھے اپنے پاس روک لیں[۳] اور اگر آپ نے مجھے اللہ تعالیٰ کے لیے خریدا ہے[۴] تو مجھے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کے ساتھ چھوڑ دیں[۵] (بخاری)

[۱] قیس بن ابی حازم، بے نقطہ حاء، زاء کے نیچے زیر، جلیل القدر تابعی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کرنے کے لیے دوڑے لیکن ان کے پہنچنے تک آپ رحلت فرما گئے۔ نہروان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے

[۲] جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال کو کہا کہ آپ میرے پاس رہیں اور میرے لیے اذان دیا کریں جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اذان دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال کو خریدا تھا اور کافروں کے ہاتھوں رہا کر کے آزاد کیا تھا۔

(یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیے۔ آخری لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا۔ اس وقت حضرت بلال نے حضرت ابوبکر صدیق کو عرض کیا کہ مجھے اجازت دے دیں جیسے کہ ابواسمٰعیل ازدی نے یہ واقعہ اپنی فتوح میں سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ۱۲ مولوی امیر علی)

[۳] اور مجھ سے خدمت لیں۔

[۴] اس کی رضا اور ثواب کے لیے خریدا ہے۔

[۵] تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے کام کرنے میں مشغول ہو جاؤں اور مخلوق سے کوئی تعلق نہ رکھوں بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت بلال نے عرض کیا کہ مجھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آپ کے بغیر دیکھنے کی طاقت نہیں ہے اور میں آپ کے بغیر اس جگہ نہیں رہ سکتا ؎

چہ مشکل تر ازیں بر عاشق زار
کہ بے دلدار بیند جائے دلدار

(عاشق کے لیے اس سے زیادہ مشکل کیا چیز ہو سکتی ہے کہ محبوب کے بغیر محبوب کی جگہ کو دیکھے)
پس لشکر کے ساتھ شام چلے گئے اور دمشق میں ۱۸ھ یا ۲۰ھ میں رحلت فرما گئے رضی اللہ عنہ۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ شام جانے کے چھ ماہ بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا اے بلال! کیا یہ جفا ہے جو تم ہمارے ساتھ کر رہے ہو؟ اور ہماری زیارت کے لیے نہیں آتے۔ حضرت بلال اسی وقت مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے جب مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کیا حال ہے؟ انھیں بتایا گیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رحلت فرما گئی ہیں، اور سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما ہیں تو حضرت بلال رو پڑے اور سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات کی۔

صحابہ کرام نے چاہا کہ آپ اذان دیں تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت نشان کی یاد تازہ ہو جائے لیکن انھیں یہ بات کہنے کی کسی کو ہمت نہ ہو سکی۔ انھوں نے کہا کہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ حکم دیں تو وہ اذان دیں گے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو حضرت بلال اس جگہ کھڑے ہوئے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں کھڑے ہوا کرتے تھے اور اذان شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو صحابہ کرام کے دل پر ہیبت طاری ہو گئی اور بے ساختہ رو پڑے جب اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو گریہ و زاری سے مزید شدت پیدا ہو گئی اور جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو یوں معلوم ہوا جیسے مدینہ طیبہ کے تمام در و دیوار پر لرزہ طاری ہو گیا ہو اور سب لوگ بے تابانہ گریہ و زاری میں محو اور بے قابو ہو گئے، نہ حضرت بلال کو اذان کہنے کی طاقت رہی اور نہ ہی سننے والوں میں سننے کی تاب رہی۔ چنانچہ اذان مکمل نہ ہو سکی۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چھ ماہ کے بعد ہماری زیارت کو نہ آئے گویا اس نے ہم پر جفا کی ہے۔

سبحان اللہ! ہائے افسوس! اس وقت تیس سال گزر گئے اور عمر آخر کو پہنچ گئی اور یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ دوبارہ حاصل ہو گی یا نہیں؟ ؎

وصلت چو عمر رفتہ میسر نمی شود
یک بار شد میسر و دیگر نمی شود

آپ کی ملاقات گزری ہوئی عمر کی طرح میسر نہیں ہوتی، ایک دفعہ میسر ہوئی دوسری دفعہ میسر نہیں ہوتی، اے اللہ ہمیں یہ سعادت عطا فرما۔

(۱؎ یہ مشکل ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق نے مرتدین کا قلع قمع کرنے کے بعد شام کی طرف لشکر روانہ کیے تھے، اس صورت میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا انتقال کر چکی تھیں۔ حضرت بلال کے دریافت کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ ۱۲ مولوی امیر علی)

۵۹۹۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ فَقَالَتْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِيْ اِلَّا مَاءٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى اُخْرٰى فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَقُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّضِيْفُهٗ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰى رَحْلِهٖ فَقَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ لَا اِلَّا قُوْتَ صِبْيَانِيْ قَالَ فَعَلِّلِيْهِمْ بِشَيْءٍ وَنَوِّمِيْهِمْ فَاِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَاَرِيْهِ اَنَّا نَاْكُلُ فَاِذَا اَهْوٰى بِيَدِهٖ لِيَاْكُلَ فَقُوْمِيْ اِلَى السِّرَاجِ كَيْ تُصْلِحِيْهِ فَاَطْفِئِيْهِ فَفَعَلَتْ فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ اَوْ ضَحِكَ اللّٰهُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِثْلُهٗ وَلَمْ يُسَمِّ اَبَا طَلْحَةَ وَفِيْ اٰخِرِهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے محنت و مشقت اٹھائی ہے[1] آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس پیغام بھیجا[2] انھوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے پاس پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ پھر دوسری ام المومنین کے پاس پیغام بھیجا۔ انھوں نے بھی وہی بات کہی۔ تمام امہات المومنین[3] نے وہی بات کہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کی مہمانی کرے[4] اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے[5] انصار کے ایک شخص نے جنھیں ابوطلحہ[6] کہا جاتا تھا عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کی مہمانی کرتا ہوں وہ انھیں اپنے گھر[7] لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمھارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا کہ بچوں کی خوراک[8] کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ابوطلحہ نے فرمایا بچوں کو کسی چیز میں مصروف کر کے سلا دو[9] جب ہمارا مہمان داخل ہو تو اسے بظاہر یہ دکھانا کہ ہم کھا رہے ہیں۔ جب وہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے[10] تو تم اٹھ کر چراغ کے پاس جانا جیسے تم اسے درست کر رہی ہو[11] اور اس بہانے اسے بجھا دینا[12] چنانچہ انکی بیوی نے ایسا ہی کیا، پس یہ لوگ بیٹھے اور مہمان نے کھانا کھایا، دونوں میاں بیوی نے خالی پیٹ رات گزاری۔ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوا یا فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فلاں مرد اور فلاں عورت سے ضحک فرمایا[13] ایک

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

روایت میں اس حدیث کی مثل ہے [13] حضرت ابوہریرہ نے ابوطلحہ کا نام نہیں لیا اور اس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) اور اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انھیں حاجت ہو۔ (صحیحین)

۱ یعنی مجھے کچھ عنایت فرمائیں
۲ تاکہ اگر کوئی چیز حاضر ہو تو اس سائل کو دے دیں۔
۳ تمام امہات المومنین کے پاس پیغام بھیجا، انھوں نے بھی وہی جواب دیا۔
(اللہ اللہ فقر اختیاری کی کیا شان ہے؟ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
(شرف قادری)
۴ من یضیفہ میں دو روایتیں ہیں (۱) یاء پر پیش، نقطے والے ضاد کے نیچے زیر اور یاء ساکن۔
(۲) یاء پر پیش ضاد پر زبر اور یاء مشدد کے نیچے زیر (یُضَیِّفُہٗ)۔ اِضَافَۃٌ اور تَضْیِیْفٌ دونوں کا معنی مہمانی کرنا اور مہمان کو اپنے پاس بلانا لغت میں ضَیَافَتٌ کا معنی میلان کرنا ہے۔
۵ یرحمہ کو رفع اور جزم دونوں کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے۔
۶ حضرت ام سلیم کے شوہر رضی اللہ عنہ
۷ رَحْل بے نقطہ حاء کے ساتھ، اس کا معنی ہے سامان اور رہائش گاہ
۸ قُوت قاف پر پیش، واؤ ساکن وہ کھانا جس کے ساتھ انسان کا بدن قائم ہو
۹ تَعْلِیْلٌ کسی کو کسی چیز میں مشغول کر دینا، تَنْوِیْمٌ کا معنی ہے سلا دینا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو کھانے کی حاجت نہ تھی بلکہ وہ بھوک کے بغیر بچگانہ عادت کے مطابق کھانا طلب کر رہے تھے۔ ورنہ بچوں کو مہمان سے پہلے کھلانا واجب تھا اور صحابی واجب کو کیسے ترک کر دیتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے (یعنی اگر واجب کے تارک ہوتے تو ان کی تعریف نہ کی جاتی ۱۲ شرف قادری)
۱۰ اِصْلَاحٌ کا معنی ہے درست کرنا، اس کے مقابل اِفْسَادٌ ہے۔
۱۱ تاکہ مہمان کو ہمارے نہ کھانے کا پتہ نہ چلے، اِطْفَاءٌ آگ کا بجھا دینا۔
۱۲ اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ راضی ہوا (راوی کو شک ہے کہ کون سا لفظ فرمایا) حضرت ابوطلحہ اور انکی اہلیہ حضرت ام سلیم کا نام لیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
۱۳ ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے جو لفظ و معنی میں اس روایت کی مثل ہے۔

۱۴؎ صراح میں ہے خَصَاصَۃٌ پہلے حرف پر زبر، اس کا معنی ہے درویش ہونا۔ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی اور اس کے نزول کا سبب یہ واقعہ ہے۔

۶۰۰۰ / ۶۷ وَعَنْهُ قَالَ نَزَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَاَقُوْلُ فُلَانٌ فَيَقُوْلُ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا وَيَقُوْلُ مَنْ هٰذَا فَاَقُوْلُ فُلَانٌ فَيَقُوْلُ بِئْسَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا حَتّٰى مَرَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منزل میں اُترے تو لوگ گزرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے یہ کون ہے؟ اے ابوہریرہ! میں عرض کرتا فلاں ہے، تو آپ فرماتے یہ اللہ تعالیٰ کا اچھا بندہ ہے، آپ فرماتے یہ کون ہے؟ میں عرض کرتا یہ فلاں ہے، تو آپ فرماتے یہ اللہ تعالیٰ کا بُرا بندہ ہے ۱؎ یہاں تک کہ خالد بن ولید گزرے، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا خالد بن ولید ہیں آپ نے فرمایا: خالد بن ولید اللہ تعالیٰ کے اچھے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ (ترمذی)

۱؎ غالباً یہ اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کے بارے میں آپ جانتے تھے کہ یہ منافقین میں سے ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مومن کے بارے میں یہ ارشاد فرمانا بعید ہے اور معمول کے خلاف ہے، اگرچہ اس کی روش درست نہ ہو، یوں بھی اس زمانے میں مومن کی ایسی کیفیت نہیں ہوتی تھی اور اگر کوئی ایسا تھا بھی تو بہت ہی کم۔

۶۰۰۱ / ۶۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لِكُلِّ نَبِيٍّ اَتْبَاعٌ وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهٖ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت زید بن ارقم ۱؎ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہر نبی کے پیروکار ہیں اور ہم نے آپ کی پیروی کی ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمارے پیروکاروں کو ہم میں سے بنائے ۲؎ تو آپ نے دعا فرمائی ۳؎ (بخاری)

۱؎ زید بن ارقم مشہور صحابی ہیں ان کے احوال کئی دفعہ لکھے جا چکے ہیں۔

۲؎ یعنی ہمارے حلیفوں اور آزاد کردہ غلاموں کو ہم میں سے بنا کہ انھیں بھی انصار کہا جاتا ہے اور آپ نے صحابۂ کرام کو ہمارے ساتھ احسان کرنے کی وصیت فرمائی ہے وہ انھیں بھی شامل ہو جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمھیں انصار کے بارے میں وصیت کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا: ان کے نیکوکاروں سے قبول کرو اور ان کے خطا کار سے درگزر کرو، اس کے علاوہ ان کے فضائل و مناقب اور عنایات و کرامات ہیں اسی طرح شیخ تورپشتی کی شرح میں ہے یا یہ مطلب ہے کہ انھیں ہمارے نقوش اقدام کی پیروی کرنے والے ہمارے ساتھ متصل، ہماری سیرت اور طریقے پر چلنے والے اور اخلاص میں پیروکار بنا، یہ مطلب زیادہ واضح نظر آتا ہے ۔

سلہ یعنی جس دعا کی درخواست انصار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی

۶۰۰۲ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ اَكْثَرَ شَهِيْدًا اَعَزَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ وَقَالَ اَنَسٌ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ اَبِىْ بَكْرٍ سَبْعُوْنَ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت قتادہ[1] سے روایت ہے کہ ہمیں عرب کا کوئی قبیلہ معلوم نہیں ہے جس کے شہید انصار سے زیادہ ہوں اور وہ قیامت کے دن زیادہ معزز ہوں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا کہ اُحد کے دن ان میں سے ستر[2]، بئر معونہ[3] کے دن ستر اور حضرت ابوبکر کے دور میں یمامہ[4] کے دن ستر حضرات شہید ہوئے۔ (بخاری)

[1] حضرت قتادہ مشہور تابعی ہیں، اکثر و بیشتر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔
[2] ابن مندہ جو حدیث و سیر کے عالم ہیں، حضرت ابی کی حدیث کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اُحد کے دن انصار کے چونسٹھ (۶۴) اور مہاجرین کے چھ حضرات شہید ہوئے۔
[3] جنھیں قُرّاء کہا جاتا ہے ان کا واقعہ کتب سیر میں بیان کیا گیا ہے۔
[4] یہ جنگ مسیلمہ کذاب کی قوم سے تھی۔

۶۰۰۳ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ اٰلَافٍ خَمْسَةَ اٰلَافٍ وَقَالَ عُمَرُ لَاُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ بیت المال سے اصحاب بدر کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تحقیق میں انھیں بعد والوں پر فضیلت دوں گا۔ (بخاری)

باب

ان اہلِ بدر کے نام جن کا ذکر جامع بخاری میں ہے

یاد رہے کہ امام بخاری نے اہلِ بدر کی جس جماعت کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور ان کے بارے میں حدیث لائے ہیں، ان کے اسمائے تفصیل کے بعد اجمال اور خلاصہ کے طور پر الگ باب میں لائے ہیں تاکہ دوسرے حضرات پر ان کی سبقت اور ترجیح کی فضیلت پہچان کر کے ان کے لیے رحمت و رضوان کی الگ دعا کی جائے اہلِ علم فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ان کے ذکر کے وقت دعا مقبول ہے۔ امام بخاری نے ان کا ذکر حروفِ تہجی کے اعتبار سے کیا ہے۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفائے راشدین کا ذکر پہلے کیا ہے باقی حضرات کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے لائے ہیں

(۱) اَلنَّبِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲) عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُثْمَانَ اَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ الْقُرَشِیُّ (۳) عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِیُّ (۴) عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِیُّ خَلَّفَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِبْنَتِهٖ رُقَيَّةَ وَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ (۵) عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبِ الْهَاشِمِیُّ (۶) اِيَاسُ بْنُ بُكَيْرٍ (۷) بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰى اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ (۸) حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِیُّ (۹) حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَةَ حَلِيْفٌ لِّقُرَيْشٍ (۱۰) اَبُوْحُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ الْقُرَشِیُّ (۱۱) حَارِثَةُ بْنُ رَبِيْعِ نِ الْاَنْصَارِیُّ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِی النَّظَارَةِ (۱۲) خُبَيْبُ بْنُ عَدِیِّ الْاَنْصَارِیُّ (۱۳) خُنَيْسُ بْنُ حُذَيْفَةَ السَّهْمِیُّ (۱۴) رِفَاعَةُ

بْنُ رَافِعٍ الْاَنْصَارِیُّ (۱۶) اَلزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِیُّ (۱۷) زَیْدُ بْنُ سَهْلٍ اَبُوْطَلْحَةَ الْاَنْصَارِیُّ (۱۸) اَبُوْزَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیُّ (۱۹) سَعْدُ بْنُ مَالِكِ نِ الزُّهْرِیُّ (۲۰) سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِیُّ (۲۱) سَعِیْدُ بْنُ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلِ نِ الْقُرَشِیُّ (۲۲) سَهْلُ بْنُ حَنِیْفِ نِ الْاَنْصَارِیُّ (۲۳) ظُهَیْرُ بْنُ رَافِعِ نِ الْاَنْصَارِیُّ (۲۴) وَاَخُوْهُ (۲۵) عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدِ نِ الْهُذَلِیُّ (۲۶) عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفِ نِ الزُّهْرِیُّ (۲۷) عُبَیْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِیُّ (۲۸) عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِیُّ (۲۹) عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِیْفُ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ (۳۰) عُقْبَةُ بْنُ عَمْرِو نِ الْاَنْصَارِیُّ (۳۱) عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ الْعَنَزِیُّ (۳۲) عَاصِمُ بْنُ ثَابِتِ نِ الْاَنْصَارِیُّ (۳۳) عُوَیْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِیُّ (۳۴) عِتْبَانُ بْنُ مَالِكِ نِ الْاَنْصَارِیُّ (۳۵) قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُوْنٍ (۳۶) قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِیُّ (۳۷) مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ (۳۸) مُعَوَّذُ بْنُ عَفْرَاءَ (۳۹) وَاَخُوْهُ (۱۵) رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَبُوْلُبَابَةَ الْاَنْصَارِیُّ (۴۰) مَالِكُ بْنُ رَبِیْعَةَ (۴۱) اَبُوْاُسَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیُّ (۴۲) مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مُنَافٍ (۴۳) مُرَارَةُ بْنُ رَبِیْعِ نِ الْاَنْصَارِیُّ (۴۴) مَعْنُ بْنُ عَدِیِّ نِ الْاَنْصَارِیُّ (۴۵) مِقْدَادُ بْنُ عَمْرِو نِ الْكِنْدِیُّ حَلِیْفُ بَنِیْ زُهْرَةَ (۴۶) هِلَالُ بْنُ اُمَیَّةَ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

ان میں سے سب سے پہلے، سب کے سردار اور تمام جہانوں کے آقا و مولا نبی اکرم محمد بن عبداللہ الہاشمی

آپ کی ولادت با سعادت عام الفیل (۵۶۹ء) میں، بعثت (اعلان نبوت) چالیس سال کی عمر شریف میں ہوئی، آپ کا دورِ نبوت (زمانہ تبلیغ) ۲۳ سال عمر شریف ۶۳ سال، سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وعلی اصحابہ واتباعہ واحزابہ اجمعین وسلم۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عثمان ابوبکر الصدیق القرشی، بنو تیم بن مرہ میں سے ہیں۔ پانچ واسطوں سے آپ کا نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے، جاہلیت میں آپ کا نام عبدرب الکعبہ تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ اور عتیق رکھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ عتیق ان کا قدیم نام ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کی والدہ کا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا تھا جب ان کی پیدائش ہوئی تو انھیں بیت اللہ شریف کے پاس لے گئیں اور دعا کی کہ اے اللہ! ان کو موت سے آزاد فرما دے اور مجھے بخش دے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ ہے لیکن عتیق ان پر غالب آگیا۔ بعض نے کہا چہرے کے حسن وجمال، بخشش اور اچھی عادت کی بناء پر انھیں عتیق کہا گیا۔ عتیق کا معنی بخشش، جمال اور نجابت بھی آیا ہے۔ امت مسلمہ نے ان کا لقب صدیق بالاتفاق مقرر کیا اس لیے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں جلدی اور ہر حال میں سچائی کو لازم پکڑا۔ ان کے والد گرامی کا نام ابوقحافہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے وہ فتح مکہ کے سال ایمان لائے اور ۱۴ھ میں حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے چھ ماہ اور چند روز بعد ان کا انتقال ہوا۔ ان کی عمر شریف ۹۷ سال تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت دو سال اور چند ماہ تھی۔ ان کی عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے موافق ۶۳ سال تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک خوبصورت اور تابندہ تھا۔ قد درمیانہ بدن دُبلا، رخسارے نرم اور ہلکے تھے ان کے رخساروں میں سبز رگیں تھیں۔ بڑے خوبرو، رعب اور دبدبے والے سخی اور عالی نسب تھے رضی اللہ عنہ۔

(۳) حضرت عمر بن الخطاب العدوی، عدی بن کعب کی اولاد میں سے تھے۔ پانچ واسطوں سے ان کا سلسلہ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ قریش کے معزز افراد میں سے تھے۔ دورِ جاہلیت میں سفارت اور پیغام رسانی ان سے متعلق تھی۔ سفید چہرہ جسم مبارک بھاری آنکھیں سرخ اور قد بلند تھا۔ دوسرے لوگوں سے اتنے بلند دکھائی دیتے جیسے اونٹ پر سوار ہوں اور دوسرے لوگ پیدل، رخسارے ہلکے تھے، وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ توراۃ میں ان کی صفت اس طرح بیان کی گئی ہے قَرْنٌ حَدِيْدٌ اَشَدِيْدٌ اَمِيْنٌ (لوہے کے پہاڑ، سخت اور امین) قرن چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں، ان کا لقب فاروق ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے حق و باطل اور اسلام و کفر کے درمیان فرق کیا۔ ان کے ایمان لانے سے اسلام کو قوت ملی بارعب اور دلیر تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ سے پہلے (بیس افراد کے ساتھ ۱۲ مولوی امیر علی) ہجرت کی۔

جب انھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار اپنی گردن میں حمائل کی، کمان پر تیر چڑھایا، کچھ تیر ہاتھ میں پکڑے

اور بیت اللہ شریف کے پاس آئے ۔ قریش کے تمام سردار وہاں حاضر تھے، آپ نے طواف کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور قریش کے ایک ایک حلقے کے پاس جا کر فرمایا: تمہارے چہرے بدصورت ہوں جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس کو روئے اس کے بچے یتیم ہوں اور اس کی بیوی بیوہ ہو اسے چاہیے کہ آئے اور اس وادی کے پیچھے مجھ سے ملاقات کرے کسی کو ان کے پیچھے جانے کی جرأت نہ ہو سکی ۔ آپ کی خلافت ساڑھے دس سال تھی آپ کی عمر شریف کے بارے میں تین قول ہیں (۱) مشہور قول کے مطابق تریسٹھ سال (۶۳) ۲ ۔ اکسٹھ سال ۶۱ (۳) انسٹھ سال ۵۹ ۔

(۴) حضرت عثمان بن عفان قریشی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو ان کی اہلیہ محترمہ تھیں اور ان کی طبیعت ناساز تھی) کی تیمار داری کے لیے (مدینہ منورہ میں) چھوڑ دیا تھا اور ان کے لیے بدر کی غنیمت میں سے حصہ مقرر فرمایا ۔ اس اعتبار سے انہیں اہلِ بدر میں شمار کیا گیا ہے ۔

ان کی ولادت عام الفیل کے چھٹے سال ہوئی ۔ دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زید بن حارثہ کے بعد اسلام لائے ۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق کی دعوت پر اسلام لائے ۔ جب آپ اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن عاص بن امیہ نے آپ کو باندھ کر قید کر دیا اور کہا کہ تم نے اپنے آباء کے دین کو چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا ہے ۔ اللہ کی قسم جب تک تم اس دین کو نہیں چھوڑ دو گے تمہیں رہا نہیں کروں گا ۔ آپ نے فرمایا: میں اس دین کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا اور اس سے جدا نہیں ہوں گا تم جو کچھ کر سکتے ہو کر لو ۔ جب حکم نے آپ کی مضبوطی دیکھی تو آپ کو رہا کر دیا ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے نکاح میں تھیں غزوہ بدر پر ان کا انتقال ہو گیا ان کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا ۔ ۹ھ میں ان کا بھی انتقال ہو گیا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہماری تیسری بیٹی ہوتی تو اس کا نکاح بھی ان کے ساتھ کر دیتے ان کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں ۔ اسی لیے ان کا لقب ذوالنورین ہوا ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قد درمیانہ اور چہرہ سرخ اور سفید تھا، آپ کے چہرے میں چیچک کے نشان تھے داڑھی مبارک بڑی اور سب لوگوں سے حسین تھے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثوم کو فرمایا ہم نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو تمہارے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ ہے ۔ وہ اس قدر حیادار تھے کہ گھر کے اندر دروازہ بند کر کے غسل کرتے اور حیا کی وجہ سے اپنی پشت سیدھی نہیں کر سکتے تھے ۔ ۳۵ھ ایام تشریق کے درمیانے دن (بارہ ذوالحجہ) کو شہید کیے گئے، آپ کی خلافت تیرہ سال اور عمر شریف بیاسی (۸۲) سال تھی ۔ بعض نے تراسی (۸۳) اور

بعض نے چھیاسی (۸۶) سال بھی کہی ہے۔

(۵) حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور عقد مواخات میں بھائی سیدہ فاطمہ زہرا بتول کے شوہر، حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد اور پہلے ہاشمی جو دو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے۔ قدیم الاسلام اور بہت سے صحابہ کرام کی جماعت کے قول کے مطابق سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ منگل کے دن اسلام لائے، اس وقت آپ کی عمر شریف دس سال یا سات سال تھی۔ وہ امین بھی تھے، صاحب شرافت بھی، ہدایت دینے والے بھی، یعسوب المومنین (مومنوں کے سردار) ابو الریحانین (دو جنتی پھولوں کے باپ) اور ابو تراب آپ کے القاب ہیں، آپ کا قد درمیانہ، سخت گندم گوں، مائل بہ سرخی سر کے بال اڑے ہوئے، جسم پر بالوں کی کثرت چہرہ جمال اور تابانی کا آئینہ دار، آنکھیں بڑی، خوبصورت اور سیاہ، پیٹ بڑا، داڑھی مبارک عظیم اور طویل و عریض، خوبصورت جیسے چودہویں کا چاند، ہنس مکھ، مضبوط دل والے، بہادر، فتح و نصرت والے، وسیع علم، کثیر زہد اور سخی نفس والے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرّم اللہ وجہہ، آپ کی خلافت پانچ سال اور شہادت جمعہ کی رات میں سحری کے وقت رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ۴۱ھ کو ہوئی۔ آپ کی عمر شریف صحیح اور مختار قول کے مطابق ترسیٹھ (۶۳) سال تھی۔ رضی اللہ عنہ

کسی نے آپ کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

(شرف قادری)

(۶) حضرت ایاس بن بکیر بعض نسخوں میں ہے۔ البکیر الف اور لام کے ساتھ ایاس ہمزے کے نیچے زیر یاء مخفف اور آخر میں سین بکیر، ایک نقطے والی باء پر پیش، کاف پر زبر، یاء ساکن بخاری شریف کی بعض روایات میں بعض شارحین نے باء کے نیچے زیر اور کاف مشدد کے ساتھ ضبط کیا ہے (بِکّیر) مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ بدر اور اس کے بعد کے اہم مواقع پر حاضر ہوئے وہ اور ان کے بھائی عامر بن بکیر دار ارقم میں اسلام لائے۔ حضرت ایاس اور ان کے بھائیوں خالد، عاقل اور عامر کو شرف صحابیت حاصل تھا اور تمام اصحاب بدر سے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی

(۷) حضرت بلال بن رباح راء پر زبر۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے۔ ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے، بعض نے ابو عبد اللہ، بعض نے ابو عبد الکریم اور بعض نے ابو عمر بیان کی، ان کی والدہ حمامہ تھیں۔ بے نقطہ حاء پر زبر اور میم مخفف۔ وہ مولدین میں سے تھے (یعنی والدین میں سے ایک عربی اور ایک عجمی تھے ۱۲ شرف قادری) وہ قدیم الاسلام ہیں اور پہلے مسلمان جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام ظاہر کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے راستے میں عذاب دیا گیا اور جان کی

بازی لگا دینا آسان ہوگیا۔ انھیں امیہ بن خلف جمحی عذاب دیتا تھا جو آپ کا مولا تھا۔ آخر بدر میں حضرت بلال کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس امیہ نے اپنے آپ کو حضرت سعد انصاری کی پناہ میں دے دیا تھا۔ حضرت بلال نے اسے دیکھ کر فریاد کی تو انصار نے دوڑ کر حضرت سعد کے پیچھے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۱۲ مولوی امیر علی (اس کا طویل واقعہ ہے۔)

امیہ انھیں لوہے کی زرہ میں گھسیٹتا اور انھیں دھوپ میں ڈال کر ڈنڈے سے مارتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلال کو حکم دیا تو انھوں نے بیت اللہ شریف کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی۔ ان کے فضائل بہت ہیں، ان کے لیے یہ فضیلت ہی کافی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم عرب سے مقدم ہیں، بلال حبشیوں سے، صہیب رومیوں اور سلمان فارس والوں سے مقدم ہیں، ان کا رنگ شدید گندم گوں، قد لمبا اور بال بکثرت تھے۔ دمشق میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔ بعض نے ۱۸ھ بیان کیا ہے۔ آپ کی عمر شریف ساٹھ سال تھی، بعض نے کہا ستر سال تھی ان کے کچھ احوال پچھلے باب کی تیسری فصل میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ رضی اللہ عنہ

۵۵ حضرت امیر حمزہ ابن عبد المطلب ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی، ان کی کنیت ابو عمارہ ہے عین پر پیش، ان کا لقب سید الشہداء اور اسد اللہ (اللہ تعالیٰ کا شیر) بھی آیا ہے۔ بعثت کے چوتھے سال اسلام لائے، بعض علماء کہتے ہیں کہ چھٹے سال، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم سے باہر تشریف لانے کے بعد اسی سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اسلام لائے پس دینِ اسلام ان کے اسلام لانے سے قوی اور معزز ہوگیا۔ آپ بدر میں حاضر ہوئے اور احد میں وحشی ابن حرب کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سال بڑے تھے، آپ کی والدہ ہالہ بنت وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ بنتِ وہب کی بہن تھیں۔ یہ حضرت امیر حمزہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دوسری اخوت ہے کہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ بڑے بہادر قوی اور غالب تھے۔ آپ کی شجاعت و لیاقت کے بہت سے واقعات ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ فرشتے امیر حمزہ ابن عبد المطلب اور حضرت حنظلہ ابن راہب کو غسل دے رہے ہیں۔ یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمان میں لکھا ہے کہ امیر حمزہ ابن عبد المطلب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر ہیں۔

[ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیرِ غرّانِ سطوت پہ لاکھوں سلام
(امام احمد رضا)
شرف قادری]

(۹) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ باء پر زبر، لام ساکن اور تاء پر زبر، ان کی کنیت ابو عبداللہ اور بعض نے ابو محمد بیان کی ہے۔ قریش کے حلیف تھے۔ بعض نے کہا کہ حضرت زبیر بن عوام کے حلیف تھے۔ بعض نے کہا کہ قریش کے غلام تھے۔ بدر، خندق اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے۔ ۳۰ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا، آپ کی عمر شریف ۶۵ سال تھی۔ اہل مکہ کی طرف مکتوب ارسال کرنے کا واقعہ گزشتہ باب میں گزر چکا ہے۔

(۱۰) حضرت ابو حذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ قریشی رضی اللہ عنہ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ آپ کا نام ہشام بن عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدالشمس ہے۔ فضلاء صحابہ اور مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ دونوں قبلوں کی طرف نماز ادا کی اور دو ہجرتیں کیں (پہلے حبشہ پھر مدینہ منورہ)۔ دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے۔ یمامہ کے دن شہید ہوئے آپ کی عمر ترپن یا چوّن سال تھی۔

(۱۱) حضرت حارثہ ابن ربیع انصاری راء پر پیش، باء پر زبر اور یاء مشددہ کے نیچے زیر بعض نے راء پر زبر، باء کے نیچے زیر اور یاء کی تخفیف کے ساتھ بھی ضبط کیا ہے۔ پہلا ضبط صحیح ہے۔ بدر کے دن شہید ہوئے یہ حارثہ ابن سراقہ ہیں، سین پر پیش، راء مخفف، اس کے بعد قاف، ربیع آپ کی والدہ کا نام اور سراقہ آپ کے والد کا نام ہے وَکَانَ فِی النَّظَّارَۃِ آپ نظر کرنے والوں (اور پہرہ دینے والوں) میں سے تھے۔ نہ کہ جنگ کرنے والوں میں، جیسے امام احمد اور نسائی نے روایت کیا۔ حواشی میں لکھا ہے کہ انہیں بلند جگہ پر مقرر کیا گیا تھا تاکہ دشمنوں کے احوال پر نظر رکھیں اور خبر دیں۔ نظارہ نون پر زبر اور ظاء مشدد، وہ لوگ جو کسی چیز پر نظر رکھیں۔ حارثہ نوجوان تھے جو پہرے اور نگرانی پر مقرر تھے وہ معرکے میں کھڑے ہوئے تھے کہ اچانک ایک تیر آیا جو ان کی گردن میں لگا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے مارا تھا؟ ان کی والدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! آپ میری نسبت سے حارثہ کا مقام و مرتبہ جانتے ہیں کہ مجھے ان سے کتنی محبت تھی اور میرا ان سے کتنا تعلق تھا؟ وہ اگر جنت میں ہیں تو میں صبر کرتی ہوں اور اگر وہ دوزخ میں ہیں تو میں ان پر طاقت بھر روؤں گی۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ دوزخ میں ہیں تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں ان پر کتنا روتی ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارثہ کی ماں! اس جگہ ایک جنت نہیں ہے وہاں تو اوپر نیچے کئی جنتیں ہیں، تمہارا بیٹا تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔ آپ کی والدہ نے عرض کیا کہ آخر میں صبر کروں گی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(۱۲) حضرت خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ، خبیب نقطے والی خاء پر پیش۔ پہلی باء پر زبر اور یاء ساکن، بدر میں حاضر ہوئے، ہجرت کے تیسرے سال غزوہ رجیع میں قیدی بنا لیے گئے۔ مشرکین انہیں مکہ مکرمہ میں لے گئے اور سولی پر چڑھا دیا۔ وہ اسلام میں پہلے صحابی ہیں جنہیں سولی پر لٹکایا گیا اور پہلے وہ شہید ہیں

جنہوں نے قتل کیے، جانے سے پہلے دو رکعت ادا کرنے کی سنت قائم کی، ان کا واقعہ عجیب ہے اور بخاری شریف میں بیان کیا گیا ہے ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت دعا مانگی، اے اللہ مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو میرا اسلام تیرے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے تو میرا سلام اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے۔ پس جبرئیل امین علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان کا سلام پیش کیا۔

(۱۳) حضرت خنیس نقطے والی خاء پر پیش، نون پر زبر، یاء ساکن، اس کے بعد سین ابن حذافہ سہمی مہاجرین میں سے تھے۔ حبشہ کی ہجرت کے بعد بدر میں حاضر ہوئے۔ پھر اُحد میں حاضر ہوئے۔ پھر زخمی ہو کر مدینہ طیبہ میں آکر انتقال کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

(۱۴) حضرت رفاعہ ابن رافع انصاری رضی اللہ عنہ راء کے نیچے زیر، بدری ہیں۔ ان کے والد نقیب ہیں (یعنی بیعت عقبہ میں شریک تھے اور اپنے قبیلے کے نمائندے مقرر ہوئے ۱۲ شرف قادری) حضرت رفاعہ کے بھائی ملک بن رافع اور خلاد بن رافع، حضرت رفاعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے بیٹے معاذ اور عبید اور بھانجے یحییٰ ابن خلاد روایت کرتے ہیں۔

(۱۵) حضرت رفاعہ عبد المنذر ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ آپ نقباء میں سے تھے۔ بیعت عقبہ، بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ کا امیر مقرر فرمایا اور انہیں اصحاب بدر کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ کی وفات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی۔ بنو قریظہ (یہودیوں) کے قضیے میں آپ سے جو امر سرزد ہوا اس کی توبہ کے طور پر آپ نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا۔ یہ واقعہ مشہور ہے۔ مسجد نبوی شریف میں ایک ستون ہے جسے استوانہ ابولبابہ کہتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۶) حضرت زبیر بن العوام قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوام عین پر زبر اور واؤ مشدد۔ آپ کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتا ہے، آپ کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ اُمّ المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زبیر کی پھوپھی اور حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی زوجہ محترمہ ہیں، حضرت زبیر اور آپ کی والدہ حضرت صفیہ، حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال اور بعض کہتے ہیں پچیس سال تھی۔ آپ کے چچا نے دھوئیں سے آپ کو عذاب دیا تاکہ دینِ اسلام کو ترک کر دیں، لیکن آپ ثابت قدم رہے اور حبشہ ہجرت کر گئے۔ بدر اور دیگر غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ثابت قدم رہے اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار میان سے باہر نکالی۔ آپ کا چہرہ سفید، قد لمبا، گوشت کم، بال زیادہ ہلکے رخسار تھے۔ ۳۶ھ میں جنگِ جمل کے دن شہید ہوئے۔ آپ کی عمر شریف چونسٹھ (۶۴) سال تھی۔ وادی السباع میں دفن کیے گئے۔ پھر آپ کو بصرہ میں لایا گیا جہاں آپ کی قبر مشہور ہے۔ ابن جرموز نے جو کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا۔ آپ کو نماز کی حالت میں شہید کیا اور آکر حضرت علی مرتضیٰ کو کہا کہ آپ کو زبیر کے قتل کی خوش خبری ہو۔ امیر المومنین نے فرمایا تجھے بھی دوزخ کی آگ کی خوش خبری ہو۔ آپ کے شہید کیے جانے کا واقعہ کتب حدیث و سیر میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱۷) حضرت زید بن سہل ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت عقبہ میں ستر افراد کے ساتھ حاضر ہوئے بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں بھی حاضر ہوئے۔ آپ حضرت انس ابن مالک کی والدہ حضرت ام سلیم کے شوہر تھے اور مشہور تیر انداز۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لشکر میں ابوطلحہ کی آواز ایک جماعت سے بہتر ہے۔ ایک روایت میں ہے سو افراد اور ایک دوسری روایت میں ہے ہزار افراد سے بہتر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اور حضرت ابوعبیدہ کو بھائی بھائی بنا دیا۔ حضرت ابوطلحہ انصار کے نمائندے اور ان کے اصحاب ثروت میں سے تھے۔ ان کے فضائل بہت ہیں۔

(۱۸) حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانِ مبارک میں قرآن پاک کو جمع کرنے والوں (یعنی حفاظ) میں سے ایک ہیں۔ حضرت انس کے چچا ہیں۔ جیسے کہ گزشتہ باب میں گزرا، بدر میں حاضر ہوئے اور سعد قاری کے نام سے مشہور تھے۔

(۱۹) حضرت سعد بن مالک زہری یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کے والد ابو وقاص کا نام مالک ہے۔ حضرت سعد زہری قریشی اور قدیم الاسلام ہیں۔ سترہ سال اور بقول بعض انیس سال کی عمر میں حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں تیسرے نمبر پر اسلام لانے والا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں سب سے پہلا تیر چلانے والا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احد کے دن اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا تیر پھینکو ہمارے والدین تم پر فدا ہوں۔ حضرت سعد کا قد چھوٹا، جسم گٹھا ہوا، سر بڑا، انگلیاں سخت، رنگ گندمی، ناک پست، بدن پر بالوں کی کثرت، مدینہ طیبہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام عقیق میں واقع اپنے گھر میں رحلت فرمائی۔ پھر انھیں مدینہ منورہ میں لے جا کر جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ یہ ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں حضرت امیر معاویہ کے عہد کا واقعہ ہے۔ آپ کی عمر شریف ستر سال سے کچھ اوپر تھی۔ بعض نے کہا بیاسی سال تھی۔ حضرت سعد عشرہ مبشرہ میں سے سب سے آخر میں رحلت کرنے والے صحابی ہیں۔ آپ کے ہاتھ پر عجم کے ممالک فتح اور آپ کی کوشش سے شاہان ایران کی بنیاد منہدم ہو گئی۔ آپ کے

مناقب بہت ہیں۔

(۲۰) حضرت سعد بن خولہ قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقطے والی خاء پر زبر، واؤ ساکن، بنو عامر بن لوی سے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے حلیف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ یمن سے ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ عجمی ہیں اور فارس سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ حبشہ کے مہاجرین میں سے تھے جنھوں نے دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف کی، بعض علماء کہتے ہیں کہ بدر میں حاضر ہوئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

(۲۱) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، نون پر پیش، فاء پر زبر اور یاء ساکن قریشی۔ آپ کی کنیت ابوالاعور ہے۔ آپ قریشی عدوی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق کے بہنوئی اور قدیم الاسلام ہیں۔ دارِ ارقم میں آنے سے پہلے اسلام لائے۔ تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے غزوۂ بدر میں حضرت طلحہ ابن عبید اللہ کے ساتھ تھے جو قریش کے قافلے کی اطلاع حاصل کرنے کیلیے گئے تھے گندم گوں رنگ اور دراز قد تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پندرہ واسطوں سے کعب بن لوی میں جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ بیس سال کی عمر میں اسلام لائے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عمر فاروق نے مجھے اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت خطاب اپنے بھائی عمر بن خطاب سے پہلے اسلام لائیں۔ حضرت سعید کا انتقال مدینہ طیبہ کے قریب مقام عقیق میں ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ستر سال سے کچھ زیادہ تھی۔ بعض نے کہا اسی سال سے زیادہ تھی بعض نے کہا کہ آپ کی وفات کوفہ میں ہوئی۔ آپ کے والد زید بن عمرو بن نفیل نے دورِ جاہلیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین اختیار کیا اور مشرکین کے ذبیحوں سے اجتناب کرتے تھے۔ وحی کے نازل ہونے سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی انھیں موحد الجاہلیۃ (دورِ جاہلیت کے موحد) کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ نبی تھے جو مخلوق کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ان کے احوال ذکر کیے گئے ہیں۔

(۲۲) حضرت سہل سین پر زبر ہاء ساکن ابن حنیف، بے نقطہ حاء پر پیش، نون پر زبر اور یاء ساکن الانصاری، بدر، احد اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے۔ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کے ساتھ صحبت رکھی۔ امیر المؤمنین نے انھیں مدینہ منورہ کا خلیفہ اور ملک فارس کا والی بنایا۔ کوفہ میں ۳۸ھ میں وفات پائی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۲۳-۲۴) حضرت ظہیر بن رافع انصاری اور ان کے بھائی رضی اللہ عنہما، ظہیر نقطے والی ظاء پر پیش ان کے بھائی حضرت خدیج بن رافع ہیں۔ دونوں اہلِ بدر میں سے ہیں۔ بدر اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے ابن عبد البر، ابن اسحاق سے حکایت کرتے ہیں کہ حضرت ظہیر بدر میں حاضر نہیں ہوئے۔ آپ حضرت رافع

بن خدیج کے چچا اور اسید بن ظہیر کے والد ہیں ۔ ان کے ذکر میں اوزاعی منفرد ہیں ۔

(۲۵) حضرت عبداللہ بن مسعود ہُذَلی ہا پر پیش، ذال پر زبر، حضرت عبداللہ بن مسعود بن غافل نقطے والی غین کے ساتھ منسوب ہیں۔ ہذلیہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مظہر کی طرف ۔ بنو زہرہ کے حلیف، اولین سابقین میں سے اور قدیم الاسلام ہیں ۔ دارِ ارقم میں آنے سے پہلے اسلام لائے ۔ بعض علماء نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ زمانہ پہلے اسلام لائے، حبشہ کی طرف ہجرت کی ۔ بدر اور اس کے بعد غزوات میں حاضر ہوئے، دو قبلوں کی طرف نماز ادا کی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور فرمایا: ہم امت کے لیے ہر اس چیز پر راضی ہیں جس سے ابن ام عبد (ابن مسعود) راضی ہوں اور اس چیز سے ناراض ہیں جس سے وہ ناراض ہیں، ان کے مناقب بہت ہیں ۔ ان میں سے کچھ گزشتہ باب میں گزر چکے ہیں ان کا قد اس قدر چھوٹا تھا کہ ان کا کھڑا ہونا دوسروں کے بیٹھنے کے قریب تھا ۔ رنگ گہرا گندم گوں، نحیف الجسم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کوفہ کے قاضی اور بیت المال کے والی مقرر کیے گئے ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک اس منصب پر فائز رہے ۔ پھر اُن کے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے درمیان پیدا ہونے والے اختلاف کی بناء پر مدینہ طیبہ آ گئے اور ۳۲ھ میں رحلت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے ۔ عمر شریف ساٹھ سال سے کچھ اوپر تھی کہتے ہیں کہ نوے ہزار دینار ترکہ چھوڑا، غلام اور چار پائے اس کے علاوہ تھے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ان سے چاروں خلفاء اور دیگر صحابہ کرام اور تابعین نے ان سے روایت کی ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ زہرہ ابن کلاب کی اولاد میں سے تھے ۔ آپ کا سلسلہ نسب چھ واسطوں سے کلاب ابن مرہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے ۔ دورِ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبہ تھا ۔ عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے، قدیم الاسلام تھے ۔ حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے ۔ ان کی والدہ بھی شرفِ اسلام سے مشرف ہوئیں ۔ دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی ۔ بدر اور دیگر تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے ۔ اُحد کے دن ثابت قدم رہے ۔ انھیں بیس سے زیادہ زخم لگے ۔ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے (ایک رکعت) نماز ادا کی اور جو باقی رہ گئی اسے بعد میں پورا کیا، جیسے مسبوق کا حکم ہے ۔ غزوۂ تبوک میں حاضر نہیں ہوئے اس کی تلافی یوں کی کہ پہلے چار ہزار درہم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کیے پھر چالیس ہزار دینار خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کے راستے میں مجاہدین کو پانچ سو گھوڑوں پر سوار کیا ۔ اس کے بعد پانچ سو اونٹ سواری کے لیے دیئے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد امہات المؤمنین کی خدمت کی ۔ ان کے اموال کا اکثر حصہ تجارت سے تھا ۔ ان کے مناقب بہت ہیں ۔

وہ دراز قد، نرم جلد والے اور سرخ و سفید رنگت والے تھے ۔ پاؤں میں تیر لگنے کی بناء پر لنگڑاہٹ پیدا

ہو گئی تھی۔ وہ مالدار ترین صحابہ کرام میں سے تھے۔ ہجرت کے وقت فقیر تھے یہ تمام خیر و برکت انھیں مدینہ طیبہ میں ملی تھی۔ وفات کے وقت آپ کی چار بیویاں تھیں۔ان میں سے ہر ایک کا حصہ ترکہ کا بتیسواں حصہ تھا اس حصے کے بدلے اسی ہزار درہم یا دینار پر صلح ہو گئی (یعنی ہر ایک بیوی کو اتنی رقم ملی) انھوں نے رحلت کے وقت اصحابِ بدر میں سے ہر ایک کے لیے چار سو دینار کی وصیت کی۔ ان کا ترکہ ایک ہزار ساٹھ افراد پر تقسیم کیا گیا۔ ہر ایک کو اسی ہزار درہم ملے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے عبدالرحمٰن بن عوف دیکھا کہ وہ جنت میں جا رہے ہیں اور بچے کی طرح سرین پر گھسٹ رہے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے ان سے یہ حدیث سنی تو شام سے آیا ہوا تمام قافلہ جو سات اونٹ پر مشتمل تھا مع پالان اور اس پر ڈالنے والے کپڑوں کے جنت میں داخل ہونے کی بشارت کے شکرانے یا گھسٹنے سے بھی جانے والی کمزوری کے ازالے کے لیے صدقہ کر دیا۔

وہ ظہر سے پہلے طویل نماز ادا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ وفات کے وقت بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمانے لگے: میرے پاس دو سخت مزاج فرشتے آئے اور کہنے لگے انھیں عزیز اور امین حاکم کے پاس لے چلو، اتنے میں دو اور فرشتے آ گئے انھوں نے پوچھا کہ انھیں کہاں لے جا رہے ہو؟ پہلے فرشتوں نے کہا کہ عزیز اور امین حاکم کے پاس لے جا رہے ہیں، دوسرے فرشتوں نے کہا انھیں چھوڑ دو جب یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے تو ان کی سعادت بقت لے جا چکی ہے۔ اس حدیث کو ابونعیم اور ابن عساکر نے روایت کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے حضرت عثمان غنی کی خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔ جب ان کی رحلت ہوئی تو حضرت علی مرتضیٰ نے ابن عوف کی چادر کو فرمایا کہ تو نے صاف پانی پیا اور گدلا نہ دیکھا۔ ان کے مناقب بہت ہیں۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ عجیب ہے جو ہم نے اسماء رجال میں نقل کیا ہے۔

(۲۷) حضرت عبیدہ عین پر پیش ابن حارث قریشی رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابوالحارث ہے۔ بعض نے کہا ابومعاویہ عبیدہ ابن حارث، بعض نے کہا ابومعاویہ عبیدہ ابن حارث بن المطلب ابن عبد مناف، عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال بڑے تھے۔ دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے دو بھائیوں طفیل اور حصین کے ہمراہ ہجرت کی۔ بدر کے دن ولید بن عتبہ کو للکارا۔ ان کے درمیان تلواروں کے دو وار ایک دوسرے پر کیے گئے اور اسی زخم سے شہید ہو گئے۔ ولید بھی اسی دن مارا گیا۔ ان سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

(۲۸) حضرت عبادہ عین پر پیش اور باء مخفف ابن صامت انصاری رضی اللہ عنہ انصار کے نقیب (نمائندے) تھے۔ پہلی اور دوسری بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے۔ بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآنِ پاک کو جمع (یاد) کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ دراز قد، جسیم اور خوبصورت تھے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔ اس کے بعد فلسطین میں مقیم ہو گئے۔ رملہ اور بقول بعض بیت المقدس میں ۳۴ھ میں وفات پائی۔ بہتر سال (۷۲) عمر شریف تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے زمانے تک حیات رہے۔

(۲۹) حضرت عمرو بن عوف، بنو عامر بن لوی کے حلیف، لوئی لام پر پیش، ہمزے پر زبر، یاء مشدد بغیر ہمزے کے (واؤ کے ساتھ) بھی پڑھتے ہیں۔ بدر میں حاضر ہوئے، مدینہ طیبہ میں مقیم ہوئے اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی کہ آپ نے فرمایا ہمیں تم پر فقر کا خوف نہیں لیکن ہمیں دینا روں کی زیادتی کا خوف ہے رضی اللہ عنہ۔

(۳۰) حضرت عقبہ ابن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ ابو مسعود انصاری بدری مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے اور یہ سب سے کم عمر تھے۔ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ بدر کی طرف ان کی نسبت رہائش کے اعتبار سے ہے نہ کہ غزوۂ بدر میں حاضر ہونے کی بناء پر۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے بعد ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں انتقال ہوا۔

(۳۱) حضرت عامر بن ربیعہ عنزی رضی اللہ عنہ۔ عنزی بے نقطہ عین اور نون پر زبر، یہ نسبت ہے عنزہ کی طرف جو ان کے اجداد میں سے تھے۔ جامع الاصول میں الغوی ہے نقطے والی غین کے ساتھ۔ وہ بنی عدی کے حلیف تھے لہٰذا ان کی نسبت میں عدوی بھی واقع ہے۔ کاشف میں ہے کہ وہ آلِ خطاب کے حلیف تھے انھوں نے دو ہجرتیں کیں (ایک حبشہ، دوسری مدینہ طیبہ) بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق سے پہلے اسلام لائے۔ ۳۲ھ یا ۳۳ھ یا ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں وفات پائی۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور دوسرا قول کاشف کے اس بیان کے موافق ہے کہ حضرت عثمان غنی سے پہلے فوت ہوئے۔

(۳۲) حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے مشرکوں کے بڑے آدمی کو قتل کیا تھا اس لیے (آپ کی شہادت کے بعد) انھوں نے چاہا کہ ان کا سر کاٹ لیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی تھی کہ مشرک کا ہاتھ ان تک نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کو بھیج دیا جنھوں نے مشرکوں کے ہاتھ سے ان کی حفاظت کی جب رات ہوئی تو سیلاب آیا اور ان کی نعش مبارک کو بہا کر لے گیا۔ یہ واقعہ غزوہ رجیع میں پیش آیا۔ آپ عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۳۳) عُوَیم بے نقطہ عین پر پیش، واؤ پر زبر اور یاء ساکن ابن ساعدہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقبہ کی دونوں بیعتوں بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں انتقال کر گئے۔ بعض علماء نے کہا کہ حضرت عمر فاروق کی خلافت میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ صحیح یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حیات تھے۔ ان سے حضرت عمر فاروق نے روایت کی۔ ان کی عمر پینسٹھ یا چھیاسٹھ سال تھی۔

(۳۴) حضرت عتبان عین کے نیچے زیر، تاء ساکن اس کے بعد واؤ ابن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ان سے حضرت انس بن مالک اور محمود بن ربیع نے روایت کی وہ نابینا تھے، صحیح بخاری میں ہے کہ انھوں نے مسجد میں نہ آنے کا عذر بیان کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور وہاں نماز ادا فرمائی تاکہ وہ اپنے لیے اس جگہ کو جائے نماز بنالیں۔ حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

(۳۵) حضرت قدامہ قاف پر پیش، بے نقطہ دال مخفف ابن مظعون میم پر زبر اور نقطے والی ظاء ساکن اس کے بعد عین، قریشی ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ماموں ہجرت کرکے حبشہ گئے تھے بدر اور تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ حضرت عمر بن خطاب نے انھیں بحرین کا گورنر مقرر فرمایا پھر انھیں معزول کر دیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر ان سے روایت کرتے ہیں۔ اسی سال کی عمر میں ۳۶ھ میں وفات پائی۔

(۳۶) حضرت قتادہ ابن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ بدر میں حاضر ہوئے۔ مشہور قتادہ تابعی دوسرے ہیں وہ بصری ہیں وہ نابینا تھے اور اپنے زمانے کے وسیع ترین حافظے والے شخص تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے سنا وہ مجھے نہیں بھولا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں اور ان سے حضرت حسن بصری اور سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں۔

(۳۷) حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ جموح جیم پر زبر اور آخر میں بے نقطہ حاء انصاری ہیں بیعت عقبہ اور بدر میں حاضر ہوئے۔ وہ اور ان کے والد عمرو بن الجموح حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

(۳۸، ۳۹) معوذ میم پر پیش، عین پر زبر اور مشدد واؤ کے نیچے زیر ابن عفراء بے نقطہ عین پر زبر اور فاء ساکن اور آخر میں الف ممدودہ اور ان کے بھائی معاذ بن عفراء دونوں اہل بدر میں سے ہیں۔ عفراء ان کی والدہ کا نام ہے، ان کے والد کا نام الحارث بن رفاعہ انصاری ہے۔ معوذ، ابوجہل لعین کے قاتل ہیں۔ بدر کے دن اپنے بھائی کی امداد سے اسے قتل کیا۔ اس کے بعد حضرت معوذ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے اور معاذ باقی رہے اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ سوائے ان غزوات کے جن میں اللہ تعالیٰ کو شرکت منظور نہیں تھی، ان کے ایک اور بھائی تھے جن کا نام عوف تھا وہ بھی بدر میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۴۰) حضرت مالک بن ربیعہ راء پر زبر ابو اسید انصاری ہمزے پر پیش، سین پر زبر یاء ساکن، بعض علماء نے ہمزے پر زبر اور سین کے نیچے زیر بیان کی ہے رضی اللہ عنہ۔ ابو اسید حضرت مالک بن ربیعہ کی کنیت ہے اور کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں۔ بدر، احد اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے، ان سے حضرت انس بن مالک اور ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی اور ۶۰ھ میں ستتر (۷۷) سال کی

عمر میں فوت ہوئے اور وہ اصحابِ بدر میں سے وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۱) حضرت مسطح میم کے نیچے زیر، بے نقطہ سین ساکن، بے نقطہ طاء پر زبر اور آخر میں بے نقطہ حاء، ابن اثاثہ ہمزے پر پیش اور دو ثاء تین نقطوں والی کے تنہا مثہ۔ ابن عباد عین پر زبر اور ایک نقطے والی باء مشدد ابن عبد المطلب بن عبد مناف رضی اللہ عنہ۔ بدر، احد اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے وہی واقعہ افک میں حضرت عائشہ کے بارے میں کہا جو کہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں کہنے والوں کو کوڑے لگوائے تو انھیں بھی کوڑے لگوائے ۳۴ھ میں چھپن (۵۶) سال کی عمر میں فوت ہوئے (وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے ۱۲ مولوی امیر علی۔

(۴۲) حضرت مرارہ میم پر پیش ابن ربیع لفظ خریف کے وزن پر اور معنیٰ اس کی ضد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر میں حاضر ہوئے یہ ان تین صحابہ کرام میں سے ہیں جو غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہو سکے، ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت کعب بن مالک ہیں اور دوسرے ہلال بن امیہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس سلسلے میں قرآنِ پاک کی آیات نازل فرمائیں۔ اسی لیے اس سورت کا نام سورۂ توبہ ہے۔

(۴۳) حضرت معن میم پر زبر ابن عدی انصاری عین پر زبر بے نقطہ دال کے نیچے زیر اور یاء مشدد، بنو عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ اسی لیے انھیں انصاری کہا جاتا ہے۔ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے۔ بیعتِ عقبہ میں بھی حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اور حضرت عمر بن خطاب کے بھائی حضرت زید بن خطاب کو بھائی بنایا یہ دونوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یمامہ کے دن شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۴۴) حضرت مقداد بن عمرو الکندی کاف کے نیچے زیر، نون ساکن، حلیفِ بنی زُہرہ بنو زہرہ کے حلیف تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں مقداد بن اسود بھی کہتے ہیں۔ کندی اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے والد عمرو قبیلہ کندہ کے حلیف تھے۔ اس لیے انھیں کندی کہتے ہیں۔ وہ خود اسود بن عبد یغوث زہری کے حلیف تھے۔ اس لیے انھیں زہری کہتے ہیں۔ اسی بناء پر انھیں ابن الاسود بھی کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ نے اسود سے نکاح کیا تھا اور یہ ان کی گود میں تھے۔ اس لیے ابن الاسود کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اسود کے غلام تھے اور اس نے انھیں بیٹا بنا لیا تھا۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ قدیم الاسلام تھے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ چھٹے نمبر پر اسلام لائے تھے۔ ان کا شمار اہلِ حجاز میں ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلاء، نجباء، عمدہ ترین اور اکابر صحابہ کرام میں سے تھے۔ ان سے حضرت علی مرتضیٰ، طارق بن شہاب اور دیگر حضرات نے روایت کی۔ مدینہ منورہ سے تین میل دور واقع مقام جرف میں وفات پائی اور انھیں مدینہ طیبہ جنت البقیع میں لا کر دفن کیا گیا، یہ ۳۳ھ کی بات ہے اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۴۵) حضرت ہلال بن امیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تین صحابہ کرام میں سے ہیں جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ انھوں نے اپنی بیوی کو قذف کیا (ان پر زنا کا الزام عائد کیا) پھر لعان کیا۔ بدر میں حاضر ہوئے، ان سے حضرت جابر بن عبداللہ اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی۔

باب

یمن، شام اور اویس قرنی کا ذکر

یمن پہلے دو حرفوں پر زبر، ان شہروں کو کہتے ہیں جو کعبہ مقدسہ سے دائیں جانب واقع ہیں یَمَنِیٌّ، یَمَانٍ اور یَمَانِیٌّ یاء کی تخفیف کے ساتھ یمن کی طرف منسوب بعض نے یاء مشدد بھی بیان کی ہے اور شام ان شہروں کو کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف سے بائیں جانب واقع ہیں۔ اَلشَّامُ بائیں جانب کو کہتے ہیں کہ جیسے اَلْیُمْنُ دائیں جانب کو کہتے ہیں۔ شام ہمزے کے ساتھ اور اس کے بغیر دونوں طرح آیا ہے۔ قَرَن قاف اور راء کی زبر کے ساتھ یمن کا ایک شہر ہے لیکن وہ قرن جو اہل نجد کا میقات ہے راء ساکن کے ساتھ ہے۔ جوہری نے راء کو متحرک قرار دے کر خطا کی ہے اور اویس قرنی کی اس قرن کی طرف نسبت کرنے میں بھی خطا کی ہے۔ کیونکہ اویس منسوب ہیں قرن بن ردمان بن ناجیہ ابن مراد کی طرف جو ان کے اجداد میں سے ہیں۔ اسی طرح صاحب قاموس نے کہا ہے۔

الفصل الاوّل

۶۰۰۳ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا یَّاْتِیْکُمْ مِنَ الْیَمَنِ یُقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ لَا یَدَعُ بِالْیَمَنِ غَیْرَ اُمٍّ لَہٗ قَدْ کَانَ بِہٖ بَیَاضٌ فَدَعَی اللّٰہَ فَاَذْھَبَہٗ اِلَّا مَوْضَعَ الدِّیْنَارِ اَوِ الدِّرْھَمِ فَمَنْ لَقِیَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ وَفِیْ

پہلی فصل

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک ایک شخص تمھارے پاس یمن کی طرف سے آئے گا جسے اُویس کہا جاتا ہے وہ یمن میں سوائے اپنی والدہ کے کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ اس کے جسم پر سفیدی تھی[1] اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کریم نے وہ سفیدی دُور کر دی۔ سوائے ایک دینار یا ایک درہم کی

رِوَايَةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ اُوَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جگہ کے تم میں سے جو اسے ملے تو چاہیے کہ وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں[۳] اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تابعین میں سے بہترین وہ ایک مرد ہے جسے اُویس کہا جاتا ہے اس کی والدہ ہے اور اس کے جسم پر سفیدی تھی تم انھیں کہو کہ وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں (مسلم)

[۱] یعنی برص کی

[۲] یہ راوی کو شک ہے، ایک روایت میں ہے کہ یہ بھی ان کی دعا سے تھا۔ انھوں نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! میرے جسم میں کچھ سفیدی چھوڑ دے تاکہ اس کے ذریعے تیری نعمت کو یاد کرتا رہوں۔

[۳] یعنی ملاقات کرنے والا شخص ان سے درخواست کرے کہ اس کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

[۴] اس حدیث میں اہلِ خیر وصلاح (اولیائے کرام) سے دعا کا طلب کرنا ثابت ہے اگرچہ طلب کرنے والا افضل ہو۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات حضرت اویس کا دل خوش کرنے کے لیے فرمائی اور ان لوگوں کا وہم دُور کیا جنھوں نے خیال کیا کہ اویس قرنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل نہیں کیا اور وہ پیچھے رہ گئے۔ اس لیے کہ وہ والدہ محترمہ کے خیال اور ان کی خدمت کرنے کی بنا پر یہ سعادت حاصل نہ کرسکے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اویس بہترین تابعین میں سے ہیں، اور اس جگہ ان کی واضح فضیلت منقبت اور عظیم فضیلت کا اظہار ہو رہا ہے۔ امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ تابعین میں سے افضل حضرت سعید بن مسیّب ہیں، ان کا افضل ہونا علوم اور احکام شریعت کی معرفت کی بنا پر ہے اور یہ اس بات کے منافی نہیں حضرت اویس کے افضل اور اعلیٰ ہونے کے بایں معنیٰ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ثواب زیادہ ہے۔ قاموس میں ہے کہ اویس بن عامر ساداتِ تابعین (تابعین کے سرداروں) میں سے ہیں ہوسکتا ہے کہ حدیث شریف کے الفاظ کا بھی یہی مطلب ہو۔

یاد رہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شان میں متعدد احادیث اور آثار وارد ہیں جنھیں امام سیوطی نے جمع الجوامع میں ذکر کیا ہے۔ اگرچہ گفتگو طویل ہو جائے گی تاہم ہم نے ان کا ترجمہ کردیا ہے۔ اس لیے کہ اولیاء کرام کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اسیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس یمن کے لوگ حاضر ہوتے تو آپ پوچھتے کیا تم میں اویس بن عامر ہیں؟ یہاں تک کہ ان میں حضرت اویس بھی پہنچ گئے، حضرت فاروق اعظم نے پوچھا کیا آپ اویس بن عامر ہیں۔ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں! میں اویس بن عامر ہوں۔ فرمایا: کیا آپ قبیلہ مراد پھر قرن سے

ہیں۔ انھوں نے عرض کیا جی ہاں ایسے ہی ہے۔ فرمایا: آپ کو برص کی بیماری تھی جو درست ہو گئی۔ سوائے ایک درہم کی جگہ کے؟ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: کیا آپ کی والدہ موجود ہیں۔ عرض کیا: جی ہاں! حضرت عمر فاروق نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اویس بن عامر تمھارے پاس یمن کے وفد کے ساتھ آئیں گے، وہ قبیلہ مراد پھر قرن سے ہوں گے، ان کو برص کی بیماری تھی پھر وہ تندرست ہو گئے سوائے ایک درہم کی جگہ کے، ان کی والدہ موجود ہیں جن کی وہ خدمت کرتے ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دے گا، اگر تم سے ہو سکے تو ان سے دعائے مغفرت طلب کرنا۔ لہٰذا اے اویس! آپ میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔ انھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا مجھ ایسا آدمی آپ کے لیے دعائے مغفرت کرے؟ فرمایا: آپ ضرور میرے لیے دعائے مغفرت کریں چنانچہ حضرت اویس نے حضرت فاروق اعظم کے لیے دعائے مغفرت کی، حضرت فاروق اعظم نے فرمایا: آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ کہنے لگے میں کوفہ جانا چاہتا ہوں، فرمایا: آپ کے لیے کوفہ کے گورنر کے نام کوئی مکتوب لکھ دوں کہنے لگے کہ میرے نزدیک بات زیادہ محبوب ہے کہ میں پیچھے رہنے والے لوگوں میں رہوں۔

آئندہ سال یمن کا ایک معزز آدمی حج کے لیے آیا اور اس نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی حضرت عمر نے اس سے حضرت اویس کا حال معلوم کیا اور پوچھا کہ ان کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: میں نے انھیں اس حال میں چھوڑا کہ ان کے کپڑے پرانے اور سامان معمولی تھا۔ حضرت عمر نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی۔ وہ شخص حضرت اویس کے پاس آیا اور درخواست کی کہ میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیں کہنے لگے آپ میرے لیے دعائے مغفرت کریں کیونکہ آپ مبارک سفر سے آئے ہیں۔ اس شخص نے حضرت عمر فاروق کی حدیث سنائی اور دوبارہ درخواست کی کہ میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ چنانچہ حضرت اویس نے اس کے لیے دعائے مغفرت کی، پس لوگوں نے حضرت اویس کو پہچان لیا اور ان کے حال کی حقیقت جان لی، آپ وہ جگہ ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ روایت ابن سعد نے طبقات میں، ابو عوانہ، رویانی اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کی۔

اسیر بن جابر سے ایک دوسری روایت بھی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک محدث تھے، جو ہمیں حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ جب وہ درس حدیث سے فارغ ہوئے تو کچھ لوگ اٹھ کر چلے جاتے اور کچھ اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ اس جماعت میں ایک شخص تھا جو ایسی گفتگو کرتا تھا کہ میں نے کسی کو وہ کلام کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ میں اس شخص کے پاس آتا تھا، ایک دن وہ شخص غائب ہو گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ کیا آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں؟ جو ہمارے ساتھ بیٹھتا تھا اور ایسی ایسی باتیں کرتا تھا۔ ایک شخص نے کہا: میں اسے پہچانتا ہوں وہ اویس قرنی ہیں۔ میں نے پوچھا تمھیں ان کے گھر کا پتہ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں جانتا ہوں چنانچہ میں نے اس شخص کے ہمراہ جا کر ان کے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اویس حجرے سے باہر آئے

میں نے پوچھا بھائی جان! آپ کو ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے منع کیا؟ فرمایا برہنہ ہونے نے، ان کے ساتھی ان سے تمسخر کرتے تھے اور انھیں رنجیدہ کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ چادر لے لیں اور پہن لیں، کہنے لگے اس طرح نہ کرو اس لیے کہ جب میرے ساتھی یہ کپڑا میرے جسم پر دیکھیں گے تو میرا دل دکھائیں گے۔ میں نے اصرار کیا تو انھوں نے وہ کپڑا پہن لیا اور باہر تشریف لے آئے ساتھیوں نے دیکھا تو کہنے لگے یہ کپڑا کس کو دھوکہ دے کر حاصل کیا ہے؟ اور کسے لوٹا ہے؟ فرمانے لگے دیکھ رہے ہو کہ کیا کہتے ہیں، میں نے کہا کہ تم لوگ ان سے کیا چاہتے ہو اور انھیں کیوں اذیت دیتے ہو؟ آدمی کے پاس کبھی کپڑا نہیں ہوتا اور کبھی اسے کپڑا مل جاتا ہے میں نے زبانی گفتگو کے ذریعے ان پر سخت گرفت کی۔

مشیت الٰہی سے کوفہ کے کچھ لوگ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جو حضرت اویس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: کیا اس جگہ کوئی شخص اہل قرن میں سے ہے؟ حاضرین نے اس شخص کو پیش کیا جو حضرت اویس کا تمسخر اڑایا کرتا تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بیان کی جو انھوں نے حضرت اویس کے بارے میں سنی تھی اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ تمھارے پاس کوفہ میں آگئے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ایسا شخص ہمارے درمیان نہیں ہے اور ہم اسے نہیں پہچانتے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا ہاں ضرور ایسا شخص ہے یعنی بظاہر ناقابل توجہ اور حقیر۔ اس شخص نے کہا کہ ہمارے ہاں اویس نام کا ایک شخص ہے جس سے ہم تمسخر اور دل لگی کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: ان سے ملاقات کرو اور میں نہیں دیکھتا کہ تم انھیں پا سکو گے۔ وہ شخص اپنے اہل وعیال کے پاس جانے سے پہلے حضرت اویس کے پاس آیا۔ حضرت اویس نے اسے فرمایا: تمھارا میرے ساتھ یہ معاملہ کس بناء پر ہے (کہ اپنے گھر جانے سے پہلے میرے پاس چلے آئے) اس نے کہا: میں نے امیر المومنین عمر فاروق سے آپ کی تعریف سنی ہے۔ انھوں نے آپ کے بارے میں اس اس طرح فرمایا ہے۔ اے اویس! مجھے بخش دیجیے جو کچھ تمسخر اور بے ادبی آپ سے کی ہے اور میرے لیے دعائے مغفرت کیجیے۔ انھوں نے فرمایا ایک شرط پر دعائے مغفرت کرتا ہوں کہ تم نے جو کچھ عمر فاروق سے سنا ہے کسی کو نہیں بتاؤ گے۔ اس کے بعد اس شخص کے لیے دعا کی۔ اسیر ابن جابر راوی کہتے ہیں کہ اس خبر کے بعد حضرت اویس کا راز کوفہ میں فاش ہو گیا۔ یہ واقعہ ابن سعد نے طبقات میں، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں یحییٰ ابن سعید، حضرت سعید بن مسیب سے اور وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے عمر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں دل وجان سے حاضر ہوں مجھے گمان ہوا کہ مجھے کسی کام کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا ہماری امت میں ایک شخص ہوں گے جنھیں اویس قرنی کہیں گے، ان کے جسم میں بیماری پیدا ہو گی وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو وہ کریم اسے دور فرما دے گا مگر کچھ نشان ان کے پہلو میں باقی رہے جب اسے دیکھیں گے تو

اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے، جب تم ان سے ملاقات کرو تو انھیں ہمارا سلام کہنا، انھیں کہنا کہ تمھارے لیے دعا کریں کیونکہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مکرم ہیں اور اس کے نزدیک بڑا مقام رکھتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سچا کر دے گا۔ وہ ربیعہ اور مضر قبیلوں کی مثل کی شفاعت کریں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے نہیں ملے، پھر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے نہیں ملے پھر میں انھیں اپنی زندگی میں تلاش کرتا رہا اور مختلف ممالک سے جو دوست آئے تھے ان سے پوچھتا کہ کوئی شخص قبیلہ مراد کا ہے؟ یا تمہیں قبیلہ قرن کا کوئی شخص ہے جس کا نام اویس ہے۔ قبیلہ قرن کے ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین! وہ میرے چچا کا بیٹا ہے، آپ جس شخص کے بارے میں پوچھ رہے ہیں وہ تو معمولی اور حقیر ہے، وہ اس لائق نہیں کہ آپ جیسی شخصیت اس کے بارے میں دریافت کرے۔ میں نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تو ان کے بارے میں ہلاک ہونے والوں میں سے ہو۔

میں یہی بات کر رہا تھا کہ اچانک ایک اونٹ نمودار ہوا جس کا پالان پرانا اور اس پر پھٹے کپڑوں والا ایک شخص سوار تھا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہی شخص اویس ہے۔ میں نے کہا اے بندۂ خدا! کیا تو ہی اویس قرنی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں سلام کہتے ہیں۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو اور اے امیر المومنین! آپ پر بھی سلام ہو۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ اس کے بعد میں ہر سال ان سے ملاقات کرتا، یعنی حج کے موقع پر، پس میں اپنے احوال اور اسرار انھیں بیان کرتا اور وہ مجھے بیان کرتے۔ یہ حدیث ابوالقاسم عبدالعزیز ابن جعفر خرقی نے اپنے فوائد میں، خطیب اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بیان کی۔

ایک اور روایت میں حضرت حسن بصری سے ہے کہ جب قبیلہ قرن کے لوگ حج کے موقع پر آئے، تو امیر المومنین عمر فاروق نے ان سے پوچھا کہ کیا تمھارے درمیان وہ شخص ہے جس کا نام اویس ہے؟ ان میں سے ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! آپ اس سے کیا چاہتے ہیں؟ وہ ایسا شخص ہے جو ویرانوں میں رہتا ہے اور انسانوں میں نہیں آتا، فرمایا اسے ہمارا سلام پہنچانا اور انھیں کہنا کہ ہم سے ملاقات کریں۔ اس شخص نے حضرت عمر فاروق کا پیغام پہنچا دیا، تو حضرت اویس حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم ہی اویس ہو؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں! امیر المومنین۔ آپ نے فرمایا: تمھارے جسم پر برص کی سفیدی تھی۔ تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اسے دور کر دے پھر تم نے دعا کی کہ اس کا کچھ حصہ باقی رہے۔ انھوں نے عرض کیا جی ہاں! امیر المومنین! آپ کو کس نے خبر دی؟ فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ میرے لیے دعا کریں۔ چنانچہ حضرت اویس نے حضرت عمر فاروق کے لیے دعا کی، انھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے حال کو پوشیدہ رکھیں

اور مجھے واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت اویس ہمیشہ لوگوں سے پوشیدہ رہے یہاں تک کہ نہاوند کے دن شہید ہو گئے، اسے ابنِ عساکر نے روایت کیا۔

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے منیٰ میں منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا اے اہلِ قرن! تو اس قبیلے کے بوڑھے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے امیر المؤمنین! ہم ہیں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کیا قرن میں کوئی ایسا شخص ہے جس کا نام اویس ہے؟ ایک بوڑھے نے کہا: اس نام کا صرف ایک دیوانہ ہے جو جنگلوں اور ریگستان میں رہتا ہے۔ نہ تو کسی کو اس کے ساتھ محبت ہے اور نہ ہی وہ کسی کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: مجھے ان ہی کی تلاش ہے جب قرن میں جاؤ تو انھیں تلاش کر کے ہمارا سلام پہنچاؤ اور انھیں کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمھارے بارے میں بشارت دی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچاؤں۔ جب وہ لوگ قرن میں پہنچے تو انھیں تلاش کیا، چنانچہ وہ ریگستان میں پڑے ہوئے مل گئے۔ ان لوگوں نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا، کہنے لگے امیر المؤمنین نے مجھے اور میرے نام کو مشہور کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر سلام ہو اور وادی حیرت و سرگردانی میں نکل گئے۔ اس کے بعد ان کا کوئی نشان نہ ملا، یہاں تک کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دنوں میں واپس آئے اور ان کے سامنے جہاد کیا اور جنگ صفین میں شہید ہو گئے، اسے ابنِ عساکر نے روایت کیا۔

صعصعہ ابنِ معاویہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب کے پاس اہلِ کوفہ کا وفد آتا تو ان سے پوچھتے کہ کیا تم اویس بن عامر کو پہچانتے ہو؟ تو وہ کہتے: ہم اس نام کے آدمی کو نہیں پہچانتے۔ حضرت اویس کوفہ کی مسجد ہی میں رہتے بیٹھے اور اس سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ ان کے چچا کا ایک بیٹا تھا جو انھیں ایذا دیا کرتا تھا۔ ان کے چچا کا وہ بیٹا اہلِ کوفہ کے وفد کے ساتھ حاضر ہوا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! اویس اس مقام کا آدمی نہیں ہے کہ آپ اس کے بارے میں دریافت فرمائیں اور اسے پہچانیں، وہ تو کمترین درجے کا آدمی ہے وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: افسوس! تو ان کے بارے میں ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے وہ حدیث بیان کی جو انھوں نے حضرت اویس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور فرمایا جب تم وہاں پہنچو تو انھیں ہمارا سلام پہنچانا۔ اس طرح حضرت اویس کا معاملہ مشہور ہو گیا۔ چنانچہ وہ باہر چلے گئے اور غائب ہو گئے اسے ابویعلیٰ، ابن مندہ اور ابنِ عساکر نے روایت کیا۔

ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق دس سال تک اویس قرنی کے حالات دریافت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے موسمِ حج میں فرمایا: اے اہلِ یمن تم میں سے جو قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ پس یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور دوسرے بیٹھ گئے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: کیا تمھارے درمیان اویس موجود ہے؟ ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین ہم اس شخص کو نہیں پہچانتے ہاں میرا ایک بھتیجا ہے جسے اویس کہتے ہیں لیکن اتنا معمولی اور حقیر ہے کہ اس لائق نہیں کہ آپ جیسی شخصیت اس کے بارے میں

پوچھے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: کیا وہ حرم میں ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ عرفہ کے پیلو کے درختوں میں ہے اور لوگوں کے اونٹ چرا رہا ہے۔ پس حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دراز گوش پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور پیلو کے درختوں کے پاس پہنچ گئے۔ اچانک دیکھا کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور نگاہیں سجدے کی جگہ پر مرکوز کیے ہوئے ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ نے انھیں دیکھا تو کہنے لگے یہی وہ شخص ہے جسے ہم تلاش کر رہے ہیں۔ انھوں نے جب ان حضرات کی آہٹ سنی تو نماز مختصر کر دی اور اس سے فارغ ہو گئے۔ ان حضرات نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ ان حضرات نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ کہنے لگے عبداللہ! حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا: زمین و آسمان میں جو بھی ہے وہ عبداللہ (اللہ کا بندہ ہے)۔ میں آپ کو اس حرم کے پروردگار کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنا وہ نام بتائیں جو آپ کے والدین نے رکھا ہے، کہنے لگے آپ کیا چاہتے ہیں؟ میرا نام اویس بن مراد ہے ان حضرات نے فرمایا اپنا بایاں پہلو ننگا کرو، انھوں نے ننگا کیا تو ان حضرات نے دیکھا کہ ان کے پہلو میں درہم کے برابر سفید نشان ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عمر فاروق دوڑے کہ اس نشان کو بوسہ دیں، پھر کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ کو سلام پہنچائیں اور آپ سے درخواست کریں کہ ہمارے لیے دعا کریں، کہنے لگے میری دعا زمین کے مشرق و مغرب کے تمام مرد و زن مسلمانوں کو شامل ہے۔ ان حضرات نے کہا کہ خاص طور پر ہمارے لیے دعا کریں۔ چنانچہ انھوں نے ان حضرات اور تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کی۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا ہم آپ کو کچھ اپنا رزق یا عطیہ دیں۔ حضرت اویس نے کہا کہ میرے دونوں کپڑے نئے ہیں میں نے اپنے دونوں جوتوں کو پیوند لگایا ہوا ہے اور میرے پاس چار درہم موجود ہیں جب وہ ختم ہو جائیں گے تو ان سے لے لوں گا (جو آپ دینا چاہتے ہیں) اور فرمایا کہ جو شخص روزِ جمعہ کی امید رکھتا ہے وہ مہینے کی امید رکھتا ہے جو مہینے کی امید رکھتا ہے وہ سال کی امید رکھتا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے لوگوں کے اونٹ ان کے حوالے کیے اور باہر چلے گئے اس کے بعد نہیں دیکھے گئے۔ اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔

۶۰۰۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاکُمْ اَهْلُ الْیَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَّاَلْیَنُ قُلُوْبًا اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ وَّالْحِکْمَةُ یَمَانِیَةٌ وَّالْفَخْرُ وَالْخُیَلَاءُ فِیْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّکِیْنَةُ وَالْوَقَارُ فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے پاس یمن والے آئے[1]، ان کے دل بڑے رقیق اور بہت نرم ہیں[2]۔ ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے[3]۔ فخر اور تکبر اونٹوں والوں میں ہے[4] اور سکون و وقار بکریوں والوں میں ہے[5] (صحیحین)

۱؎ یہ اس وقت فرمایا جب حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کی قوم کے لوگ آئے۔

۲؎ اَفْئِدَۃً جمع فُؤَادٌ کی، فاء پہ پیش اور ہمزے کے ساتھ، واؤ کے ساتھ (فُوَادٌ) عربی لغت ہے تَفَوُّدٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنی جلنا ہے اور قُلُوْبٌ جمع ہے قَلْبٌ یہ تَقَلُّبٌ سے ہے۔ جس کا معنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلنا، اکثر اہلِ لغت فُؤَادٌ اور قَلْبٌ کا ایک ہی معنی بیان کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کا دو دفعہ ذکر تاکید کے لیے ہے۔ یہ حدیث باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری فصل میں گزر چکی ہے۔ اس جگہ اَرَقُّ اَفْئِدَۃً مذکور ہے اور اَلْیَنُ قُلُوْبًا کا ذکر نہیں ہے اس جگہ سے دونوں کا اتحاد ظاہر ہوتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ فُؤَادٌ دل کے پردے کو کہتے ہیں جب وہ پردہ رقیق اور باریک ہوگا تو حق بات اس کے اندر داخل ہوگی۔ رقت ضد ہے غلظت کی اور لین ضد ہے صلابت کی، مثلاً شیشہ رقیق ہے لیکن نرم نہیں ہے اور دل جب آیات اور ڈر والی باتوں سے متاثر نہ ہو تو اسے غلظت سے موصوف کیا جاتا ہے اور جب متاثر ہو تو اسے رقت اور لِیْن (نرمی) سے موصوف کیا جاتا ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ رقت سے سمجھ کی عمدگی اور لِیْن سے حق کا قبول کرنا مراد ہو۔

۳؎ یَمَانِیَۃٌ یاء کی تخفیف اور تشدید دونوں بیان کی گئی ہیں۔ ایمان اور حکمت کی نسبت یمن کی طرف اس لیے فرمائی کہ اس وقت اہلِ مشرق کے مقابلے میں ان میں علم و حکمت کا گمان پایا جاتا ہے۔ اس کی کچھ اور تاویلات بھی ہیں جو باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری فصل کی شرح میں بیان کی گئی ہیں۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے کائنات کی پیدائش اور ہدایت کار کے بارے میں دریافت کیا اور اس کے اسرار اور حکمتوں کے بارے میں پوچھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جیسے باب بدء الخلق میں گزرا ہے۔ بطور وراثت یہ علم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے امام اہلِ سنت و جماعت حضرت ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا اور ان کے ذریعے پھیلا۔

۴؎ خُیَلاء نقطے والی خاء پہ پیش، یاء پر زبر اور آخر میں الف ممدودہ، وہ تکبر جو انسان میں اس بنا پر پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں فضیلت کا خیال کرتا ہے۔ گھوڑوں کو جو خَیْل کہتے ہیں تو وہ بھی اس اعتبار سے کہ ان کی سواری سے انسان اپنے آپ کو صاحبِ فضیلت اور بڑا خیال کرنے لگتا ہے۔

۵؎ یاد رہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات کے ساتھ رہنا انسان کے نفس میں اثر کرتا ہے اور جانوروں کی طبیعتوں کے مناسب واہیات صفات اس میں سرایت کر جاتی ہیں۔ پس مخلوق کو چرانے والا اور اس کی عادت ان چیزوں کے مطابق ہے جن کو وہ چراتا ہے، چونکہ اونٹوں کی طبیعت میں قساوت اور سختی ہے اور بکریوں میں نرمی اور آرام ہے اس لیے ان کی صفات اس شخص میں سرایت کر جاتی ہیں۔ ان کے مالکوں اور چرانے والوں میں ـ اسی طرح شارحین نے کہا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ چونکہ بکریوں والے آبادی کے قریب رہتے ہیں اور وہاں رہنے والے انسانوں سے میل جول رکھتے ہیں کیونکہ بکری پانی کے بغیر نہیں رہ سکتی اور سردی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لیے ان کے چرانے والوں میں نرمی اور بردباری ہوتی ہے اور یہ وصف اطاعت اور امام کی فرمانبرداری سے خارج نہ ہونے تک پہنچاتا ہے جبکہ اونٹوں والے آبادی سے دور جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں اور انسانوں سے ان کا میل جول کم ہوتا ہے، ان کا یہ وصف سختی، سرکشی، نافرمانی اور اطاعت و فرمانبرداری سے نکلنے کا باعث بنتا ہے۔ شارحین نے اس حدیث کی شرح میں اسی طرح کہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ اونٹوں میں مال و دولت زیادہ ہے اور دولت کی فراوانی طبیعت میں سختی کا باعث بنتی ہے برخلاف بکریوں کے کہ ان کی مالیت زیادہ نہیں ہوتی (اس لیے ان کے مالک مسکین ہوتے ہیں) اصحاب کے لفظ کا معنی چرانے والوں کی بجائے مالک زیادہ ظاہر ہے۔

۶۰۰۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَهْلِ الْخَيْلِ وَالْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا اور اس کا بڑا حصہ مشرق کی طرف ہے[1]۔ فخر اور تکبر گھوڑوں کے مالکوں[2] اور اونچی آوازوں والوں میں ہے جو خیموں والے ہیں[3] سکون بکریوں کے اہل میں ہے۔ (صحیحین)

[1] یعنی مشرق کی طرف سے کفر اور فتنے ظاہر ہوں گے جیسے دجال، یاجوج و ماجوج اور ترک (جو کافر ہوں گے) علامہ سیوطی، امام باجی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: مشرق سے مراد فارس ہے یا اہلِ نجد مراد ہیں (یاد رہے کہ خوارج کا پہلا فتنہ اہلِ نجد سے تھا، بلکہ ان کا مرتد ہونا، اس کے بعد عراق میں فتنے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد فارس سے پھر خراسان سے، اس کے بعد تاتار سے اور یہ سب مشرق کی جانب تھے ۱۲ مولوی امیر علی)۔ نجد خطۂ حجاز کے ماسوا کو کہتے ہیں، نجد کا اصلی معنی بلند زمین ہے اس کے مقابل غور (پست زمین) ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ ابلیس کی طرف اشارہ ہے جیسے فرمایا ہے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

[2] جب اونٹوں کے مالکوں میں فخر اور تکبر ہے تو گھوڑوں کے مالکوں میں بطریقِ اولیٰ اور ان سے زیادہ اور قوی ہوگا۔

[3] یہ خیمے اونٹوں کی پشم (اون) سے تیار کیے جاتے ہیں۔ یعنی جنگلوں میں رہنے والے اور صحرا نشین، جیسے عربوں کی عادت ہے، وَبَر واؤ اور باء پر زبر، اونٹ کی پشم فَدّاد فاء اور دال کی تشدید کے ساتھ سخت آواز، قاموس میں ہے فَدِيدٌ آواز کا بلند کرنا یا آواز کی سختی یا دشمن بکری وغیرہ کی آواز اور

متکبر، مشارق میں فَدَّادِیْن جفا اور سخت دلی، اس حرف میں دال کی تشدید کے ساتھ روایت محدثین کے نزدیک زیادہ مناسب ہے۔ جمہور اہلِ لغت و معرفت نے اسی طرح کہا ہے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ وہ جماعت جو اونٹوں، گایوں اور گھوڑوں کی پشتوں میں آوازیں بلند کرتی ہے، اس لفظ کی تحقیق (عربی) شرح میں اس سے زیادہ کی گئی ہے۔

۶۰۰۷ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ ھٰھُنَا جَاءَتِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِی الْفَدَّادِیْنَ اَھْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِیْ رَبِیْعَۃَ وَمُضَرَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہاں سے فتنے[۱] آئے ہیں۔ جفا اور دلوں کی سختی خیمہ نشینوں میں ہے جو اونٹوں اور گائیوں کی دُموں کی جڑ کے پاس آوازیں بلند کرنے والے ہیں[۲] قبیلہ ربیعہ اور مضر میں[۳] (صحیحین)

[۱] اور دین میں شور و شر کے اسباب اور لوگوں کا اس میں ابتلاء و امتحان میں واقع ہونا۔
[۲] جو چرانے اور زمین کی کاشتکاری کے لیے ان کے پیچھے چلتے ہیں۔
[۳] ان دو قبیلوں کے پاس گھوڑے اور اموال بہت تھے۔

۶۰۰۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِی الْمَشْرِقِ وَالْاِیْمَانُ فِیْ اَھْلِ الْحِجَازِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دلوں کی سختی اور جفا مشرق میں[۱] اور ایمان اہلِ حجاز[۲] میں ہے (مسلم)

[۱] اس لیے کہ مشرق کفر اور فتنوں کی جگہ ہے۔
[۲] حجاز مکہ مکرمہ، منورہ منورہ، طائف اور ان کے مضافات کو کہتے ہیں۔ حجاز کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نجد اور تہامہ کے درمیان (حاجز) حد فاصل ہے۔ نجد بلند زمین ہے اور وہ حجاز کے ماسواء کے ساتھ خاص ہے جو کہ عراق سے متصل ہے، یہ غور کی ضد ہے جسے تہامہ کہتے ہیں۔ اسی طرح قاموس میں ہے۔

۶۰۰۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرما، اے اللہ ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت

وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّہٗ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ ھُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

عطا فرما[1] حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بھی دعا کریں کہ ہمارے نجد میں برکت عطا فرما[2]، آپ نے دعا مانگی اے اللہ ہمارے لیے شام میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، صحابہ نے عرض کیا کہ یہ بھی دعا کیجیے کہ ہمارے نجد میں برکت عطا فرما۔ ابن عمر فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ نے تیسری دفعہ فرمایا: نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں اور نجد کی زمین میں شیطان کا سینگ نمودار ہوگا[3] (بخاری)

[1] شام اور یمن کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت باسعادت مکہ مکرمہ ہے اور وہ یمن سے ہے اور آپ کا مسکن اور آخری آرام گاہ مدینہ منورہ میں ہے اور وہ شام سے ہے۔

[2] یعنی یہ دعا کیجیے کہ اے اللہ! ہمارے نجد میں برکت عطا فرما۔

[3] یعنی اس کا گروہ اور اس کے اعوان و انصار، اس کا بیان کتاب الصلوٰۃ کے بابِ اوقاتِ صلوٰۃ میں گزر گیا ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۶۰۱۰ـ عَنْ اَنَسٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَظَرَ قِبَلَ الْیَمَنِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِھِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف نظر کی اور دعا کی: اے اللہ! ان کے دلوں کو ہماری طرف پھیر دے[1] اور ہمارے لیے ہمارے صاع اور مُد میں برکت عطا فرما[1] (ترمذی)

[1] تاکہ وہ ہمارے پاس آجائیں، چونکہ اہلِ مدینہ تنگ حالی اور معاشی تنگی میں تھے اور اہلِ یمن بڑی جماعت تھے ان کے آنے سے معیشت اور تنگ ہوجاتی اس لیے رزق اور اسبابِ رزق میں برکت کی دعا فرمائی (یہ دعا اسی حدیث میں مذکور ہے)۔ (یاد رہے کہ جب اہلِ یمن آئے تو حضرت صدیق اکبر نے ان سب کو شام کی فتح کی طرف بھیج دیا، شام کے ممالک فتح ہوگئے اور عظیم وسعت پیدا ہوئی ۱۲ مولوی امیر علی)

۵؎ صاع ایک پیمانہ ہے (جس میں تقریباً ساڑھے چار سیر غلہ آتا ہے ۱۲ اشرف قادری) اور مُد، صاع کے چوتھے حصے کو کہتے ہیں مراد وہ طعام ہے جو ان پیمانوں سے ناپا جاتا ہے (یعنی طعام میں برکت عطا فرما)۔

۶۰۱۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِلشَّامِ قُلْنَا لِاَيٍّ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِاَنَّ مَلٰئِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ اَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَحْمَدُ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش خبری ہو شام کے لیے، ہم نے عرض کیا یہ دعا کس چیز کی بنا پر ہے ۱؎۔ فرمایا اس لیے کہ رحمٰن کے فرشتے اس پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں ۲؎ (امام احمد، ترمذی)

۱؎ اور ان کے اس فضیلت کے ساتھ ممتاز ہونے کا سبب کیا ہے؟ مصابیح کے بعض نسخوں میں لِاَيِّ شَيْءٍ ہے اور مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں شَيْءٍ نہیں ہے بس اَيٍّ تنوین کے ساتھ ہے۔

۲؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت اہلِ شام کو شامل ہے۔ غالباً ابدال مراد ہیں جو شام میں ہوتے ہیں یا شام کے تمام باشندے مراد ہیں۔ فرشتوں کے بازوؤں سے مراد فرشتوں کی صفات اور ان کی قوتیں ہیں۔ پرندوں کے بازوؤں پر ان کا قیاس نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ پرندے کے تین یا چار سے زیادہ بازو نہیں ہوتے، چہ جائیکہ چھ سو بازو ہوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت جبرئیل امین کے دیکھے مختصر یہ کہ بازوؤں کی نسبت فرشتوں کی طرف کرنی چاہیے اور ان کی کیفیت کے بیان سے بچنا چاہیے۔

۶۰۱۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَخْرُجُ نَارٌ مِّنْ نَحْوِ حَضْرَ مَوْتَ اَوْ مِنْ حَضْرَ مَوْتَ تَحْشُرُ النَّاسَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب حضرموت ۱؎ کی طرف سے یا حضرموت ۲؎ سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو جلائے گی ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: تمہیں لازم ہے کہ شام چلے جاؤ ۳؎ (ترمذی)

۱؎ حضرموت بے نقطہ حاء پر زبر، نقطے والا ضاد ساکن، راء اور میم پر زبر، میم پر پیش بھی کہتے ہیں، یمن کا مشہور شہر ہے۔

۲؎ راوی کو شک ہے اور اس روایت میں لفظ نحو نہیں ہے (جس کا معنی طرف ہے)۔

۳؎ تاکہ اس آگ سے محفوظ رہو۔ شارحین فرماتے ہیں کہ ایک احتمال یہ ہے کہ حقیقتِ نار (آگ) مراد ہو جیسے کہ ظاہر لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ فتنہ مراد ہو جس کو آگ سے تعبیر فرمایا۔ علامات قیامت میں آگ کا ذکر گزر چکا ہے جو لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف چلائے گی جس سے مراد شام ہے۔ اس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ لوگوں کو ان کے اختیار کے بغیر شام کی طرف چلائے گی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے

کہ لوگ اپنے اختیار سے شام کی طرف سفر کریں گے۔ اس لیے ظاہر یہ ہے کہ آگ سے مراد فتنہ ہے جو قیامت سے پہلے پیدا ہوگا اسے آگ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۰۱۳/۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ النَّاسِ اِلٰى مُهَاجِرِ اِبْرَاهِيْمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَخِيَارُ اَهْلِ الْاَرْضِ اَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ اِبْرَاهِيْمَ وَيَبْقٰى فِي الْاَرْضِ شِرَارُ اَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ اَرْضُوْهُمْ تَقْذِرُهُمْ نَفْسُ اللّٰهِ تَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ تَبِيْتُ مَعَهُمْ اِذَا بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ اِذَا قَالُوْا

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قصہ یہ ہے کہ ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی[۱] پس بہترین لوگ وہ ہوں گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی جگہ[۲] کو لازم پکڑنے والے ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ زمین والوں میں سے بہترین لوگ وہ ہوں گے جو حضرت ابراہیم کی جائے ہجرت کو لازم پکڑیں گے اور زمین میں زمین کے بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے ان کی زمینیں انھیں باہر پھینک دیں گی[۳] اللہ تعالیٰ کی ذات انھیں پلید اور مکروہ جانے گی[۴] آگ ان کو بندروں اور خنزیروں کے ساتھ جلائے گی۔ ان کے ساتھ رات گزارے گی جب وہ رات گزاریں گے، اور دوپہر کو آرام کرے گی جب وہ آرام کریں۔

(ابوداؤد)

[۱] پہلی ہجرت ابتداء اسلام میں مدینہ منورہ کی طرف تھی۔ دوسری شام کی طرف ہوگی۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ہجرت کی تکرار اور کثرت مراد ہے اور یہ مطلب حدیث شریف کے الفاظ اور سیاق سے زیادہ ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب بندوں میں فتنے زیادہ ہو جائیں گے۔ شہروں پر کافر غالب آجائیں گے دین کے حامی اور اسلام میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم کم رہ جائیں گے۔ شام کے شہر محفوظ و مامون ہوں گے اور ان کی حفاظت شام کے لشکر کریں گے اور غالب رہیں گے۔ یہاں تک کہ دجال سے جنگ کریں گے۔ پس جو شخص چاہتا ہو کہ اپنے دین کو محفوظ رکھے اسے چاہیے کہ ان شہروں کی طرف ہجرت کر جائے۔ اس کے بعد اس ارشاد کی تفصیل بیان فرمائی۔

[۲] یعنی شام، مُہاجَر میم پر پیش اور جیم پر زبر (اسم ظرف) جائے ہجرت

[۳] یعنی ان کی زمینیں ان کے وجود سے عار محسوس کرتی ہیں اور ان کا اپنے اندر رہنا مکروہ جانتی ہیں۔

۵۴ یعنی اللہ تعالیٰ انھیں رحمت و کرامت کی جگہ سے دور رکھے گا۔

۵۵ وہ آگ جو اُن کے بُرے کردار کا نتیجہ ہوگی یا وہ آگ جو اس وقت پیدا ہوگی بندروں اور خنزیروں سے مراد یا تو ان کی حقیقت اور صورت ہے، یا یہ مراد ہے کہ وہ لوگ ان کی صفات کے ساتھ موصوف ہوں گے یا بُری خصلت والے کافر مراد ہیں، بندروں اور خنزیروں کی مثل ہیں۔

۵۶ قیلولہ کا معنی ہے دوپہر کے وقت سونا، مطلب یہ ہے کہ وہ آگ دن رات ان کے ساتھ رہے گی، نعوذ باللہ من ذٰلک

۶۰۱۴ وَعَنِ ابْنِ حَوَالَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیُصِیْرُ الْاَمْرُ اَنْ تَکُوْنُوْا جُنُوْدًا مُجَنَّدَۃً جُنْدٌ بِالشَّامِ وَجُنْدٌ بِالْیَمَنِ وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ ابْنُ حَوَالَۃَ خِرْلِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ اَدْرَکْتُ ذٰلِکَ فَقَالَ عَلَیْکَ بِالشَّامِ فَاِنَّھَا خِیَرَۃُ اللّٰہِ مِنْ اَرْضِہٖ یَجْتَبِیْ اِلَیْھَا خِیَرَتَہٗ مِنْ عِبَادِہٖ فَاَمَّا اِنْ اَبَیْتُمْ فَعَلَیْکُمْ بِیَمِیْنِکُمْ وَاسْقُوْا مِنْ غُدُرِکُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ تَوَکَّلَ لِیْ بِالشَّامِ وَاَھْلِہٖ

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابنِ حوالہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ دین کا کاروبار اس طور پر ہو کہ تم مختلف اور مجتمع لشکر ہو[۲]، ایک لشکر شام میں، ایک لشکر یمن میں اور ایک لشکر عراق میں ہوگا۔ ابنِ حوالہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ میرے لیے منتخب فرمائیں[۳] اگر میں اس وقت کو پالوں۔ آپ نے فرمایا: تم شام کو لازم پکڑو اس لیے کہ شام اللہ تعالیٰ کا انتخاب[۴] ہے۔ اس کی زمین سے اس میں اپنے منتخب بندوں کو جمع فرمادے گا اور اگر تم انکار کرو[۵] تو تم پر لازم ہے کہ اپنے یمن[۶] چلے جاؤ اور اپنے حوضوں سے پانی پلاؤ[۷] اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے شام اور اس کے رہنے والوں کا وکیل بنا ہے[۸]

(امام احمد و ابوداؤد)

۱؎ ابن حوالہ بے نقط حاء پر زبر اور واؤ مخفف، اسدی صحابی ہیں، شام میں قیام پذیر ہو گئے، ایک جماعت نے ان سے روایت کی۔ شام میں ۵۸ھ اور ایک قول کے مطابق ۸۰ھ میں وفات ہوئی اسی طرح جامع الاصول میں ہے۔ کاشف میں ہے کہ صحابی ہیں اور انھوں نے تین حدیثیں روایت کیں۔

۲؎ مُجَنَّدَۃً میم پر پیش، جیم پر زبر اور نون مشدد مفتوح

۳؎ کہ میں کس لشکر کے ساتھ شامل ہوں۔

۴؎ خِیَرَۃٌ خاء کے نیچے زیر اور یاء پر زبر، بعض اوقات یاء کو ساکن کیا جاتا ہے۔

۵؎ اس چیز سے جسے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے منتخب فرمایا ہے اور وہ شام کا ارادہ کرنا ہے۔

۲۶ یمن کی ان کی طرف اضافت اس لیے کی کہ مخاطب عرب ہیں اور یمن ان کی زمین سے ہے۔
۲۷ یعنی خود پیو اور چارپایوں کو پلاؤ۔ غدیر نقطے والی غین کے ساتھ، وہ جگہ جہاں پانی جمع ہوتا ہے۔
کیونکہ یہ بات شام کے ساتھ مخصوص ہے مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مخصوص حوض سے پانی پلائے اور کسی دوسرے کے ساتھ مزاحمت نہ کرے خصوصاً ان لوگوں سے جو اسلام کی سرحدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں تاکہ اختلاف و نزاع کا سبب اور فتنوں کے ابھارنے کا باعث نہ ہو۔ اسی طرح شارحین نے کہا ہے۔
۲۸ یعنی اپنے فضل و کرم سے ہمارا کام اپنے ذمہ پر لے لیا ہے۔ شام اور اس کے باشندوں کی کافروں کے شر اور ان علاقوں پر ان کے غالب آنے سے حفاظت کا۔

الفصل الثالث

۶۰۱۵ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ أَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقِيلَ الْعَنْهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ لَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْأَبْدَالُ يَكُونُونَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْتَسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ

تیسری فصل

حضرت شریح بن عبید[1] سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام[2] کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا کہ اے امیر المومنین! ان پر لعنت بھیجیے[3]! فرمایا نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابدال شام میں ہوں[4] گے اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب ان میں سے کوئی مر فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے مرد کو مقرر فرما دیتا ہے ان کی برکت سے بارش عطا کی جاتی ہے اور ان کے طفیل دشمنوں سے انتقام لیا جاتا ہے اور ان کی بدولت اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے[5]

۱ شریح نقطے والے شین پر پیش اور را پر زبر، ابن عبید عین پر پیش اور باء پر زبر ثقہ تابعی اور حمص کے اکابر مشائخ میں سے اور ان کے مقربین سے ہیں۔
۲ اس جگہ اہل شام سے مراد حضرت علی مرتضیٰ کے مخالفین ہیں یعنی حضرت امیر معاویہ اور جو ان کے ساتھ شام میں تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے آخر تک شام کے حکمران تھے۔
۳ جس طرح اس زمانے میں دونوں گروہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے تھے۔
۴ یعنی جب میں اہل شام پر لعنت کروں گا، اور وہاں ابدال بھی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ لعنت ابدال کو بھی شامل ہو۔ علمائے اہل سنت فرماتے ہیں کہ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اہل شام سے

لعنت کو دور کیا گیا ہے تاکہ شور و شغب دور ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابدال کے علاوہ اہلِ شام پر لعنت جائز ہو جیسے کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ ہمارے بھائی ہیں جنھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایک دفعہ مخالفین کے لشکر میں سے ایک شخص گرفتار کر کے لایا گیا۔ ایک شخص نے کہا: تعجب کی بات ہے میں جانتا ہوں کہ یہ شخص اچھا مسلمان تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا کہتے ہو؟ یہ شخص اب بھی مسلمان ہے۔ اس کے علاوہ بھی آثار اور احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے۔ اس کے بعد ابدال کا بیان فرمایا۔

۵ اہلِ شام کی تخصیص ان کے قرب وجوار اور مزید تعلق کی بناء پر ہوگی۔ ورنہ ابدال کی برکت و نصرت تمام جہان کو شامل ہے خصوصاً اس کے لیے جو اُن سے نصرت و امداد طلب کرے۔ ابدال کا موجود ہونا اس حدیث اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے۔

شیخ ابن حجر ان احادیث کے بیان کے بعد ایک دوسری حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امت کے بہترین افراد پانچ سو اور ابدال چالیس ہیں۔ پس نہ تو وہ پانچ سو سے کم ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ چالیس، جب ابدال کا کوئی فرد فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان پانچ سو میں سے ایک کو بدل بنا دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری راہنمائی فرمائیں اور ان کے اعمال بتائیں کہ وہ کیا عمل کرتے ہیں؟ فرمایا کہ جو ان پر ظلم کرے اسے معاف کر دیتے ہیں اور جو ان سے برائی کرے اس کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے فقراء پر خرچ کرتے ہیں۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اور غصے کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

۶۰۱۶ / ۱۳ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُفْتَحُ الشَّامُ فَاِذَا اُخَيِّرْتُمُ الْمَنَازِلَ فِيْهَا فَعَلَيْكُمْ بِمَدِيْنَةٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ فَاِنَّهَا مَعْقِلُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الْمَلَاحِمِ وَفُسْطَاطُهَا وَمِنْهَا اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا الْغُوْطَةُ (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

ایک صحابی مرد[1] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ شام کے شہر فتح کیے جائیں پس جب تمھیں رہائش گاہوں کا اختیار دیا جائے تو تم اس شہر کو لازم پکڑو جسے دمشق کہا جاتا ہے اس لیے کہ دمشق مسلمانوں کے لیے جنگوں سے جائے پناہ ہے اور وہ شام کا جامع شہر ہے شام کی ایک زمین ہے جسے غوطہ کہا جاتا ہے[2]
(ان دونوں حدیثوں کو امام احمد نے روایت کیا)

[1] جن کا نام معلوم نہیں ہوا، صحابی راوی کا نام معلوم نہ ہونا نقصان نہیں دیتا۔ کیونکہ صحابہ تمام

عادل ہیں ۔

۵۲ دمشق اکثر علماء کے قول کے مطابق اور زیادہ فصیح یہ ہے کہ دال کے نیچے زیر اور میم پر زبر ہے شام کا دارالخلافہ ۔

۵۳ کہ مسلمان وہاں پناہ لیں گے اور وہاں آئیں گے ۔ معقل میم پر زبر، عین ساکن اور قاف کے نیچے زیر، عَقَلَ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے قلعہ اور پناہ ۔ ملاحم جمع ہے ملحمۃ کی ۔ اس کا معنی ہے جنگ ۔

۵۴ فُسْطَاطْ فاء پر پیش اور سین ساکن، اس کا معنی ہے جامع شہر جو لوگوں کو جمع کرے، اس لیے مصر کو بھی فسطاط کہتے ہیں، اس کا معنی خیمہ بھی آتا ہے ۔

۵۵ غُوطَۃ نقطے والی غین پر پیش، واؤ ساکن اور اس کے بعد بے نقطہ طاء، اس کا معنی ہے شہرستان علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ غوطہ دمشق کے گرد باغوں اور پانیوں کا نام ہے ۔ بعض نے کہا کہ دمشق کے نزدیک ایک شہر کا نام ہے ۔

۶۰۱۷ / ۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَةُ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْمُلْكُ بِالشَّامِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت مدینہ منورہ میں اور ملوکیت شام میں ہو گی[۱]۔

[۱] بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملوکیت اور حکومت کی طرف ۔ جیسے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ہمارے بعد خلافت تیس سال ہے اس کے بعد کاٹنے والی حکومت ہو گی اور وہ جو ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں آیا ہے، کہ آپ کی پیدائش مکہ مکرمہ جائے ہجرت مدینہ منورہ اور آپ کا ملک (حکومت) شام میں ہو گا تو اس سے مراد نبوت اور دین ہے ۔ کیونکہ آپ کی حکومت اور آپ کا دین شام میں زیادہ غالب اور بکثرت تھا ۔ ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت اور آپ کا دین تمام آفاق (سارے جہان) میں ہے ۔ بعض علماء نے کہا کہ اَلْمُلْكُ بِالشَّامِ کا معنی یہ ہے کہ اس جگہ جہاد اور جنگ ہے، اس لیے کہ شام کے شہروں میں جہاد منقطع نہیں ہو گا اور یہ جہاد اور سرحد ول کے پہرے کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے شام کی طرف سفر کرنے کی ترغیب ہے واللہ تعالیٰ اعلم (آج بھی شام والے اسرائیل سے برسرِ پیکار رہتے ہیں ۱۲ اشرف قادری)

۶۰۱۸ / ۱۵ وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عَمُوْدًا مِّنْ نُّوْرٍ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ رَاْسِیْ سَاطِعًا حَتّٰى اسْتَقَرَّ بِالشَّامِ ۔ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِیُّ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے نور کا ایک ستون دیکھا جو ہمارے سر کے نیچے سے اوپر کو اٹھتا ہوا[۱] نکلا، یہاں تک کہ شام میں ٹھہر گیا[۲] (ان دونوں حدیثوں کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں

فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ۔ روایت کیا۔

لہ "سُطُوع" کا معنی ہے گردو غبار، بو اور صبح کا اوپر کی طرف بلند ہونا۔

لہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کا رسوخ، غلبہ اور استقرار شام میں ہوگا، اس قبیلے سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر سے نور کا نکلنا اور اس سے شام کے محلات کا روشن ہونا۔

۶۰۱۹/۱۶ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوْطَةِ اِلٰى جَانِبِ مَدِيْنَةٍ يُّقَالُ لَهَا دِمَشْقُ مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنگ کے دن لہ مسلمانوں کے اجتماع کی جگہ غوطہ لہ ہے۔ اس شہر کی ایک جانب جسے دمشق کہا جاتا ہے جو شام کے تمام شہروں سے بہتر ہے (ابوداؤد)

لہ اس سے مراد دجال کی جنگ ہے۔

لہ غوطہ دمشق کے نزدیک ایک جگہ ہے جیسے کہ پہلے گزرا، گزشتہ حدیث میں دمشق کو فسطاط فرمایا چونکہ غوطہ دمشق کے قریب اور اس کے مضافات و توابع میں سے ہے۔ اس لیے ان دو حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے۔

۶۰۲۰/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَيَاْتِيْ مَلِكٌ مِّنْ مُّلُوْكِ الْعَجَمِ فَيَظْهَرُ عَلَى الْمَدَائِنِ كُلِّهَا اِلَّا دِمَشْقَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عبدالرحمٰن بن سلیمان لہ سے روایت ہے کہ عنقریب عجم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ آئے گا لہ پس تمام شہروں پر غالب آئے گا سوائے دمشق کے (ابوداؤد)

لہ عبدالرحمٰن بن سلیمان، کوفہ کے تابعین میں سے ہیں۔ مدنی الاصل اور ثقہ ہیں۔ بعض محدثین نے فرمایا: لا باس بہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے وہ حضرت حنظلہ ابن غسیل کی اولاد میں سے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ، ان کی سب اولاد کو ابن الغسیل کہتے ہیں کہ ان کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی انہوں نے حضرت سہل بن سعد اور حضرت انس بن مالک کی زیارت کی ۱۷۲ھ میں ان کی وفات ہوئی اسی طرح کہا گیا ہے۔

لہ شارحین نے اس بادشاہ کے بارے میں بیان نہیں کیا کہ وہ کون ہے۔

تنبیہ:۔ یاد رہے کہ شام، بیت المقدس، صخرہ، عسقلان، قزوین، اندلس اور دمشق وغیرہ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ محدثین نے ان میں سے اکثر کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے۔ اسی طرح سفر السعادۃ میں ہے۔

باب

اس اُمت کا ثواب

اس امت مرحومہ کی فضیلت اور دوسری امتوں کی نسبت ثواب کی زیادتی حد شمار اور احاطہ بیان سے باہر ہے ۔ اس فضیلت کے ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد کافی ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم بہترین امت ہو جسے تمام جہانوں کے لیے پیش کیا گیا ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور اسی طرح ہم نے تمھیں درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور یہ فضیلت بھی کافی ہے کہ یہ محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ، خاتم النبیین، سید المرسلین اور تمام مخلوق سے (علی الاطلاق) صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے، وہ ہستی جن کے بارے میں تمام انبیاء و رسل نے آرزو کی ہے کہ کاش ہم آپ کے امتی ہوتے اور اس کے علاوہ جو فضائل و کمالات اس امت کے لیے ثابت ہیں ۔ اس امت میں جو اولیاء، علماء اور فضلاء پیدا ہوئے ۔ ان کے لیے وہ کمالات، کرامات اور فضائل ثابت ہیں جو پہلی امتوں میں نہ تھے ۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا (سچا اور مقبول نظر) امتی بنا ۔ ہمیں آپ کی سچی محبت عطا فرما اور ہمیں آپ کے دین و ملت پر موت عطا فرما، اپنی رحمت سے، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۶۰۲۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصٰرٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ

پہلی فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھاری مدت گزشتہ امتوں میں نہیں ہے مگر اس زمانے کی مقدار جو عصر اور سورج غروب ہونے کے درمیان ہے تمھارا اور یہود و نصاریٰ کا قصہ اس شخص ہی کی طرح ہے جس نے مزدوروں کو کام پر لگایا اور کہا کون ہے جو

لِیْ اِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْیَهُوْدُ اِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰی مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰی قِیْرَاطَیْنِ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِیْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ اَلَا لَکُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَیْنِ فَغَضِبَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی فَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَآءً قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَهَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِّنْ حَقِّکُمْ شَیْئًا قَالُوْا لَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاِنَّهٗ فَضْلِیْ اُعْطِیْهِ مَنْ شِئْتُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

میرے لیے دوپہر تک ایک ایک قیراط[۲] پر عمل کرے گا تو یہودیوں نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پہ کام کیا[۳] پھر اس نے کہا: کون ہے جو میرے لیے دوپہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط پہ کام کرے گا؟ نصاریٰ نے دوپہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط پر کام کیا[۴] پھر اس نے کہا کون ہے جو میرے لیے عصر کی نماز سے سورج کے غروب ہونے تک دو قیراطوں پر کام کرے؟ سنو! تم وہ ہو جو نماز عصر سے سورج کے غروب ہونے تک[۵] کام کرتے ہو، سنو! تمھارے لیے دوہرا اجر ہے[۶]۔ تو یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے ہم نے کام زیادہ کیا اور ہمیں مزدوری کم ملی[۷]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم پر ظلم کیا اور تمھارے حق میں کمی کی ہے[۸]؟ کہنے لگے نہیں[۹]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا فضل[۱۰] ہے۔ میں جسے چاہتا ہوں عطا فرماتا ہوں۔ (بخاری)

[۱] اجل وہ مدت جو کسی چیز کے لیے مقرر کی جائے اور یہ پوری عمر کی مدت ہے، بعض اوقات اجل کا اطلاق موت پر کیا جاتا ہے اور عمر کی آخری جز مراد لی جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ تمھاری عمر کی مدت گزشتہ امتوں کی مجموعی عمر کے مقابلے میں نمازِ عصر سے مغرب تک کے وقت کی مقدار ہے جب کہ دوسری امتوں کی عمر کی مقدار دن کی ابتداء سے نمازِ عصر کا وقت ہے۔ اس کے باوجود اس اُمت کا ثواب دوسروں سے زیادہ ہے، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت اور یہود و نصاریٰ کے درمیان نسبت بیان فرمائی۔

[۲] یعنی ہر ایک کے لیے ایک قیراط ہوگا، قیراط دانگ کا آدھ حصہ اور دانگ درہم کا چھٹا حصہ (یعنی قیراط درہم کا بارھواں حصہ) ہوتا ہے۔

[۳] یہودیوں نے طویل عمر میں تھوڑے ثواب پہ کام کیا پس وہ ان مزدوروں کی طرح ہیں جنھوں نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پہ عمل کیا۔

سے نصاریٰ نے اپنی عمر کی مدت میں کام کیا - ان کی مثال ان مزدوروں کی ہے جنھوں نے دوپہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط پہ کام کیا۔

سے یعنی تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ڈبل ثواب ہے ایک دفعہ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور دوسری دفعہ سابق انبیاء کرام کی تصدیق کی بناء پر ۔

سے یعنی اس کی وجہ کیا ہے ؟ اور اس طرح کیوں ہوگا ۔

سے یعنی جو کچھ میں نے تمھارے لیے مقرر کیا تھا اور جو وعدہ کیا تھا ، کیا میں نے اس کے مطابق تمھارے حق میں سے کچھ کمی کی ہے ؟

سے یعنی اے اللہ ! تو نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور نہ ہی حق تلفی کی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اجر و ثواب کا یہ فرق کیوں ہے ؟

سے یعنی یہ ڈبل ثواب دینا اور اجر کا زیادہ دینا میرا کرم ہے ، جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں ۔ میں فاعل مختار ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں ۔ سبب بیان نہیں فرمایا کہ یہ امت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اخلاص کی زیادتی کی بناء پر ہے ، یا اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میری بارگاہ میں بلند مرتبے کے سبب سے ہے ۔ سبب اس لیے بیان نہیں فرمایا کہ گفتگو کی گنجائش نہ ہو اور بات کرنے کا راستہ مطلقاً بند ہو جائے ، اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر اور عصر کا درمیانی وقت اس وقت سے زیادہ ہے جو عصر اور مغرب کے درمیان ہے اور یہ بات مذہب حنفی کی تائید کرتی ہے (کہ ظہر کا وقت زوال سے لے کر سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل تک ہے ۱۲ اشرف قادری) اس طرح نہیں ہے جس طرح دوسرے امام فرماتے ہیں کہ عصر کا وقت دن کا آخری چوتھائی حصہ ہے (ورنہ ظہر اور عصر کا وقت تقریباً برابر ہو جائے گا ۱۲ ق) جیسے کہ باب مواقیت الصلوٰۃ میں گزرا ہے ۔

۶۰۲۲ — وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِيْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہماری امت کے ہماری شدید محبت رکھنے والوں میں سے وہ لوگ ہوں گے جو ہمارے بعد پیدا ہوں گے ۔ ان میں سے ایک اس بات کی محبت رکھے گا کہ وہ اپنے اہل اور مال کے بدلے ہماری زیارت کرتا [1] (مسلم)

سلے یعنی اپنے اہل وعیال اور مال و اسباب کو فدا کرتا اور ہمارے جمال جہاں آراء کی زیارت کرتا ، بیداری میں یا خواب میں ۔

یاد رہے کہ یہ حدیث اور اس باب میں آنے والی بعض احادیث دلالت کرتی ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد کوئی ایسا شخص آئے جو فضیلت میں ان کے برابر ہو یا ان سے زیادہ فضیلت رکھتا ہو۔ مشہور محدث ابن عبدالبر اس طرف گئے ہیں اور انھوں نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے۔ شیخ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں یہ قول نقل کیا ہے۔ حالانکہ امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام افضل ہیں اور ان احادیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ بعد والے بعض امتیوں کے لیے فضیلت کی ایک وجہ ثابت ہے لیکن کلی فضیلت صحابہ کرام کے لیے ثابت ہے جس کا مطلب ثواب کی زیادتی ہے۔ لیکن علماء نے فرمایا کہ اس جگہ صحابی خاص معنی میں مراد ہے، جن کو طویل صحبت کا شرف حاصل ہوا ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت علم حاصل کیا اور غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے ہوں، جہاں تک عام معنی کے اعتبار سے صحابی کا تعلق ہے یعنی جن کی نگاہ جمال جہاں افروز پر واقع ہوئی ہو اگرچہ تمام زندگی میں ایک ہی دفعہ ہو، ان کی فضیلتِ کلی میں نظر اور توقف و تردد ہے۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ بیان کیا گیا ہے اور اس کی تحقیق کی گئی ہے شرح (لمعات) میں فضائل صحابہ کے باب میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حق یہ ہے کہ صحبت کی فضیلت اگرچہ ایک دفعہ کے دیدار ہی سے ہو، صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے، اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے، رہے دوسرے علمی اور عملی فضائل، ان میں وسیع گفتگو کی گنجائش ہے بہتر یہ ہے کہ مطلق حکم کیا جائے کہ صحابہ کرام تمام اُمت سے افضل ہیں (امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نگاہ کیمیا اثر صحابہ کرام کو ولایتِ کبریٰ کے مقام پر فائز کر دیتی تھی ۱۲ ق)

۶۰۲۳ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ فِيْ كِتَابِ الْقِصَاصِ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہماری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے امر پر قائم رہے گی[۱] جو انھیں بے یار و مددگار چھوڑ دے گا اور ان کی مخالفت کرے گا وہ انھیں نقصان نہیں دے سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر (قیامت) آجائے اور وہ اپنے کام پر ہوں گے[۲] (صحیحین)۔ حضرت انس کی حدیث جس کی ابتداء میں ہے اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ[۳] کتاب القصاص میں بیان کر دی گئی ہے۔

[۱] یعنی دین و شریعت کی تقویت اور ترویج میں مصروف رہیں گے۔

سے اور ان کی مخالفت کے راستے پر چلے گا۔

سے یعنی اللہ تعالیٰ کے امر پر قائم اور دین متین کی تائید میں مصروف ہوں گے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس گروہ سے مراد محدثین ہیں جو سنت کی ترویج اور دین کی تجدید کا فریضہ انجام دیں گے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غازی اور مجاہد ہیں جو کافروں سے جہاد کر کے دین کی تقویت اور تائید کا کام کریں گے اور آخر زمانے میں اسلامی ممالک کی سرحدوں کی پاسداری کریں گے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ شام میں ہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کا آخری مرد مسیح دجال سے جنگ کرے گا۔ ان روایات کا واضح اشارہ مجاہدین کے مراد ہونے کی طرف ہے۔ حدیث شریف کی ظاہر عبارت عام ہے (یعنی دین متین کے پاسبان مراد ہیں خواہ وہ مجاہدین ہوں، علماء و مشائخ ہوں یا مال و دولت سے دین اسلام کی خدمت کرنے والے ۱۲ ق)

سے یہ حدیث اس امت کی فضیلت و کرامت پر دلالت کرتی ہے۔

الفصل الثانی — دوسری فصل

۶۰۲۴ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهٗ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری امت کا حال بارش الیسا ہے، یہ نہیں جانا جاتا کہ بارش کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ[۱] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے[۲]

[۱] اس حدیث کے ظاہر سے اس امت کے اول یا آخر کے افضل ہونے میں جزم اور قطع کے نہ ہونے اور شک و تردد کا پتہ چلتا ہے اس جگہ یہ معنی مقصود نہیں ہے بلکہ تمام امت کے خیر ہونے سے کنایہ ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ تمام امت خیر اور نافع ہونے میں برابر ہے یعنی لفظ خیر دین میں اسم تفضیل کے معنی میں نہیں ہے۔ پس پہلے حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوئی۔ انھوں نے آپ کی پیروی کی، آپ کی دعوت لوگوں تک پہنچائی۔ آپ کے دین کے قواعد کی بنیاد رکھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت و نصرت فراہم کی۔ بعد والوں نے اس دین کی حفاظت کی اسے تقویت دی، اس کی عمارت کی تکمیل کی، اس کے ارکان کو مضبوط کیا، اس کے انوار کو شائع کیا اور اس کے آثار کو ظاہر کیا۔

اور اگر خیر کو اسم تفضیل کے معنی پر محمول کریں تو بھی درست ہے، کیونکہ خیریت کی وجوہ متعدد ہیں مختصر یہ کہ اس حدیث سے مساوات یا افضل ہونا متعدد اور مختلف وجوہ سے ثابت ہوتا ہے جمہور علماء کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ فضیلت کلی صحابہ کرام کے لیے ثابت ہے اور یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ دوسروں کے لیے جزئی وجوہ کی بناء پر فضیلت ثابت ہو۔ فضیلت کلی سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کی زیادتی ہے۔

۵۲ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے حضرت عمار بن یاسر سے، ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں حضرت سلمان سے روایت کیا۔ شیخ (ابن حجر) نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اس کے متعدد طرق ہیں جن کی بناء پر یہ درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۶۰۲۵ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ[۵۱] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْشِرُوْا اَبْشِرُوْا اِنَّمَا مَثَلُ اُمَّتِيْ مَثَلُ الْغَيْثِ لَا يُدْرٰى اٰخِرُهٗ خَيْرٌ اَمْ اَوَّلُهٗ اَوْ كَحَدِيْقَةٍ اُطْعِمَ فَوْجٌ عَامًا لَعَلَّ اٰخِرَهَا فَوْجًا اَنْ يَكُوْنَ اَعْرَضَهَا عَرْضًا وَاَعْمَقَهَا عُمْقًا وَاَحْسَنَهَا حُسْنًا كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِيْحُ اٰخِرُهَا وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ فَيْجٌ اَعْوَجُ لَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَا اَنَا مِنْهُمْ

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت جعفر صادق اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا[۵۱] (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ خوش ہو جاؤ، خوش ہو جاؤ![۲] ہماری امت کا حال نہیں ہے مگر بارش کے حال کی طرح، نہیں جانا جاتا کہ اس کا آخر خیر ہے یا اس کا اول[۳] یا اس باغ کی طرح ہے جس سے ایک سال ایک فوج کو کھلایا گیا ہے، پھر اس سے ایک دوسرے سال دوسری جماعت کو کھلایا گیا ہے قریب ہے کہ اس باغ سے کھانے والی آخری فوج زیادہ وسیع ہو[۴] اور گہرائی میں زیادہ[۵] اور حسن میں زیادہ ہو، وہ امت کیسے ہلاک ہو گی کہ ہم اس کی ابتداء ہیں اور مہدی اس کے درمیان اور حضرت عیسیٰ اس کے آخر ہیں۔ لیکن اس کے درمیان ایک جماعت ٹیڑھی ہو گی[۶] وہ ہم سے اور ہم ان سے نہیں ہیں[۷] (رزین)

۵۱ حضرت جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر اور وہ اپنے دادا سیدنا حسین شہید سے روایت کرتے ہیں، اس صورت میں یہ حدیث منقطع ہو گی (کیونکہ امام باقر کی ملاقات سیدنا حسین شہید سے نہیں ہے ۱۲ق) یا یہ مطلب ہے کہ امام محمد باقر، امام جعفر صادق کے دادا سیدنا زین العابدین سے روایت کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہو گی (کیونکہ امام زین العابدین تابعی ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ کا مطلب یہ ہے کہ عَنْ جَدِّہٖ کی ضمیر امام محمد باقر کی طرف راجع ہے یا امام جعفر کی طرف، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲ق)

۲ اَبْشِرْ مشتق ہے اِبْشَارٌ سے جس کا معنی ہے خوش ہونا اور خوش خبری پانا۔
۳ اس کی شرح اس سے پہلے معلوم ہو چکی ہے۔
۴ فوج زیادہ وسیع ہو یا باغ زیادہ وسیع ہو۔
۵ فوج کے عرض اور عمق سے مراد اس کی کثرت اور ہجوم ہے، اطول (زیادہ لمبی) نہیں فرمایا۔ کیونکہ عرض اور عمق (چوڑائی اور گہرائی) طول (لمبائی) کے بعد ہوتا ہے۔ لہذا طول، عرض و عمق کو لازم ہے۔
۶ عَوَجْ عین کے نیچے زیر اور واؤ پر زبر، آخر میں میم، دین اور معیشت (طریقہ زندگی) میں ٹیڑھا پن یعنی کا معنی فوج ہے یہ لفظ یاء اور واؤ دونوں سے آیا ہے۔
۷ یعنی وہ فوج ہماری پیروکار اور ہماری راہ وروش پر نہیں اور نہ ہم ان سے راضی اور ان کے ناصر ومعین ہیں۔

۶۰۲۶ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَيْكُمْ اِيْمَانًا قَالُوا الْمَلٰٓئِكَةُ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالُوْا فَالنَّبِيُّوْنَ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوْا فَنَحْنُ قَالَ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْجَبَ الْخَلْقِ اِلَيَّ اِيْمَانًا لَقَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ يَجِدُوْنَ صُحُفًا فِيْهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِيْهَا۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے نزدیک کون سی مخلوق ایمان کے اعتبار سے زیادہ پسندیدہ ہے[۱]؟ صحابہ کرام نے عرض کیا فرشتے[۲] فرمایا: انھیں کیا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں حالانکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں[۳] صحابہ کرام نے عرض کیا پھر انبیاء ہیں[۴] فرمایا: انھیں کیا ہے کہ ایمان نہ لائیں[۵] حالانکہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے صحابہ کرام نے عرض کیا پھر ہم ہیں[۶] فرمایا تمھیں کیا ہے کہ تم ایمان نہ لاؤ[۷] جب کہ ہم تمہارے درمیان ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے نزدیک ایمان کے اعتبار سے پسندیدہ ترین وہ لوگ ہیں جو ہمارے بعد ہوں گے وہ ایسے صحیفے پائیں گے جن میں احکام دین لکھے ہوئے ہوں گے وہ ان صحیفوں میں لکھی ہوئی چیز پر ایمان لائیں گے[۸]

۱ یعنی مخلوقات میں سے کن لوگوں کو تم زیادہ پسندیدہ اور زیادہ قوی (ایمان والے) جانتے ہو؟
۲ ہم ان کے ایمان کو زیادہ پسندیدہ اور زیادہ قوی جانتے ہیں۔

۳؎ یعنی ان کے لیے ایمان سے کوئی مانع نہیں ہے جو شک اور تردد کا سبب ہو اور فکر و نظر کی طرف محتاج بنانے والا ہو ان میں جسمانی حجابات اور طبعی ظلمتیں بھی نہیں ہیں کہ اس کی بنا پر وہ دوری اور حجاب میں واقع ہوں۔

۴؎ ہم جن کا ایمان کامل تر اور قوی تر جانتے ہیں، اس جگہ سے فرشتوں کی انبیاء پر فضیلت لازم نہیں آتی (اگرچہ ان کا ذکر انبیاء کرام سے پہلے کیا گیا ہے ۱۲ ق) اس لیے کہ اس جگہ فضیلت کا معنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ثواب کی زیادتی ہے، جیسے کہ علماء نے فرمایا ہے (اور ثواب کی زیادتی انبیاء کرام کے لیے ہے۔ (اس لیے کہ وہ نورانی ہونے کے باوجود لباس بشریت میں تھے اور ان کے سر پر تاج خلافت ہے ۱۲ ق)۔

۵؎ اور شک و شبہ میں واقع ہوں۔ حالانکہ ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آتے ہیں اور بلا واسطہ انھیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور انبیاء کرام عالم بالا کا مشاہدہ اور اس کے انوار کا معائنہ کرتے ہیں۔ وحی کا لغت میں معنی ہے دل میں پیغام ڈالنا، پوشیدہ گفتگو اور جو چیز تم کسی کے پاس بھیجو اور آواز، شریعت میں اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام جو حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغمبروں کے پاس لاتے ہیں۔ یَنْزِلُ صیغہ معلوم اور مجہول کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے۔

۶؎ جو آپ کے اصحاب ہیں اور قوی یقین رکھتے ہیں۔

۷؎ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لاؤ اور احکام اور امر و نواہی پر یقین نہ کرو؟ حالانکہ ہم تمھارے درمیان موجود ہیں اور تم وحی، اور ایمان کے انوار و آثار کا مشاہدہ کرتے ہو، آیات و معجزات دیکھتے ہو۔ ہمارے جمال باکمال اور انوارِ حق کا دیدار کرتے ہو۔ ہماری ہم نشینی سے تم میں حقیقت کے اسرار سرایت کرتے ہیں اور ہمارے تصرف و ارشاد سے تمھارے ظاہر و باطن میں کمالات اور کرامات پیدا ہوتی ہیں۔

۸؎ یعنی انوار کے مشاہدہ اور معائنہ کے بغیر غائبانہ احادیث اور آثار سن کر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ سے یہی مراد ہے اور اس کی تفسیروں میں سے ایک تفسیر یہ ہے اور یہی حضرت عبداللہ بن مسعود کے ارشاد کی مراد ہے، وہ فرماتے ہیں بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اور آپ کی شان ان لوگوں کے لیے ظاہر و باہر تھی جنھوں نے آپ کی زیارت کی، اللہ تعالیٰ کی قسم! ان لوگوں کی مثل آپ پر کوئی ایمان نہیں لایا جو غائبانہ اور دیکھے بغیر ایمان لائے اگرچہ ان پر بھی حقانیت کے انوار و آثار ظاہر ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل و شواہد روشن ہیں اس کے باوجود ع

از دیدہ بسے فرق بود تا بشنیدہ

(دیکھے ہوئے کا سنے ہوئے سے بہت فرق ہے)

۶۰۲۷ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ حضرت عبدالرحمٰن بن علا حضرمی سے روایت

الحضرمی قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ لَھُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِھِمْ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقَاتِلُوْنَ اَھْلَ الْفِتَنِ (رَوَاھُمَا الْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ)

ہے کہ مجھے اس شخص نے بتایا جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ شان یہ ہے کہ عنقریب اس امت کے آخر میں وہ لوگ ہوں گے جن کے لیے ان کے پہلوں[2] کی مثل اجر ہو گا ۔ وہ نیکی[3] کا حکم دیں گے اور برائی[4] سے منع کریں گے اور فتنہ بازوں سے جنگ کریں گے ۔ ان دونوں حدیثوں کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے ۔

[1] عبدالرحمٰن بن علاء الحضرمی بے نقطہ حاء پر زبر اور نقطے والا ضاد ساکن اس کے بعد راء ، یمن کے مشہور شہر حضرموت کی طرف نسبت ہے یہ تابعین میں سے ہیں ۔

[2] یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

[3] ایسے کام کا حکم دیں گے جس کا وجود دین میں پہچانا گیا ہے ۔

[4] ایسے غیر مشروع کام سے جس کا وجود دین میں پہچانا نہیں گیا بلکہ اس کا انکار کیا گیا ہے ۔

۶۰۲۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَطُوْبٰی سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَّمْ یَرَنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : خوش خبری ہو اس شخص کے لیے جس نے ہماری زیارت کی اور سات[1] مرتبہ خوش خبری اس شخص کے لیے جس نے ہماری زیارت نہیں کی اور ہم پر ایمان لایا (امام احمد)

[1] سات کے عدد کی تعیین حضرت شارع علیہ السلام کے علم کے سپرد ہے ، یا اس لیے کہ یہ عدد مبارک مبالغہ اور تکثیر میں متعارف ہے

۶۰۲۹ وَعَنِ ابْنِ مُحَیْرِیْزٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جُمُعَۃَ رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ حَدِّثْنَا حَدِیْثًا سَمِعْتَہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اُحَدِّثُکَ حَدِیْثًا جَیِّدًا تَغَدَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابن محیریز[1] سے روایت ہے کہ میں نے ایک صحابی ابو جمعہ[2] کو عرض کیا کہ ہمیں وہ حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے ، انھوں نے فرمایا : اچھا میں تمھیں ایک عمدہ حدیث سناتا ہوں[3] ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناشتہ کیا ، ہمارے ساتھ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح تھے ۔ انھوں نے عرض کیا ،[4]

اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا وَاَسْلَمْنَا وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِيْ وَلَمْ يَرَوْنِيْ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الدَّارِمِيُّ وَرَوٰى رَزِيْنٌ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ مِنْ قَوْلِهٖ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص ہم سے بہتر ہے؟ ہم اسلام لائے اور ہم نے آپ کی معیت میں جہاد کیا، فرمایا ہاں وہ لوگ جو تمھارے بعد ہوں گے[۵] وہ ہم پر ہماری زیارت کے بغیر ایمان لائیں گے اس حدیث کو امام احمد اور دارمی نے روایت کیا اور رزین نے حضرت ابو عبیدہ سے یہ حدیث قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا سے آخر تک روایت کی[۶]

[۱] ابن محیریز میم پر پیش، بے نقطہ حاء پر زبر، یاء ساکن، راء کے نیچے زیر، دوسری یاء ساکن اور آخر میں زاء، تابعین اور اللہ تعالیٰ کے بہترین بندوں میں سے ہیں، ان کا نام عبد اللہ ہے۔

[۲] ابو جمعہ جیم اور میم پر پیش

[۳] جو تمھیں فائدہ دے اور خیریت و فضیلت کی بشارت دے۔

[۴] اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انعام کے شکر کے اظہار کے لیے عرض کیا۔

[۵] وہ تم سے بہتر ہیں (یہ بعد والے لوگوں کی فضیلت جزئی ہے جو زیارت کے بغیر ایمان لائے الخ)

[۶] ابو محیریز اور ابو جمعہ کے واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔

٦٠٣٠/١٠ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَدَ اَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

حضرت معاویہ ابن قرہ[۱] سے روایت ہے وہ اپنے والد[۲] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہلِ شام تباہ ہو جائیں تو تم میں نیکی نہیں ہے[۳] اور ہماری امت کی ایک جماعت ہمیشہ امداد دی ہوئی رہے گی[۴] جو شخص انہیں امداد کے بغیر چھوڑ دے گا وہ انھیں نقصان نہیں دے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ ابن مدینی کہتے ہیں کہ وہ محدثین ہیں[۵] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

[۱] معاویہ ابن قرہ قاف پر پیش اور راء مشدد، عالم باعمل، ثقہ تابعی ہیں، ان کی ولادت جمل کے دن اور وفات ۱۱۳ ہجری میں ہوئی۔

[۲] حضرت قرہ ابن ایاس صحابی سے روایت کرتے ہیں۔

۳ ظاہر یہ ہے کہ آخر زمانے میں اہلِ شام اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم ہوں گے، پس جب وہ فاسد ہو جائیں گے تو تم میں خیر نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس وقت اہلِ خیر میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اور یہ قیامت کے قائم ہونے کا وقت ہوگا۔ اس وقت کوئی شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا نہیں رہے گا۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت صرف شریر لوگوں پر قائم ہوگی۔

۴ جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کی امداد اور احکام شریعت کے رائج کرنے کی توفیق اور امداد دی جائے گی، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ اگر تم اللہ کی امداد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری امداد کرے گا۔

۵ جو اس علم شریف کی مسلسل خدمت کرتے رہتے ہیں اور دین کی تعلیم و ترویج اور تصنیف اور سنت کے قائم کرنے کی بہت سی احادیث روایت کرتے ہیں۔

۶۰۲۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری اُمت سے خطا، بھول اور وہ چیز معاف فرمائی ہے جس پر انھیں مجبور کیا گیا ہو[۱] (ابنِ ماجہ، بیہقی)

[۱] یاد رہے کہ خطا ضد ہے صواب کی، صراح میں ہے: خطا کا معنی نادرست اور غلط ہے۔ یہ ثواب کی نقیض ہے، یہ الف، الف مقصورہ اور ممدودہ دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ خطیئۃ کا معنی ہے گناہ یا وہ گناہ جو جان بوجھ کر کیا گیا ہو۔ اسی طرح قاموس میں ہے خِطأ خا کے نیچے زیر اور طاء ساکن کا معنی بھی گناہ ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ خَطَأ اس وقت کہتے ہیں جب جان بوجھ کر گناہ کیا جائے اور اِخْطَاءٌ اس وقت کہتے ہیں جب ارادے سے نہ کرے۔ مُخْطِی وہ شخص ہے جو ایسے کام کا ارادہ کرے جو نہیں کرنا چاہیے اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو ایک کام کرنا چاہے اور اچانک دوسرا کام کر بیٹھے اور خطا کرے۔ اس معنی کے اعتبار سے عمد کے مقابل آتا ہے جیسے شکار کو تیر مارنا چاہیے اچانک کسی انسان کو جا لگے اور اسے خطا سے قتل کر دے، یا کلی کا ارادہ کرے اور اچانک پانی گلے میں اتر جائے حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔

نسیان کا معنی ہے بھول جانا اور یہ حفظ (یاد رکھنے) کے مقابل ہے، سہو کا معنی بھی نسیان ہے، کہا جاتا ہے کہ اس نے کسی کام میں سہو کیا یعنی اس کام کو بھول گیا، اس سے غافل ہو گیا اور اس کا دل کسی دوسری جگہ چلا گیا، خطا اور نسیان سے تجاوز (درگزر) کا مطلب یہ ہے کہ اس میں گناہ نہیں ہے اور وہ اس میں گناہ گار نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس پر بالکل مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ قتلِ خطا میں دیت اور کفارہ ثابت ہے۔ خطا سے روزہ افطار کر لیا جائے تو روزے کی قضا واجب ہے۔ بھول میں جو قضا واجب نہیں ہے تو

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صاحبِ حق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہے، جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اپنا روزہ مکمل کرو کیونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ ہی نے کھلایا اور پلایا ہے۔ نماز میں سہو و نسیان سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ سہوًا لوگوں کا مال ضائع کرنے سے ضمانت واجب ہوتی ہے۔ اسی طرح اکراہ (مجبور کرنے) پر بھی احکام مرتب ہوتے ہیں، جیسے کہ کسی کو قتل کرنے یا مال ضائع کرنے پر مجبور کرنے کے احکام ہیں۔ اس کی تفصیل علم فقہ میں ہے، اس کے باوجود گناہ ساقط ہے، تجاوز سے یہی مراد ہے۔

۶۰۴۲ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ أَنْتُمْ تُتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالَى (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ)

حضرت بہز بن حکیم[1] اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی[2] (ترجمہ آیت کریمہ) فرمایا: تم ان ستر[3] امتوں کو مکمل کر رہے ہو جن میں سے تم بہترین اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکرم ترین ہو۔ اس حدیث کو امام ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے

[1] بہز بن حکیم بن معاویہ ابن حیدہ بے نقطہ حاء پر زبر، یاء ساکن اور بے نقطہ دال کے ساتھ، تابعی قشیری ہیں، ان سے سفیان ثوری، ابن مبارک، معمر اور دیگر محدثین نے روایت کی۔ ان کی روایت کردہ حدیث امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں روایت نہیں کی، البتہ اصحاب سنن نے ان کی روایت بیان کی ہے، مختصر یہ کہ ان میں ایک قسم کا اختلاف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] امت سے مراد تمام امت ہے خواہ خواص ہوں یا عام، کیونکہ ہر ایک کو سابقہ امتوں پر حسن اعتقاد، ایمان میں ثابت قدمی، اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ محبت، مرتد نہ ہونے اور اسلام سے خارج نہ ہونے اور اس جیسے دیگر امور میں ایک مرتبہ اور فضیلت حاصل ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ علماء شہداء اور اولیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور خیریت سے مراد خیریت تامہ، کاملہ، مخصوصہ مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ مہاجرین مراد ہیں لیکن وجہ تخصیص ظاہر نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ عام ہے۔

[3] ستر سے مراد کثرت کا بیان کرنا مراد ہے۔ خاص طور پر یہ تعداد مراد نہیں ہے۔ ستر کا استعمال اس معنی میں بہت آتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ گزشتہ اکثر، جمہور اور مشہور امتوں کی تعداد ستر تک پہنچتی ہو۔ اتمام اور مکمل کرنے سے مراد ختم کرنا ہے جیسے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔ تم بھی دیگر امتوں کے خاتم، زیادہ معزز اور زیادہ کامل ہو۔

کتاب (مشکوٰۃ شریف) کو اس حدیث پر ختم کرنا جو ختم، اتمام اور تکمیل پر دلالت کرتی ہے، یہ اچھا اختتام ہے اور گزشتہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری امت کی خطا اور نسیان سے درگزر فرمایا ہے۔ کتاب میں واقع ہونے والی خطا، سہو اور نسیان سے معذرت پیش کرنے کے لیے مناسب ہے۔

مؤلف کتاب (امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ان کی کوشش اور محنت کا اجر جمیل عطا فرمائے، فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ جمع کرنے سے فراغت رمضان المبارک آخری بروز جمعۃ المبارک شوال (عید الفطر) کا چاند دیکھنے کے وقت ۷۳۷ھ میں حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ کی حمد اور حسن توفیق سے یہ سعادت حاصل ہوئی، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے اور صلوٰۃ وسلام حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر صحابہ کرام اور متبعین پر۔

خاتمۃ الکتاب

مشکوٰۃ شریف کی اس شرح اشعۃ اللمعات کا آغاز ایام تشریق کے درمیانے دن (بارہ ذوالحجہ) ۱۰۱۹ھ کو ہوا اور اس کی تکمیل ماہ ربیع الآخر ایک ہزار پچیس (۱۰۲۵ھ) ہوئی، یہ نہیں کہ یہ تمام مدت اسی شرح پر صرف ہوئی بلکہ عربی شرح جس کا نام "لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح" ہے وہ بھی اس شرح کے ساتھ لکھی جا رہی تھی، وہ اس سے بھی پہلے مکمل ہو گئی۔ کچھ دوسری کتابیں اور رسائل بھی لکھے گئے مذکورہ مدت کا تقریباً تہائی حصہ، بلکہ اس سے بھی کم (یعنی دو سال بلکہ اس سے بھی کم) فارسی شرح پر صرف ہوا باقی مدت دوسری کتابوں پر صرف ہوئی اور توفیق اللہ تعالیٰ باقی ووافی کی طرف سے ہے۔

اگرچہ عربی شرح علمی مباحث اور فکری تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل ہونے کی بناء پر الگ امتیاز اور خصوصیت رکھتی ہے لیکن یہ فارسی شرح الفاظ کی تنقیح وتہذیب، معانی کے ربط وضبط میں عربی شرح پر ترجیح اور فوقیت رکھتی ہے۔ اس کا حجم اور ضخامت بھی عربی شرح سے زیادہ ہے۔ عربی شرح اسی ہزار اشعار اور فارسی شرح ایک لاکھ تیس ہزار اشعار کے برابر ہے، یہ دونوں شرحیں اس ناتواں کے وطن مالوف دہلی کی خانقاہ قادریہ میں پایہ تکمیل کو پہنچیں، جہاں کی جاروب کشی اور چراغ روشن کرنا اس فقیر کے سپرد ہے۔ عمر کی ابتداء اور انتہا ایک جگہ اور ایک نشست پر ہوئی، گویا ایک مجلس میں مکمل ہوئی۔ مقصد یہ ہے کہ اس ناتواں اور حقیر پر

اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ادا کیا جائے، اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی، اور کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور میں فقیر عبدالحق بن سیف الدین ہوں، وطن کے اعتبار سے دہلوی، اصلاً کے لحاظ سے بخاری، نسب کے اعتبار سے ترکی، مذہب کے لحاظ سے حنفی، مشرب کے اعتبار سے صوفی اور ارادت کے اعتبار سے قادری۔

اور ہمارا آخری دعویٰ یہ ہے کہ تمام تعریفیں سب جہانوں کے پالن ہار کے لیے ہیں

(وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَنَبِيِّهٖ وَصَفِيِّهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ۱۲ شرف قادری)

تکمیل ترجمہ

الحمد للہ تعالیٰ جلّ شانہٗ وعزّ مجدہ حمداً کثیراً طیباً مبارکًا کہ آج بروز عید الاضحیٰ وجمعہ مبارک ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ/۱۷ مارچ ۲۰۰۰ء کو اشعۃ اللمعات کا ترجمہ مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت سے نوازے اپنے حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ بنائے اور عوام وخواص کے لیے فائدہ مند بنائے۔ آمین بجاہ نَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکمیل آرزو

از : مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تخلیقات کا دارومدار ابتداء وانتہا پر ہے۔ جس کام کا آغاز ہے اس کا انجام بھی ہے مگر انجام بخیر ہو تو اس کے کیا کہنے؟ قرآن کریم میں دین حنیف کی تکمیل پر رب العالمین جل وعلا نے فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۝ (المائدہ:)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کی تکمیل فرمادی۔ اور اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا' اور تمہارے لیے میں نے دین اسلام کو پسند کیا۔

بخاری ومسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا! اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے۔ فرمایا! کونسی آیت؟ اس نے یہی آیت الیوم اکملت لکم (الآیہ) پڑھی آپ نے فرمایا' میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں۔ وہ مقام عرفات تھا اور دن جمعہ تھا! آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لیے وہ دن عید ہے!

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا! آپ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی' اس دن دو عیدیں تھیں: جمعہ وعرفہ!!

(تفسیر خزائن العرفان از صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ)

پس واضح ہوا کہ کسی عظیم کام کی تکمیل پر خوشی ومسرت کا اظہار قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ بناءً علیہ اشعۃ اللمعات کے ترجمہ کی تکمیل کے لیے کتنی آرزوئیں مچلتی رہیں، کتنی دعائیں اور التجائیں ہوتی رہیں اور پھر ان دعاؤں کو کس شان سے قبولیت کا شرف عطا ہوا' نمونۂ ھدیہ تشکر کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

اشعۃ اللمعات کے نصف اول کا ترجمہ کرنے کی اولین سعادت حضرت مولانا علامہ محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس وقت نصیب ہوئی جب وہ جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ میں خطابت کے منصب پر فائز تھے۔ وہ ساعتیں نہایت سعید اور بارآور ثابت ہوئیں' جب محترم جناب سید اعجاز احمد مرحوم بانی فرید بک سٹال لاہور ایک جماعت کے ساتھ اس سلسلہ میں مولانا موصوف سے معاہدہ قلمبند فرما رہے تھے' راقم السطور بھی اس جماعت میں شامل تھا۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ پہلی دو جلدوں کا ترجمہ کر پائے تھے کہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ/۱۷ دسمبر ۱۹۸۶ء کو وصال فرما گئے۔

اب مالکان فرید بک سٹال نے اس مبارک کتاب کے ترجمہ کی تکمیل کے لیے ایسی صاحب علم وقلم شخصیت کی تلاش شروع کی جو اس کام کو باحسن وجوہ سرانجام دینے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہو' جن کی علمی وقلمی خوبیوں کا زمانہ معترف ہو' جن پر اکابر ملت اور محققین عصر کو پورا پورا اعتماد ہو' علامہ شرف صاحب مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں:

ان کی متلاشی نگاہیں محو جستجو تھیں کہ برادر عزیز حضرت مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری زید لطفہٗ نے اس اہم ترین کام کے لیے راقم کا نام پیش کر دیا' میرے لیے معذرت کی گنجائش ہی نہ تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور ان کی شرح کا ترجمہ عظیم سعادت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ موقع عطا کیا تو اسے کھو دینا بہت بڑی محرومیت ہوتی' پھر مالکان فرید بک سٹال اور علامہ تابش قصوری ایسے اخلاص کے پیکروں اور دین متین کے خدمت گاروں کی فرمائش کو ٹالنا بھی میرے بس میں نہ تھا چنانچہ یکم جنوری ۱۹۸۷ء کو فقیر نے ترجمہ شروع کر دیا۔ (اشعۃ اللمعات مترجم جلد چہارم ص ۳۳)

اب اس خواہش کی طرف پھر پلٹیے جو تکمیل کے لیے انگڑائیاں لے رہی تھی۔ حضرت علامہ شرف قادری صاحب مدظلہٗ آغاز پر یوں دعا کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس ترجمہ کو جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' (حوالہ مذکور ص ۳۴)

پانچویں جلد کے ترجمہ کی تکمیل پر یوں سجدۂ شکر ادا کرتے نظر آتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان اور کرم ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے امام اہل سنت' شیخ الاسلام' شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشکوٰۃ شریف کی شہرہ آفاق شرح اشعۃ اللمعات کے اردو ترجمے کی پانچویں جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی' رب کریم جل شانہ کے اس احسان عظیم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ دعا ہے کہ محض اپنے لطف جمیل سے ترجمہ کی باقی دو جلدیں بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چوتھی جلد ماہ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں چھپ کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔ بحمدہٖ تعالیٰ اب

پانچویں جلد پیش کی جارہی ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اس کار عظیم اور گراں کی تکمیل کے لیے دعا فرمائیں۔

اور پھر یہ "آرزوئے تکمیل" آپ کے دل و دماغ پر کس شدت سے مسلط ہو چکی تھی۔ ان دعائیہ کلمات سے اس کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں' آپ رقمطراز ہیں:

متعدد کتابوں کے مصنف اور مترجم مولانا مفتی محمد خان قادری فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور خطیب جامع مسجد رحمانیہ شادمان لاہور' اس کار خیر میں راقم کے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہو گئے ہیں اور یہ ایک نیک فال ہے' امید ہے کہ ان کے تعاون سے یہ کام جلد پایہء تکمیل تک پہنچ جائے گا' اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

(اشعۃ اللمعات جلد پنجم ص ۵۲)

چنانچہ ان دعاؤں کے جلو میں اشعۃ اللمعات کا ترجمہ تکمیل کے مراحل طے کرتا رہا۔ چھٹی جلد بھی طباعت سے آراستہ ہوئی مگر اس کی تقدیم پر نہ جانے کیوں توجہ نہ دی گئی؟ حالانکہ اس جلد کی پیشانی پر حضرت مترجم مدظلہ کے شاگرد رشید مولانا مفتی محمد خان قادری زید مجدہ کا نام نامی بھی نقش ہے۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ چونکہ مفتی صاحب موصوف آپ ہی کے علوم و فنون کے خوشہ چین ہیں اس لیے تقدیم کی تکرار کو غیر اہم سمجھا گیا۔

مذکورہ بیان سے مقصود یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں ہے کہ کام کے آغاز سے ہی تکمیل کی آرزو اٹھکیلیاں لینا شروع کر دیتی ہے۔ اور پھر یہ خالق کائنات کی سنت کے مترادف بھی ہے کہ جب وہ تکمیل دین کے لیے قرآن کریم میں اعلانیہ فرما رہا ہے: "الیوم اکملت لکم دینکم" (الآیہ)

لطف کی بات یہ ہے کہ یہاں جس کام کی تکمیل ہو رہی ہے وہ کوئی عام کام نہیں بلکہ وہ بھی سراسر دین اسلام سے ہی وابستہ ہے نیز ایک "کتاب" کی ہی تکمیل ہوا چاہتی ہے ایسی کتاب جو عام نہیں خاص ہے' جس کا تعلق اس ذات کریم سے ہے جن کے بارے میں ارشاد ہوا: "وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی" لہٰذا ایسی کتاب مستطاب کی تکمیل کو دارین کی سعادتوں کا حاصل قرار دیا جائے تو قطعاً کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

"اشعۃ اللمعات" اسی ذات کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے شمائل و خصائل' حسن و جمال' گفتار و کردار' سیرت و صورت اور انہیں کی شریعت مطہرہ کے جملہ مسائل کا حسین ترین مجموعہ ہے۔ جن کا ذکر عبادت' جن کی یاد عبادت' جن کا تصور عبادت' جن کا خیال عبادت' حضرت سید عبدالغفار شاہ کشمیری لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا۔

للناس شغل ولی شغل فی تصور النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیال محمد ﷺ

حضرت نسیم بستوی مدظلہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

محبت کی بے تابیاں کچھ نہ پوچھو — رُخِ مصطفیٰ کا خیال آ گیا ہے
خدا کی قسم جز کمالِ خدائی — تیری ذات میں ہر کمال آ گیا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اظہار عشق و محبت بھی ملاحظہ فرمایئے گا۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

اس آئینہ حق نما صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب راقم السطور کو نگاہ لطف سے نوازا تو بے ساختہ پکار اٹھا

کائنات حسن میں وہ جلوہ فرما ہو گئے
جن کی صورت حق نما ہے جن کی سیرت حق نما (تابش قصوری)

ع میری بات بن گئی ہے تری بات کرتے کرتے

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ ان خوش بخت علماء کرام میں سے ہیں جنہیں مشیت الٰہیہ نے شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا ہوا ہے۔ ستر کے قریب تصانیف کے مصنف ہیں۔ ان میں ضخیم ترین کتابیں بھی ہیں اور چھوٹی بھی پائی جاتی ہیں۔ سینکڑوں مضامین و مقالات آپ کے چشمہ قلم سے قرطاس ابیض کو مزین کر چکے ہیں۔ آج تک تقریباً دس ہزار صفحات سے زائد پر آپ کی جملہ تصانیف مشتمل ہیں، جن میں من عقائد اھل السنۃ، البریلویۃ کا تنقیدی جائزہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، مطالع المسرات اور اشعۃ اللمعات مترجم سب سے ضخیم و عظیم ہیں۔

موخر الذکر کتاب اشعۃ اللمعات کا ترجمہ چودہ سال کے طویل عرصہ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس مدت میں آپ نہ صرف اس ترجمہ کی طرف متوجہ رہے بلکہ معمولات زندگی سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر تصانیف و کتب، تراجم اور مقالات کی طرف بھی پوری طرح منہمک رہے۔ حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے، مصر، افغانستان اور بھارت کی طرف بھی علمی سفر کیے۔ پاکستان میں اس عرصہ میں ہونے والی مذہبی، ملی، تحریکی کانفرنسوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جبکہ اہم ترین ذمہ داری ''تدریسی'' فرائض سرانجام دینے میں حتی الامکان کوتاہی سے کام نہ لیا کیونکہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب اعلیٰ پر فائز ہیں۔ آپ صرف مترجم ہی نہیں بلکہ ترجمان بھی ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ میں بیرونی ممالک سے آنے والے علماء کی تقاریر کی ترجمانی کا زیادہ مظاہرہ آپ ہی فرمایا کرتے ہیں۔ خصوصاً عربی اور فارسی کے آپ بہترین ترجمان ہیں۔

علامہ شرف قادری مدظلہ کے تعارف کے سلسلہ میں اب کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ آپ کے لیے بڑے بڑے فضلاء نے نہایت اعلیٰ اور عمدہ کلمات طیبات قلمبند فرمائے ہیں جس کی جھلکیاں ''تذکار شرف'' اور ''محسن اہل سنت'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ راقم السطور نے قبل ازیں ''اشعۃ اللمعات کے عظیم مترجم'' کے عنوان سے جلد چہارم میں لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ جنہیں پڑھ کر حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب (شارح صحیح مسلم) نے بڑی تحسین فرمائی تھی۔ حالانکہ وہ تو میرے دل کی پہلی آواز تھی جسے اہل علم کی طرف سے پسند کیا گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ علامہ شرف قادری مدظلہ بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ علم و عمل کے ایسے افلاک پر محو پرواز ہیں جہاں تک ہماری رسائی ممکن نہیں۔ پھر ہم

زمین کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کے کمالات علمیہ کا کیسے اندازہ لگا سکتے ہیں؟

مشہور مقولہ ہے: "لکل فن رجال" ہر فن کے لیے رجال کی ضرورت ہے، مگر اب فنون نوحہ خواں ہیں کہ انہیں کوئی رجل رشید میسر آئے، لیکن علامہ شرف قادری مدظلہ اپنے وجود میں ایک جہاں آباد کیے ہوئے ہیں وہ محض ایک فن کے لیے ایک فرد نہیں وہ تو جملہ علوم وفنون کے لیے ایک جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس دور میں موصوف ایک ادارہ ہیں، ایک انجمن ہیں، ایک قافلہ اور سالار قافلہ بھی ہیں۔

وہ ظاہری و باطنی خوبیوں سے مرصع ہونے کے باوجود تواضع، انکساری اور عاجزی کا مرقع ہیں۔ وہ اپنی بات کرنے کی بجائے انہیں کی بات کرتے ہیں جن کی بات کرنے سے اپنی بات بن جاتی ہے۔ بقول حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

گویا کہ وہ عملاً کہہ رہے ہیں ۔

میری بات بن گئی ہے تری بات کرتے کرتے

الحمد للہ علیٰ منہ وکرمہ اشعۃ اللمعات فارسی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی مترجم سات جلدوں میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔ چودہ سال قبل جس کام کا آغاز ہوا تھا ربیع الاول ۱۴۲۲ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اس عدیم المثال، ایمان افروز، روح پرور، دلکش، دلپذیر ترجمہ کی تکمیل پر راقم السطور حضرت مترجم مدظلہ کی خدمت میں ہدیہ تبریک وتحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ سید اعجاز احمد مرحوم کے صاحبزادگان کی خدمت میں بھی مبارکباد پیش کرتا ہوا دعا گو ہے کہ مولا تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کو بیش از بیش خدمات دینیہ سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے، ان کا سایہ اہل اسلام وسنت پر ہمیشہ قائم رکھے اور ناشرین کو دارین کی برکات اور دینوی تجارت میں منافع سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

فقط: محمد منشا تابش قصوری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان

شواہد الحق اردو

فی الاستغاثۃ بسید الخلق

مسئلہ توسل و استعانت پر بے مثال کتاب

تصنیف: امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ
شیخ الحدیث دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

تقدیم: محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ

ناشر

حامد اینڈ کمپنی ○ ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن)

نزهۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی
صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور